سلسلۂ دار المصنّفین

(نمبر ۷۶)

تاریخِ اندلس

حصّۂ اوّل

جس میں

اندلس کا تاریخی جغرافیہ، اُس کی مختصر قدیم تاریخ، اور طارق بن زیاد کی فتح اندلس سنہ ۹۳ھ ۷۱۲ء سے لے کر عبدالرحمٰن الاوسط بن حکم سنہ ۲۰۶ھ ۸۵۲ء تک اسلامی دور کی مفصل سیاسی تاریخ قلم بند کی گئی ہے

از

مولٰنا سیّد ریاست علی ندوی پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

سابق رفیق دار المصنّفین

باہتمام: مسعود علی صاحب ندوی

فہرست مضامین

تاریخ اندلس

دولتِ امویہ اندلس

عبد الرحمٰن الداخل

سنہ ۱۳۸ھ – سنہ ۱۷۱ھ

۷۵۵ء – ۷۸۷ء

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

"مسلمانون نے یورپ کے دو خطون پر حکومت کی، اور اسلامی تمدن ابتداءً انہی دونون راستون سے یورپ مین داخل ہوا، یہ دونون ممالک اسپین اور سسلی یعنی اندلس اور صقلیہ ہین جنھین عرب مورخین اپنی اصطلاح مین "دو سگی بہنون" سے تعبیر کرتے ہین، (دیباچہ تاریخ صقلیہ جلد اول)

سسلی کی اسلامی تاریخ کی ترتیب کی خدمت اسی خطا کار قلم سے دو جلدون مین اتمام کو پہنچی ہے، یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ اسپین کی سرگذشت کو اردو مین منتقل کرنے کی خدمت بھی اِسی کے سپرد ہوئی، اور اس کی جلد اول اب ناظرین کی نگاہون کے سامنے ہے، اندلس کی "تاریخ پر اردو زبان مین بعض قابلِ قدر کتابین پہلے بھی شائع ہوچکی ہین لیکن وہ سب کی سب غیر زبانون سے اردو مین منتقل کی گئی ہین، ایک طرف اسکاٹ کی اخبار الاندلس (مترجمہ منشی خلیل الرحمٰن مرحوم) ڈوزی کی عبرت نامۂ اندلس (مترجمہ مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے مرحوم) اور لین پول کی تاریخ اسپین (مترجمہ مولوی سید عبدالغنی وارثی مرحوم) یورپی زبان سے منتقل کی گئین تو دوسری طرف ابن القوطیہ کی تاریخ افتتاح الاندلس اور اخبار مجموعہ فی فتح الاندلس اور غرناطی کی الاحاطہ فی اخبار غرناطہ کے ترجمے عربی زبان سے کئے گئے،

اُن مین سے موخر الذکر عرب مورخین کی کتابون مین سے پہلی دو کتابون کا تعلق اندلس کے

محض ابتدائی دور سے ہی، اور موخر الذکر کتاب کا تعلق خاص طور پر سلطنتِ غرناطہ سے ہے، ظاہر ہی کہ اندلس کی مکمل تاریخ کے لئے یہ کتابین تشنہ اور نامکمل ہین، دوسری طرف عیسائی مورخین کی مذکورۂ بالا کتابون کو انکی طرف سے اندلس کی ترقیونکے کمالِ اعتراف کے باوجود اسلامی اندلس کا صحیح مرقع قرار نہین دیا جاسکتا، کہ اُن کے موے قلم کی رنگ آمیزی ونقاشی سے غلط فہیون اور غلط بیانیون کے ذریعہ حالات و واقعات کا نقشہ مسخ ہوکر کچھ کا کچھ ہوگیا ہے، اور ایسی غلط بنیادون مین غلط استدلال کے ذریعہ ایسے غلط نتائج دکھاے گئے ہین کہ ان کی تصحیح وتغلیط اپنی جگہ خود فنِ تاریخ کی ایک خدمت قرار پاسکتی ہے، البتہ اردو مین ایک قابلِ قدر تصنیف سالہاسال کی عرق ریزی کے بعد اندلس کا "تاریخی جغرافیہ" (تصنیف مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے مرحوم) کے نام سے شائع ہوئی ہی، لیکن اس کا تعلق تمام تر جغرافیہ سے ہے، ہم نے اندلس کے جغرافیہ طبعی وتاریخی کے حالات مین اس تصنیف سے فائدہ اٹھایا ہے، جیسا کہ کتاب کے صفحہ ۲ کے ایک حاشیہ مین اس کا ذکر آچکا ہی،

اردو مین اندلس کی تاریخ پر اب تک یہی تمام تر سرمایہ تھا، اس لئے دار المصنفین نے ضرورت محسوس کی کہ جس طرح سسلی کی تاریخ دو جلدون مین پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے، اسی طرح اندلس کا تاریخی مُرقّع بھی تیار کیا جائے، تاکہ خاص طور پر عیسائی مورخین کے غلط انداز کے نظریون اور بیانون کی تصحیح بھی ہوسکے، اور یہ خدمت کسی مستقل تالیف ہی کے ذریعہ انجام پاسکتی تھی، اور دوسری طرف اِن تصنیفات کے ذریعہ دار المصنفین کے سلسلۂ تاریخِ اسلام کی کڑیان بھی مکمل ہوسکین،

حضرۃ الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے دار المصنفین کے سلسلۂ تاریخِ اسلام کو بنیادی طور پر دو حصّون مشرقی ومغربی ممالک مین تقسیم فرما دیا تھا، مؤخر الذکر حصّہ مغربی کے اسلامی ملکون اور سلطنتون کی تاریخ کی تسوید وترتیب کی خدمت راقم سطور سے وابستہ کی گئی تھی، اس طرح اندلس، شمالی افریقہ، مغرب اور مصر وغیرہ ممالک اس حصہ مین آئے تھے، ان ممالک مین سے

پہلے اندلس کی تاریخ مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا لیکن اس ملک کی اسلامی تاریخ سے پہلے شمالی افریقہ کی تاریخ کی ضرورت تھی، اس لئے اجمالاً شمالی افریقہ پر کام شروع کیا گیا، اور اس سلسلہ مین دولتِ اغالبہ، ادریسیہ (مراکش وریف) مکناسیہ، بنو مدرار (سجلماسہ) اور کچھ حالات دولتِ فاطمیہ کے قلمبند کرلئے گئے، لیکن دولتِ فاطمیہ کی کڑی مصر سے جا ملی تھی، پھر اس سلسلہ کو چھوڑنے کے بعد شام کی دولتِ ایوبیہ سامنے آتی تھی، اس لئے قلم کے رُخ کو پھیر کر اندلس کی تاریخ کی ترتیب کی طرف متوجہ ہونا پڑا کہ پہلے اس علٰحدہ ملک کی سلطنتون کے حالات قلمبند کرلئے جائین، پھر شمالی افریقہ، مغرب اور مصر کے حالات لکھ لئے جائین گے، اس طرح بحمد اللہ کم سے کم اندلس کی تاریخ چار جلدون مین بہ ترتیب ذیل اتمام کو پہنچ گئی:-

جلد اوّل مین اندلس کے طبعی و تاریخی جغرافیہ کے بعد اس کی قدیم تاریخ کو روشناس کیا گیا ہے، پھر اندلس پر مسلمانون کے ابتدائی حملون کے اسباب دکھائے گئے ہین، اس کے بعد فاتحِ اندلس سے لے کر عہد بعہد کے اُن ولاۃ کا ذکر آیا ہے، جو مرکزی حکومت کی طرف سے یہان حکمرانی کرتے رہے، پھر وہ دور آیا ہے، جب اندلس مین امویون کی آزاد سلطنت قائم ہوئی، اور ملک کے اقتدار اعلیٰ کی زمام اسی ملک مین آگئی، یہ پہلی جلد امویون کے چوتھے حکمران عبدالرحمٰن اوسط (تا ۲۳۰ھ / ۸۵۲ء) کے دور پر تمام ہوئی ہے،

جلد دوم امیر محمد (۲۳۰ھ تا ۲۷۳ھ) کے دور سے لیکر حکم ثانی کے زمانہ (۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ) تک پر مشتمل ہے،

جلد سوم، ہشام ثانی کے دور (۳۶۶ھ تا ۳۹۹ھ) سے شروع ہوتی ہے، اور امویون کے آخری تاجدار ہشام ثالث (۴۱۸ھ تا ۴۲۲ھ) کے زمانہ پر ختم ہوئی ہے، اور اسی مین المنصور

کی سلطنت کے اقتدار اعلیٰ پر قابض رہا، اس جلد کا خاتمہ "دولتِ امویہ پر ایک نظر" کے عنوان پر کیا گیا ہے، جس مین اس عہد پر مختلف نقطۂ نظر سے تفصیلی نگاہ ڈالی گئی ہے،

جلد چہارم اس سلسلہ کی وہ آخری کڑی ہے، جو تیار ہو سکی ہے، اس مین ملوکِ طوائف کی سلطنتون کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہے، اور آخر مین اندلس سے اسلامی سلطنت کے خاتمہ کو دکھایا گیا ہے، اس چوتھی جلد کے چند آخری صفحات کی تسوید کا کام باقی رہ گیا ہے، جو انشاء اللہ اسکی اشاعت کے وقت بآسانی پورا کر لیا جائے گا،

راقم سطور نے سسلی کی تاریخ کی ترتیب دو جلدون مین رزمیہ و بزمیہ حیثیت سے رکھی تھی، لیکن اندلس کی تاریخ کی ترتیب دوسرے انداز پر رکھی گئی ہے، اس مین ہر حکمران کے دور کے سیاسی حالات کے خاتمہ کے بعد اس عہد کے نظام حکومت، علوم و فنون، تعمیرات، اور دوسری تمدنی و معاشرتی ترقیون کا اجمالی جائزہ بھی لیا گیا ہے، اس طرح رزم و بزم دونون کی داستان ایک ساتھ تیار ہوتی چلی گئی ہے، ارادہ تھا کہ ان جلدون کے خاتمہ کے بعد ایک جلد رجالِ اندلس کے لئے وقف ہو گی، جو اس سلسلہ کی پانچوین کڑی ہوتی، اس کا مواد بہت کچھ اکٹھا کر لیا گیا تھا، مختلف تعلیقات بھی قلمبند کئے گئے تھے، لیکن افسوس ہے کہ اس کو ترتیب دینے کا موقع ہاتھ نہ آسکا، اور راقم سطور صوبۂ بہار کے شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہو کر پٹنہ چلا آیا، اور یہان اپنے فرائضِ مفوضہ مین مصروف ہو، اگر زمانہ نے مساعدت کی تو شاید کبھی اس خدمت کے انجام دینے کا موقع ہاتھ آسکے،

سر دست ان چار جلدون کے شائع ہونے کا مرحلہ سامنے ہے، افسوس ہے کہ ان جلدون کی تسوید کے بعد ان پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا، صرف پہلی جلد پر نگاہ ڈال کر اس کو مطبع کے حوالہ کر سکا تھا، باقی جلدین اپنے ساتھ لیتا آیا تھا کہ یہان سے اس خدمت کو انجام

دے سکون گا، مگر یہان کی مصروفتین دوسرے انداز کی ہین، اس لئے باوجودیکہ ایک سال کی مدت گذر چکی ہے، تاریخ اندلس کی جلدون کو نظر ثانی کے لئے ہاتھ لگانے کی نوبت نہ آسکی، اور دراصل یہ کام اعظم گڈھ سے جس کے کتب خانہ مین یہ جلدین تیار ہوئی ہین، باہر رہ کر صحیح طور پر انجام بھی نہین پاسکتا، اس لئے ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ ایک دو سال گرمیون کی چھٹیون مین جو مسلسل تقریباً تین مہینون کی ہوتی ہین) وہین بیٹھ کر ان جلدون کو دیکھتا جاؤن، اور کارکنان دار المصنفین کے حوالہ کرتا جاؤن گا، اور وہ اپنی سہولتون کے لحاظ سے جب بھی چاہین گے شائع کر سکین گے،

اعظم گڈھ سے روانگی کے وقت تک زیر نظر جلد کے صرف چند ابتدائی فرمے چھپ سکے تھے، پوری کتاب راقم سطور کی عدم موجودگی مین چھاپی گئی ہے، اور ان سطرون کی تسوید کے وقت تک مطبوعہ فرمون کی کتابت وطباعت کی صحت کا جائزہ لینے کا موقع بھی نہ مل سکا ہے، لیکن کتاب کے سرورق مین کتاب کا تعارف جن لفظون مین کرایا گیا ہے، ان کی تین سطرون مین دو تصحیحون کی ضرورت ہے، ایک تو "۲۰۷ھ" تک کے بجائے "۲۳۸ھ" تک" ہونا چاہیئے تھا، اسی طرح "مفصل سیاسی تاریخ" کے بجائے "مفصل سیاسی وتمدنی تاریخ" کے الفاظ لکھنے کی ضرورت تھی،

کتاب کے ماخذ کی مفصل فہرست ان شاء اللہ آخری جلد مین منسلک ہو سکے گی، اس سلسلہ مین مجھے اپنے لائق دوست ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا شکر گذار ہونا ہے کہ اُن کی عنایت فرمائی سے ہمین کیمبرج میڈیول ہسٹری کی جلد سوم پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے مستعار حاصل ہوئی جس مین "مغربی خلافت" کے عنوان سے اموی سلاطین اندلس پر ایک قابل قدر باب ہے، اور جس سے اس کتاب مین

دولت امویہ اندلس پر ایک نظر" کے باب مین خاص طور پر فائدہ اٹھایا گیا ہے وَآخر دعوانا
ان الحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین،

سید ریاست علی ندوی

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ نمبر ۶

۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ

۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جغرافیۂ اندلس

اَندُلُسُ

اندلس جنوب مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نما ہے جس مین آج کل اسپین اور پرتگال کے نام سے دو جدا گانہ ملک، جدا گانہ سلطنتون کے ساتھ واقع ہین،

ملک کا نام اور وجہ تسمیہ اندلس کو سب سے پہلے یونانیون نے آئیبریا (Iberie) کے نام سے پکارا، جو ایک یونانی گروہ ایبری (Iberi) کی طرف منسوب ہے، پھر رومانیون نے اس کو ہسپانیہ (Hispania) کہا، اس لئے کہ یہ رومی سلطنت سے جانب مغرب کا ملک (Hesperie) تھا، اور عرب مورخین کی توجیہ کے مطابق یہ "اشبانیا" کہا گیا، جو رومی حکمران اشبان بن طیطش کی طرف منسوب ہے، اور یہ نام ابتداً صرف خطۂ اشبیلیہ کا تھا جو "اشبان" اور "ایلیا" (بیت المقدس) سے مرکب ہے، لیکن عرب مورخین کی اس توجیہ کو دورِ حاضر کے محققین نے قبول نہین کیا ہے،

اس کے بعد جب عرب اس ملک مین داخل ہوئے، تو انھون نے اس کو "ہسپانیہ" یا "اشبانیہ"

مگر دورحاضر کے محققین نے عرب مورخین کی اس توجیہ کو بھی قبول نہین کیا ہے، اور لفظ "اندلس" کی اصل جرمن قوم کے نام "واندلس" (Vandalus) یا واندال (Vandal) کو قرار دیا ہے، یہ جرمن قوم یہان صرف ۴۱۱ء سے ۴۲۹ء تک حکمران رہی، بااین ہمہ فاتح قوم کے نام پر ایک خطہ کا نام واندالیسیہ (Vandalicia) ہوگیا، اور اسی "واندالیسیہ" سے اسم اندلس عالم وجود مین آیا،

دورحاضر کے مورخین کی اس تحقیق کا سراغ بعض عرب مورخین کے بیانون میں بھی ملتا ہے کہ "اندلس" کی اصل "فندلش" یا قندلس ہے، جو اربار یون (ایبیریون) کے بعد اندلس کے حکمران ہوئے، اور اسی فندلس یا قندلس سے اس مقام کا نام "اندلس" قرار پایا[۱]،

اندلس کا تلفظ اُملا | عرب اس کو عموماً "اَنْدَلُسْ" اور کبھی "اُنْدُلُس" کہتے تھے، یہ اگرچہ عجمی لفظ ہے لیکن عربی مخارج سے قریب ہونے کے سبب سے اس کو عربی مخارج مین قبول کرکے اس پر عربی قاعدے کے مطابق الف لام داخل کرتے ہین، اور بلا عذر تنوین بھی دیتے ہین، اس طور پر انھون نے اس کو گویا ایک خالص عرب لفظ تسلیم کرلیا تھا[۲]،

اندلس کا مفہوم وسعت ملک کے اعتبار سے | عربون نے اسپین کے جنوبی حصہ کو جسے غالبًا واندالیسیہ کہا جاتا تھا پہلے فتح کیا تھا، اس لئے انھون نے اسی واندالیسیہ کو اپنی زبان مین اندلس کہا، پھر جیسے جیسے فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، ملک کے اس نام کا اطلاق بھی آگے بڑھتا گیا، یہانتک کہ پورے اسپین و پرتگال پر اس لفظ کا اطلاق ہوا، پھر آگے بڑھکر جنوبی فرانس کے دو بڑے علاقے "نربونین سس" (Narbonensis) اور "اراگونیا"

---

[۱] صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۲۲۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۶۳، ابن خلدون ج ۲ ص ۲۳۵ - و حواشی دائرۃ المعارف الاسلامیہ ترجمہ عربی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۳۵ - ۳۶ [۲] معجم البلدان ج ۱ ص ۳۴۷،

(Aquitania) بھی ملک اندلس کے حدود مین داخل ہو گئے، چنانچہ عرب جغرافیہ نویسوں نے اندلس کے جو حدود اربعہ بیان کئے ہین، اوراس کے انتہائی گوشے، اضلاع، دریا، اور پہاڑ دکھائے ہین، اس لحاظ سے اسپین، پرتگال اور جنوبی فرانس کے وہ علاقے اندلس کے مفہوم اور وسعت ملک مین داخل ہین، اوراس وسیع ملک کے مختلف خطون کے قدیم نامون کو اپنے تلفظ واملا مین ادا کیا ہے، جیسے گالیکیا (Galicia) کو "جلیقیہ" استوریاس (Asturias) کو "اشتوراس"، لی اون (Leon) کو "لیون" یا "لیونش" نوارا (Navarra) کو "نبرہ" کسٹیل (Castile) کو "قشتالیہ" یا "قشتالہ" کاتالونیہ (Catalonia) کو "قیطلونیہ" بسکے (Biscay) کو "بشکنش" یا "بشکونش" یا فرانسیسی علاقہ نربونین سس کے پایہ تخت ناربون (Narbonne) کو نربونہ یا اربونہ کہا ہے بہرحال جغرافی اعتبار سے یہ سب عربی جغرافیہ نویسون کے نزدیک اندلس مین داخل تھے،[۱]

---

[۱] اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۳، ان اوراق مین اندلس کے جغرافی معلومات اسی ماخذ سے ملخصاً اور اجمالاً نئی ترتیب کے ساتھ لئے گئے ہین، اس کو جغرافیہ کی قدیم وجدید تصنیفات سے مرتب کیا گیا ہے، نیز اگر کسی موقع پر کسی اور ماخذ سے کچھ اخذ کیا گیا ہو تو اس کا انفرادی حوالہ درج کر دیا گیا ہے،

جغرافیہ طبعی

اندلس کی شکل نقشون مین | یونانی جغرافیہ نویس استرابو نے اس ملک کی شکل مستطیل لکھی ہے، بطلیموس نے اس کو بے قاعدہ مثلث بتایا ہے، موجودہ زمانہ مین اس کو ایک بے قاعدہ ذوار بعۃ الاضلاع دکھایا گیا ہے، عربون نے بطلیموسی نقشہ کے مطابق اس کو بے قاعدہ مثلث سمجھا، اور اس کے تین ارکان واضلاع بیان کئے، اور ان زاویون کو ملانے سے جو ضلعے بنتے ہین، اُن کی تعریف ساحل کے شہرون اور مقامون کا نام لیکر کی ہے،

حدود اربعہ | جیسا کہ معلوم ہے اندلس جزیرہ نما ہے، جسے بقول شریف ادریسی عربون نے اختصار کی وجہ سے شبہ الجزیرہ کے بجائے صرف جزیرہ کہا، اس کی تین سمتون مین تین سمندر ہین، مشرق مین بحر روم ہے، جسے بحر متوسط، بحر شام، بحر مشرق بھی کہتے ہین، مغرب کی طرف اوقیانوس (اٹلانٹک) ہے، جسے بحر محیط، بحر ظلمات، بحر مظلم اور بحر اعظم بھی کہتے ہین، اور جنوب مین آبنائے جبرالٹر ہے جس کو عرب بحر زقاق سے موسوم کرتے تھے، آبنائے جبرالٹر اندلس کے جنوبی گوشہ اور افریقہ کے شمالی گوشہ مین ہے، یہی آبنائے یورپ کو افریقہ سے جدا کرتی ہے، دوسری طرف اندلس کی شمالی قدرتی سرحد جبل البرانس یعنی کوہ پائیرنیس (Pyrenees) ہے اور اندلس کا یہی شمال مشرقی حصہ خشکی سے ملا ہوا ہے، اور پھر وسعت ملک کے لحاظ سے جنوبی فرانس کا وہ علاقہ جس مین ناربون اور اکاٹانیا واقع ہین، اس کی سرحد مین داخل ہین، مگر ادھر شمال مغربی گوشہ کی سرحد پر خلیج بسکے واقع ہے،

طول وعرض | اندلس موجودہ نقشوں مین شمالاً وجنوباً ۳۶ درجہ ا دقیقہ اور ۴۳ درجہ ۴۵ دقیقہ کے درمیان اور شرقاً غرباً ۳ درجہ ۲۰ دقیقہ اور ۹ درجہ ۳۰ دقیقہ کے درمیان واقع ہی،
اس طول وعرض مین جنوبی فرانس کا وہ علاقہ جو اندلس مین سمجھا گیا، داخل نہین ہی،

مساحت | عرب جغرافیہ نویسون مین سے ادریسی نے اس کا طول گیارہ سو میل اور عرض چھ سو میل لکھا ہے، موجودہ پیمایش کے لحاظ سے مشرق سے مغرب کی جانب زیادہ سے زیادہ طول ۶۳۵ میل اور شمال سے جنوب مین زیادہ سے زیادہ طول ۵۰۱ میل ہے لیکن اس پیمایش مین فرانس کا کوئی علاقہ داخل نہین ہی،

اندلس کی زمین | اندلس کی زمین سمندر کی سطح سے تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) فٹ بلند ہے، یہ بلندی مشرق سے مغرب کی طرف کم ہوتی گئی ہے، یہان تک کہ بحر محیط کی سطح آجاتی ہی،

اندلس کے پہاڑ | اندلس کی اس مرتفع زمین مین پہاڑون کے چھ چھوٹے اور بڑے سلسلے مشرق سے مغرب کی سمت مین پھیلے ہوئے ہین،

(۱) جبل البرانس (Pyrenees) شمال مین پہاڑون کا ایک طویل سلسلہ ہے جو جلیقیہ تک چلا گیا ہے، اس پہاڑی سلسلہ کے کئی ٹکڑون کے کئی نام ہین کہین جبل البرتات (Montes du puertas) کہین جبل الابواب کہین جبل الفاصل یا جبل الحاجز لکھا گیا ہے، پہاڑی کا یہی سلسلہ اندلس کو افرنجہ یعنی فرانس کے ان علاقون سے جدا کرتا ہے جو مدتاً اندلس مین داخل تھے، اس پہاڑی سلسلہ مین چند درّے ہین، جن مین سے چار درّون (۱) برت اشمرہ (۲) برت جافہ (۳) برت شاذور (۴) برت بیونہ کے نام عرب جغرافیہ نویسون نے لکھے ہین، انہی درّون سے عربی فوجین ادھر سے اُدھر گذرا کرتی تھین،

(۲) الشارات (Sierras) یہ جبل البرانس سے جنوب مین موجودہ صوبہ سرقسطہ

کے جنوب مشرقی حصہ سے شروع ہو کر پرتگال کے شہر قلمریہ (Caimbra) کے قریب تک چلا گیا ہے،

(۳) جبال طلیطلہ الشارات، کے جنوب مین ہے، اس کے ایک ٹکڑے کا نام شارات وادی اللب (Sierrade juadal upe) بھی ہے،

(۴) شارات مورینہ (Sierra Morena) جبال طلیطلہ کے جنوب مین اندلس کے وسطی ارض مرتفع کے بالکل جنوبی سرے پر ہے، عربی جغرافیہ نویس اس کو جبال قرطبہ بھی لکھتے ہین کہ اسی کی شاخ شہر قرطبہ تک آئی ہے، اسی پہاڑ سے نہرین کاٹ کر قرطبہ مین شیرین پانی لایا گیا تھا، اس سلسلہ کا مشرقی دامن جنوب مین بڑھ کر جبل شقورہ (Sierra de Segwra) کہا جاتا تھا، جس سے وادی شقورہ اور وادی الکبیر نکلے ہین،

(۵) جبل الثلج یا جبل الشلیر (Mons Solorius) اندلس کے جنوب مشرقی گوشہ مین واقع ہے، اس کی چوٹی اندلس مین سب سے اونچی ۱۱۷۰۴ فٹ ہے، اور ایک عرب فرمانروا مولیٰ علی ابوالحسن کے نام پر سیرودی مولاہاسن (Cerrode Mulahsun) مشہور ہے،

(۶) البشارات (Alpwxarras) ایک چھوٹا سا سلسلہ کوہ صوبہ غرناطہ مین جبل الثلج کے جنوب مین ساحل کے قریب شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے،

یہ چھ سلسلے مشرق سے مغرب کی طرف پھیل کر کہین شمال اور کہین جنوب کی طرف کچھ جھکے ہوئے ہین، ان کے علاوہ چند پہاڑیان مشرقی و مغربی اندلس مین شمال سے جنوب کی طرف بھی پھیلی ہین، ان مین سے شنت مریہ بونرزین (Sierrade Alb-) ودوقہ (Daraca-arrecia) کو نکہ ہین، اسی طرح جبل قاعون جبل الغور، اور

جبل ہنیف ہین، پھر چند چھوٹی پہاڑیان اپنے شہرون کے نامون سے جا بجا پھیلی ہوئی ہین، جن کا نقشہ دیکھ کر پتہ چلایا جا سکتا ہے، اور عہد اسلامی ہین وہ مختلف نامون جبل ابن حفصون جبل عاصم و جبل سلیمان وغیرہ سے موسوم تھے،

اندلس کا ایک اور پہاڑی سلسلہ بھی لائق ذکر ہے جو جبل طارق کے نام پر موسوم ہے اور جنوبی اندلس کے صوبہ قادس کے جنوب مشرق مین ایک جزیرہ نما کی شکل مین ہے، شمالاً و جنوباً تین میل طویل اور شرقاً غرباً ایک میل عریض ہے، اس کی سب سے بلند چوٹی ۱۴۳۹ فٹ ہے، اس کے مغربی جانب ایک خلیج ہے، جس کو خلیج جبر الٹر کہتے ہین، جبل طارق کے آمنے سامنے ۲۵ میل پر شہر ستبہ آباد ہے، جبل طارق پر بعد مین اسلامی دور مین قلعے تعمیر ہوئے۔

اندلس کے دریا | اندلس کے انہی پہاڑون سے جو دریا نکلے ہین، ان مین سے بعض بحر روم مین بعض بحر محیط مین اور بعض آبنائے جبر الٹر مین سمندر سے جا ملے ہین، بحر محیط مین گرنے والے تمام دریا حسب ذیل ہین:-

(۱) وادی النساء	(The Guadamesi)
(۲) وادی آرد	(The Guadiaro)
(۳) وادی القرشی	(The Guadalhorce)
(۴) وادی بلش	(Rio Velez)
(۵) نہر المریہ	(Rio Almeria)
(۶) وادی شقورہ	(Segura)
(۷) ... شقر	(The Jucar)

(۹) وادی ابرہ (The Ebro)

(۱۰) وادی زیتون

بحر محیط اور آبناے جبرالٹر مین گرنے والے حسب ذیل دریا ہین :-

(۱) برباط (The Barbete)

(۲) وادی بکہ یا وادی لطہ (The Guadalete)

(۳) وادی الکبیر (The Guadalquivir)

(۴) وادی آنہ (The Guadiana)

(۵) تاجہ (The Tagus)

(۶) نہر منديق (The Mendego)

(۷) دریاے دویرہ (The Douro)

(۸) وادی مینہ (The Minho)

(۹) وادی اُلہ (The Ulla)

ان کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے دریا ہین، جو کسی نہ کسی بڑے دریا مین مل گئے ہین،

زراعت، نباتات، معدنیات، حیوانات

اندلس ایک زرعی ملک تھا، خصوصاً مسلمانون نے یہان کی زراعت کو بڑی ترقی دی، جس کا تذکرہ کسی اور جگہ آئے گا، زراعت کے لیے اس ملک مین دو قسم کی زمینین تھین، ایک وہ جہان دریاؤن اور نہرون سے آبپاشی کا سامان تھا، دوسرے کنوؤن سے رہٹ چلا کر پانی پہنچاتے تھے، جن قطعات مین آبپاشی کا سامان تھا، وہان ہر قسم کا اناج پیدا ہوتا تھا گیہون، زیتون، جو، چنا، مکئی، رائی، جوار وغیرہ

ہوتی تھی، میووں میں سنترے، لیموں، انجیر، بادام، انار، کیلا، سیب، اخروٹ، بلوط، کھجور، آڑو، شفتالو، نیشکر وغیرہ کی پیداوار تھی، اسی طرح بہت سی خوشبودار جڑیں، چھالیں اور پھول پیدا کیے جاتے تھے جن میں سنبل الطیب، لونگ، صندل، عود، زعفران، دارچینی، محلب، ادرک، زنجبیل وغیرہ تھیں، ان میں بیشتر چیزیں مسلمان اپنے دور میں اندلس لائے۔

اسی طرح کہربا، عنبر، قرمز یہاں سے حاصل کیا جاتا تھا، سونا، چاندی، قلعی، پارا یہاں سے نکالا جاتا تھا، پھر دوسرے قیمتی نگینے، زاج، طلق، موتی، مونگا، عمارت کے قیمتی پتھر حاصل کیے جاتے تھے،

ان نباتات و معدنیات کے علاوہ یہاں کے حیوانات بھی قابل ذکر ہیں، یہاں درندہ جانور کم دکھائی دیتے تھے، چوپایوں میں ہرن، بز کوہی، گورخر، گیدڑ، خچر اور مضبوط و قدآور گھوڑے ہوتے تھے، اسی طرح نرم بالوں والے جانور، سمور، وبر، قنفلیہ وغیرہ ہیں جن کے نرم بال اور کھالیں، پوستین کے کام آتی تھیں، پرندوں کی بھی کثرت تھی، اور شکار کا رواج تھا، بحری حیوانات میں ہر قسم کی مچھلیاں ہوتی تھیں،

مسلمانوں نے اپنے زمانہ میں اندلس کے ان قدرتی ذرائع سے پورا فائدہ اٹھایا، نسلوں کو بڑھایا، مختلف نباتات و حیوانات میں انواع و اقسام کے اضافے کیے، اور صنعت و حرفت تجارت کی داغ بیل ڈالکر اندلس کو کمال ترقی پر پہنچایا، جس کا تذکرہ تفصیل سے کسی اور جگہ آئے گا۔

جغرافیۂ تاریخی

اندلس کے باشندے

قدیم زمانہ سے ابی بیری، کلٹ، فنیقی، یونانی، رومانی، شیوانی، الانی، وانڈال، فرینک اور قوطی (گاتھ) قومون نے اس ملک مین وقتاً فوقتاً اپنی آبادیان قائم کین، جن مین سے فنیقیون کے سوا سب کی سب مشرقی اور وسطی یورپ کی قومین تھین، جو مختلف زمانون مین اندلس مین آئین، اور یہان بود و باش اختیار کر لی،

قوطیون (گاتھ) کا قافلہ بحر اسود کے شمالی ساحل کے قریب دریائے نیپر کے نواح سے اٹھا تھا، اور یونان، اٹلی، اور فرانس سے گذرتا ہوا ۴۱۲ء مین اندلس مین داخل ہوا، ۴۱۹ء مین انھون نے شیوانی اور الانی کی حکومتون کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کی، اور اسپین سے لیکر فرانس مین دریائے لوائر (   ) تک حکمران بن گئے، قوطیون پر وانڈال نے آکر حملہ کیا، اور ایک حصہ ملک مین اپنی چند روزہ حکومت قائم کی، لیکن بیس برس کا زمانہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ قوطیون نے انھین افریقہ کی طرف چلے جانے پر مجبور کر دیا، قوطیون نے اندلس مین تقریباً تین سو برس حکومت کی اور انہی کے زمانہ حکومت مین مسلمانون نے ۹۲ھ مین اندلس مین قدم رکھا، اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کی،

اندلس مین قوطیون کے داخلہ کے بعد ایک نئی قوم کی تخلیق ہوئی، جو اسپینی قوم کہی گئی،

اس مین سب قومون کی اصل یا مخلوط نسل اور قوطی قومین داخل تھین خصوصاً مسلمانون کے مقابلہ مین ان کی نسلی تقسیم ختم ہوچکی تھی، اب وہ صرف ایک قوم تھی جس کا امتیازی وصف عیسائی مذہب کی حلقہ بگوشی تھی،

یہود | مسلمانون کے داخلہ کے وقت اندلس یہودیون کے وجود سے بھی خالی نہ تھا لیکن انھین حکمران قوم کی حیثیت حاصل نہ تھی تاہم اپنی دولت وثروت کے اعتبار سے وہ لوگ اس ملک مین اپنا نمایان اثر ونفوذ رکھتے تھے،

مذہب | اسپین مین مسلمانون کے داخلہ سے پہلے تین مذاہب عیسائیت، بت پرستی اور یہودیت قائم تھے،

گاتھون کا عیسائیت قبول کرنا | گاتھ مین عیسائیت کی تبلیغ چوتھی صدی عیسوی مین ہوئی، ان مین اور رومیون مین جب پہلی آویزش ہوئی، اس وقت گاتھ مذہباً بت پرست تھے، چوتھی صدی مین گاتھک زبان مین بائبل کا ترجمہ کیا گیا اور اس صدی کے ختم ہونے سے پہلے یہ پوری قوم مسیحیت قبول کرچکی تھی،

فرینک مین عیسائیت کی تبلیغ | جرمن قوم فرینک سے بھی اسپین اور فرانس مین مسلمانون کو سابقہ پڑا، فرینک ۵۱۰ء مین پیرس کو دارالسلطنت بنا کر فرانس کے حکمران بن چکے تھے، ان مین عیسائیت کی تبلیغ ایک خاص تقریب سے عمل مین آئی، آئی کلودس کی ملکہ جو برگنڈی کی شہزادی تھی، مذہباً عیسائی تھی، ایک لڑائی مین اس نے اپنی ملکہ کی ترغیب سے جنگ مین فتح پانے پر عیسائیت قبول کرلینے کی منت مانی، اتفاق کی بات اس کو کامیابی حاصل ہوئی، چنانچہ ۴۹۶ء مین کلودس عیسائی کلیسا مین داخل ہوگیا، پھر پوری قوم نے اسکی تقلید مین عیسائیت قبول کرلی،

کے اثر سے عیسائیت پھیل چکی تھی، اگرچہ یہ لوگ کبھی کبھی بت پرستی کی طرف بھی عود کر جاتے تھے، نیز یہان کی آبادی کا ایک حصہ اپنی بت پرستی پر پہلے سے قائم رہا،

مسلمانون کے داخلہ کے وقت مذاہب

اس لیے جب مسلمانون کے قدم اس جزیرہ نما مین پہنچے، تو صرف دو مذاہب عیسائیت اور یہودیت قائم تھے، البتہ جنوبی فرانس مین بت پرستی کا رواج بھی تھا، اور اسپین کے عیسائیون اور یہودیون مین تعلقات خوشگوار نہ تھے، اور نہ یہودی صاحب اقتدار تھے، اس کی تفصیل کسی دوسری جگہ نظر آئے گی، اس لیے اس جزیرہ نما مین مسلمانون کا سابقہ تمام تر عیسائیون سے پڑا، اور مذہبی حیثیت سے وہی ان کے حریف اور اپنی نسلی و قبائلی تقسیم کو مٹا کر اسپینی قوم کی شکل مین موجود تھے،[1]

(اندلس کی آبادیان)

اندلس کی تقسیم حصون اور کورون مین

جدید اندلس جب اسپین اور پرتگال کی دو جداگانہ سلطنتون مین تقسیم ہو گیا تو ان دونون ملکون کے جداگانہ صوبے قرار پائے، اسپین مین ابتداءً ۱۸۳۳ء تک ۱۳ "پراونس" (صوبے) قائم تھے، پھر ۱۸۳۳ء مین ان کو ۴۹ "پراونسون" (صوبون) مین تقسیم کیا گیا، اور یہی تقسیم آج تک قائم ہے، دوسری طرف پرتگال سیاسی انتظام کے لحاظ سے ۶ بڑے "پراونسون" (صوبون) مین تقسیم کیا گیا ہے، اور ملکی انتظام کے لیے یہی صوبے آج بھی وہان موجود ہین، ان صوبون کو زمانہ حال کے عام نقشون مین دیکھا جا سکتا ہے،

عربون نے اندلس کو اسپین و پرتگال کی موجودہ تقسیم سے جداگانہ طور پر تقسیم کیا تھا، اور مختلف جغرافیہ نویسون نے اسکی تقسیم مختلف طریقون سے بیان کی ہے، مثلاً احمد بن محمد رازی نے

[1] تاریخ یورپ گرانٹ (اردو ترجمہ) ص ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۲۴ وغیرہ،

اندلس کو اندلس غربی و اندلس شرقی مین تقسیم کیا ہے، اندلس غربی سے مراد وہ حصۂ ملک تھا جس
کے دریا بحر محیط مین گرتے ہین، اور شرقی سے مراد وہ حصۂ ملک ہے جس کے دریا بحر روم مین ملتے
ہیں، لیکن حمقری نے اندلس کو تین حصون مین تقسیم کیا ہے، یعنی اندلس وسطی مشرقی، اور مغربی،
پھر ان مین کا ہر حصہ مختلف کورون مین تقسیم تھا،

اندلس کی تقسیم اقلیمون مین

تیسری تقسیم شریف ادریسی کی ہے، اس نے اندلس کو دو حصون مین تقسیم
کیا ہے، اول جبل الشارات کے اس طرف جنوبی جانب کو اشبانیہ کے نام سے موسوم کیا ہے،
اور اس کے شمالی جانب کو قشتالہ کہا ہے، پھر اشبانیہ کو متعدد اقلیمون مین تقسیم کیا ہے، اور ہر اقلیم
مین متعدد شہر دکھائے ہین، اندلس کے اس حصہ یعنی اشبانیہ مین اسلامی اندلس کے تقریباً وہ تمام
حصے داخل ہین جہان مستقل طور پر اسلامی حکومت قائم تھی، اس حصہ کو اس نے ۲۶ اقلیمون
مین تقسیم کیا ہے، ان میں سے ہر ایک کو ایک صوبہ سمجھا جا سکتا ہے، اور ان کے اہم شہر حسب ذیل ہین،
اقلیم البحیرہ (Laguna de la ganda) اس صوبہ کی
ابتدا بحر محیط سے ہوتی ہے، اس میں کے اہم شہرون مین جزیرۂ طریف، جزیرۂ خضرا، جزیرہ قادس
ہین، آجکل اس اقلیم کے بیشتر حصے صوبہ قادس مین ہین، البحیرہ ایک بڑی جھیل کا نام ہے، جو
جنوب مغربی اندلس میں صوبہ قادس مین جزیرہ طریف سے شمال مغرب مین تھوڑے فاصلہ
پر واقع ہے، اس طرف یہ اقلیم منسوب ہے،

جزیرۂ طریف (Tarifa) اندلس مین مسلمانون کا سب سے پہلا قافلہ طریف
ابن مالک نخعی کی سرکردگی مین اندلس آیا، اور سب سے پہلی مرتبہ وہ اندلس مین اسی مقام پر اترا، اور
یہ مقام سالار قافلہ کے نام سے ہمیشہ کے لیے موسوم ہوگیا، اس کے تین گوشے سمندر سے
ملے ہوئے ہین، اس لیے یہ جزیرہ نما کی شکل مین ہے، جسے عربون نے جزیرہ کہا ہے، یہ موجودہ

صوبہ قادس کے جنوبی حصہ مین جزیرہ خضرا سے ۸ میل مغرب مین آبنائے جبل الطارق کے کنارے

اندلس کے مغربی و مشرقی سمندرون کے جنوبی نقطۂ اتصال پر واقع ہے، شریف ادریسی نے لکھا ہے کہ "یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس کے گرد شہر پناہ بھی ہے، ایک چھوٹی ندی بھی بہتی ہے، جو شہر کے ایک جانب سے دوسری جانب چلی گئی ہے، بازار، سرائے، حمام موجود ہین، سامنے دو چھوٹے جزیرے ہین، یہ دونون جزیرے خشکی سے قریب ہین

جزیرۃ الخضراء (Algeciras) جنوبی ساحل اور آبنائے جبل الطارق کے مغربی کنارے کا مشہور شہر ہے، اس کے سامنے بھی ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے، جو ام حکیم کہا جاتا تھا، اسپینی اس جزیرہ کو "ایلا وردی" یعنی سبز جزیرہ کہتے ہین، شاید اسی مناسبت سے عربون نے اس کو جزیرہ نمائے "الخضراء" کہا ہو، جزیرۃ الخضراء اور جبل الطارق دونون ایک دوسرے کے بالکل محاذ مین ہین، بیچ مین صرف خلیج جبل طارق حائل ہے، شہر مضبوط شہر پناہ سے گھرا ہوا تھا، جسمین تین دروازے تھے، مسلمانون نے یہان دار الصناعہ (جہاز سازی) کا کارخانہ قائم کیا تھا اور اسلامی عہد خصوصاً اس کے آغاز مین اس شہر کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی، طارق نے اندلس مین سب سے پہلے اسی شہر کو فتح کیا تھا،

جزیرہ قادس (Cadiz) شہر قادس کے جنوب مین ہے، اس کے شمالی سرے پر شہر قادس واقع ہے، اس کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس مین ایک قلعہ شنت بیطر (st Peter) ہے، پھر اسی کے سامنے ایک چھوٹا سا ٹاپو ہے، جسے عرب "حلق شنت بیطر" کہتے تھے،

شہر قادس گیارہ سو برس قبل مسیح مین بنو کنعان کے ہاتھون آباد ہوا تھا، بنو کنعان نے اپنی زبان مین اس کا نام "گوریہ" رکھا تھا، عبرانی مین "اگادیر" ہوا، یونانیون نے گدیریا "

کر دیا، رومیون نے "گادیس" کہا، عربون نے اس سے "قادس" بنالیا، قادس سے اب "کیدز" ہوگیا ہے، یہ شہر پچھلے زمانون مین تجارت کا اہم مرکز تھا، مسلمانون نے ۹۲ھ مین اس پر قبضہ کیا،

اس اقلیم کی دوسری اہم آبادیون مین قلعہ آرکش (Arcos)، بکہ (Vejer) شریش یا شرس (Xeres) مدینہ ابن السلیم (Grazalema)، طشانہ (Tocina) واقع ہین،

(۲) اقلیم شذونہ (Sidonia) مین اشبیلیہ اور مدینہ شذونہ اہم شہر تھے، آجکل اس اقلیم کے حدود صوبہ قادس کا وسطی و شمالی حصہ اور ایک حصہ صوبہ اشبیلیہ مین داخل ہین،

اشبیلیہ (Sevilla)، ای بیری اور لاطینی مین ہسپالس (Hispalis)، اور عربی اشبیلیہ اور اب "سیویلا" کہا جاتا ہے، آج کل جنوبی مغربی اندلس کا ایک صوبہ ہے، یہ شہر بحر محیط سے ۵۴ میل کے فاصلہ پر وادی الکبیر کے داہنے کنارے پر آباد ہے، یہ بڑے مرکزی شہرون مین شمار کیا گیا ہے، اس کو بحری اہمیت حاصل تھی، اس کے دریا مین ۷۲ میل تک مد و جزر آتا ہے، بار برداری کے جہاز آتے جاتے ہین، کشتیون کا ایک پل بھی تھا، بڑا تجارتی مرکز تھا، اس کے نواح بڑے سرسبز و شاداب تھے، اسلامی عہد مین اس شہر کو بڑی مرکزیت حاصل رہی، یہ مختلف زمانون مین اندلس کا پایہ تخت رہا، اولاً اسلام کے ابتدائی فتوحات کے دور مین، پھر بنو عباد نے اس کو اپنا

بھی کہا گیا ہے، رومی اسے "اسیدو (Assido) اور گاتھ "اسیدونیا" (Assidonia) کہتے تھے، عربون نے "مدینہ شذونہ" کہا، اور آجکل میڈنیا سیڈونیا کہا جاتا ہے، یہ جبال رندہ کے ایک سلسلہ کی بلندی پر شہر قادس سے جنوب مشرق مین ۲۱ میل کے فاصلہ پر آباد ہے،

اسی طرح یہان کی دوسری آبادیون سے قرونہ یا قرمونیہ (Carmona) اور قلسانہ یا غلسانہ کا نام تاریخ مین آتا ہے،

(۳) اقلیم الشرف (Aljarafe) مین ولبہ، جزیرہ شلطیش، جبل العیون، لبلہ اور حصن القصر داخل ہین، اقلیم الشرف کا کچھ حصہ صوبہ اشبیلیہ اور کچھ حصہ صوبہ ولبہ مین ان دونون واقع ہے،

ولبہ (Huelva) ان دنون جنوبی مغربی اندلس مین ساحل سے ملا ہوا ایک صوبہ کا بھی نام ہے، اس کا قدیم نام انوبا (Onuba) تھا، جس کو عربون نے "اونبہ" کہا، نیز ولبہ بھی کہنے لگے، جو آجکل اسپینی زبان مین "ہوالیوا" ہوگیا، یہ شہر بحر محیط سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر دریاے اوڈیل (Odiel) کے کنارے پر آباد ہے،

شلطیش (Saltis) عہد اسلامی مین جزیرہ تھا، جو شہر ولبہ کے سامنے آباد تھا، اس زمانہ مین یہ ایک جزیرہ نما کی شکل مین ہے، صرف دریاے ٹنٹو اور جبل العیون کے دھارون کے قریب واقع ہے، اسلامی عہد مین یہان کوئی شہر پناہ نہین تھی، دشمن کے حملون کے وقت لوگ آبادی کو چھوڑ دیتے تھے،

اسی طرح جبل العیون (Gibraleon) لبلہ (Niebla) جو عہد اسلامی مین تجارتی مرکز تھا، اور حصن القصر (Aznalcazar) کو تاریخی

اہمیت حاصل ہے،

(۴) اقلیم کنبانیہ (La campina) یہن پایہ تخت قرطبہ اور زہرا، وغیرہ واقع ہین، اس اقلیم کا بڑا حصہ صوبہ قرطبہ مین وادی الکبیر سے جنوب مین پھیلا ہوا ہے، اور "لاکمپینا" کہلاتا ہے، اور کچھ صوبہ اشبیلیہ مین واقع ہے،

قرطبہ (Cordova) اس زمانہ مین جنوبی اندلس کا ایک بڑا صوبہ، ممتاز شہر اور عہد اسلامی کا مشہور پایہ تخت ہے، یون تو قرطبہ کی وجہ تسمیہ مختلف عرب جغرافیہ نویسون نے مختلف لکھی ہے، لیکن نئی تحقیق کے مطابق اس کا قدیم نام کوردوبہ (Cordoba) تھا، جسے عربون نے قُرطُبہ کہا،

شہر قرطبہ | شہر قرطبہ کی اصل آبادی ۲۱ محلّون کے بیچ مین واقع تھی جس کی فصیل علیحدہ قائم تھی، قرطبہ عہد قدیم سے متمول شہر تھا، ۱۵۲ ق م مین رومی مقبوضات اندلس کا یہ دار الحکومت بنا، پھر گاتھ کے زمانہ مین پایہ تخت بدل گیا، تاہم اس کو اندلس کے اسقف اعظم کے صدر مقام کی حیثیت حاصل رہی، مسلمانون نے ۱۱۶ھ سے اس کو دار الحکومت قرار دیا، اور اس کی شہری و عمرانی ترقی پر غیر معمولی توجہ تھی، رفتہ رفتہ شہر قرطبہ کی شان و شوکت بڑھتی گئی، شہر کے مضافات پھیلتے گئے، قصور و ایوان، محلات و باغات عالیشان عمارتین، مساجد، حمام اور پل تعمیر ہوتے رہے، یہان تک کہ یہ دنیا کے ممتاز ترین شہرون مین شمار کیا جانے لگا،

قرطبہ کے محلے | قرطبہ کے ارد گرد ۲۱ بیرونی محلّے (ارباض) قائم تھے، ان مین سے اکثر محلون مین مختلف صنعتون کے کاریگر آباد تھے، جیسے مغربی سمت کے محلون مین ربض حوانیت الریحانین

کے دوسرے محلے ربض مسجد الکہف، ربض بلاط مغیثی، ربض مسجد الشفا، ربض حمام اللبیری، ربض مسجد السرور، ربض مسجد الروضہ، اور ربض السجن القدیم تھے، شمالی سمت کے تین محلے ربض باب الیہود، ربض مسجد ام سلمہ، اور ربض الرصافہ کے نام سے موسوم تھے، اور جنوبی سمت مین ربض شقندہ اور ربض منیۃ العجب آباد تھے، اور مشرق کی سمت مین ربض سبیلار، ربض قرن بریل، ربض البروج، ربض منیۃ عبد اللہ، ربض منیۃ المغیرہ، ربض زاہرہ، ربض المدینۃ العتیقہ واقع تھے، یہ سارے محلے اصل قدیم شہر کے اردگرد آباد ہو گئے تھے، اور ہر محلہ کے گرداگرد خندقین کھدی ہوئی تھین، صرف ربض شقندہ مین پہلے کی ایک فصیل موجود تھی، موجودہ زمانہ مین ارباض قرطبہ کی اینٹ سے اینٹ بج کر ختم ہو چکی ہے، اور وسیع میدان مین باغ لگا دیے گئے ہین، البتہ قرطبہ کا قدیم شہر اپنی جگہ موجود ہے،

قرطبہ کے دروازے

قرطبہ کی فصیل مین ذیل کے نامون کے سات دروازے تھے،

(۱) باب القنطرہ (۲) باب جزیرۃ الخضرا (۳) باب الحدید (۴) باب طلبیرہ (۵) باب عامر القرشی (۶) باب الجوز (۷) باب العطارین، اور باب الیہود جسے باب الہدیٰ کے نام سے بھی پکارا گیا ہے، ان مین سے اب کوئی بھی باقی نہین،

قرطبہ کا قدیم شاہی محل

مسلمانون کے داخلہ سے پہلے یہان صرف ایک شاہی قصر عہد قدیم سے تھا، جس مین اندلس کا حکمران آکر ٹھہرا کرتا تھا، مسلمانون نے آنے کے بعد اس قصر کو اسی حکمران کے نام سے موسوم کیا، اور خلفاے بنو امیہ نے اس مین سکونت اختیار کی، اور ...... طرح طرح کی صنعت کاریون سے اس کو تعمیری ترقی دی، بے نظیر باغ لگائے، ہر قسم کا سامان عیش مہیا کیا، اور بہت سی نئی عمارتین، باغات، سیرگاہین اور محل تعمیر کرائے جن کا تذکرہ آگے آئیگا،

عہد اسلامی مین قرطبہ کی شہری ترقی کا عالم یہ تھا کہ عام باشندون کے مکانات دو لاکھ ستر ہزار اور امرا

درؤسا اور وزراء کے محل ساٹھ ہزار تین سو تھے، چار ہزار تین سو بازار تھے، شہر کے مضافات مین ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات تھے، اسی طرح قرطبہ کی جامع مسجد دنیاے اسلام کی مشہور مساجد مین شمار کی گئی، ان سب کی تفصیلات آگے آئینگی، مدینۃ الزہرا والزاہرہ ایک مختصر مگر بہت ستھرا اور پر تکلف شہر تھا جسے عبدالرحمٰن الناصر نے تعمیر کرایا تھا، اسکا تفصیلی تذکرہ اسکے عہد حکومت مین آئیگا، اسیطرح المنصور کا پایہ تخت مدینۃ الزاہرہ عجائب روزگار عمارتوں سے معمور تھا،

اس اقلیم مین قرطبہ کے علاوہ دوسرے اہم شہرون مین استجہ (Ecija) ہے، جہان قدیم کتبے، فصیل اور دروازے کے آثار ابتک موجود ہین، بیانہ یا لسانہ (Baena) قبرہ (Cobra) جہان عہد اسلامی کے کچھ آثار اب بھی گرجے کی شکل مین باقی ہین، الیسانہ یا لیسانہ (Lucena) جہان یہودیون کی خالص آبادی تھی، اور شہر کنبانیہ تھے،

۵ - اقلیم تدمیر (Provice of Theodomir) کا نام مسلمانون نے اپنے مطیع عیسائی سردار تھیوڈومیر کے نام پر رکھا، وہ اس علاقہ کا گورنر تھا، اس کے شہرون مین تامیر سیہ اور یولہ، قرطاجنہ ممتاز تھے، یہ علاقے آجکل صوبہ مرسیہ، لقنت اور صوبہ البسیط مین داخل ہین،

تدمیر، تھیوڈوم (Theodomir) مسلمانون کی ابتدائی فتوحات کے وقت قوطیون کی طرف سے جنوبی مشرقی حصۂ اندلس کا حاکم تھا، اور یولہ اس کا پایہ تخت تھا، اور اسی کے پاس ایک قدیم آبادی تھی، تھیوڈوم کے اطاعت قبول کرنے کے باعث مسلمانون نے اس کی حکومت کو باقی رکھا، اس علاقہ کو اقلیم تدمیر کہا، اور یولہ یا مرسیہ کے قریب جو قدیم شہر مشہور تھا، اس کو مدینہ تدمیر سے موسوم کیا گیا،

[illegible] آجکل جنوب مشرقی اندلس کے صوبہ مرسیہ کا

دارالسلطنت کی حیثیت حاصل رہی، تدمیر اس شہر کے قریب آباد تھا، کچھ دنون کے بعد تدمیر و مرسیہ کی آبادی مل گئی، اس کو بھی مرسیہ کہا جانے لگا، یہ شہر عہد قدیم سے آباد تھا، اوریولہ (Orchuela) کو اریول، اوریل اور اوریوالہ بھی بعضون نے لکھا ہے، یہ مشرقی اسپین کے موجودہ صوبہ لقنت کا مشہور شہر ہے،

قرطاجنہ (Cartajena) جنوب مشرق اندلس مین صوبہ مرسیہ کے جنوبی ساحل پر ایک خلیج کے کنارے ایک پہاڑی پر آباد ہے، جس کے جنوب و مشرق مین سمندر روان ہے، اس کو فینقیون نے ابتداءً آباد کیا تھا، اور اسپین مین فینقیون کا دارالسلطنت تھا، عرب، افریقہ کے قرطاجنہ سے تمیز کرنے کے لیے اس کو قرطاجنۃ الحلفاء کہتے تھے،

اسی طرح لورقہ یا لرقہ (Lorca) جو عہد اسلامی مین تجارت کا مرکز تھا، حصن مولہ (Mula) اور جنجالہ (جنچیلا (Chinchella) اس اقلیم مین واقع تھے،

۶- اقلیم کونکہ یا قونکہ مین لقنت (Alicante) کونکہ (Cuenca) شقورہ (Segura) آلش (Elche) واقع ہین، ان مین سے آجکل لقنت اور کونکہ خود صوبے ہین، اور شقورہ صوبہ جیان کی بالکل مشرقی سرحد پر ہے،

۷- اقلیم ادغیرہ (Eguera) مین شاطبہ (Jatala) جزیرہ شقر (Alcira) دانیہ (Denie) اور بہت سے قلعے داخل تھے، یہ مقامات آج کل صوبہ بلنسیہ اور صوبہ لقنت مین داخل ہین۔

۸- اقلیم مرباطر (Murviedro) مین مرباطر یا مربیطر- MURBE-TRO

بلنسیہ (Valencia) جو عہد اسلامی میں اس علاقہ کا صدر مقام تھا، اور
جہاں اسلامی عہد کی یادگارین آج بھی قائم ہین اور بریانہ (Burriana) واقع ہیں،
یہ مقامات آجکل صوبہ بلنسیہ کا حصہ ہین،

۹۔ اقلیم قواطیم یا قواسیم ہین النفت جہان بنو امیہ کے زوال کے بعد بنو قاسم (قواسم)
کی حکومت قائم ہوئی، اور جو آجکل صوبہ بلنسیہ مین ہے، اور شنت ماریہ بنو زرین
یا شنت ماریہ بنو رزین (Albarracin) تھے، مسلمانوں نے موخر الذکر کو شنت
ماریۃ الغرب سے تمیز کرنے کے لیے شنت ماریۃ الشرق بھی کہا، طوائف الملوکی کے زمانہ مین
ایک بربری خاندان بنو رزین کی حکومت یہان قائم ہوئی، تو یہ شہر ان کے نام سے منسوب
ہوگیا، اور ان کا نام آجکل بھی اس شہر کے بگڑے ہوئے اسپینی تلفظ "البراسین" کے ساتھ
موجودہ صوبہ تیرول (Teruel) مین موجود ہے،

۱۰۔ اقلیم ولجہ مین سرتہ، اور قلعہ رباح داخل تھے، ان مین سے قلعہ رباح
آجکل صوبہ "سوداد ریال" مین اور سرتہ صوبہ کونکہ مین موجود ہین،
سُرتہ (Almonacidde Zorita) یاقوت نے اس کو شنت بریہ
سے متصل طلیطلہ سے مشرق مین بیان کیا ہے، اور دوزی نے موجودہ شہر المونہ سدی زدرتیتہ
کو اس سے منطبق کیا ہے،

قلعہ رباح (Calatrava) اندلس وسطی مین صوبہ طلیطلہ سے متصل
صوبہ سوداد یال کے شمالی حصہ مین اس عربی شہر کا ویرانہ موجود ہے، یہ آبادی اہل تابعی بزرگ ابو عبداللہ

تھی، اور اسلامی عہد مین اس کو بڑی فوجی اہمیت حاصل رہی،

۱۱۔ اقلیم اشونہ (Osuna) مین بڑے بڑے آباد قلعے شہرون کے مانند ہین، جن مین سے بورہ اور اشونہ قابل ذکر ہین، اقلیم اشونہ موجودہ صوبہ اشبیلیہ اور مالقہ کا ایک حصہ تھا،

لورہ یا حصن لورہ (Loradel Rio) آجکل صوبہ اشبیلیہ مین وادی الکبیر کے کنارے اشبیلیہ سے شمال مشرق مین تقریباً ۳۰ میل کے فاصلہ پر آباد ہے، اور قرطبہ سے مشرق مین تقریباً ۴۰ میل ہوگا، اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ قلعہ نما آبادی تھی،

اشونہ (Osuna) کا آئیبیری نام "ارسو" تھا، رومیون نے "ارسونہ" کہا، عربون نے اشونہ تلفظ کیا، یہ صوبہ اشبیلیہ مین، اشبیلیہ سے جنوب مشرق مین ۵۰ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع ہے،

۱۲۔ اقلیم ریہ (Regio) مین مشہور شہر مالقہ..... اور چند دوسرے اہم شہر قلعے ہین، یہ کل مقامات آجکل صوبہ مالقہ مین داخل ہین، اس لیے اقلیم ریہ گویا موجودہ صوبہ مالقہ ہے،

ریہ (Regio) کوئی بڑا مقام نہ تھا، ایرانی شہر رے کے کچھ باشندے اندلس مین آباد تھے، جنھون نے اپنے شہر کے نام پر اپنی آبادی کا نام ریہ رکھا، جس سے آج کل زفرونہ (Zafarraya) کا گاؤن مراد لیا جاتا ہے، اسلامی عہد مین ریہ کی شہرت اقلیم ہی کی حیثیت سے رہی، اس اقلیم کا صدر مقام ارجذونہ تھا،

مالقہ (Malaga) آجکل جنوبی اندلس کا ایک مشہور صوبہ ہے، اور اس کا صدر مقام ہے، اس کا رومانی نام مالاکا (Malaca) تھا، پانچوین صدی مین یہ اسقف اعظم

کا صدر مقام تھا، عہد اسلامی میں اس کو ایک اہم شہر اور اچھے بندرگاہ کی حیثیت حاصل تھی،
دوسرے شہروں میں ارشذونہ یا ارجذونہ (Archidona)، مربلہ
(Marbella) اور قلعہ ببشتر، ببشتر، البشتر (Bobastro)
جو جبال رنڈہ میں مشہور باغی ابن حفصون کی جائے پناہ تھا وغیرہ تھے،

۱۳- اقلیم البشارات (Alpuxarras) میں جیان اور بہت سے
قلعے اور گاؤں تھے، جن کی تعداد ۶۰۰ سے زائد ہے، البشارات آجکل صوبہ غرناطہ کے جنوبی
حصہ کا ایک پہاڑی علاقہ ہے، اور جیان خود ایک صوبہ ہے،" البشارات" کے معنی ایسی زمین
کے ہیں جہاں گھاس کثرت سے ہوتی ہے، اسپینی زبان میں اس علاقہ کو اب" البکساراس" یا
" البجاراس" کہتے ہیں، یہ علاقہ جبل الشلیر کے جنوب میں بحر روم کے کنارے بندرگاہ
مترل (Motril) سے لے کر المریہ کی سرحد پر سمندر کے کنارے ختم ہو جاتا ہے، اس
میں کی مشہور آبادی جیان ہے،

جیان (Jaen) آجکل وسطی اندلس کے جنوبی حصہ کا ایک صوبہ ہے،
شہر جیان کا قدیم نام" اورگی" یا" اورجی" (Aurgi) تھا، جب شامی اندلس میں
داخل ہوئے تو جیان کے باشندوں نے اپنے اس مسکن کو اپنے شامی وطن کے نام سے
موسوم کیا، پھر قنسرین کے لشکر نے اس کو قنسرین سے یاد کیا، مگر یہ نام مشہور نہ ہو سکا، یہ عہد
اسلامی کا مشہور ترقی یافتہ اور اہم تجارتی مرکز تھا، اور اس کا قلعہ نہایت مستحکم سمجھا جاتا تھا،

۱۴- اقلیم بجانہ (Pechina) کے شہروں میں بجانہ اور المریہ اور مرشانہ ہیں، یہ

مقام تھا، عہد اسلامی مین اس کو ترقی حاصل ہوئی، قدیم نام "ویگی یا" ویجی" (Vigi) تھا، جس سے بجانہ ہوگیا، اور اب اس کا بگڑا اسپینی تلفظ "پے چینا" ہے، بجانہ المریہ سے ۲ میل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے آباد تھا، عہد اموی کے بعد بجانہ کے لوگ المریہ مین آباد ہوگئے، اور یہ شہر ویران ہوگیا، آجکل محض ایک گانون ہے مگر یہ اقلیم عہد قدیم سے اسی طرف منسوب ہے

المریہ (Almeria) جنوبی اندلس کا مشہور شہر اور آجکل ایک صوبہ کا نام ہے، اس کا قدیم نام "ارکی" (Urci) تھا، مسلمانون نے اس کا نام المریہ یا المریّۃ البجانہ رکھا، یعنی وہ مقام جہان سے بجانہ نظر آتا ہے یا حفاظت کی جاسکتی ہے، المریہ عہد اسلامی کے اہم شہرون مین شمار کیا جانے لگا، یہ دو پہاڑون پر جن کے بیچ مین شاداب زمین ہے آباد ہے ان مین سے ایک پہاڑی پر عبد الناصر کا ایک قلعہ ابتک موجود ہے، جس کو بعد مین قلعہ خیران (صقلوی) کہنے لگے، دوسری پہاڑی کے ایک حصہ پر ایک آبادی ربض الحوض کے نام سے شہر پناہ کے اندر تھی، اس پہاڑی کا نام جبل الدہم تھا، شہر پناہ مین متعدد دروازے تھے، شہر پناہ بر جون سے مستحکم تھی،

دوسرے شہرون مین برجہ (Berja) برشانہ (Purchena) مرشانہ (Marchkena) طرجالہ (Tinjola) اور بالش (Velez Rubio) ہین، موخر الذکر کو آجکل "والیز روبیو" کہتے ہین، اسی قلعہ مین ایک قلعہ بلج بھی تھا، جسے بلج بن بشر قریشی والی اندلس نے دوسری صدی کے اوائل مین تعمیر کرایا تھا، اور اس مین ان کی نسل سکونت پذیر تھی،

۱۵- اقلیم البیرہ (Elvira) مین مدینۃ البیرہ، غرناطہ، وادی آش، المنکب اور بہت سے قلعے اور گاؤن تھے، ان مقامات آجکل صوبہ غرناطہ مین ہین، اس لیے

اقلیم البیرہ صوبہ غرناطہ کا ایک حصہ تھا،

البیرہ (Elvira) کو لبیرہ یا لبیرہ بھی کہا گیا ہے، اس کا پرانا نام ایلبیری زبان کے دو لفظوں "الی" (Ili) جس کے معنی "شہر" کے ہین، اور دوسرے "بیری" (Berri)، بمعنی "نیا" سے مرکب ہے، یعنی "الی بیری" (نیا شہر)، عربون نے اس کو البیرہ کہا، اموبون کے زمانہ مین یہ اقلیم البیرہ کا نام تھا جس کو بعد مین اقلیم غرناطہ کہنے لگے، اس زمانہ مین قسطیلہ اس اقلیم کا دار الحکومت تھا، اس لیے اس شہر کو "مدینۃ البیرہ" کہنے لگے، محض "البیرہ" سے کوئی شہر نہین پورا صوبہ یا اقلیم سمجھا جاتا تھا، اور مدینۃ البیرہ سے شہر قسطیلہ

مدینۃ البیرہ یا قسطیلہ دریاے شنیل (Xenil) سے شمال مین شہر غرناطہ سے سو امیل شمال مغرب مین واقع تھا، اس شہر کا موجودہ موقع مقام الطرف (Atarfe) اور "پینوس پوانتی" (Pinos Puente) کے درمیان جبل البیرہ کے نیچے سمجھنا چاہیے، صوبہ البیرہ مین عرب بڑی تعداد مین آباد ہوئے، مدینۃ البیرہ ان کا مرکزی مقام تھا، لیکن ۴۰۰ھ مین دولت امویہ کے زوال کے بعد یہ شہر ویران ہونے لگا، اور لوگ یہان سے منتقل ہوکر غرناطہ مین آباد ہونے لگے، رفتہ رفتہ مدینۃ البیرہ بالکل ویران ہوگیا، مگر علاقہ کا نام البیرہ بدستور باقی رہا،

غرناطہ (Granada) کو اغرناطہ بھی بعضوں نے لکھا ہے، یہ آجکل جنوبی اندلس کا ایک صوبہ اور اس کے پایہ تخت کا نام ہے، پرانی تحریرون مین "گرناطہ" بھی مرقوم ہے، گمان ہے کہ لاطینی مین انار کو "گراناتوم" کہتے ہین، اسی لیے یہ لفظ بنا ہے کہ انار کی پیداوار

کہا گیا، بڑے بڑے اہل کمال اس کی خاک سے اٹھے اور اس شہر کی عظمت کو بڑھایا، وزیر لسان الدین نے اپنی ایک نظم مین کہا کہ مصر اپنے نیل پر فخر کر سکتا ہے، اور غرناطہ اپنے شنیل مین ایک ہزار نیل رکھتا ہے" کسی نے کہا "غرناطہ کی نظیر دنیا مین نہین، نہ مصر مین، نہ شام مین نہ عراق مین، پانچوین صدی کے آغاز مین مدینۃ البیرہ کو ویران کرکے ایک صنہاجی امیر نے اس شہر کو بسایا، شہر پناہ قائم کی، پھر عمارتین بنائی گئیں، اور رفتہ رفتہ بڑی شان و شوکت کا شہر بن گیا، اور بنو زیری کے ہاتھون یہ پایہ تخت بنا اور شام کا دمشق کہا گیا، اور آخر دور مین یہی شہر اندلس مین اسلام کا پایہ تخت اور مسلمانون کا ماوی و ملجا تھا، ابن بطوطہ (۷۰۴ھ - ۷۷۹ھ) جب اس شہر مین داخل ہوا تو یہ چالیس میل مین پھیلا ہوا تھا، اور ہر نوع کی شہری و تمدنی ترقیوں سے آراستہ و پیراستہ تھا، بنو نصر (۶۳۶ھ - ۸۹۸ھ) ملوک غرناطہ کا پایہ تخت تھا، اسکی آبادی دو لاکھ تھی، اس دور مین یہ اندلس کا سب سے دولتمند شہر تھا، قصر الحمرا اور جامع مسجد یہان کے خوبصورت آثار اس کے اعلیٰ اور ترقی یافتہ تمدن کے آج بھی شاہد ہین، جن کا تفصیلی ذکر کسی اور جگہ آئے گا،

وادی آش یا وادی الاشی یا وادی الاشات (The Guadix)

موجودہ صوبہ غرناطہ کا مشہور شہر ہے، جو جبل الشلیر کے شمالی ڈھلان پر ایک دریا کے کنارے جو اسی نام وادی آش سے موسوم ہے، واقع ہے، شہر سے سات میل شمال مغرب مین ایک قدیم آبادی "اکی" یا "اکسی" (Acci) تھی، جس کو اب "گوادکس ال ویجو" کہتے ہین، غالباً اسی نام پر عربون نے شہر کا نام آش پھر وادی اضافہ کرکے وادی آش رکھ لیا، شہر کے مغرب مین دریائے فردیش (Fardix) کے کنارے مشہور گرم چشمہ حمام جلیانہ (Juliana) واقع تھا، جسے جلیانہ التفاح بھی کہتے تھے،

اس شہر کے ایک جانب دریا کے کنارے عہد اسلامی کی ایک آبادی الکسابہ (Alcasaba) آجکل کہی جاتی ہے، جس کا نام القصبہ تھا،

المنکب (Almunecar) شہر غرناطہ کے جنوب مین ساحل بحر روم پر واقع ہے، عبد الرحمن الداخل پہلی مرتبہ اسی ساحل پر اندلس مین اترا، اس زمانہ مین یہ معروف مقام اور بندرگاہ تھا،

۱۶- اقلیم فرریرہ (Ferriera) مین مشہور مقام بسطہ تھا، آجکل اس اقلیم کے بعض حصے صوبہ غرناطہ مین اور بعض صوبہ جیان مین داخل ہین،

بسطہ (Baza) جو صوبہ غرناطہ کے شمالی حصہ مین جبل الشلیر کی شاداب گھاٹی مین آباد ہے، اور جس کی پہاڑی پر ایک کلیسا تھا، جو مسجد بنالیا گیا، اب وہ مسجد پھر کلیسا بن گئی ہے، اس شہر کے آس پاس پرانے وقتون کے بہت سے آثار ہین، نیز حصن فرریرہ (Ferriera) اور حصن طشکر (Tiscar) اسی مین واقع تھے،

۱۷- اقلیم البلاطہ، اقلیم البلاطہ، اقلیم البلاط اور مدینۃ البلاط مین کچھ اشتباہ سا ہو گیا ہے، شریف ادریسی نے اس کا تذکرہ ایک سے زیادہ موقعون پر کیا ہے[۱]، چنانچہ اولاً اس نے اس اقلیم کو ایک طرف اقلیم الوکجہ سے اور دوسری طرف مغربی اقلیم الفقر سے متصل بتایا ہے، اس موقع پر اس اقلیم البلاطہ میں بطروش (Pedroche) اور حصن غافق کو داخل کیا ہے، موخر الذکر کو قبیلہ غافق نے بسایا ہے، یہ دونون مقامات آجکل صوبہ قرطبہ مین واقع ہین،

[illegible]

لکھا ہے، اور اس مین مدینۃ البلاط، اور مدلین کا تذکرہ کیا ہے، ان مین سے مدلین صوبہ بطلیوس میں اور مدینۃ البلاط غالباً صوبہ قرطبہ میں ہے، اس لیے اس اقلیم کا تعلق ان دونوں صوبوں سے ہوتا ہے،

مدینۃ البلاط کی موجودہ جاے وقوع دریافت نہ ہوسکی، گمان ہے کہ وہ صوبہ قرطبہ کے شمال مغربی حصہ یا صوبہ بطلیوس کے شمال مشرقی حصہ کا کوئی شہر ہو،

مَدَلین (Medellin) موجودہ صوبہ بطلیوس کا ایک بڑا شہر وادی آنہ (Guadiana) کے کنارے ماردہ سے مشرق میں آباد ہے۔

۱۹- اقلیم بلاطہ، ادریسی نے اس موقع پر بلاطہ کو بغیر الف لام کے "بلاطہ" ہی لکھا ہے، اور اس مین شنترین، لشبونہ اور سنترہ کے شہرنکو دکھایا ہے، اور اس کے پہلو میں اقلیم الشارات کو لکھا ہے، جس مین طلیطلہ وغیرہ ہین، اقلیم بلاطہ کے یہ تینوں شہر آجکل پرتگال کے موجودہ علاقہ "استری مدورا (Estremadura) میں واقع ہین، اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ موجودہ علاقہ استری مدورا کے اس حصہ کو عرب اقلیم بلاطہ کہتے تھے،

شنترین (Santarem) مغربی پرتگال کے ضلع "سنٹاریم" کا صدر مقام ہے، اور دریاے تاجہ (Tagus) کے داہنے کنارے پہاڑی کے ڈھال پر آباد ہے، لشبونہ (لسبن) سے اس کا فاصلہ ریل کے راستہ سے ۵۱ میل ہے، شریف ادریسی نے ان دونون مقاموں مین ۸۰ میل بتایا ہے۔ عہد اسلامی کا شہر بڑی بلندی پر آج بھی موجود ہے، یہاں کے ایک گرجے "سانتا ایرینی" کے نام پر مسلمانون نے اس کو "شنترین" کہا تھا، جس سے اب سنٹاریم کہا جاتا ہے،

شنترہ (Cintra) لشبونہ (لسبن) سے شمال مغرب میں دس بارہ

میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اسلامی عہد میں اس شہر کو شہرت اور اہمیت حاصل تھی،

لشبونہ یا اشبونہ (Lisbo یا Lisbon) آجکل ملک پرتگال کا دار الحکومت ہے، یہ دریائے تاجہ (Tagus) کے کنارے سمندر کے قریب جھیل پر واقع ہے، اس کا منظر نہایت خوشنما اور دلفریب ہے، دریا کے دوسرے کنارے اونچی پہاڑی کے مشرقی سرے پر ایک عرب آبادی الماد (Almada) جسے المعدن کہتے تھے، ابھی تک موجود ہے، عہد اسلامی کے مستحکم اور مشہور شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، یہاں کی جامع مسجد کلیسا بنائی گئی ہے، جو ابھی تک موجود ہے،

۲۰۔ **اقلیم الفقر** (Figueira) کے شہروں میں شنت ماریۃ الغرب مارتلہ، شلب ہیں، جو سب کے سب آجکل پرتگال کے صوبہ الگاردی (الغرب) اور المیتجو میں واقع ہیں، اس لیے یہ اقلیم ان دونوں پرتگال کا ایک حصہ ہے۔ "الفقر" شاید وہ آبادی ہو جو آجکل "فلکیرا" کہی جاتی ہے،

شنت ماریہ یا مریۃ الغرب (Santa Maria de Algarve) ملک پرتگال کے جنوبی ساحل پر شہر طبیرہ (Tavera) سے جنوب مغرب میں ۱۲ میل کے فاصلہ پر اور شہر فارو (Faro) سے بہت قریب مشرق میں ایک شہر تھا، جس کے آثار اب باقی نہیں رہے، صرف ایک مقام سانتا ماریہ (Cape of Santa Maria) باقی رہ گیا ہے، جس سے شہر کی جائے وقوع متعین ہوتی ہے شہر اوسط درجہ کا تھا، جامع مسجد بھی تھی، یہاں کی بندرگاہ سے تجارتی مال آتا جاتا تھا،

قدیم یونانی نام "مرتلس" تھا، جس سے مارتلہ یا مرتلہ بنا یا گیا۔

مرتلہ، صوبہ مرسیہ مین بھی ایک شہر تھا، جو شمال مغرب سرحد اور صوبہ البسیط کی جنوبی سرحد کے قریب واقع تھا،

شلب (Silves) جنوبی پرتگال کے صوبہ الگاروی کے ایک ضلع کا جس کو فارو کہتے ہین، ایک پرانا شہر دریاے شلب کے داہنے کنارے پر شہر فارو سے شمال مغرب کی سمت مین واقع ہے، اس شہر کا قلعہ اور شہر پناہ جو مسلمانون نے بنائی تھی، ابتک قائم ہے،

۲۱- اقلیم القصر، اس مین قصر ابو دانس، یابورہ، بطلیوس، شریشہ، ماردہ، قنطرۃ السیف، اور قوریہ داخل ہین، ان مین سے قصر ابو دانس اور یابورہ پرتگال مین ہین، بطلیوس خود ایک صوبہ ہے، اور شریشہ اور ماردہ اس کے شہر ہین، اور قنطرہ السیف صوبہ قاصرش کا ایک شہر ہے، اس طرح اس اقلیم مین اسپین کے صوبہ ہاے بطلیوس و قاصرش کے کچھ حصے اور پرتگال کے المنیجو اور استریمودرا کے حصے شامل ہین، یہ اقلیم اپنی وسعت مین بہت بڑی تھی،

قصر ابی دانس (Alcacer dosal) پرتگال مین دریاے سداؤ (SADAO) کے کنارے خلیج "ستوبال" (شطوبرہ) کے ساحل پر مشرق مین واقع ہے، یہ اوسط درجہ کا شہر ہے، آجکل "الکاسر ڈوسال" کہا جاتا ہے، اور ابو دانس کی طرف منسوب ہے، صدیون یہان اسلامی حکومت قائم رہی،

یبورہ یا یابورہ (Evora) بھی پرتگال مین صوبہ المنتیجو کے وسطی حصہ کا ایک علاقہ اور اس کا شہر اشبونہ (لسبن) سے جنوب مغرب مین ۷۰ میل کے فاصلہ

پر واقع ہے، شہر ایک گھاٹی پر آباد ہے، جس کو نیچی نیچی پہاڑیاں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، شہر پناہ قائم ہے، جو رومانی و اسلامی طرز تعمیر سے ملی جلی ہے، قدیم نام "ایوورہ" تھا، جس سے مسلمانوں نے یبورہ یا یابورہ بنالیا،

بطلیوس (Badajoz) مغربی اسپین کا ایک صوبہ اور شہر ہے، شہر وادی آنہ پر واقع ہے، یہ شہر در اصل مسلمانوں کا بسایا ہوا ہے، اگرچہ بطلیوس کوئی عربی لفظ نہیں، شہر کے گرد مسلمانوں کی بنائی ہوئی شہر پناہ بھی تھی، جس کے گرد تین خندقیں تھیں، دو خشک رہتیں اور ایک میں پانی بھرا رہتا تھا، اس کے لیے پانی کا ایک خزانہ بنایا گیا تھا، جس سے ابتک شہر میں آب رسانی کا کام لیا جاتا ہے، عہد اسلامی کی تعمیرات کے چند آثار اور ایک شکستہ قلعہ ابتک باقی ہیں،

شریسیہ (Jerez de los Caballeros) جنوبی مغربی اندلس میں صوبہ بطلیوس میں وادی آنہ کی ایک شاخ کے کنارے دو پہاڑوں پر آباد ہے، یہ پہاڑیاں نہایت خوش منظر ہیں، عہد اسلامی کا شہر جس کو آجکل پرانا شہر کہتے ہیں، ابتک موجود ہے، اور اس کی فصیل مع اپنے چھ دروازوں کے ابتک سلامت ہے،

ماردہ (Merida) مغربی اندلس میں یہ بھی آجکل کے صوبہ بطلیوس میں شہر بطلیوس سے ۳۰ میل مشرق میں وادی آنہ کے داہنے کنارے پر آباد ہے، قدیم نام "اوگستا ایمیریٹا" تھا، جس سے عربوں نے ماردہ کر دیا، یہ ۲۵ ق م میں تعمیر ہوا تھا، عہد قدیم کی اہم یادگاریں عہد اسلامی میں باقی تھیں، جن میں سے چند ابھی تک قائم ہیں، رومانی عہد کے قلعہ کو عربوں [illegible] شہر کی حفاظت کے لیے

قنطرۃ السیف (Alcantara) مغربی اندلس مین صوبہ قاصرس کی مغربی سرحد کے قریب دریاے تاجہ کے بائین کنارے ایک شہر ہے، جس سے متصل شمال مغربی سمت مین رومیوں کے عہد کا پل ابتک موجود ہے، جس کو عرب القنطرہ (پل) کہتے تھے پھر تلوار کے ایک قصہ کے انتساب سے اس کو قنطرۃ السیف کہنے لگے، اب یہ "الکنٹارا" کہلاتا ہے، شہر ایک اونچی پہاڑی پر واقع ہے، یہان سے موجودہ پرتگال کی سرحد ۶ میل رہ جاتی ہے۔

قوریہ (Coria) صوبہ قاصرس (Caseres) سے شمال مغرب مین تقریباً ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے، دوسری طرف جلیقیا کی سرحد قریب ہے، یہ مقام تقریباً تین سو برس مسلمانوں کے قبضہ مین رہا، پھر عیسائیون کے پاس چلا گیا،

۲۲- اقلیم الشارات (Province de sierras) مین طلبیرہ، طلیطلہ، مجریط، الفہمین، وادی الحجارہ، اقلیش اور وبذہ واقع ہین، ان مین سے طلیطلہ خود ایک صوبہ ہے طلبیرہ اور الفہمین اسی صوبہ مین ہین، اسیطرح مجریط اور وادی الحجارہ الگ الگ صوبے ہین اور اقلیش اور وبذہ موجودہ صوبہ کونکہ مین واقع ہین، اسلیے اقلیم الشارات کا علاقہ صوبجات طلیطلہ، کونکہ اور وادی الحجارہ مین داخل ہے، الشارات جیسا کہ اوپر گذرا ایک پہاڑی سلسلہ کا نام ہے جس کی طرف یہ اقلیم منسوب ہے،

طلبیرہ (Tala vera) وسطی اندلس میں موجودہ صوبہ طلیطلہ مین دریاے تاجہ کے داہنے کنارے پر واقع ہے، یہ قدیم شہر ہے، اس کے گرد تین فصیلین یکے بعد دیگرے تھین، جن کے بعض حصے اب تک موجود ہین،

طُلَیْطَلَہ، طُلَیطِلہ یا طُلاَطَلَہ (Toledo) وسطی اندلس کا ایک صوبہ اور عہد قدیم سے عہد اسلامی تک اندلس کے ممتاز ترین شہرون میں شمار کیا جاتا تھا، اسپین کے مورخ اس کو طربال بن نوح کا تعمیر کردہ سمجھتے ہین، نیز یہودیون کی طرف بھی اسکی بنا منسوب ہے

اس کا قدیم نام " تولیتم " پھر " زلیطلہ " ہوا، جس کو عربون نے طلیطلہ کہا، یہ شہر سنگ خارا کی نیچی اونچی پہاڑیوں پر بسایا گیا ہے، دریائے تاجہ شمالی سمت کے علاوہ ہر طرف سے اسکو گھیرے ہوئے ہے، شمالی سمت مین نہایت مستحکم دُہری فصیل عہد قدیم سے موجود ہے، دریائے تاجہ پر صرف ایک محراب کا عجیب پل تعمیر تھا، اس دریا مین ناعورہ (رہٹ) بنایا گیا تھا جس سے شہر مین پانی پہنچایا جاتا تھا مسلمانون کے داخلہ کے وقت یہی شہر اندلس کا پایۂ تخت تھا، اس کی فتح کے بعد گویا اندلس سے قوطیون کی حکومت کا خاتمہ ہوا، یہان کے گرجے کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی، عہد اسلامی مین اس کے شہری استحکام کی وجہ سے باغیون کو بار بار بغاوتون کا حوصلہ ہوتا، مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کی بڑی آبادی بھی موجود تھی، بلکہ اسلامی اندلس مین یہی شہر عیسائیون کا مرکز بنا رہا، عہد اسلامی کے آثار کہین کہین اب باقی رہ گئے ہین، بعض محلات، مساجد اور پن گھڑیون کی شکستہ عمارتین موجود ہین، نیز علم ہیئت سے متعلق بعض عمارتون کے آثار پائے جاتے ہین،

مجریط یا مشرلیط (Madrid) آجکل اسپین کا پایۂ تخت ہے، جو وادی تسرنبہ کی ایک شاخ پر آباد ہے، قدیم نام " بیجو رتیم " تھا جس کو عربون نے مجریط کہا، اور نہ آجکل میڈرڈ کہا جاتا ہے، عہد اسلامی مین اس شہر کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی، محض مدینۂ طلیطلہ کا ایک ماتحت شہر تھا، مسلمان آباد تھے، ایک جامع مسجد تھی، یہ گویا ایک سرحدی چھاونی کی حیثیت رکھتا تھا جس سے طلیطلہ کی حفاظت کی جاتی تھی،

الفہمین۔ طلیطلہ کے اعمال مین شمار کیا جاتا تھا، ایک چھوٹا سا متمدن شہر تھا جس

اس کا پایہ تخت ہے، جو دریائے "ہینا ریز" (Henares) کے بائیں کنارے پر ایک مسطح قطعۂ زمین پہ سطح سمندر سے ۲ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے، رومیوں اور قوطیوں کے زمانہ مین اس شہر کا نام "اری اکہ" (Ariaca) تھا، اری کے معنی پتھر کے ہین، مسلمانون نے جب اس مقام کو فتح کیا تو پہلے اس کے دریا کو "وادی الحجارہ پتھروں والا دریا" سے موسوم کیا، پھر اس شہر کو بھی وادی الحجارہ کہنے لگے، نیز اس کو مدینۃ الفرج بھی کہتے تھے، جو بربری قبیلہ بنو فرج کی جاگیر کے باعث اس نام سے موسوم ہوا، نیز عہد اسلامی مین اس پورے قطعۂ کوہستانی کو بھی وادی الحجارہ کہتے تھے، یہ زرخیز علاقہ تھا، شہر مضبوط شہر پناہ سے گھرا ہوا تھا، جا بجا چشمے روان تھے، اور آراضیان باغات اور شاداب کھیتوں پر مشتمل تھین، بنو امیہ نے اس علاقہ کو اولاً بنو فرقون کے سپرد کیا تھا، یہ مقام عربی اسلامی حکومت کا مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا، جس سے عیسائیون کے سرحدی حملون سے حفاظت کی جاتی تھی،

اقلیس یا اقلیج (Ucles) آجکل صوبہ کونکہ مین ہے، مغرب کی جانب علاقہ طلیطلہ سے ملا ہوا ہے، طلیطلہ سے سمت مشرق مین ۵۰ میل ہوگا، عہد اسلامی مین بڑا آباد شہر تھا، یہان کی جامع مسجد بڑی عالیشان تھی، اب چھوٹا سا مقام رہ گیا ہے،

وبذہ (Huete) کو وبذی بھی کہتے ہین، اب صوبہ کونکہ مین ہے، یہ اقلیش سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر آباد ہے،

۲۳- اقلیم ارنیط (Aredo) کے شہرون مین ارنیط، قلعۂ ایوب، قلعۂ دروقہ، سرقسطہ، وشقہ اور تطیلہ واقع ہین، ان مین سے سرقسطہ آجکل خود ایک صوبہ ہے، عہد اسلامی مین بھی اس شہر کو صوبہ کی حیثیت حاصل تھی، قلعۂ ایوب و دروقہ اسی صوبہ مین ہین، ارنیط صوبہ

لوگرونو مین اور تطیلہ موجودہ صوبہ نبرہ مین واقع ہے، وشقہ بھی الگ صوبہ ہے، اس طرح یہ اقلیم موجودہ صوبہ جات سرقسطہ، لوگرونو، نبرہ اور وشقہ تک محیط ہے،

ارنیط (Arnedo) ارنیط موجودہ صوبہ لوگرونو مین ایک بڑا شہر ہے عہد اسلامی مین بھی اس کو مرکزیت حاصل تھی، یہ قلہرہ سے ۱۵ میل جنوب مین اور تطیلہ سے مغرب مین واقع ہے،

قلعۂ ایوب (Calatayud) اندلس وسطی مین صوبہ سرقسطہ کا ایک شہر وادی شلون کے بائین کنارے آباد ہے، اور مدینہ سالم سے مشرق کی سمت ۵۰ میل پر ہے، یہ ایوب بن حبیب اللخمی کی طرف جو تابعین مین سے تھے، اور امیر اندلس تھے، منسوب ہے، انہی نے اس شہر کو رومانی شہر بلبلس کے قریب آباد کیا، بلبلس کا کھنڈر اس سے مشرق جانب دو میل کے فاصلہ پر اب تک موجود ہے، اس کا قلعہ نہایت مستحکم تھا، اور سرحد کا عظیم الشان اور فوجی حیثیت سے اہم شہر شمار کیا جاتا تھا، یہاں کے باشندون کو ثغری (سرحدی) کہا جاتا تھا، شہر کے اب دو حصے ہین، ایک بلندی پر ہے جو عہد اسلامی کا اصلی شہر ہے، اور اب شہر بالا کہلاتا ہے، دوسری آبادی جو عہد اسلامی کے بعد کی ہے، شہر زیرین کہلاتی ہے، پہلی صدی سے چھٹی صدی ہجری تک یہان اسلامی حکومت قائم رہی، اور دشمنون کے لیے ایک مستحکم قلعہ سمجھا گیا،

دروقہ یا دورقہ (Daroca) صوبہ سرقسطہ میں اس کی جنوبی سرحد کے قریب واقع ہے، اور ثغر اعلیٰ مین سمجھا جاتا تھا، یہ قلعہ ایوب سے جنوب کی طرف ۲۰ میل ہے اور سرقسطہ سے ۵۰ میل ہے، یہ عہد اسلامی مین اوسط درجہ کے شہرون مین سے تھا،

سرحدی علاقہ کا صدر مقام تھا، ۲۵ ق م مین اگسٹس نے آباد کیا، "سیساریا اوگستا" نام رکھا، قوطیون نے اس کو "سیسار اگوستا" (Casaragosta) کہا، عربون نے سرقسطہ تلفظ کیا، اب "سارا گوسا" یا "زاراگوسا" کہا جاتا ہے، رومی عہد مین بھی صدر مقام تھا، اس کا علاقہ بڑا اور آباد تھا، رقبہ بہت پھیلا ہوا، شاہ راہین وسیع، عمارتین عالیشان، اور شہر پناہ نہایت مستحکم تھی، دریاے ابرہ کے کنارے آباد ہے، اس کو "المدینۃ البیضا" بھی کہتے تھے، کیونکہ اس کی عمارتین سفیدی مائل پتھر کی تھین، دریاے ابرہ پر ایک بڑا پل بنا ہوا تھا، عہد اسلامی مین یہ ممتاز ترین شہرون مین شمار کیا جاتا تھا، اسلامی عہد کے ہر دور مین اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی، بڑی طویل تاریخ اس شہر سے وابستہ ہے، مسلمانون کے زمانہ کی نشانیان اب بہت کم باقی رہ گئی ہین، جامع مسجد کی بنیاد مشہور تابعی حضرت حنش بن عبداللہ صنعانی نے رکھی تھی، ان کی قبر اس مسجد کے سامنے تھی، اب یہ مسجد کلیسا بنی ہوئی ہے، سرقسطہ کا ایک محل الجعفریہ (الہافریہ) کے نام سے ابتک موجود ہے، اس محل مین ایک مسجد بھی تھی جس کی خوبصورت عمارت ابھی موجود ہے،

وشقہ (Huesca) آجکل شمالی اندلس کا سرحدی صوبہ ہے، دارالحکومت کا بھی یہی نام ہے، اس کا قدیم نام "اوسکہ" (Osca) تھا، اسی سے وشقہ بنا، بعضون نے "اشقہ" بھی لکھا ہے، یہ سرقسطہ سے ۳۵ میل شمال مشرق مین ایک دریا کے کنارے اونچے مقام پر واقع ہے، کچھ کم چار سو برس تک مسلمانون کے قبضہ مین رہا،

تطیلہ (Tudela) آجکل شمالی اندلس مین صوبہ نبرہ کا مشہور شہر ہے، یہ دریاے ابرہ کے داہنے کنارے، ارنیط سے تقریباً ۲۵ میل مغرب مین اور سرقسطہ سے شمال مغرب مین ۵۵ میل پر واقع ہے، قدیم نام "تتلا" (Tutela) تھا،

عربون نے تطیلہ کہا، جس سے اب "تدیلہ" ہو گیا، ابوالفدا کا بیان ہے کہ یہ شہر مسلمانون کا بسایا ہوا ہے، اس لیے ممکن ہے قدیم تیتلا ویران ہو چکا ہو، اور مسلمانون نے اسی نام پر اس جدید شہر کو بسایا ہو،

۴۴- اقلیم زیتون مین جاقہ، لاردہ، مکناسہ افراغہ وغیرہ واقع تھے، ان مین سے جاقہ صوبہ وشقہ مین، لاردہ خود ایک صوبہ ہے، افراغہ لاردہ مین اور مکناسہ سرقسطہ مین ہے، اس لیے یہ اقلیم لاردہ، وشقہ اور سرقسطہ مین واقع ہے،

جاقہ (Jaca) شمالی اندلس مین صوبہ وشقہ مین سرقسطہ سے ۱۴ میل شمال مغرب مین جبل البرانس کے جنوبی دامن پر سطح سمندر سے ۲۳۸۰ فٹ بلند دریائے ارغون کے بائین کنارے پر واقع ہے، یہان سے ایک راستہ جبل البرانس سے گذرتا ہوا فرانس کو جاتا ہے، جس کو عرب برت جاقہ (درۂ جاقہ) کہتے تھے،

لاردہ (Lerida) عرب اس کو لریدہ بھی کہتے تھے، آجکل بھی لریدہ کہا جاتا ہے، اور شمالی اندلس کے ایک صوبہ اور صدر مقام کا نام ہے، یہ شہر وادی تنغر کے دونون کنارون پر آباد ہے، عہد اسلامی کا شہر، دریا کے داہنے کنارے والا ہے، یہ وشقہ سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے، شہر پناہ ابتک شکستہ حالت مین موجود ہے، عہد اسلامی کا ایک قلعہ بھی موجود ہے، جامع مسجد اب شذت لور نزہ مین منتقل ہو گئی ہے، اس شہر کا قدیم نام "ایلرڈا" (Ilerda) تھا، عہد اسلامی مین اس شہر کو اہمیت حاصل تھی، اور باغیانہ سرگرمیاں بھی جاری تھیں، یہ مقام تقریباً چار سو برس مسلمانون کے قبضہ مین رہا، اس کی سرحد فرانس کی سرحد سے ملی ہوئی ہے،

سرحد پر دریائے ابرہ کے کنارے آباد ہے، شاید بربرون نے اس کو آباد کیا تھا، اور انہی کی طرف منسوب ہے،

افراغہ (Fraga) صوبہ لاردہ مین، لاردہ سے مغرب مین تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر دریائے سنکا کے کنارے اب ایک چھوٹا سا شہر ہے، عہد اسلامی مین (ثغر سرحد) کا بڑا شہر سمجھا جاتا تھا، ۹۳ھ سے ۵۴۲ھ تک مسلمانون کے قبضہ مین رہا،

۲۵- اقلیم البرتات (Pyrenees) مین طرطوشہ، طرکونہ اور برشلونہ واقع ہین، ان مین طرطوشہ، موجودہ صوبہ طرکونہ مین ہے، اور برشلونہ خود ایک صوبہ ہے "البرتات" جبل البرانس (پائرینیس) کا دوسرا نام تھا، اس لیے اقلیم البرتات سے مراد جبل البرانس سے ملے ہوئے علاقے اسپین اور موجودہ صوبہ برشلونہ و طرکونہ تھے،

طرطوشہ (Tortosa) کا پرانا رومانی نام کولونیا جولیا درتوسہ تھا، اس نام کے جزء "درتوسہ" (Dertosa) پر عربون نے اس شہر کا نام طرطوشہ رکھا، اب "تورتوسہ" کہا جاتا ہے، یہ شمال مغربی اندلس مین شہر طرکونہ سے جنوب مغرب مین ریل کے راستے سے ۵۰ میل پر دریائے ابرہ کے داہنے کنارے پر آباد ہے، شہر کا قدیم حصہ محفوظ ہے، سنگ خارا کی عمارتین ہین، جس پہاڑی پر شہر آباد ہے اس پر غالباً عہد اسلامی کا ایک قلعہ اب تک موجود ہے، مسجد کو جو عہد الناصر مین تعمیر ہوئی تھی، گرجا بنا لیا گیا، اس شہر کے آس پاس سنگ مرمر کی کانین ہین، شہر پناہ مستحکم تھی، یہان کے پہاڑون کی لکڑی سے جہاز بنائے جاتے تھے، اس شہر کو عہد اسلامی مین نمایان اہمیت حاصل تھی،

طرکونہ (Tarragona) شمالی مشرقی اندلس کا صوبہ ہے، یہ شہر

سمندر کے کنارے آباد ہے، عہد اسلامی میں یہاں یہود آباد تھے، شہر پناہ سنگ رخام کی تھی، عمارتیں مستحکم تھیں، تھوڑے سے عیسائی بھی رہتے تھے، یہاں سے برشلونہ شمال مشرق میں ۶۰ میل پر ہے، شہر سمندر کے کنارے اونچے پہاڑ پر آباد تھا، چوٹی پر ایک قلعہ تھا، جو اب گرجا کی حیثیت میں ہے، شہر پناہ باقی ہے، اس میں ۶ دروازے ہیں، مسلمانوں نے اولاً اس شہر کو مسمار کیا، پھر خود از سر نو درست کر کے آباد کیا تھا، یہ شہر تقریباً چار سو برس مسلمانوں کے زیر نگین رہا، اس کے علاقہ میں بھی قیمتی پتھر کی کانیں پائی جاتی ہیں،

برشلونہ (Barcelona) کا قدیم نام "بارسینونہ" ہے، عربوں نے "برشینونہ" بھی کہا ہے، معروف نام برشلونہ ہے، اب "بارسلونہ" کہا جاتا ہے، یہ شمال مشرقی اندلس کا صدر مقام ہے، جو بحر روم کے کنارے آباد ہے، ۹۴ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، ۹۱ برس کلیتہً مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، پھر کئی صدیوں تک کبھی مسلمانوں اور کبھی عیسائیوں کے ہاتھوں میں آتا جاتا رہا، آگے چل کر یہاں عیسائیوں کی مستقل حکومت قائم ہوگئی تھی، جس کو اسلامی حکومت قرطبہ نے تسلیم کر لیا تھا،

۷۷۔ اقلیم مرمریہ، اقلیم البرات کے مغرب میں ہے، اس میں چند قلعے تھے جن میں سے حصن طشکر، قستیلیون یا کشطالی، اور کتندہ کے نام ادریسی نے لکھے ہیں، یہ مقامات موجودہ صوبہ جات طرکونہ، قستیلیون اور تیرول میں واقع ہیں،

حصن طشکر (Tiscar) کے نام سے دو آبادیاں ہیں، ایک کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، یہ دوسری آبادی اقلیم مرمریہ میں تھی، یہ شہر بحر روم کے قریب آباد تھا، اس کی

قشتیلیون (Castellon) یا کشطالی سے مراد غالباً قشتیلیون یعنی "کشتیلون دی لا پلانا" (Castellon de la Plana) ہے، جو بحر متوسط کے کنارے بلنسیہ کے شمال مین واقع ہے، قشتیلیون کا نام زیادہ معروف ہے، یہ مشرقی اندلس مین آجکل ایک صوبہ بھی ہے، عہد اسلامی میں یہ شہر بحر روم سے چار میل مغرب مین آباد تھا، عہد اسلامی کا شہر، موجودہ شہر کے شمال مین پہاڑی پر تھا، بلنسیہ سے اسلامی حکومت کے اٹھنے کے کے بعد، یہ شہر بھی مسلمانون کے قبضہ سے جاتا رہا، جدید شہر اس پہاڑی کے نیچے ہے، جس پر عہد اسلامی کا شہر تھا، موجودہ شہر مین پانی اسی نہر سے لاتے ہین، جس کو کاٹ کر مسلمانون کے عہد مین شہر مین پانی پہنچایا گیا تھا، موجودہ شہر کو "کاستیلون دی لا پلانا" یعنی "میدان والا قشتیلیون" کہتے ہیں،

کتندہ، قتندہ، کنندہ (Calanda) کو نفح الطیب مین دروقہ کے قریب تغر اعلیٰ کے علاقہ کا ایک شہر لکھا گیا ہے، ادریسی کے بیان کے مطابق یہ شہر موجودہ صوبہ تیرول کے وسط مین قرار پاتا ہے، جہان پر آجکل ایک شہر "کلندا" آباد ہے، اس لیے گمان ہے کہ کتندہ سے مراد موجودہ شہر کلندا ہی ہے،

قشتالہ کے حصے ادریسی کی تقسیم کے رو سے اندلس کا دوسرا حصہ جیسا کہ اوپر گذرا، قشتالیہ ہے، اس نے قشتالیہ کو کئی حصون مین تقسیم کیا ہے، جن مین ارض الفرنج، بشکنس، نبرہ، اشتوراس، جلیقیہ، لیون، قشتالہ قدیم اور موجودہ پرتگال کے بعض شمالی حصے داخل ہیں، یہ وہ مقامات ہیں جو عہد اسلامی مین زیادہ تر عیسائیون کے قبضہ مین تھے اور انہی کی مختلف حکومتین قائم تھین، یہ سارے مقامات اندلس کے ہم سرحد عیسائی مقبوضات سمجھے جاتے رہے، ان کے حدود عیسائیوں اور مسلمانون کے قبضہ اور بے دخلی سے گھٹتے اور بڑھتے رہے

اوران کے سرحدی قلعے بھی کبھی عیسائیون اور کبھی مسلمانون کے قبضے مین رہے، اس علاقہ کے مشہور مقامات حسب ذیل ہین:

(۱) ارض الفرنج کو ارض بشکنس بھی کہتے تھے، اس پورے علاقہ کی تفصیل ان کے نامون کے ساتھ یون ہی کہ جبل البرانس کے شرقی سلسلہ سے جو علاقے ملحق تھے، اس کے رہنے والون کو الفرنج کہتے تھے، مغربی سلسلہ مین جو علاقے تھے ان کو جلالقہ اور بشکنس کہتے تھے، عربی جغرافیہ نویس اندلس کے شمالی مشرقی علاقہ قیطلونیہ سے ملے ہوئے علاقے ارغون کے شمالی حصون کو جو جبل البرانس کے مغربی سلسلہ سے ملے ہوئے تھے، ارض الفرنج کہتے اور مشرقی سلسلہ کے ملے ہوئے ملکون کو نبرہ اور بشکنس کہتے، اور علاقہ اشتوراس اور جلیقیہ کو ارض جلالقہ کہتے تھے، پھر جبل البرانس کے اس پار جس قدر ممالک تھے، انکو ارض الکبیرہ سے تعبیر کرتے، اور خاص فرانس کو ارض الفرنج لکھتے تھے، پھر فرانس کیلیے افرنجہ کا لفظ استعمال کرنے لگے، نیز جلیقیہ اشتوراس، بشکنس کو اقطار الجوف اور ارغون (ثغر اعلی) اور قیطلونیہ کو بلاد الشمال سے بھی موسوم کرتے تھے، اب ان مین سے ہر حصہ اور اس کے مشہور مقامات حسب ذیل ہین:-

(۲) نبرہ (Navarra) آجکل شمالی اسپین کا ایک صوبہ ہے، عہد اسلامی کی ابتدا مین یہ بشکنس مین شامل سمجھا جاتا تھا، نبرہ مین جبل البرانس کا سلسلہ شرقاً غرباً واقع ہے، اور پورے علاقہ مین اس کی شاخین پھیلی ہوئی ہین، یہ پورا علاقہ عیسائی حکومت مین داخل تھا، خلیفہ الناصر کے عہد مین شانجہ غرسیہ (Sancho Gurcio) اس کا

اسپین اور فرانس کے علاقے اس حکومت کے ممالک محروسہ رہے، اور رفتہ رفتہ گسکنس کا کل علاقہ بر غوش کے شمالی اضلاع ابرہ کے شمالی مغربی حصے ترسونہ تک اس حکومت میں داخل ہو گئے، پھر البہ کا علاقہ بھی داخل ہوا، پھر چھٹی صدی ہجری میں قشتالہ کی عیسائی حکومت نے البہ پر قبضہ کر لیا، یہانتک کہ ساتوین صدی مین نبرہ کی اصل حکومت عیسائی ریاست قشتالہ کا ایک حصہ بن گئی، اس علاقہ سے فرانس کو تین راستے کوہ پائیرنیس ہو کر جاتے ہین، وہ تینون "پرت دی ویرا"، "پرت دی مایا" اور "رون سوبلز" ہین[۵]، اس علاقہ کے چند مقامات قابل ذکر ہین،

(۳) بنبلونہ (Pamplona) عہد اسلامی مین حکومت نبرہ کا اور دور حاضر مین صوبہ نبرہ کا دار الحکومت ہے، پہلے یہ علاقہ گسکنس مین شمار ہوتا تھا، رومی سپہ سالار پومپی نے اس کو از سر نو تعمیر کرایا تھا، اور "پومپیلو" نام رکھا تھا، اسی سے پمپلونہ ہوا، جس کو عربون نے بنبلونہ کیا، یہان ؁ۓ مین قوطیون کی حکومت تھی، ؁۵۴۲ئہ مین افرنجہ (فرانس) کے بادشاہون نے اس پر قبضہ کیا، مسلمانون کے فتوحات کی موجین اکثر یہانتک پہنچین مگر مستقل حکومت قائم نہین ہو سکی، اموی سلاطین نے بارہا اس کو پامال کیا، لیکن آگے چل کر اسلامی حکومت سے اس کے تعلقات خوشگوار ہو گئے تھے،

(۴) بقیرہ (Viguera) شہر تطیلہ سے تقریباً ۵۰ میل مشرق مین واقع ہے، دوسری صدی کے اوائل مین یہان اسلامی حکومت شروع ہوئی، دو سو برس کے بعد ؁۳۱۶ھ مین نبرہ کے عیسائی حکمران نے اس پر قبضہ کر لیا تھا، پھر واپس لیا گیا، اور چھٹی صدی تک مسلمانون کے قبضہ مین رہا،

---

۵ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۹ ص ۲۶۲ (نوادرا)

(۵) ناجرہ (Najera) شمالی اندلس مین موجودہ صوبہ لوگرونہ مین وادی ابرہ کی گذرگاہ سے جنوب مین قلہرہ سے تقریباً ۴۰ میل مغرب مین اب تک یہ شہر موجود ہے، دو صدیوں کی اسلامی تسلط کے بعد ۳۱۱ھ مین نبرہ کی عیسائی حکومت نے اس پر قبضہ کیا پھر الناصر نے اس کو واپس لیا، اور صدیون اسلامی حکومت میں داخل رہا، مذکورہ بالا دونون آبادیان اگرچہ نبرہ مین مستقلاً داخل نہ تھین، مگر ایک زمانہ مین اس سے متعلق سمجھی گئین،

(۶) بیونہ (Bayona) فرانس کے مغربی ساحل پر برتات سے کچھ شمال مین واقع ہے، برت بیونہ (درہ بیونہ) اسی کی طرف منسوب تھا، جو نبرہ سے فرانس کے راستہ مین کوہ برتات مین واقع ہے،

(۷) بشکنس، جزئی تقسیم کے لحاظ سے علاقہ بشکنس سنتانوہ کے مشرق مین خلیج بسکے پر واقع سمجھا جائے گا، جو تمام تر کوہستانی علاقہ ہے، البہ اُس زمانہ مین اس کا مشہور شہر تھا،

(۸) البہ (Alawa) آجکل ایک صوبہ ہے جو جبل البرانس کے مغربی حصہ کے جنوب مین واقع ہے، اس کے شمال مین بسکے کا موجودہ صوبہ، مغرب و جنوب مین قشتالیہ قدیم، اور مشرق مین نبرہ کا صوبہ واقع ہے، شہر البہ پہ مسلمانون نے ابتدائی فتوحات مین قبضہ کیا، پھر ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا،

(۹) اشتوراس (Asturias) شمالی اندلس کا پرانا صوبہ ہے، اسکے شمال مین خلیج بسکے، مشرق مین قشتالیہ، جنوب مین صوبہ لیون اور مغرب مین صوبہ جلیقیہ ہے، مسلمانون نے اس علاقہ کے ایک حصہ کو فتح کیا، اس علاقہ کا مشہور مقام حصن بلائی ہے،

(۱۰) [illegible] (COMPOSTELA) اندلس کے شمال مین ساحل سے قریب

قوت بہم پہنچائی، اور ایک عیسائی حکومت کی بنیاد ڈالی، اس کی ترقی ہوئی، مختلف عیسائی حکومتین اندلس مین کامیابی سے کھڑی ہوئین، اور مسلمانون سے زور آزما رہین، اس سردار کا نام پلایو (Pelayo) تھا جس کو عرب بلائی کہتے تھے، اور اس پہاڑی ضلع کو صخرۂ بلائی سے موسوم کیا تھا، اس کا اسپینی نام "کوواادونگا" تھا،

(۱۱) جلیقیہ یا غلیسیہ (Galicia) اندلس کے بالکل شمال مغربی گوشہ کا ایک بڑا صوبہ ہے، جلیقیہ کی زمین سمندر کی سطح سے بہت اونچی ہے، مغربی ساحل پر جابجا پہاڑ ہین، اور ان ہی کی لمبی پٹیان کچھ دور تک سمندر مین نکلی ہوئی ہین، صوبہ کے گوشہ شمال مغرب کی سرحد سے ملے ہوئے حصۂ سمندر کو عرب مجمع البحرین کہتے تھے، کرونہ (Coruna) کا مشہور شہر اور "راس فی نستیری" (C. Finisterre) جو اس وقت اسپین کا شمالی مغربی گوشہ سمجھا جاتا ہے، اسی ساحل پر واقع ہیں، عربی جغرافیون مین علاقہ جلیقیہ کے جن مقامون کا ذکر آیا ہے، وہ یہ ہین:-

دیر قشان یا دیر قسطان یا قشتان، یہان "سنت کوسمو" (St Cosma) کی خانقاہ تھی، اسی نام پر اس شہر کا نام "کوسمو" ہوا، جسے عربون نے قشان، قسطان یا قشتان سے موسوم کیا،

وادی بلنبو، یہ ایک میدان مغربی ساحل کے قریب ہے، جس مین بیونہ کا شہر ساحل پر واقع ہے،

شنت بلایہ کا اسپینی نام "سان پایو" (San Payo) تھا،

جبل مراسیہ، سمندر کے کنارے ایک پہاڑی قطعہ تھا، جو سمندر مین کچھ دور نکلا تھا، اسپینی مین اس کو "موروزو" (Morozo) کہتے ہین،

شنت یاقب، یہان یعقوب حواری کے نام کا بگڑا ہوا مشہور و معروف گرجا تھا، اس شہر کو "کمپوسٹیلا" کہتے تھے، کرونہ سے جنوب مغرب مین تھا، اس پر المنصور کا شہرۂ آفاق حملہ ہوا تھا،

شنت مانکش، بحر محیط پر واقع تھا، اپنی نام "سمودی ماینکا" (San Cosmodi-mayana-) ہے، شہر کرونہ کے قریب تھا، یہ اسلامی لشکر کے پہنچنے کا انتہائی مقام ہے، اسکے گرد سمندر تھا،

لک (Lugo) جلیقیہ کا مشہور شہر تھا، آجکل شمالی مغربی اندلس کا صوبہ ہے، یہ شہر وادی مینہ کے بائین کنارے آباد ہے، شہر پناہ مع برجون کے ابتک موجود ہے، جلیقیہ کو مسلمانون نے بار بار فتح کیا، اور ابتداءً اس علاقہ مین عرب و بربر آباد بھی ہوئے، مگر پھر عیسائی حکومت کے تحت مین یہ مقامات چلے گئے،

لیون لیونش (Leon) آجکل شمالی اندلس مین ایک صوبہ اور اسکے دار الحکومت کا نام ہے، یہان آبادی بہت کم ہے، صرف دو بڑے شہر ہین، استورقہ جسکا ذکر اوپر گذرا، دوسرا الیون، عہد اسلامی مین یہان مستقل ایک عیسائی حکومت قائم ہوئی، جس کے حدود گھٹتے بڑھتے رہے، لیون، سمورہ اور طلمنکہ وغیرہ اسکے مشہور شہر تھے،

لیون کے دو حصے ہین، ایک پرانا، دوسرا نیا، پرانے شہر کے گرد ایک فصیل ہے، سنہ ۹۹ھ مین مسلمانون کے قبضہ مین آیا، سنہ ۱۲۵ھ مین عیسائیون نے واپس لے لیا، پھر سنہ ۳۴۶ھ مین مسلمانون کے قبضہ مین دوبارہ آیا، پانچوین صدی مین عیسائیون کے پاس پھر چلا گیا،

دارالحکومت ہے، دریائے دویرہ کے داہنے کنارے ایک پہاڑی پر واقع ہے، ۹۳ھ
مین مسلمانون کے قبضہ مین آیا، ۱۴ برس تک قبضہ مین رہا، ۱۴۱ھ مین عیسائیون کے پاس
چلاگیا، یہ شہر سات فصیلون کے اندر تھا، الناصر کے عہد مین یہان تاریخی لڑائی ہوئی،

شلمنکہ یا ظلمنکہ (Salamanca) آجکل ایک صوبہ اور اس کا دارالحکومت
ہے، یہ شہر دریائے تورمس کے داہنے کنارے آباد ہے، ۹۳ھ مین یہ قبضہ مین آیا، اور یہان
غیر معمولی تمدنی اثرات قائم ہوئے، یہان عیسائیون کی آبادی زیادہ تھی، صدیون تک
مسلمانون کے قبضہ مین رہا، ۱۴۱ھ مین لیون کے تحت چلاگیا تھا، مگر یہ عارضی قبضہ تھا،
مسلمانون نے دوبارہ فتح کرکے اس کو نئے سرے سے تعمیر کرایا،

۵- قشتالہ۔ قشتالیہ۔ قشتال۔ قشتلہ۔ (Castile یا Castilla)

یہ شمالی وسطی اسپین کے ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھا، جس کے حدود اسلامی و عیسائی فتوحات
کے لحاظ سے گھٹتے اور بڑھتے رہتے تھے، "کسٹیلا" کے معنی قلعہ کے ہین، جب عیسائی اسلامی
مقبوضات مین سے کوئی شہر لے لیتے تو اس کی سرحد پر قلعے بنا دیتے تھے، انھی قلعون کی وجہ
سے اس حصۂ ملک کو کسٹیل یا کسٹیلا کہنے لگے، اور کبھی عرب اس کو ارض القلاع بھی کہتے
تھے، جن شمالی حصون کو عیسائیون نے مسلمانون کے قبضہ سے نکالا ان کو وہ "کسٹیلا
لاویجا" یعنی قشتالیۂ قدیم کہتے تھے، بعد مین جو حصے شمال سے جنوب کی طرف کے حاصل
کیے، ان کو "کسٹیلا لا نیوا" یعنی قشتالیۂ جدید کہنے لگے، اب قشتالیۂ قدیم دابلہ، برغوش،
لوگرونیہ، پالنسیہ، شقوبیہ، سوریہ، سنتانذر، والادولیہ کے صوبون مین تقسیم ہے، اور
قشتالیۂ جدید مین وہ سب صوبے ہین جن کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے، قشتالیۂ قدیم مین
بعض اہم شہر حسب ذیل ہین:-

شقوبیہ (Segovia) آجکل وسطی اندلس کا ایک صوبہ اور اس کا دار الحکومت ہے، یہ ایک عریض پہاڑی سلسلہ پر آباد ہے، حکومت قشتالیہ کو قوت ہوئی تو شقوبیہ اس کا پایہ تخت بن گیا، الداخل کے کنارے پہلے علیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا،

برغوش یا برغش (Burgos) شمالی اندلس میں ایک صوبہ اور اسکے دار الحکومت کا نام ہے، جو صوبہ البہ سے سمت مغرب میں ملا ہوا ہے،

چند مشہور قلعے

اندلس کی ان آبادیون کے علاوہ جن کا تذکرہ اوپر گذرا، ملک کے ان دونون حصون اشبانیہ و قشتالہ کے مختلف مقامون پر مستحکم قلعے بھی تھے، جن میں بعض خالص فوجی چھاونیاں تھین، اور بعض قلعون اور شہری آبادیون میں ملے جلے حصے تھے، مختلف اقلیمون کے ضمن مین ان قلعون کے موجود ہونے کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے، یہ مقامات شنت القلعہ، حصن یا قصر کے انتساب کے ساتھ موسوم تھے، ان میں سے اہم قلعون کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

وشقہ، شمالی اندلس کے موجودہ صوبہ سوریہ میں شنت استیبان غرماج کے قلعے سے مشرق میں چند میل کے فاصلہ پر ایک مستحکم قلعہ تھا، جہان معرکہ آرائیان پیش آئین،

شنت اشتیبان غرماج (San Esteban de Gormaz) کو عرب حصن غرماج یا قاشتر موریش بھی کہتے تھے، یہ موجودہ صوبہ سوریہ میں دریائے دویرہ کے بائین کنارے پر ایک قلعہ تھا، عیسائیوں اور اسلامی حکومت کی آویزش میں اس کا ذکر آتا ہے،

شنت اشتیالی ( ) کے نام کے کئی قلعے تھے، ایک غرماج کا ذکر اوپر ہوا، دوسرا الصخرہ

کے شمالی ساحل پر ہے، چوتھا سان اشتیبان دل مو" مسمورہ کے ارگرد میں ہے،

شنت اولالیہ (Olalla) کے نام سے دو قلعے تھے، ایک جنوبی اندلس مین صوبہ ولبہ کے شمال مشرقی گوشہ پر، دوسرا وسطی اندلس مین صوبہ طلیطلہ مین اس سڑک پر ہے جو مجریط سے طلبیرہ جاتی ہے،

شنت بریہ (Sentobria) قرطبہ سے شمال مشرق میں تھا،

شنت بیطر (Santa Petra) صوبہ قادس کے مغربی ساحل کے قریب چھوٹے سے جزیرہ پر آباد تھا،

شنت طولہ شمالی ساحل پر تھا،

شنت غنش، قرمونہ کے قریب تھا،

شنت فروش، ماردہ کے قریب تھا،

شنت پالہ، جالہ، جبیل، حصن بلائی سے جو صوبہ قرطبہ مین تھا، اسکے قریب واقع تھا،

اسی طرح حصن اشیر غرہ غرناطہ کا ایک قلعہ تھا، حصن البونہ لورقہ کا، حصن الریاحین بلنسیہ کا ایک شہر نما قلعہ تھا، حصن الفرج اشبیلیہ کا حفاظتی قلعہ تھا، حصن المنشات غرناطہ کے حوالی مین تھا، حصن اندرجبر یا اندوشر جیان کا قلعہ نما شہر تھا، حصن جلیانہ غرناطہ مین حصن حرش جیان میں ... قرتبہ اشبیلیہ مین، حصن قرذبذہ البیرہ مین، حصن محسن قادس مین، حصن مولہ مرسیہ میں حصن منتصر بر شکونہ میں حصن ناشر المریہ میں حصن وخشہ، حصن شرور، حصن قلمریہ پرتگال اور اس کے آس پاس میں تھے، حصن الورہ مدینۂ شذونہ سے قریب تھا،

اسی طرح القلعۃ النہر، شہر وادی الحجارہ کے قریب، القلعۃ وادی آرا، اشبیلیہ سے وسیل پر تھا، قلعہ اشعث صوبہ جیان مین مقام قاصرہ کے پاس واقع تھا،

قلعہ اوراد بھی کسی کوہستانی سلسلہ مین تھا، قلعہ حزم، بنو حزم کی طرف منسوب ہے جیان مین واقع تھا، قلعہ حمیر، لاردہ کے صوبہ مین تھا، قلعہ خولان، قابس کے صوبہ مین، اور قلعہ خیران المریۃ کے قریب واقع تھا، اسی طرح قلعہ یحصب یا قلعہ بنی سعید، غرناطہ سے شمال مغرب مین ۲۰ میل کے فاصلہ پر تھا، اور حصن آقلہ، مرسیہ مین سمندر کے کنارے لورقہ سے ۲۵ میل پر تھا، حصن المدور شہر قرطبہ سے مغرب مین وادی الکبیر کے کنارے واقع تھا،

فرانس کے صوبے جو اندلس مین داخل تھے

جیسا کہ اوپر گذرا عرب جغرافیہ نویسون نے اندلس کو مثلث قرار دیکر اس کا ایک زاویہ یا رکن شہر اربونہ یا اربونہ اور برذیل کے درمیان قرار دیا ہے، اس طرح جنوبی فرانس کا یہ علاقہ اندلس کے حدود مین داخل ہو جاتا ہے،

فرانس کا یہ جنوبی مشرقی حصہ "ناربونین سس (Narbonensis) کے نام سے موسوم تھا، اس علاقہ کی جنوبی سرحد ملک ایطالیہ کے جبال جول (Alps) اور شمالی سرحد فرانس کے علاقہ اکوتانیا (Aquitania) سے ملی ہوئی تھی، جنوبی سرحد کا کچھ حصہ بحر روم کے ساحل سے اور کچھ جبل البرانس کے سلسلہ سے ملا ہوا تھا، شمال مین حصن لوزون تک یہ علاقہ چلا گیا تھا،

مسلمانون کے داخلہ کے وقت ناربونین سس کا علاقہ تین حصون مین تقسیم تھا، جبل البرانس سے ملے ہوئے حصہ کا نام سپتیمانیہ (Septemania) تھا، اور جنوبی مشرقی حصہ کو "پراونسیہ" (Provincia) کہتے تھے، اور شمالی حصہ کو برگندیہ (برغونیہ Burgandia) سے موسوم کرتے تھے، جو ناربونین سس کے شمالی حدود سے بھی آگے

اور حصن لوذون (Lugdunum) پر قبضہ کیا تھا، ناربونین سس کے مغرب مین اکوتانیا کا جو ٹیڑا علاقہ تھا اس کو واسکونیہ (Vasconia) (غسقونیہ) بھی کہتے تھے، اس کا جنوبی حصہ جبل البرانس سے ملا ہوا تھا، اس مین سے مسلمانون نے برذیل پر حکومت کی، پھر طلوشہ (Toulouse) پر بھی جو اربونہ و برذیل کے درمیان تھا مسلمانون کے معرکے رہے، عرب جغرافیہ نویس عمومیت کے ساتھ ان علاقون کو "ارض اکبر" بھی کہتے تھے۔ اور خاص ملک فرانس کو ارض الفرنج لکھتے تھے، پھر "ارض الفرنج" اندلس کے علاقہ جلیقیہ و بشکنس وغیرہ کے لیے خاص ہو گیا، اور "افرنجہ" کا لفظ فرانس کے لیے خاص طور پر استعمال کرنے لگے،

ان علاقون مین مسلمانون سے تعلق رکھنے والے قابل ذکر مقامات حسب ذیل ہین:۔

۱- اربونہ (Narbonne) فرانس کا شہر بحر روم کے ساحل سے ۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، ۱۱۸ ق م مین رومیون کے قبضہ مین آیا، اور نہایت مستحکم کیا گیا، اور علاقہ ناربونین سس کا دار الحکومت قرار پایا، مسلمانون نے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اسکی شہر پناہ اور قلعون کو درست کیا، اور اس کو اس علاقہ کا پایہ تخت بنایا،

۲- ابنیون، حصن ابنیون، صخرۂ ابنیون سے فرانس کا شہر اوی نون (Avignon) مراد ہے، یہ جنوبی مشرقی فرانس کے قدیم صوبہ نربونین سس کا شہر حصن لوذون (Lyons) سے ۱۴۳ میل جنوب مین دریاے رودونہ (Rhone) کے کنارے آباد ہے،

برذیل (Bourdeaux) جنوب مغربی فرانس کے مغربی ساحل کا ایک بڑا پرانا شہر ہے، اس کا پرانا نام "بردیگالا" تھا اسی سے برذیل یا برذال بنا، اور آجکل

اس کا نام "بوردو" ہے، عرب جغرافیہ نویسون نے اس کا "اندلس" کے شمالی مشرقی گوشہ
کے بیان مین تذکرہ کیا ہے، ۱۱۳ھ مین مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا،

فرانس کے اس علاقہ کے دو دریاؤن کا ذکر ضروری ہے، اسلامی تاریخ کا اس سے
خاص تعلق رہا ہے، اس کے آس پاس کے شہر مسلمانون کے آماجگاہ بنے رہے، رودونہ
نہر رودونہ، وادی رودونہ (The Rhone) کے نام سے تاریخ مین مذکور ہے،
اس کا قدیم نام "روڈانس" تھا، آجکل "رون" کہا جاتا ہے، مسلمانون نے "روڈانس" سے
"رودونہ" بنایا، یہ ناربونین بس کا سب سے بڑا دریا ہے، اور اس کا علاقہ فرانس مین رومانی
تہذیب و شائستگی کا مرکز سمجھا جاتا تھا، اس کا منبع سواٹزرلینڈ کے شمال مشرقی پہاڑون
مین ہے، یہان سے بہتا ہوا آگے پہنچ کر جنیوا کی جھیل مین جاتا ہے، جھیل سے نکل کر پہلے
کچھ دور جنوب کی طرف پھر شمال کا رخ کر کے فرانس مین داخل ہو جاتا ہے، پھر مغرب کی
طرف بہتا ہوا لوذون (Lyons) کے شہر تک پہنچ جاتا ہے، یہان دریائے
سون (Saone) شمال سے آکر اس مین آتا ہے، پھر یہ دونون ایک ہو کر "رون"
(رودونہ) کے نام سے جنوب کی طرف بہتے ہوئے حصن لوذون سے ۲۳۰ میل کی مسافت
طے کر کے یہ بحر روم مین گر جاتے ہین،

دوسری صدی مین ان دونون دریاؤن رودونہ و سون کے کنارے کنارے
جن شہرون کو مسلمانون نے فتح کیا، وہ حسب ذیل تھے،

دریائے سون کے کنارے ماکون (Macon) اور شالون (Chalon)
کے شہر اور ( ) کے مغرب مین دریا سے کچھ فاصلہ پر "بونے" (Beaune) کا شہر

یہ سب کے سب ہثیم کے عہد (۱۱۱ھ) مین فتح ہوئے تھے،

دریاے رودونہ کے کنارے عربون نے جن مقامات پر فوج کشی کر کے اس کو فتح کیا وہ ارل (Arles) اوینون (Avignon)، والنس (Valence) لیون (Lyons)، (لوذون) اور اس سے تقریباً ۱۵۰ میل شمال مین شہر سینس (Sens) ہیں،

لوذون، حصن لوذون (Lugdania یا Lyons) جیسا کہ اوپر گذرا، مشرقی فرانس کا شہر دریاے رودونہ کے کنارے آباد ہے، عرب اس کو لوذون اور حصن لوذون دونون کہتے ہین،

قرقشونہ (Carcassonna) جنوبی فرانس کے صوبہ لنگ ودک (Languidoc) کا ایک شہر ہے، جو ساحل کے شہر اربونہ سے مغرب مین تقریباً ۵۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، رومی عہد مین ناربونین سس مین شمار کیا جاتا تھا، ابتدائی فتوحات کے دور مین مفتوح ہوا،

طلوشہ (Toulousa) شہر اربونہ اور برذیل کے درمیان پہلے علاقہ ناربونین سس کی حدود مین اور بعد کو غشقونیہ مین سمجھا گیا، یہان بڑے بڑے معرکے پیش آئے اور یہ شہر بھی مفتوح ہوا،

الغرض عربون کا اندلس آجکل کے یورپ کے تین ملکون اسپین (کامل)، پرتگال (کامل)، اور فرانس (کے جنوبی صوبون) پر مشتمل تھا، اوراق ذیل مین انہی ملکون مین عربون کے فتوحات، مختلف دورون کی حکومتوں اور انکے تمدنی اثرات کی سرگذشت نظر آئے گی،

اندلس کی قدیم تاریخ

اندلس کی قدیم حکومتون کا ایک اجمالی خاکہ

اندلس کی اسلامی تاریخ بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ یہان کی قدیم حکومتون کے اجمالی خاکہ پر ایک نظر ڈال لی جائے،

اندلس مین سب سے پہلی آباد ہونے والی قوم کا نام عربون کے بیان کے مطابق "اندلش" اور مغربی مورخین کی تصریحات کے مطابق "سلٹ" تھا، پھر آئی بیری اور لگوری قومین آئین اس کے بعد افریقہ کی راہ سے فینیقیون نے میلاد مسیح سے کئی سو برس پہلے اندلس کے جنوبی ساحل پر آکر آبادیان قائم کین، پھر قرطاجنی ۲۴۷ ق م مین جنوبی اسپین مین آئے، اسی زمانہ مین یونانیون نے اندلس کے مشرقی ساحل پر بستیان بسائین، اب مختلف قومون کے اجتماع سے زمین کے لیے کشمکش شروع ہوئی، الگ الگ حکومتین قائم ہوگئین، اور لڑائیون کا سلسلہ شروع ہوگیا، چنانچہ دوسری صدی قبل مسیح مین قرطاجنیون نے شکست کھائی، انکا صدر مقام اشبیلیہ تھا، ان کے بعد رومیون کو غلبہ حاصل ہوا وہ کئی سو برس تک بڑی شان وشوکت سے حکومت کرتے رہے، اگسٹس کے زمانہ مین ملکی تقسیم کے اعتبار سے اندلس مین تین صوبون لوسی ٹینا، بٹیکا اور ٹراکونس مین تقسیم تھا، رومیون کے زمانہ مین اندلس مین بڑے بڑے نامور پیدا ہوئے، سنیکا (فلسفی ۳ ق م ۶۵ء)، لوشئن (مکالمہ نگار)

رومی سلطنت کے کمزور ہوتے ہی یہاں خود مختار حکومتین قائم ہونے لگین، چنانچہ پریٹرا گونا مین ایک خود مختار حکومت قائم ہوئی، جو رومیون کا مقابلہ کرتی رہی، عرب مورخین کے بیانون مین اشبان بن طیطس کا نام آتا ہے جس نے اسپین سے فوج جمع کر کے بیت المقدس پر حملہ کیا، اور وہان سے مائدۂ سلیمان لایا، اس کا دار الحکومت اشبیلیہ کے قریب "اشبانیہ" تھا، اس خاندان مین ۵۵ سلاطین گذرے، جن کے نام عرب مورخین نے گنائے ہین۔ پھر ایک قوم "شتولیات" آئی، "طدیش بن نبطہ" اس کا پہلا فرمانروا تھا، اس خاندان کے ۲۷ فرمانرواؤن نے حکومت کی، ان کا دار الحکومت مارده تھا، غالباً انھی قومون کو مغربی مورخین شیوائی، والانی یا سوایو اور الین نامون سے یاد کرتے ہین، یہ وہ جرمن وحشی قومین تھین، جنھون نے روم کے اخیر زمانہ مین قوت پکڑی تھی یہ لوگ کبھی رومیون کے باجگذار رہے، اور کبھی خود سری سے حکومت کرتے رہے۔

یہ وحشی بہت جلد اندلس کی لاطینی قومون سے مل جل گئے، اور انھون نے لاطینی زبان اختیار کر لی، اور دیوتاؤن کو چھوڑ کر مذہب عیسائی قبول کر لیا، اور رومی تمدن اور نظام حکومت کو اختیار کر لیا، اس طرح ان مین اور رومیون مین کوئی فرق باقی نہین رہا،

حکومت گاتھ | پھر پانچوین صدی عیسوی مین ایک نئی قوم گاتھ جس کو عرب مورخین قوطہ کہتے ہین، اندلس مین آئی، ان کا قافلہ اسپین مین آیا، وہ بحر اسود کے شمالی ساحل کے قریب دریائے نیپر کے نواح سے اٹھا تھا، اور یونان، اٹلی اور فرانس سے گذرتا ہوا اسپین مین ۴۱۲؁ء مین پہنچ گیا تھا، یہاں انھون نے شیوا اور الانی حکومتون کو ۴۱۹؁ء مین ختم کیا، اور جنوبی اسپین سے لے کر فرانس مین دریائے لوئر ( ) تک کے حکمران بن گئے۔

حکومت ونڈال ان کو ملک مین آئے ہوئے زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ یورپ مین بحر بالٹک کے کنارون یعنی جرمنی کے علاقون سے وانڈال کی قوم اٹھ کر فرانس سے گذرتی ہوئی اسپین مین داخل ہوئی، اور تقریباً ۲۰ برس جنوبی اسپین کے ایک حصہ پر حکومت کرکے اور اپنے نام نسبت پر اس حصہ ملک کا نام وانڈالیکیہ یا وانڈالیشہ مشہور کرکے افریقہ چلی گئی، جہان ان کی حکومت قائم ہوئی، اور ۵۳۴ء مین رومیون کے ہاتھون چھین لی گئی، اور ادھر پورے اسپین مین گاتھک حکومت قائم ہوگئی۔

اندلس کی مغربی گاتھک حکومت گاتھ ان حملہ آور قبائل مین ہین جو سلطنت روما کے زوال کے دور مین برسرعروج آئے، سلطنت روما سے ان کی آویزش تیسری چوتھی صدی عیسوی مین شروع ہوئی، پانچوین صدی عیسوی مین تھیوڈرک اعظم مشرقی گاتھک سلطنت کا بانی ہوا، جس کا پایہ تخت اٹلی بنا، گاتھ فرضی طور پر دو گروہون مین تقسیم کیے گئے ہین، اسٹرو (مشرقی) گاتھ، وزی (مغربی) گاتھ، آخرالذکر سے اندلس کا تعلق پیدا ہوا، اور پانچوین صدی عیسوی مین انھون نے اپنی حکومت قائم کرلی، گاتھ اگرچہ اپنے خصائل واطوار کے لحاظ سے وحشی قبائل مین سے تھے، مگر انھون نے اپنی قوت سے ترقی کی، اور روما سلطنت سے آزادی حاصل کرلی، ان کی حکومت کا ایک مستقل نظام ایک شاہی کونسل، اور ایک صحیفۂ قوانین پر قائم تھا، شاہی کونسل کو مذہبی کونسل بھی کہا جاتا تھا، اس کے ارکان اندلس کے معزز پادری، اور صدر بادشاہ ہوتا تھا، ایک طرف بادشاہ پادریون کو اسقف کے عہدہ سے عزل ونصب کا اختیار رکھتا تھا، دوسری طرف بادشاہ کی تخت نشینی پادریون کی منظوری کے بغیر ممکن نہ تھی، رفتہ رفتہ پادریوں نے حصول اقتدار کی کوشش کی، اور حکومت کی باگ ڈور پورے طور پر ان کے ہاتھ مین آگئی، یہ دیکھ کر ملک کے ارباب ثروت آگے

بڑھے، اور انھون نے بھی حاکمانہ اقتدار مین اپنا حصہ لینا چاہا، اور اس مین وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے،

پھر چھٹی صدی عیسوی سے اندلس مین کیتھولک مذہب کا دورہ دورہ شروع ہوا، جس سے پادریون کے اقتدار مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اب وہ تقریباً یہان کے سیاہ سفید کے مالک بن گئے، اور بیشتر موقعون پر شاہ اندلس بھی ان کا دست نگر رہنے لگا، اس صورت حال سے ان دونون مین کشمکش شروع ہوگئی، لیکن پادریون کے اقتدار کو زوال نہ آیا،

اندلس کے یہود

یہ دور اندلس کے یہودیون کے لیے سب سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوا، انھین نہ صرف شہری حقوق سے محروم کیا گیا بلکہ ان سے اندلس مین توطن کا حق بھی چھین لیا گیا، چنانچہ بادشاہ کے لیے تخت نشینی کے وقت یہ حلف اٹھانا ضروری قرار پایا کہ بے دینون (یعنی یہودیوں) کو چاہے وہ جیسے بھی جاہ و منصب پر ہوں، جلا وطن کیا جائے گا، اس قانون کے نفاذ پاتے ہی اندلس کے یہودیون پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا، ان پر عام دار وگیر شروع ہوئی، ان مین سے کچھ جلا وطن ہوئے، کچھ قتل کیے گئے، کچھ زندہ جلائے گئے، بہت سے غلام بنالیے گئے، ان کی ساری دولت و ثروت لوٹ لی گئی، مگر یہ قوم اپنی تاریخ کے ہر دور مین بڑی سخت جان اور سازشی ثابت ہوئی ہے، انھون نے اپنی شاطرانہ چالون اور اپنے ذہنی و علمی تفوق سے ان بے شمار آلام و مصائب کے باوجود اپنا امتیاز قائم رکھا، ان کے سودی کاروبار سے دولت کا انبار پھر ان کے قبضہ مین آگیا، اس طرح انھون نے مختلف حیلون اور سازشون سے اندلس مین اپنے وجود کو باقی رکھا، اور اپنے خزانون کا منہ کھول دیا، اور پادریون کو اپنی بڑی بڑی رشوتون سے اپنا ہمنوا بنالیا، یہانتک کہ حکومت کے مالیات کا شعبہ انہی کے ہاتھ مین آگیا، سفارت کے خدمات

انجام دینے لگے اور مختلف علمی، ادبی، صنعتی اور دوسری تمدنی ترقیون مین پیش پیش ہو گئے. اور بڑے بڑے امراء و جاگیر دار جو ان پڑھ ہوتے تھے. یہودیون کے علمی تفوق کے باعث انھین اپنی جائداد کا منتظم بنانے لگے،

گاتھک تمدن

وزیگانھ کے زمانہ مین اندلس کی علمی، تمدنی و صنعتی ترقیان اپنے دور کے لحاظ سے اوج کمال پر تھین، تعمیرات مین گاتھک طرز آج بھی شہرت رکھتا ہے، دولت وثروت کے انبار کا حال یہ تھا کہ جب مسلمان فاتحین یہان پہنچے، تو ان کا بیان ہے کہ دولت وثروت کا ایسا انبار اس سے پہلے کسی دوسری جگہ ان کی نظر سے نہین گذرا تھا، دولت کی فراوانی سے ان مین صرف دولت کے مختلف طریقے رائج تھے، اور وہ عیش و تنعم کی اعلیٰ مدنی زندگی گذارنے کے عادی تھے،

آگے چل کر آٹھوین صدی مین پادریون کی جاہ طلبی، عیش پرستی، عیاشی، اور رشوت ستانی انتہا کو پہنچ گئی تھی، اسقف کا محل شبانہ یوم فتنہ و فساد کا آماجگاہ بن گیا، گرچہ سلطنت کے کام بخیر و خوبی چل رہے تھے، مگر پادریون کی عیاشیون کے ساتھ سلاطین بھی بے راہروی مین مبتلا ہو گئے، اور جاہ و منصب اور دولت و ثروت کے حصول مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانے مین سرگرم رہنے لگے، ذاتی اغراض کے لیے عوام کو بری طرح ستانے لگے، خصوصاً غلامون کے ساتھ جانورون سے بھی زیادہ برا سلوک روا رکھا جاتا تھا، اس صورت حال سے عوام مین بھی حرارت پیدا ہوئی، اور بغاوتون کا دار دورہ شروع ہو گیا، بالآخر ویمبا (Wamba) فرمانروائے اندلس نے ہوشمندی اختیار کی، یہ زمانہ وہ ہے، جب

خلاف بغاوت کی آگ سلگانے مین کامیاب ہوگئے اور اس کو جلد ہی معزول کردیا گیا،

اس کے بعد اس کے جانشینون نے پچھلی روش اختیار کرلی، اور پادریون کو پھر اقتدار حاصل ہوگیا، اس کے بعد پادریون کے زوال کا ایک دور اور آیا، اس مین فرمانروائے اندلس کو کامیابی ہوئی، اور اندلس کا اسقف اعظم اپنے عہدہ سے معزول کردیا گیا، پادریون کے زوال کو دیکھ کر یہودیون نے سلطنت پر قبضہ کرنا چاہا، مگر ان کو اپنے مقصد مین کامیابی نہین ہوئی، اور اندلس سے انھین جلاوطن ہونا پڑا، اور ان کی دولت وثروت اور جائدادون پر ایک مرتبہ پھر قبضہ کرلیا گیا، مگر جب عیسائیون کے اشتعال مین کمی ہوئی تو یہ احکام واپس لے لیے گئے، یہودیون کو آباد ہونے اور اپنی مملوکات پر قبضہ رکھنے کی عام اجازت دیدی گئی

اس کے بعد زمام حکومت ایک ہوشمند حکمران وی ٹی زا (غیطشہ) کے ہاتھون مین آئی، اور اس نے اپنے خدمات سے بڑی ہر دلعزیزی حاصل کی، یہودیون کے ساتھ بھی اس نے نرمی کا سلوک اختیار کیا، لیکن آگے چلکر عیش وعشرت مین مبتلا ہوگیا، اور کلیسا کے پادریون کو دخل اندازی کا موقع مل گیا، وٹیزا (   ) نے ان کی پروا نہ کی، اور بالآخر وہ بھی تخت سے دستبردار ہوگیا، اور ایک بوڑھا غیر ملکی قائد رذریق (راڈرک) اس کا جانشین مقرر ہوا، اور اس نے اسپین کا تاج شاہی اپنے سر پر رکھ لیا، اور وٹیزا کے خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا،[1]

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۹ ۴۳ تا ۳ ۴ ۴، ابن خلدون ج ۲ ص ۴ ۳ ۲ تا ۶ ۳ ۲، تمدن عرب لیبان ص ۵ ۴ ۲، ۶ ۴ ۲ تاریخ زوال روما گبن (ترجمہ اردو) ص ۴ ۳ تا ۵، اخبار الاندلس اسکاٹ (ترجمہ اردو) ج ۱ ص ۷۵ تا ۹۲، اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۵۵، ۵۸، مورس ان اسپین (سیریز اسٹوری آف دی نیشنس) ج ۶ ص ۱، بعض محققین کے بیان کے مطابق وٹیزا فروری ۷۱۰ء مین اپنی طبعی موت مرا، اس کے لڑکے خرد سال تھے، رذریق سپہ سالار عام تھا، وہ فوج کی مدد سے خود بادشاہ بن بیٹھا (دی گاتھس مؤلفہ ہنری بریڈلی، اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۱۲ ص ۶۵، ۵۰ ۳) لیکن دیگر مغربی مورخین لین پول اور اسکاٹ وغیرہ نے عربی مؤرخین کے بیان کے مطابق حالات لکھے ہیں۔

رزریق یا راڈرک[1] رزریق، گاتھک نسل سے نہ تھا، وہ اصفہان[2] کے کسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، ۸۲ سال کی عمر مین سلطنت اندلس کے تخت پر بیٹھا، جلیقیہ اور بسکے کی لڑائیون مین شہرت حاصل کر چکا تھا، وٹیزا کے زمانہ مین اندلس کا سپہ سالار اعظم تھا، اور لوگون مین ہر دلعزیزی حاصل تھی، کامیابی کے ساتھ اس نے اندلس کی زمام حکومت سنبھال لی، لیکن بہت جلد حکومت کے نشہ سے مخمور ہو کر فرائض سے غافل ہو گیا، جس سے لوگون مین برہمی پیدا ہوئی، دوسری طرف گاتھک شاہزادون کے دلون مین اپنی حکومت کے زوال کا احساس پیدا ہوا، اور اندلس کے باشندون مین ان شاہزادون سے ہمدردی کے جذبات پرورش پانے لگے اور ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی، جو رذریق کو ہٹا کر قدیم شاہی خاندان کو برسر اقتدار لانے کی خواہشمند تھی،

اسی اثنا مین اندلس کے شاہی محل مین ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو آگے چل کر بالواسطہ اندلس پر اسلامی حملہ کا سبب قرار پایا، اس کا تذکرہ اپنی جگہ تفصیل سے آئے گا، بہرحال طارق

---

[1] عرب مورخین "رذریق" اور "اذریق" لکھتے ہین، مخرج کے اعتبار سے اس کے یورپی تلفظ راڈرک سے رذریق، قریب تر ہے، اس لیے ہم نے اسی کو اختیار کیا [2] یہ عرب مورخین کا بیان ہے، بعض اہل علم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ عربون کو "اشبان" اور "اصفہان" مین غلط ہو گیا ہے، مگر بغیر کسی دلیل کے کسی بیان کو رد کرنا صحیح نہین، اس زمانہ کی لڑائیون مین قیدیون کو غلام بنانے کا عام رواج تھا، اس سے کسی مشرقی کا مغرب مین اور کسی مغربی کا مشرق مین پہنچنا، اور کسی خاص حالت مین ترقی کر کے عروج پا جانا کوئی مستبعد نہ تھا، ہو سکتا ہے کہ اسکے آبا و اجداد مین کوئی مشرق سے مغرب مین پہنچا ہو، مغربی مورخین کو بھی اقرار ہے کہ وہ شاہی خاندان سے نہ تھا، اگرچہ وہ اس کو نسلاً گاتھک

کے حملہ اندلس کے وقت یہی یہان کا حکمران تھا،

کوہ پائیرنیس سے اس پار کی حکومتین

جزیرہ نمائے اسپین مین مسلمانون کے قدم رکھنے کے وقت کوہ پائیرنیس کے اس پار کے علاقہ جنوبی فرانس پر جرمن قبیلہ فرینک کا قبضہ و اقتدار قائم تھا، اور یہی لوگ شمالی فرانس کے حکمران تھے،

فرینک کی قابل ذکر تاریخ شاہ کلووس (۴۸۱ء) کی تخت نشینی سے شروع ہوتی ہے، اس زمانہ مین یہ قوم دریائے رائن کے نشیبی سواحل پر آباد تھی، شاہ کلووس نے مسلسل لڑائیون کے بعد اس علاقہ کی مختلف خود مختار حکومتون کا خاتمہ کرکے اپنی حکومت قائم کی، ۵۱۰ء مین اس نے پیرس کو اپنا دارالسلطنت بنایا، اسکے انتقال کے بعد اس خاندان کو زوال آیا، اسکی شاہی برائے نام قائم رہی، عنان حکومت محل سرا کے داروغہ کے ہاتھون مین آگئی، اسی خاندان مین پے پن پیدا ہوا جس نے ۶۸۷ء مین شمالی فرینک قوم کو پھر ایک قوم بنا دیا، ۷۱۴ء مین اس کا انتقال ہوا، اس کا بیٹا چارلس مارٹل اس کا جانشین ہوا، جو آگے چل کر ایک زبردست خاندان کا بانی بنا، چارلس خالص جرمن نسل سے تھا، اور اسکی مادری زبان جرمن تھی، لیکن اس زمانہ مین کوہ پائیرنیس کے اس پار جنوبی فرانس مین ایکوٹین اور برگنڈی وغیرہ مین خود مختار ریاستین قائم ہوگئی تھیں، ان خود مختار امرا سے چارلس مارٹل کی لڑائیان جاری رہین، لیکن رفتہ رفتہ ان پر بھی ایک گونہ اسکی سیادت قائم ہوگئی تھی، اور جب ان پر اسلامی حملے ہوئے تو چارلس مارٹل اور اسکے جانشینون نے اسکی مدافعت کو اپنا فرض منصبی سمجھا، اسپین، پرتگال اور جنوبی فرانس مین یہی سیاسی صورت حال اور ملکی حکومتین تھین کہ مسلمانون کے قدم یہان پہنچے اور یورپ کے یہ علاقے عیسائیون اور مسلمانون کی معرکہ آرائیون کا میدان جنگ بن گئے[1]

[1] تاریخ یورپ (گرانٹ)، ملخصاً ص ۲۳۲ تا ۲۳۶

اندلس پر مسلمانون کے ابتدائی حملے

اسلام کا آفتاب اقبال عرب کی گھاٹی سے نکلا، اور اس کی کرنون سے عرب کے آس پاس کی ساسانی ورومی حکومتون کے جاہ وجلال کے ستارون کی روشنی جھلملانے لگی، دوسمتون کی دو گھنگھور گھٹاؤن نے نور کی ان کرنون کو ماند کرنا چاہا، مگر وعدۂ ربانی کو پورا ہونا تھا، ان کرنون کی روشنی پھیلی، اور پھیلتی گئی، ایران کا غبار آلود مطلع صاف ہوگیا، اور وادی نیل کی فضا بھی رومی گرد وغبار سے پاک ہوگئی، تخت کسریٰ کے الٹتے ہی ایرانی قوت کا تو خاتمہ ہوگیا، مگر رومی سلطنت کی سطوت کچھ دنون اپنے قدم جمائے رہی،

روم وعرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ ٦ھ مین پیش آیا، جب کہ اسلام کے قاصد حضرت دحیہ کلبیؓ کو غسان کے عیسائیون نے شہید کیا، پھر حارث بن عمرؓ دوسرے قاصد رومی حکومت کے حدود مین شہید کیے گئے، ان شہداء کے انتقام مین ۸ھ مین غزوۂ موتہ پیش آیا، پھر رومی حملہ کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے، پھر شام کا صوبہ عربون کے زیرنگین آیا، پھر اس کے ہمسایہ صوبہ پر اسلامی پرچم لہرایا،

اس کے بعد رومی سلطنت کی سطوت نے مصر سے نکل کر افریقہ مین اپنے قدم جما لیے، حضرت عمر فاروقؓ کے عہد حکومت مین مصر کے والی عمرو بن العاصؓ نے عقبہ بن نافع فہری کو افریقہ کی سمت بھیجا، وہ شمالی افریقہ کی حکومتون زویلہ اور برقہ کو اسلامی حدود حکومت

مصر کے والی بنائے گئے، انھون نے عہد عثمانی مین رومی حاکم افریقہ بطریق جرجیر سے مقابلہ کیا، وہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ میدان مین آیا، اور قتل کیا گیا، اور طرابلس سے طنجہ تک کا علاقہ جرجیر کے زیر حکومت تھا، اس لیے قدرۃً اس پورے علاقہ کو زیر نگین کرکے اسلامی حدود حکومت مین داخل کرلینا اسلامی حکومت کے فرائض مین داخل ہوگیا، اور اس خدمت کو خود عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، اور ان کے جانشین والی افریقہ معاویہ بن خدیج کندی، عقبہ بن نافع فہری، ابو المہاجر مسلمہ بن مخلد انصاری، زہیر بن قیس بلوی اور احسان بن نعمان ازدی نے پورا کیا، پھر موسیٰ بن نصیر کی ولایت افریقہ کا دور آیا، اور مغرب اقصیٰ مین فتوحات حاصل کرکے پورے شمالی افریقہ و مغرب کو اسلامی پرچم کے زیر نگین کرلیا[1] خلافت راشدہ کے بعد اموی سلطنت کا دور شروع ہوا، اور وہی اموی خلفاء افریقہ و مغرب کے حکمران رہے، اور انہی سے آگے چل کر اندلس کی حکومت کا رشتہ قائم ہوا،

اسی زمانہ مین جب شام و مصر کے زرخیز صوبے رومیون کے ہاتھ سے نکل گئے تو رومیون نے ان کی بازیافت کی کوشش کی، اور ۲۵ھ مین منویل کی سرکردگی مین روم کے جنگی بیڑے اسکندریہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے[2] اسی کے جواب مین خشکی کی راہ سے افریقہ پر فوج کشی ہوئی، اور رفتہ رفتہ افریقہ و مغرب زیر نگین ہوئے، دوسری طرف شام کے والی نے بحری جنگ کی اجازت بارگاہ خلافت سے حاصل کرلی، اور ۲۸ھ مین جزیرۂ قبرس کو باجگذار بنایا گیا، ۳۱ھ مین رومی حکومت نے پانسو جہازون کے بیڑے سے حملہ آوری کی، اور ناکام واپسی عمل مین آئی یہ حملے صقلیہ کی بندرگاہ سے ہوئے تھے، ۳۳ھ مین اس جزیرہ پر عربون کی فوج اتری، ادھر صقلیہ کی مہمین جاری رہین،

---

[1] البیان المغرب جلد اول الحضا [2] ابن اثیر ج ۳ ص ۴۴،

تو اُدھر طنجہ تک مسلمانون کے قدم پہنچ جانے سے اندلس کا سرسبز و زرخیز ساحل نظر آنے لگا، اب یہ لڑائیان روم و عرب کے بجائے اسلام اور عیسائیت کی قرار پا چکی تھین، ان مین سے ہر ایک حریف کو دوسرے حریف کا مورچہ جہان نظر آیا دوسرے حریف کے کیمپ مین بھی ہتھیارون کی جھنکار سنائی دینے لگی، اور مسلمانون کے حملہ آور قافلے اندلس کی سرزمین پر بھی اپنی آبدار تلوار کا جوہر دکھانے لگے،

چنانچہ اندلس کی زرخیز و سرسبز زمین پر شتربان عربون نے سمندر کی تلاطم خیز موجون سے کھیلتے ہوئے پہلی مرتبہ عہد عثمانی مین قدم رکھا، پھر طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر جیسے جانباز مجاہدون نے یہان فتح و ظفر کے اسلامی پرچم لہرائے، اور عربون اور بربریون کے مختلف قبیلون نے یہان کی شاداب وادیون مین توطن پذیر ہو کر اس کے ایک وسیع خطہ کو اسلامی مملکت کا جزء بنایا، پھر دنیا نے یہ نیرنگی بھی دیکھی کہ دولت بنی امیہ کا آفتاب اقبال مشرق مین غروب ہو کر مغرب سے طلوع ہوا، اور اس کی تابانی و درخشانی سے چند صدیون تک مغرب کا افق روشن رہا، اور جس طرح سسلی کے مسلمانون نے اٹلی کی سرزمین کو اپنی آماجگاہ بنائے رکھا، اسی طرح اندلس کے مسلمانون نے دو صدیون تک فرانس کی سرزمین مین اسلامی پرچم کو بلند رکھا، اور موجودہ اسپین، پرتگال، اور نصف فرانس کے علاقے اسلامی حدود حکومت مین داخل رہے، اور اندلس مین مسلمانون کی علمی، تمدنی اور روحانی ترقیون کی جو شمع روشن ہوئی، اس سے ایک عالم نے روشنی حاصل کی، اور یورپ کے نئے علوم و فنون اور تمدن کے مینار انہی بنیادون پر قائم کیے گئے،

اندلس پر پہلا اسلامی حملہ	اندلس پر پہلا اسلامی حملہ عہد عثمانی مین ۲۷ھ مین کیا گیا، طبری کا بیان ہے اور اس کو ابن اثیر نے بھی اپنی الکامل مین نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رض

نے حضرت عبداللہؓ بن نافع بن حصین اور حضرت عبداللہ بن نافعؓ بن عبدالقیس کو افریقہ کی راہ سے اندلس پر چڑھائی کرنے کے لیے بھیجا، یہ لوگ بحری راستہ سے اندلس پر حملہ آور ہوئے حضرت عثمانؓ نے انھین لکھا کہ قسطنطنیہ، اندلس کی راہ سے آسانی سے فتح کیا جا سکتا ہے، تم لوگ اس سعادت کو حاصل کر کے اس اجر کے مستحق ہو سکتے تھے جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کے فتح کرنے والون کو دی ہے،

یہ مجاہدین بربری لشکر لے کر اندلس پر حملہ آور ہوئے تھے، اور اس کے بعض شہرون پر قابض رہے، اور افریقہ کے بربریون سے انھین ہر قسم کی مدد ملتی رہی لیکن جب ابتداءً بربری قبائل مرتد ہو گئے تو پھر اندلس اور افریقہ کی راہ منقطع ہو گئی، اور جو مجاہدین اندلس مین موجود تھے وہ وہین کے وہین رہ گئے، اور ان کے تعلقات کا سلسلہ اسلامی حکومت سے منقطع ہو گیا[۱]

یہ مسلمان اندلس کے کس شہر مین تھے؟ اور ان پر طارق کے حملۂ اندلس سے پہلے، اندلس مین کیا گذری، اور طارق کے حملہ کے وقت ان مین کا کوئی وہان موجود تھا یا نہین، یہ سوالات ہین جن کے جواب مین تاریخ کے صفحے ابھی تک خاموش ہین، مغربی مورخین مین سے گبن کی تاریخ "ڈیکلاین اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" مین بھی اس حملہ کا ذکر آیا ہے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عرب یہان آئے اور تاخت و تاراج کر کے واپس چلے گئے، گبن نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ

"عثمانؓ ہی کے زمانہ مین ان کے غارت گرون کی جماعت نے اندلسیا کے ساحل کو تاراج کیا تھا"[۲]

اندلس پر مسلمانون کا دوسرا حملہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ مین اس وقت کیا گیا	دوسرا حملہ

[۱] طبری ج ۵ ص ۲۸۱۷، ابن اثیر ج ۳ ص ۷۲ [۲] گبن ج ۵ ص ۵۵۵

جب معاویہ بن خدیج افریقیہ کے والی تھے، لیکن اس حملہ کی تفصیلات بھی معلوم نہ ہو سکیں،

تیسرے حملہ کا قصد اور اس کا التوا اس کے بعد اسلامی تاریخوں میں اندلس کا ذکر اس وقت آتا ہے جب عقبہ بن نافع کو یزید بن معاویہ نے افریقیہ کی ولایت پر دوبارہ بھیجا ہے، نافع پیش قدمی کرکے طنجہ تک پہنچے، یہاں کاؤنٹ جولیس (یولیان) جس نے آگے چل کر اندلس کے معاملات میں غیر معمولی اہمیت حاصل کی، ان دنوں یہاں کا حکمران تھا، اس نے عقبہ کی اطاعت قبول کی، اس کے بعد عقبہ نے جولیس سے اندلس کی طرف بڑھنے کا مشورہ کیا، یہ اس کو شاق گذرا، تو انھوں نے اس سے بربریوں کے متعلق پوچھا، اس نے کہا "وہ عیسائی نہیں ہیں، کفار ہیں، انکی تعداد کا علم خدا ہی کو ہے، ان کی بڑی آبادی سوس اوٹی کی طرف ہے، اُدھر پیشقدمی کی جا سکتی ہے، چنانچہ عقبہ اس موقع پر جولیس کے مشورہ کے مطابق طنجہ سے اندلس کی طرف بڑھنے کے بجائے مغرب کی سمت سوس کی طرف نکل گئے[1]،

بہرحال یہ ابتدائی حملے نہ فتح کے لیے کیے گئے تھے، اور نہ ان کا کوئی پائیدار اثر یہاں باقی رکھنا مقصود تھا، اس لیے اندلس پر حقیقی اسلامی حملہ اسی فوجکشی کو قرار دیا جا سکتا ہے، جو اندلس کی فتح کی نیت سے مشہور فاتح طارق بن زیاد کی سرکردگی میں کیا گیا، اور مسلمانوں نے یہاں توطن اختیار کرکے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا،

اندلس پر اسلامی حملہ کی تحریک طارق کے اندلس پر حملہ آور ہونے کا سبب ایک خاص واقعہ قرار پایا ہے، اس زمانہ میں اندلس میں سلطنت کے امراء اور گورنر اپنے بچوں کو آداب و تہذیب سیکھنے کے لیے شاہی محل میں بھیجا کرتے تھے، یہ بچے گویا یرغمال کے طور پر بادشاہ کے قبضہ میں رہتے تھے، اور سن بلوغ کو پہنچتے ہی اپنے گھر کو بھیج دیے جاتے تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۸۹

شمالی افریقہ مین جب طنجہ تک کا علاقہ اسلامی اقتدار مین داخل ہو گیا، تو اندلس کے ساحل سے قریب کے اضلاع، اندلس کے شہنشاہ کی سیادت مین داخل ہو گئے تھے، سبتہ ان اضلاع کا دارالحکومت تھا، اور کاؤنٹ جولین، جسے عرب یلیان کہتے ہین اور جو پہلے طنجہ کا والی تھا، یہان کا گورنر تھا، جولین اندلس کے سابق گاتھ فرمانروا ویٹیزا کا داماد تھا، اور اندلس کی عام رسم کے مطابق اس کی لڑکی فلورنڈا طلیطلہ مین اندلس کے نئے حکمران راڈرک کے شاہی محل مین تعلیم و تربیت سیکھنے کے لیے رہتی تھی، وہ جوان ہوئی تو راڈرک اس کے حسن وجمال پر فریفتہ ہو گیا، اور اپنی ذمہ داریون کا احساس نہ کرکے اس کے شیشۂ عصمت کو زبردستی چور کر دیا، اور اسی سے ایسی چنگاری اٹھی جس سے نہ صرف راڈرک کا تاج و تخت جل کر خاکستر ہو گیا، بلکہ ملک مین ایسا انقلاب آیا کہ صدیون کے لیے اس ملک کی تاریخ بدل گئی

فلورنڈا نے حادثہ کی اطلاع اپنے باپ کاؤنٹ جولین تک پہنچائی، وہ اس شرمناک واقعہ کو سنکر غیرت و حمیت مین ڈوب گیا، اور جوش انتقام مین راڈرک کو تاج و تخت سے محروم کرنے کا پختہ عزم کر لیا، چنانچہ وہ یہی منصوبہ باندھ کر پہلے فلورنڈا کو شاہی محل سے نے آنے کے لیے طلیطلہ پہنچا، راڈرک کے لیے طلیطلہ مین اس کی آمد غیر متوقع تھی، اس نے اپنی خانگی پریشانیون کی ایک فرضی داستان اس کو سنائی کہ اس کی بیوی بستر مرگ پر ہے، اور وہ فلورنڈا سے آخری ملاقات کرنے کے لیے بےچین ہے، راڈرک نے اسکی پریشانی کا حال دیکھ کر فلورنڈا کو واپس لے جانے کی اجازت دیدی، روانگی کے وقت راڈرک نے جولین سے کہا سنا ہے افریقہ کے باز بہت اچھے ہوتے ہین، چند باز بھیج دینا[۱]، کاؤنٹ جولین نے جواب دیا،

[۱] بازون کے متعلق یہ تاریخی لطیفہ یہان ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اندلس کے سلاطین کا دستور تھا کہ جب کشتی پر سوار ہوتے تھے تو شاہین، شاہانہ سواری پر سایہ افگن کشتی کے ساتھ ساتھ اوپر اوپر جلو مین (باقی حاشیہ ص ۶۷ پر)

اگر مین زندہ رہا تو ایسے باز بھیجون گا جن کو آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا"، ان بے نظیر بازون سے جولین کی مراد عرب کے قدر انداز شہسوار تھے، چنانچہ جولین نے سبتہ واپس آتے ہی شمالی افریقہ کی اسلامی حکومت سے اندلس پر حملہ آور ہونے کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کردی، اس زمانہ مین شمالی افریقہ مین خلافت امویۂ دمشق کی سیادت مین موسی بن نصیر جیسا بیدار مغز والی حکمران تھا، اس نے چند برسون مین شمالی افریقہ کو نئے سرے سے مطیع کرلیا، اور اسلامی دستونکو بحر روم کے مختلف جزیرون مین چھاپے مارنے کے لیے بھیجتا رہتا تھا، وہ سبتہ پر بھی دو مرتبہ پیش قدمی کرچکا تھا، لیکن کاؤنٹ جولین نے پوری طاقت سے اسکی مدافعت کی تھی۔ ان دنون طارق بن زیاد طنجہ کا والی تھا، جولین نے اس سے مراسم پیدا کئے، اور اسلامی حکومت کی اطاعت، اور اندلس پر حملہ آوری کی دعوت دی، طارق نے اس معاملہ کو موسی کی طرف بڑھایا، جولین نے موسی سے براہ راست مراسلت کی، چنانچہ جب جولین نے موسی کو اپنی اطاعت قبول کرنے کی اطلاع اور سبتہ آنے کی دعوت دی تو موسی نے اس موقع کو غنیمت جانا، اور وہ ۹۰ھ مین خود قیروان سے سبتہ آیا[1]، جولین نے خندہ جبنی سے اس کا خیر مقدم کیا، اور اس کو اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے کے لیے اندلس کی زرخیزی و شادابی، میوون اور زرعی فصلون کی بہتات، دریاؤن کی کثرت، پانی کی شیرینی

(بقیہ حاشیہ ص ۶۶) اڑتے ہوئے چلتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ اندلس کی سواری پر سایہ کیے ہوئے یہ شاہین اڑ رہے تھے کہ ایک چڑیا سامنے آگئی، ان مین سے ایک شاہین نے جھپٹ کر اس کو شکار کرلیا، اور انسانون کے علم مین پہلی مرتبہ یہ بات آئی کہ شاہین شکار بھی کرسکتے ہین، چنانچہ اسکے بعد ان کے ذریعہ سے شکار کھیلنے کا عام رواج ہوگیا۔ (مسعودی ج ۲ ص ۳۷، ۲۸۰، ۲۸۱)

[1] یہ ابن اثیر وغیرہ کی روایت ہے، مقری صاحب الطیب کا بیان ہے کہ جولین خود سبتہ سے قیروان گیا تھا،

اور سیاسی حالات کے سلسلہ مین یہان کے باشندون کے باہمی اختلافات اور ایک غیر شاہی خاندان کے قائد کے برسر اقتدار آجانے کی تفصیلات بیان کین، اور اس مہم مین اپنی طرف سے ہر قسم کی امداد دینے کا یقین دلایا،

موسیٰ نے اس دعوت کو غور سے سنا، مگر اس کو قبول کر لینے سے پہلے جولین کو پورے طور پر آزما لینا چاہا، چنانچہ اس نے جولین سے کہا کہ پہلے وہ خود کسی مختصر لشکر سے حکومت اندلس سے چھیڑ چھاڑ کرے، تاکہ اس کے اور حکومت اندلس کے تعلقات کھلے طور پر خراب ہو جائین، اور آئندہ اس کے انحراف کا موقع باقی نہ رہ جائے، جولین نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کیا، اور ایک مختصر لشکر تیار کر کے اس کو دو جہازون پر سوار کر کے اندلس کے ساحلی شہر جزیرۂ خضرا، بھیجا، جہان اس جمعیت نے معمولی چھیڑ چھاڑ کی، اور لوٹ مار کر سبتہ واپس آگئی، اندلس پر جولین کی اس حملہ آوری کی اطلاع موسیٰ کو ملی، اب اس کی سچائی مین کوئی شبہہ باقی نہیں رہ گیا تھا، اس لیے موسیٰ نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کو ان حالات سے خبر کر کے اس سے اندلس پر فوجکشی کی اجازت طلب کی، لیکن ولید کو ان تمام حالات سے باخبر ہو جانے کے باوجود اس فوجکشی کی اجازت دینے مین تامل ہوا، اور جواب مین لکھا کہ مسلمانون کو ایسے بحر زخار کی ہلاکت آفرینیون مین نہ ڈالا جائے، موسیٰ نے اطمینان دلایا کہ اندلس کا ساحل سامنے نظر آتا ہے، فوج کی بربادی کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، باین ہمہ ولید نے کسی بڑی فوجکشی سے باز رہنے کی ہدایت کی، اور پہلے کسی چھوٹے دستہ کو بھیجکر آزمائش کر لینے کی ہدایت کی،

طریف کی مہم چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے فرمان خلافت کی تعمیل مین مسلمانون کا ایک مختصر دستہ اپنے موالی طریف بن مالک نخعی کی سرکردگی مین اندلس پر حملہ آوری کے لیے روانہ کیا، طریف کی

یہ جمعیت صرف چار سو مجاہدین پر مشتمل تھی، جن مین سے ایک سو سوار تھے، یہ لوگ چار کشتیون مین سوار ہو کر روانہ ہوئے، اور جنوب مغربی اندلس کے ایک شہر مین جا کر اترے، جس کا نام بعد مین جیسا کہ اوپر گذرا جزیرہ طریف پڑا، یہ لوگ اس جزیرہ مین قتل و غارت کر کے اندلس کے ساحلی شہر جزیرہ خضرا مین اترے، یہان بھی لوٹ مار کی، اور کثیر مال غنیمت اور تنومند قیدیون کو ہمراہ لے کر ماہ رمضان ۹۱ھ مین بخیر و خوبی واپس آگئے،

بڑے حملہ کی تیاریان

طریف کی مہم کی کامیابی سے اندلس کی راہ کی آسانیان نظر آگئین، اور موسیٰ نے اندلس پر حملہ آور ہونے کا اعلان کر دیا، اور لوگ خوشی سے اس غزوہ مین شریک ہونے کے لیے آمادہ ہو گئے، چنانچہ ایک عظیم الشان لشکر ایک لائق اعتماد قائد طارق بن زیاد کی سرکردگی مین تیار ہو گیا، اور اسی قائد نے آگے چل کر فاتح اندلس کا معزز لقب حاصل کیا،

آزاد بربریون کی یورش

اسی زمانہ مین جب افریقہ مین اندلس کے حملہ کی تیاریون کا غلغلہ بلند تھا، اور طریف کی مہم کی کامیابی کی داستانین پھیل رہی تھین، افریقہ کے چند آزاد اور جنگجو قبائل کے حوصلے بڑھ گئے، اور انھون نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اندلس کو تاخت و تاراج کر کے جو کچھ بھی ہاتھ آسکتا ہو، اس کو سمیٹ لینے کے لیے آزادانہ طریقہ سے فوج کا ایک دستہ بنایا، اور اندلس کے لیے، اسلامی حکومت افریقہ کے لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے چل کھڑے ہوئے، یہ افریقہ کے نیم وحشی بربری قبیلے تھے، جو ایک شیخ ابوزرعہ نامی کی قیادت مین ایک ہزار کی تعداد مین اکٹھا ہو گئے تھے، افریقہ سے چل کر جزیرہ خضرا مین اتر پڑے، شہر کے لوگ ان غارتگرون کو دیکھتے ہی آس پاس کی آبادیون مین بھاگ گئے، جو لوگ سامنے مل گئے

لگا دی، ان کی یہ وحشیانہ حرکتین اسی پر ختم نہین ہوئین، بلکہ چند قیدیون کو بڑی بیدردی سے ذبح کرڈالا، اور لاشون کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے دیگون مین رکھکر آگ پر چڑھا دیا، اور باقی ماندہ قیدیون کو آزاد کردیا، تاکہ یہ رہاشدہ قیدی ملک مین پھیل جائین، اور ملک مین مشہور ہوجائے کہ یہ حملہ آور ایسے سخت ہین کہ قیدیون کو ذبح کرکے بھون کر کھا جاتے ہین، اس طرح ان کا رعب ودبدبہ پھیل جائے گا، اور لوگ ان کے مقابلہ مین آنے کی جرأت نہ کرسکین گے [1]

[1] ابن القوطیہ ص ۹ و ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۴ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹، بعض غیر محتاط راویون نے اس واقعہ کو طارق کی طرف منسوب کردیا ہے اور ابن اثیر نے اگرچہ اسکو طریف کیطرف منسوب کیا ہو لیکن اسکے اثرات سے طارق کے فائدہ اٹھانے کا تذکرہ کیا ہے، غالباً ابن اثیر نے اس کی طرف یہ نسبت اس لیے دی کہ اسکی کنیت بھی ابوزرعہ تھی (نفح الطیب ج ۱)، لیکن جیسا کہ مقری نے بتصریح لکھا ہو کہ یہ ابوزرعہ قبائل بربر مین سے ایک شیخ تھا جس نے قیدیون کو آگ مین جلوادیا، اسلیے ہمارا قیاس صحیح ہو کہ نفح الطیب مین لاشون کو ٹکڑے کرکے آگ مین بھوننے کا جو مفصل واقعہ ہے وہ دراصل ابوزرعہ کی اسی جمعیت کے ہاتھون سرزد ہوا ہے، طارق وطریف جو اسلامی حکومت افریقہ کے فرستادہ لشکرون کے سپہ سالار تھے، ان دونون کے دامن اس سے پاک ہین، اور نہ اسکی ذمہ داری اسلامی حکومت افریقہ کے سر عائد ہوتی ہے، اس واقعہ کو ایک وحشیانہ جنگی چال سے تعبیر کیا جاسکتا ہے لیکن ایسی وحشیانہ حرکتین کسی ذمہ دار مہذب جماعت سے سرزد نہین ہوسکتین، بربریون کی یہ جماعت نومسلم تھی، وہ لوگ اسلام کے اخلاقی تعلیمات وقوانین جنگ سے پورے طور پر آگاہ نہ تھے، جیسا کہ مورخین نے تصریح کی ہے، لوٹ مار کی غرض سے جمعیت اکٹھا کرکے یہ افریقہ سے چل پڑے تھے، اور اندلس پہنچ کر وقتی طور پر جو کچھ یہ کرسکتے تھے، بغیر کسی ذمہ داری کو محسوس کئے ہوئے کرگذرے، واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا، شہرت پاگیا، مگر ابوزرعہ کی اس مہم کا حال عام مورخین کو نہ معلوم ہوسکا، اور لوگون نے اس واقعہ کو طریف وطارق کی طرف منسوب کردیا،

طارق بن زیاد فاتح اندلس

۹۲ھ - ۹۳ھ
۷۱۱ء - ۷۱۲ء

طارق نسلاً بربری، افریقہ کا باشندہ اور موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلامون مین سے تھا،[1] فوجی خدمات پر مامور تھا، پہلے طنجہ کا والی بنایا گیا تھا، کاؤنٹ جولین سے اس کے مراسم پہلے سے قائم تھے، اور فتح اندلس کی ابتدائی گفتگو مین شریک تھا، لشکر گویا بربریون ہی پر مشتمل تھا،[2] اس لیے سپہ سالاری کے لیے طارق کا انتخاب موزون ہو سکتا تھا، جولین کے وعدہ کے مطابق اس کے چار تجارتی جہاز افریقہ آئے، اور طارق ۷ ہزار لشکر لے کر اندلس روانہ ہو گیا،

---

[1] مقری نے ابن بشکوال کی روایت کے مطابق طارق کے باپ کا نام عمر لکھا ہے، مگر مشہور طارق بن زیاد ہی ہے اسی کو مقری نے بھی اختیار کیا ہے، بعض لوگون نے اسکے موسیٰ کے آزاد کردہ غلام ہونے سے بھی انکار کیا، اور اس کو افریقی ہونے کے بجائے فارسی الاصل یعنی ہمدانی لکھا ہے، اور بعض روایتین اسکے قبیلہ صدف سے ہونے کی بھی ہین، خصوصاً طارق کی اولاد جو اندلس مین آباد تھی، اپنے خاندان کے موسیٰ کے موالی ہونے سے قطعی انکار کرتی تھی، مگر مشہور روایت وہی ہے جو متن مین درج کی گئی [2] مسٹر ہنری اینڈ ورڈ ہالس (ہنٹنگٹن، اسٹوری آف دی ہسٹری سیریز ج ۶ ص ۱۷، ۱۸) ان بربریون کی اصل قوم ونڈال بتایا ہے، جنھون نے رومیون کے ہاتھون سے اسپین کو فتح کیا تھا، اور پھر جنھیں گاتھون نے اندلس سے نکالدیا تھا اور افریقہ چلے گئے تھے، اور پھر طارق کو بھی ونڈال ہی مین سے بتایا ہے، ونڈال کا خون ان سب مین موجود تھا، موصوف کے نقطہ نظر سے ان لوگون نے اسلام قبول کر لیا تھا، اور گاتھون نے تین سو برس پہلے انکے ساتھ جو سلوک کیا تھا، انھین اسکا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا تھا لیکن یہ افسانہ ہی افسانہ ہے جو صرف اسلیے گڑھا گیا کہ کسی غیر یورپی قوم کے فاتح یورپ ہونے کے واقعہ کو کم سے کم کر کے دکھایا جائے، ورنہ افریقہ کے بربر وہان کے قدیم باشندے ہیں اور نسلی حیثیت سے بڑے بڑے مشہور قبیلون مین تقسیم ہین، ابن خلدون

ان مین تین سو عرب اور باقی بربر تھے،[۱] جتنے سپاہی چار جہازون مین سوار ہو سکتے تھے، وہ طارق کے ساتھ روانہ ہوئے، اور کاؤنٹ جولین رہنمائی کیلیے اس لشکر کے ساتھ گیا،

ورود اندلس اسلامی لشکر یوم دوشنبہ ۵ رجب ۹۲ھ کو اندلس کی ایک پہاڑی پر اترا، جو بعد مین طارق سے منسوب ہو کر جبل طارق سے موسوم ہوا، اور اب اسی کا بگڑا ہوا تلفظ جبرالٹر مشہور ہے، مسلمان جولین کے تجارتی جہاز پر آئے تھے، اس لیے ان کے اترنے سے کسی کو کوئی کھٹک نہین ہوئی، یہ چارون جہاز سپاہیون کو اتار کر باقی ماندہ سپاہیون کو لانے کے لیے واپس چلے گئے،

ایک مبارک خواب اثناے راہ مین طارق نے ایک خواب دیکھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی معیت مین تشریف فرما ہین، صحابہ کرام تلوارین لٹکائے اور مونڈھون پر کمانین چڑھائے ہین، اور آپ طارق سے فرما رہے ہین "طارق! اسی شان سے قدم بڑھائے جاؤ" پھر آپ نے اس کو مسلمانون کے ساتھ نرمی سے پیش آنے، اور اپنے وعدول کو پورا کرنے کی ہدایت کی، اس کے بعد اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جلو مین، اندلس مین داخل ہوئے، اور طارق اس مقدس جماعت کے پیچھے ہے،

اس مقدس خواب کو اس نے بشارت پر محمول کیا، اپنے رفقا کو اس کا مژدہ سنایا، سب لوگون کو اس سے تقویت حاصل ہوئی، اور اس مہم مین کامیابی و ظفرمندی کی امید بندھی

[۱] اسلامی لشکر کی تعداد مین مورخین مین اختلاف ہے، ابن اثیر و مقری نے ۷ ہزار فوج لکھی ہے، پھر ۵ ہزار کمک کا اور تذکرہ کیا ہے، ابن خلدون نے ۳ سو عرب اور دس ہزار بربر لکھا ہے، اور ابن بشکوال نے مجموعی تعداد ۱۰۸۰۰ لکھی ہے (مقری) اس طرح یہ تعداد ۱۰۳۰۰ سے ۱۲ ہزار کے اندر ہوتی ہے، یہی پوری جمعیت ہے جو فاتح اندلس بنی اور سب سے پہلے ایک لاکھ فوج کے مقابل مین صف آرا ہوئی،

چند شہرون پر بلامزاحمت قبضہ

طارق اس پہاڑ پر چند دنون مقیم رہا، اس اثنا مین باقی ماندہ لشکر بھی آگیا، ابتدائی انتظام مکمل کرنے کے بعد اس نے فوجی نقل وحرکت شروع کی جبل الطارق کے بالکل شمالی ساحل پر قدیم تاریخی شہر قرطاجنہ (کارتیہ) ساحل پر آباد تھا، طارق نے عبدالملک معافری کو جس کی آٹھوین پشت پر منصور معافری پیدا ہوا، ایک دستہ دیکر روانہ کیا، جو شہر مین مزاحمت کے بغیر داخل ہوگیا، پھر جزیرہ خضرا کی طرف بڑھے، یہان بھی کامیابی ہمرکاب تھی، یہ مقام طریف کے ہاتھون گذشتہ سال بھی پامال ہوچکا تھا، پھر ایک چھوٹی سی جمعیت طریف ہی کی سرکردگی مین دی گئی تاکہ وہ اپنے پامال کیے ہوئے شہر جزیرہ طریف کو زیرعلم لے آئے، چنانچہ اس پر بھی قبضہ ہوگیا،

جبل طارق کے آس پاس کے شہرون جزیرہ خضرا، قرطاجنہ، اور جزیرہ طریف کے باسانی زیرنگین ہوجانے سے بڑی آسانی حاصل ہوگئی، طارق نے ان شہرون کی فصیل اور قلعون کو درست کرایا، جہان جہان دیوار کی مرمت کی ضرورت تھی، مرمت کرائی، اور اندلس کے شاہی لشکر سے کھلے میدان مین مقابلہ کرنے کی تیاریان کرلین،

مسلمانون کے ورود اندلس کے وقت کے چند افسانے

اندلس مین اس زمانہ مین یونانی اساطیر کی طرح نجوم وطلسمات کے بہت سے افسانے پھیلے ہوئے تھے، ان مین سے بعض عرب مورخین کے کانون تک بھی پہنچے، مقری وغیرہ نے ان کو دلچسپی کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سلسلہ مین جزیرہ خضرا مین بھی تفاول کے طور پر ایک واقعہ پیش آیا، یہان طارق سے ایک بڑھیا نے بیان کیا کہ اس کا شوہر نجومی تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ اس ملک مین ایک امیر داخل ہوگا، جو سب پر غلبہ حاصل کرلے گا، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سر بڑا ہوگا، اور اس کے

پیدا ہوئی، اس نے بایان بازو کھول کر دیکھا تو واقعی اس پر تل موجود تھا، جس مین بال اُگے ہوئے تھے،

جس طرح طارق کی طرف ان بشارتون کی نسبت کی جاتی ہے ویسے ہی راڈرک کی طرف ایسے واقعات منسوب ہین جن سے اس کی حکومت کے زوال اور عربون کی آمد کی پیشنگوئی ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طلیطلہ مین ایک قدیم تاریخی عمارت تھی، جو بیت الحکمۃ کے نام سے موسوم تھی، یہ عمارت مقفل تھی، اور دستور یہ چلا آتا تھا کہ اندلس کا نیا فرمانروا اس پر ایک تالا چڑھا دیتا تھا، اور اس کی کنجی اس تالے کے ساتھ لٹکتی رہتی تھی، کسی فرمانروا کو اجازت نہ تھی کہ وہ اس تالے کو کھول لے، ورنہ تالے کے کھولنے کے معنی ملک کو آفات و حوادث مین مبتلا کر دینے کے تھے، اس عمارت کی حفاظت کے لیے دربان مقرر تھے، چنانچہ راڈرک کی تخت نشینی کے وقت بھی دستور کے مطابق وہ دربار مین حاضر ہوئے، اور اس عمارت پر قفل چڑھانے کی رسم انجام دینے کی درخواست کی، اس وقت تک اس عمارت کے دروازہ پر ۲۶ قفل لگ چکے تھے، ستائیسوان قفل راڈرک کی خدمت مین نذر کیا گیا، لیکن راڈرک کا تعلق شاہی خاندان سے نہ تھا، کہ پچھلی روایات کا احترام اس کے دل مین موجود ہوتا، اس کو اس طلسمی عمارت کی حقیقت دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوا کہ شاید پچھلے بادشاہون کی دولت اس مین ودیعت رکھی ہوئی آرہی ہو، اس لیے اس نے اسپین کے عمائد کے سامنے اس قفل کو کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا، لیکن لوگون نے یک زبان ہو کر اس کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ کہا کہ اگر زر و جواہر کا خیال ہے تو ملک سے دولت کا انبار جمع کر دیا جائے، مگر اس عمارت کے طلسم کو توڑ کر ملک کو کسی نئی آفت مین مبتلا نہ کیا جائے، لیکن راڈرک اس طلسمی عمارت کے سربستہ رازون کو معلوم کرنے کے لیے بیچین تھا، وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا، اور

اور خود جاکر سارے قفل کھول ڈالے،

بیت الحکمۃ کا دروازہ کھلا تو سامنے ایک زر و جواہر سے مرصع و مکلل، نذر نگار خوبصورت میز رکھی ہوئی ملی، معلوم ہوا کہ یہ "مائدہ سلیمانؑ" ہے، جو بیت المقدس کی فتح کے بعد وہان سے لایا گیا تھا، پھر اسی کمرے مین ایک مقفل صندوق ملا، راڈرک نے اس تالے کو بھی کھولا تو صندوق مین بڑی صنعت سے بنی ہوئی سوارون کی چند تصویرین نکلین، جن کی شکلین عربون سے ملتی ہوئی تھین، وہ جانورون کی کھالین پہنے، عمامے باندھے، گیسو لٹکائے، عربی گھوڑون پر سوار، ننگی تلوارین سونتے اور برچھے تانے ہوئے کھڑے تھے، انہی تصویرون کے ساتھ ہرن کی ایک جھلی رکھی ہوئی تھی، راڈرک نے اس جھلی کو کھلوایا تو اس مین مکتوب تھا کہ "جب اس مقفل عمارت اور صندوق کو کھولا جائے گا، تو وہ قوم جس کی تصویرین اس صندوق مین بنی ہوئی ہین، جزیرۂ اندلس مین داخل ہوگی، اور جن لوگون کے ہاتھون مین ملک ہوگا، ان کی حکومت جاتی رہے گی"[1]

راڈرک اس نوشتہ کو پڑھ کر اپنے کیے پر پچھتایا، اور اس کو اپنی سلطنت کے زوال کا خطرہ محسوس ہوا، اس واقعہ پر کچھ دن گذرے تھے کہ اس نے سنا کہ مشرق سے شہنشاہ عرب کی فوج اندلس کی فتح کے لیے ملک مین داخل ہوگئی ہے،

ڈیوک تھیوڈومر سے مقابلہ اور اس کی شکست

طارق کی ان پیش قدمیون سے جن سے چند شہر قبضہ مین آئے تھے، اس علاقہ مین ہل چل مچ گئی تھی، ڈیوک تھیوڈومر اس علاقہ کا گورنر تھا، وہ ان اجنبی حملہ آورون کو ساحل پر دیکھ کر سراسیمہ ہوگیا، اس نے مقابلہ کی جرأت

[1] ایک دوسری روایت مین ہے کہ یہ تصویرین علحدہ بنی ہوئی نہین تھین، بلکہ ہرن کی کھال پر کھنچی

کی جگہ ایک ہی حملہ مین پسپا ہوا، راڈرک ان دنون شمالی علاقہ بسکے مین دشمنون سے صف آرا تھا، تھیوڈومر نے راڈرک کے پاس ایک تیز رفتار قاصد بھیجا اور ان اجنبی حملہ آورون کے ساحل پر اترنے کی اطلاع ان لفظون مین دی کہ "ہماری زمین پر ایک قوم اتر پڑی ہے، ہم نہین جانتے کہ یہ آسمان سے نازل ہوئی ہے یا زمین سے نکل پڑی ہے" نیز یہ بھی اطلاع کرائی کہ کاؤنٹ جولین ان حملہ آورون کا دلیل راہ ہے،

بادشاہ اندلس کی تیاریان | راڈرک اس ناگہانی افتاد سے سخت گھبرایا، وہ وہاں سے لوٹ کر قرطبہ چلا آیا، جس کو اس نے طلیطلہ کے بجائے دار الحکومت قرار دیا تھا، اور یہان مسلمانون سے مقابلہ کرنے کی تیاریون مین مصروف ہو گیا، چنانچہ ملک مین عام فوجی بھرتی کا اعلان کرایا، حملہ آورون کو ملک سے نکالنے کی عام اپیل کی، لوگون نے اسکی تحریک کو لبیک کہا اور جوق درجوق قرطبہ آکر فوج مین شریک ہوئے، نیز اس نے مذہب و وطن اور قوم کے نام پر اپنے مخالفین کو بھی بلایا، چنانچہ خاندان گاتھ کے تین شاہزادے بھی اپنے حلقۂ اثر سے فوج اکٹھا کر کے اپنے جان نثارون کے ساتھ دار الحکومت کی طرف چل کھڑے ہوئے، مگر انھین راڈرک پر بھروسہ نہ تھا، اس لیے انھون نے شہر مین داخل ہونے سے گریز کیا، اس لیے قرطبہ سے باہر وادی کبیر کے اس پار مقام تقندہ مین فوج کے ساتھ اترے، رفتہ رفتہ یہی مقام فوجی چھاؤنی بن گیا، اور راڈرک کا لشکر ایک لاکھ کی تعداد مین پہنچ گیا،

طارق کو کمک | ادھر طارق نے اتنی بڑی جمعیت کے فراہم ہونے کا حال سنا تو کچھ سراسیمہ ہوا، اس نے موسیٰ بن نصیر کو تفصیلات کی اطلاع دیکر کمک طلب کی، موسیٰ بھی غافل نہ تھا، وہ کمک کے لیے پہلے سے کشتیون پر کشتیان تیار کرا رہا تھا، چنانچہ کمک کی

طلب کے ساتھ ہی اس نے پانچ ہزار فوج بھیجی، اور اب اسلامی لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی،

جنگ گوڈالیٹ | اس اثنا مین راڈرک کوچ کرتا ہوا جنوبی اندلس کی طرف چلا، ادھر طارق نے بھی اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا، دونوں فوجون کا سامنا دریائے گواڈالیٹ کے دامنے کنارے، بحر محیط کے ساحل سے تقریباً میل کے فاصلہ پر مقام شریش (XERES) مین ہوا، دونون فوجون نے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیے اور طرفین لڑائی کی تیاری مین مصروف ہو گئے،

راڈرک کی یہ ایک لاکھ سپاہ گھوڑون اور قیمتی اسلحہ سے آراستہ تھی، ادھر صرف بارہ ہزار مجاہدین تھے، گرچہ یہ بڑے قوی ہیکل، جنگجو اور بہادر تھے، مگر ان کے پاس نہ گھوڑے تھے اور نہ مکمل اسلحہ، ہاتھون مین صرف ننگی تلواریں تھین، اور بعضون کے پاس نیزے تھے، فوج کی تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے ان دونون مین کوئی مقابلہ نہ تھا، خصوصاً اس لیے کہ اندلسی لشکر مین وطن اور مذہب کی مدافعت کا جذبہ کار فرما تھا، اور اندلس کے گوشہ گوشہ سے چیدہ چیدہ سپاہی سمٹ کر آ گئے تھے، لیکن تائید ایزدی سے ایک نئی صورت حال ایسی پیدا ہو گئی کہ ان کی قوت مین اضمحلال آ گیا،

گاتھ شہزادوں سے خفیہ معاہدہ | کاؤنٹ جولین اسلامی لشکر کے ہمرکاب تھا، اس کے آدمی دشمنون مین مل جل گئے تھے، اور جاسوسی اور تفرقہ اندازی کی حکمت عملی اختیار کیے ہوئے تھے، کاؤنٹ جولین اپنا کمند گاتھ شہزادون پر پھینکنے مین کامیاب ہو گیا، اس نے انھین ان کی کھوئی ہوئی عظمت یاد دلا کر مسلمانون کی اطاعت قبول کر لینے مین درخشان مستقبل

پر غاصبانہ قبضہ کر لینے اور ان لوگون کا اپنے حقوق سے دستبردار نہ ہونے سے مطلع کیا، اور اپنی موروثی جاگیرین واگذار رکھنے کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی، یہ شاہی جاگیرین اندلس کے نہایت ہی زرخیز علاقون مین تین ہزار کی تعداد مین تھین، طارق نے ان شاہزادون کی یہ شرط منظور کر لی، اور دونون مین یہ خفیہ عہد و پیمان طے پاگیا،

راڈرک کے لشکر مین انتشار

اس رازدارانہ عہد و پیمان کے بعد راڈرک کے لشکر مین یہ خیالات پھیلائے گئے کہ وہ سلطنت کا غاصب ہے، شاہی خانوادہ سے اس کا تعلق نہین، اسکو کامیاب بنانے کے لیے کوئی اپنی تباہی و بربادی خود کیون مول لے، باقی رہے یہ مسلمان تو یہ چلتی پھرتی قوم ہین، انھین مال غنیمت چاہیے، انھین اس ملک مین رہ جانے کی ضرورت نہیں، بہتر ہے کہ انہی کے ہاتھون سے اس غاصب سے نجات حاصل کی جائے، پھر جب مال غنیمت لے کر یہ لوگ روانہ ہوجائین گے، تو اندلس کے شاہی تخت کے لیے کسی کو منتخب کر لیا جائے گا،

راڈرک لشکر مین ان باغیانہ خیالات کے پھیلنے سے بے خبر تھا، وہ اپنی مختلف جنگی تیاریون مین مصروف رہا، چنانچہ اس کے جاسوس بھی اسلامی لشکر کے گرد چکر کاٹ رہے تھے، اس نے مسلمانون کی عام حالت کا اندازہ لگانے کے لیے بعض جری اور معتبر آدمیوں کو بھیجا تھا، مگر وہ اپنے کو مسلمانون سے چھپا نہ سکے، مگر مسلمانون کے ہاتھ سے بچ نکلنے مین کامیاب ہوگئے، ان جاسوسون نے اپنے جو تاثرات راڈرک سے بیان کیے وہ اس کے لیے اور زیادہ حوصلہ شکن ثابت ہوئے، انھون نے کہا

یہ وہی صورتین ہین جو صنت۔ وقی مین دکھائی گئی تھین، ان سے مقابلہ آسان نہین، یہ آپکے پاس آنے والے ایسے ہین کہ یا تو اپنی موت چاہتے ہین، یا وہ زمین

جو آپ کے قدمون کے نیچے ہے، انھون نے واپسی کے تخیل کو مٹا دینے کے لیے اپنے جہازون کو بھی جلا دیا ہے، اور ثبات قدم کے ساتھ اس زمین پر صف آرا ہو گئے ہین، ان کے لیے ہماری زمین پر کوئی ایسا مقام نہین جہان وہ بھاگ کر پناہ لے سکین"

ایک طرف راڈرک کی فوج مین ان مختلف قسمون کا اضطراب پھیل رہا تھا لیکن دوسری طرف مسلمان سپاہی بھی دشمنون کی تعداد کی کثرت اور ان کے قیمتی سامان جنگ کو دیکھ کر مرعوب ہو رہے تھے، اور اسلامی سپہ سالار طارق بھی اس سے بےخبر نہ تھا، مگر وہ جلد ہی اس خوف و ہراس کو دور کرنے مین کامیاب ہو گیا، چنانچہ اس نے اسی رات کو جس کی صبح کو لڑائی شروع ہوئی مسلمانون مین جوش و ولولہ، اور عزم و استقامت کی روح پھونکنے کے لیے ان کے سامنے ایک بڑی پرزور تقریر کی جس نے مسلمانون کے ڈوبے ہوئے دلون کو سنبھال لیا، اور وہ لڑنے مرنے اور فتحمندی سے ہمکنار ہونے کے لیے تیار ہو گئے،

طارق کی تاریخی تقریر طارق کی یہ تاریخی تقریر تاریخون مین قلمبند ہے، اس نے حمد و ثنا کے بعد کہا:

مسلمانو! یہ خوب سمجھ لو، اب تمھارے بھاگنے کی جگہ کہان ہے؟ سمندر تمھارے پیچھے ہے اور دشمن تمھارے آگے، خدا کی قسم اب سوائے پامردی و استقلال کے تمھارے لیے کوئی چارہ باقی نہین رہا، یہی دونون طاقتین ہین جو مغلوب نہین ہو سکتین، یہی دونون فتحمند فوجین ہین جنھین فوج کی قلت تعداد نقصان نہین پہنچا سکتی، اور نہ کسی فوج کی کثرت، بزدلی، سستی، نامردی، اختلاف، اور غرور کے ساتھ کسی کو فائدہ پہنچا سکتی، سمجھ لو! تم اس جزیرہ مین ایسے ہی ہو جیسے لیئمانی بخیلون کے

دستر خوان پر ہوتے ہین، تمھارے دشمن اپنی فوج اور سامان جنگ کے ساتھ تمھارے سامنے آچکے ہین، ان کے پاس سامان رسد کا ذخیرہ بھی وافر ہے، مگر تمھارے پاس کوئی سامان نہین بجز تمھاری تلوارون کے تمھارے لیے کوئی رسد نہین، سوا اسکے کہ تم اپنے دشمنون کے ہاتھون سے چھین کر حاصل کر لو، اگر تم نے کوتاہی کی اور کچھ حاصل نہ کیا تو تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور تمھارے دشمنون کے دلون مین تمھارا رعب پیدا ہونے کے بجائے تم سے مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے گی، اسلیے تم اپنے آپ کو کسی ایسی رسوائی مین پڑنے سے اس سرکش (راڈرک) کو زیر کرکے بچا لو، جو اس قلعہ بند شہر سے تمھارے مقابلہ کے لیے نکلا ہے، اگر تم اپنی جانون پر کھیل جاؤ تو کامیابی تمھارے قدم چومنے کیلیے فرش راہ ہے، مین تمھین کوئی ایسی دعوت نہین دیتا، جس کو خود قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہون، مین تمھین ایسے مقام پر لایا ہون، جہان سب سے سستی چیز انسانون کی جانین ہین، اور سب سے پہلے مین اپنے آپ سے شروع کرتا ہون، یہ خوب یقین رکھو اگر تھوڑی دیر کی تکلیف اٹھا لوگے تو اس کے بدلے مین ایک زمانہ دراز تک عیش و راحت اٹھاؤ گے، تم اپنی جانون کو میری جان سے زیادہ قیمتی نہ بناؤ، تمھارا اور میرا حصہ برابر ہے، اس وقت جو کچھ جزیرہ مین ہے، وہ سب کچھ تمھارا ہے، یہین وہ حور وش خوبصورت یونانی لڑکیان ہین، جو موتی اور مرجان سے مزین، سنہرے لباس مین ملبوس اور امرا، و تاجدار سلاطین کے محلون کی زینت ہین، امیر المومنین ولید بن عبدالملک نے تم جیسے بہادرون کو اس لیے منتخب کیا ہے کہ تم اس جزیرہ کے تاجدارون اور میسون کے داماد بن جاؤ، یہان کے بہادرون اور شہسوارون سے

دو دو کرلو، تم اس جزیرہ مین اللہ کے بول اور اس کے دین کو سربلند کرنے کے لیے
آئے ہو، اور اس کا اجر پاؤگے، یہان کا مال غنیمت صرف تمھارے ہی واسطے ہے، تم
جس عزم پر استوار رہوگے، اللہ اس مین تمھاری مدد کرے گا، اور دونون جہان مین
تمھارا نام باقی رہ جائے گا،

یہ خوب سمجھ لو، مین تمھین جو دعوت دے رہا ہون، اس کو قبول کرنے والا سب سے
پہلا شخص مین ہی ہون، مجھے تم جو کچھ کرتے دیکھو، اسی کی پیروی کرو، اگر مین حملہ کرون تم
تم بھی ٹوٹ پڑو، اگر مین رک جاؤن، تم بھی ٹھٹھک کر رک جاؤ، لڑائی کے میدان مین
سب مل کر ایک شخص واحد کی ہیئت اختیار کر لو، جس وقت دونون فوجین ٹکرائینگی
اس وقت مین خاص طور پر اس سرکش (راڈرک) کی طرف رخ کرون گا، اگر مین اس
سرکش کا کام تمام کرنے کے بعد مارا جاؤن تو مین تمھارے کام کو پورا کر جاؤن گا، تم بہادر
اور عقلمند ہو، اس کے بعد تم اپنے کامون کو خود سنبھال سکتے ہو، اور اگر مین اس تک
پہنچنے سے پہلے ہی مارا جاؤن تو تم میرے اس عزم کو پورا کر لینا، اور اس پر حملہ آور ہو کر
اس کا کام تمام کرنا، اور اس جزیرہ کی فتح کو مکمل کر لینا، کیونکہ اس کے قتل کے بعد انکی
ہمتین چھوٹ جائین گی،

اگر مین مارا جاؤن تو غمگین نہ ہونا، رنج و ملال نہ کرنا اور نہ آپس مین جھگڑ کر ایک
دوسرے سے لڑنے لگنا، ورنہ تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور دشمنون کے لیے تم پیٹھ پھیر
دوگے، اور قتل و گرفتار ہو کر برباد ہو جاؤگے، خبردار! خبردار! پستی کو قبول نہ کر لینا،

ان سعادتون کے حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھو، اگر تم نے یہ کرلیا تو اللہ کا فضل و احسان تمھارے ساتھ ہے، وہ تمھین آیندہ ہونے والے بڑے گھاٹے سے اور کل اپنے جاننے والے مسلمانون کے درمیان بُرے لفظون سے یاد کیے جانے سے بچائے گا،

پس اب مین حملہ آور ہون گا اور اس پر چھا جاؤن گا، میرے حملہ آور ہوتے ہی بہادرو تم بھی جھپٹ پڑنا[1]؛

اس پرجوش تقریر سے فوج کے دل عزم، ہمت، جوش، خروش اور فتح وظفر کی امیدون سے بھر گئے، ان مین سے بعض نوجوان آگے بڑھے، اور انھون نے اپنی جوابی تقریر مین اپنے عزم واطاعت کا اظہار ان لفظون مین کیا،

اگر اب سے پہلے ہمارے دلون مین کوئی بات اس کے برخلاف تھی، جس کا آپ نے عزم فرمایا ہے، تو اب ہم نے اس کو اپنے دلون سے دور کردیا، اب آپ قدم اٹھائیں، ہم آپ کے ساتھ اور آپ کے تابع فرمان ہین"

اس تقریر کے بعد اسی جوش وخروش مین ساری رات جاگ کر آنکھون مین کاٹ لی، جب صبح کا سپیدہ نمودار ہو تو جنگ کا طبل بجایا گیا، یہ ۲۸ رمضان المبارک ۹۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۷۱۱ء کی یادگار تاریخی صبح تھی،

راڈرک نے میدان جنگ مین فوج کی صفین درست کین، وہ فوج کے اندرونی حالات سے تو بے خبر تھا، اس نے میمنہ ومیسرہ پر انھی گاتھ شہزادون کو رکھا، اور قلب کی فوج کی

---

[1] یہ تقریر نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۲ اور کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۶۰ سے ماخوذ ہے، دونون مین تقریر کے جستہ جستہ فقرے نقل کیے گئے ہین، اس ترجمہ مین اصل تسلسل اور ترتیب کو قائم رکھ کر ان فقرون کو اکٹھا کر دیا گیا ہے،

کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، وہ خود بڑی شان وشوکت سے قلب فوج مین دو گھوڑون کے تخت روان پر سوار موتی، یاقوت اور زبرجد سے مرصع چتر شاہی کے زیر سایہ قیمتی لعل وجواہر سے مزین لباس مین ملبوس تھا، جلو مین مسلح پاسبان اور زرق برق لباسوں اور خیرہ کن ہتھیارون سے آراستہ جاگیردار اور امرا صف آرا تھے،

ادھر طارق اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آگے آگے تھا، اسلامی لشکر زرہین پہنے، سفید عمامے باندھے، ہاتھون مین عربی کمانین لیے، کمرون مین تلوارین لٹکائے اور بغلون مین نیزے دبائے نظر آئے، کہا جاتا ہے کہ راڈرک اسلامی لشکر کو اس ہیئت مین دیکھتے ہی پکار اٹھا کہ قسم ہے یہ تو وہی صورتین ہین جن کو ہم اپنے شہر کے بیت الحکمہ مین دیکھ چکے ہین،

حملہ کی ابتدا اسپینی لشکر کی طرف سے ہوئی، مسلمان بھی مقابلہ کے لیے آگے بڑھے اور جلد ہی گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، دونون فوجون کی مادی وروحانی حیثیتون مین بڑا فرق تھا، ایک طرف ایک لاکھ انسانون کا جنگل تھا، جو ہر طرح کے اسلحہ سے آراستہ تھے، ملک کے نامور سے نامور قائد وجاگیردار اپنی اپنی فوجون کے سرخیل بن کر میدان مین موجود تھے، اپنی سرزمین تھی، اور اگرچہ اسپین تین سال سے قحط کی مصیبت مین مبتلا تھا، مگر شاہی نظم کے مطابق سامان رسد کا وافر ذخیرہ فوج کے ساتھ تھا، اور لڑائی مین ہر قسم کی آسانی پیدا کرنے والے ذرائع مہیا تھے، اور شہنشاہ خود فوج کی کمان سنبھالے میدان جنگ میں موجود تھا، لیکن ایک لاکھ کی اس فوج کے داہنے وبائین دونون بازو وقتی دشمنون سے عہد وپیمان کر لیے تھے، دوسرے امرا اور جاگیردارون کا بھی ایک بڑا طبقہ اپنے بادشاہ سے خوش نہ تھا، اس لیے اور جو عام کسان فوج مین آئے تھے، وہ بھی بددل تھے، پھر اسپین کا شہنشاہ غاصب سلطنت تھا، سلطنت کے

لیکر واپس جائین یا رہین تو ان کی سرسبز و شاداب جاگیرون سے ان کو محروم نہین کرین گے وہ حملہ آورون سے عہد و پیمان کر چکے تھے، اس لیے اگرچہ فوج کی تعداد زیادہ تھی مگر وہ اپنی اندرونی اخلاقی و روحانی طاقت سے تہی دامن ہو چکی تھی،

دوسری طرف صرف بارہ ہزار پردیسی تھے، جو نہ اچھے اور قیمتی اسلحہ رکھتے تھے، نہ ان کے پاس سواری کے لیے زیادہ گھوڑے تھے، انھین انہی دشمنون سے چھین کر اپنے لیے دوسرے وقت کی خوراک مہیا کرنی تھی، مقام اجنبی اور راستے نامعلوم تھے، وہ فیصلہ کن جنگ کے عزم کے ساتھ اپنی کشتیان جلا چکے تھے، اب انہی انسانون کے اسی جنگل کو کاٹ کر اپنا راستہ بنانا تھا، اس لیے وہ ہمت و استقلال سے اس عزم کے ساتھ آہنی دیوار بن کر اس میدان مین کھڑے تھے، کہ یا تو وہ اس جزیرہ کے مالک بن کر رہین گے، یا ان مین کا ہر فرد جام شہادت نوش کر کے اسی زمین کی خاک پر ہمیشہ کے لیے سو رہے گا،

اسلیے جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو یہ بارہ ہزار سربکف مجاہدین، ایک لاکھ کی ٹڈی دل فوج پر بھاری ہوے، عیسائی لشکر کے دائین بائین بازو پر زور کا حملہ ہوا، اور کمانڈر شہزادے پسپا ہونے شروع ہوئے، یہانتک کہ دونون بازو کمزور ہو گئے، اور پھر گاتھ شہزادے اپنے گھوڑے بڑھاتے ہوئے طارق سے آملے، ان شاہزادون کا علیحدہ ہونا تھا کہ میمنہ و میسرہ سپاہ کے پاؤن اکھڑ گئے، اور پھر ان کے پیچھے کے سپاہیون نے اگلی صفون کو خالی اور اپنے سردارون کو موجود نہ پاکر لڑنے سے انکار کر دیا،

فیصلہ کن حملہ مگر راڈرک پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ ثابت قدمی سے فوج کو قلب مین لیے مقابلہ کرتا رہا، لڑائی ۲۸ رمضان سے ۵ شوال تک جاری رہی، اس جنگ کا فیصلہ طارق کی فیصلہ کن تلوار ہی سے ہوا، وہ اپنا گھوڑا بڑھائے قلب کی فوج مین گھس پڑا،

مجاہدین نے اس کے نقش قدم کی پیروی کی، اس حملہ سے قلب کے لشکر مین ابتری پھیل گئی، اور راڈرک کے سامنے کی مسلح گارد نے جگہ خالی کردی، اب راڈرک کا تخت رواں مسلمانون کے سامنے تھا، طارق راڈرک کو دیکھتے ہی للکار کر اس کی طرف یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ عیسائیون کا بادشاہ یہی ہے، طارق تخت رواں تک پہنچا تھا کہ راڈرک اس تیزی سے فرار ہوا کہ مسلمان تعاقب کرنے کے باوجود اس کو نہ پاسکے، کچھ دور آگے جاکر دریا کے کنارے اسکا سفید گھوڑا جس پر یاقوت و زبرجد سے مرصع ساز کسا ہوا تھا، دلدل مین پھنسا ہوا ملا، وہین پر اس کے ایک پاؤں کا سنہرا موزہ بھی پڑا ہوا تھا، جس مین زبرجد یاقوت اور موتی ٹکے ہوئے تھے، نیز ایک زرتار حلہ جو بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا، اسی کے پاس گرا ہوا تھا، راڈرک کے آخری انجام کے ذکر سے تاریخ کے صفحات خاموش ہین، دریا کے کنارے کی ان نشانیون سے سمجھا جاتا ہے وہ دلدل مین گھوڑے کے پھنس جانے کی وجہ سے اس پر سے اتر کر دریا مین کود پڑا اور گوڈالیٹ کی لہرون نے اس کو اپنی آغوش مین چھپالیا[1]،

راڈرک کے فرار ہوتے ہی لڑائی کا میدان خالی ہوگیا، مقتولین کی لاشین میدان مین پڑی تھیں، ۳ ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے، عیسائی مقتولین کی تعداد بیشمار تھی، ان مین امرا، متوسط حال، اور غلام تینون طبقون کے لوگ تھے، جو سونے، چاندی، اور تانبے کی انگوٹھیون سے پہچانے جاسکتے تھے، طارق نے میدان سے مال غنیمت جمع کرایا، کچھ قیدی بھی ہاتھ آئے تھے، مال غنیمت اور قیدیون کو مجاہدین مین تقسیم کردیا گیا، باقی ماندہ عیسائی فرار ہوکر مختلف شہروں اور قلعون مین پناہ گزین ہوگئے، اسلامی فتح کی خبر بجلی کی مانند سارے اندلس

[1] عام عرب و مغربی مورخین کے بیانون کے برخلاف ایک روایت مین طارق کے ہاتھوں اسکے قتل کیے جانے

مین پھیل گئی، اب اندلس کا تخت خالی ہو چکا تھا، جو جس شہر یا قلعہ مین تھا، وہ وہان کا مالک اور نگہبان تھا، ان مین سے ایک گورنر تھیوڈومر کو زیادہ امتیاز حاصل تھا، اس نے جانفشانی سے جزیرہ کے عیسائیون کی تنظیم کی باگ ہاتھ مین لی، اور اسپین کو اپنے زیر علم لانے کی کوشش کی، اس طرح مسلمانون کو ایک ایک شہر اور قلعہ کو علٰحدہ علٰحدہ فتح کرنا تھا، اس لیے ان کو سلطنت اسپین کا شیرازہ بکھر جانے کے باوجود اسپین کے چپہ چپہ کے لیے لڑنا، اور ہر شہر کی محافظ فوج اور عیسائی باشندون کو زیر کرنا تھا،

ادھر افریقہ مین اسلامی فتح، اور مال غنیمت کی فراوانی کی داستانین پہنچین، اور لوگ شوق و ذوق سے جوق در جوق افریقہ سے آآکر طارق کی فوج مین شریک ہوتے گئے، اب مسلمانون کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے، وہ اپنے خیال مین میدان گوڈالیٹ کی جنگ مین فتحیاب ہو کر پورے جزیرہ نمائے اندلس کو زیر نگین کرنے کا دروازہ کھول چکے تھے، اور سمجھتے تھے کہ وہ جیسے جیسے آگے بڑھین گے فتحمندی و کامرانی ان کے قدم چومنے کے لیے راہ مین اپنی آنکھیں بچھائے گی،[۱]

جنوبی اندلس کے چند شہرون شذونہ، المدور، قرمونہ، اشبیلیہ اور استجہ پر قبضہ

اس کے بعد طارق نے اندلس کے جنوب مغربی علاقہ کا رخ کیا، ان اطراف مین گاتھ شہزادون کے ہمدردون کی تعداد زیادہ تھی،

[۱] اندلس پر طارق کے حملہ کی تفصیلات کیلیے ملاحظہ ہو ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۴، ۵۴۴، طبری حوادث سنہ ۹۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۷، ابن خلکان ج ۳ ص ۴۸ تا ۲۷، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۶ تا ۱۰۸ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ج ۲ ص افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳ تا ۹، مجموعہ اخبار اندلس ص ۵ تا ۹، اخبار الاندلس اسکاٹ (مترجمہ خلیل الرحمٰن) ج ۱ ص ۲۰۹ تا ۲۴۲ مورس ان اسپین لین پول، اسٹوری آف دی نیشنس سیریز ج ۶ ص ۶ تا ۲۲، اسپین، ہنری اڈورڈ ڈیز اسٹوری آف دی نیشنس سیریز ج ۶ ۳ ص ۱۷ تا ۱۹

مسلمانون کو کامیابی مین آسانی حاصل ہوئی، چنانچہ سب سے پہلے صوبہ قادس کے مشہور شہر شذونہ (Sidonia) کی شہر پناہ کے نیچے پہنچا، اہل شہر محصور ہوگئے، چند دنون کے محاصرہ کے بعد انھون نے اطاعت قبول کی،

اس کے بعد شہر قرطبہ سے مغرب مین ایک شہر حصن المدور (Almadovar) کی طرف گئے، وہ بھی قبضہ مین آیا، پھر صوبہ اشبیلیہ کی طرف مڑ گئے، اشبیلیہ سے ۲۵ میل مشرق مین شہر قرمونہ (Carmona) آباد تھا، وہ زیر نگین ہوا، اس کے بعد مسلمان اسپین کے تاریخی شہر اشبیلیہ کی دیوارون کے نیچے پہنچ گئے، شہر والون نے خاموشی کے ساتھ جزیہ ادا کرنا منظور کرلیا، پھر معلوم ہوا کہ راڈرک کی فوج کے کچھ شکست خوردہ سپاہی استجہ (Ecija) (Astija) مین جمع ہوئے ہین، یہ شہر بھی صوبہ اشبیلیہ ہی مین واقع ہے، طارق نے اس شہر کا رخ کیا، ان لوگون نے شہر والون سے مل کر مسلمانون کا سخت مقابلہ کیا، گوڈالیٹ کے میدان کے بعد ابتدائی فتوحات کے سلسلہ مین اس سے بڑی کوئی لڑائی نہین ہوئی، بہت سے مسلمان شہید ہوئے، طارق شہر کا محاصرہ کیے رہا، اتفاق کی بات شہر والون مین سے ایک شخص کسی ضرورت سے دریائے شنیل (The Xenil) کے کنارے آیا، استجہ اس دریا کے بائین کنارے آباد ہے، طارق کی نظر اس پر پڑی، وہ دریا مین اتر چکا تھا، طارق نے جست مار کر پانی ہی مین اس کو دبوچ لیا، اور دریا سے نکال کر چھاؤنی مین لایا، شکل وشباہت سے وہ معززین مین سے معلوم ہوا، طارق نے کرید کرید کر حالات پوچھے تو معلوم ہوا، وہی

کا پابند رہا.[۵۱] استجہ مین شیرین پانی کی قلت تھی، طارق نے شہر مین پانی پہنچانے کا انتظام کیا، استجہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک دریا بہتا تھا، اس سے نہر نکال کر شہر مین لایا، وہ نہر عین الطارق کے نام سے موسوم ہوئی.[۵۲]

استجہ کی شکست کے بعد اسپینی امرا اور عوام اپنے مستقبل کی امیدون سے مایوس ہو گئے، اور ان مین اس قدر خوف وہراس پیدا ہوا کہ عوام میدانی علاقون کی آبادیون کو چھوڑ چھوڑ کر پہاڑی علاقون مین چلے گئے، اور امرا اپنے قیمتی ذخیرون کو لیکر طلیطلہ مین جا کر پناہ گزین ہوئے، کہ اس کی مضبوط شہر پناہ شاید ان کے مال ودولت کی حفاظت کر سکے.

کاؤنٹ جولین کی ایک تجویز ادھر کاؤنٹ جولین، طارق کو اپنے مفید مشورے دے رہا تھا، استجہ کی فتح کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ اس وقت اسپینیون پر رعب چھایا ہوا ہے، ان کے لیے کسی بڑی فوج کی ضرورت نہیں، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف صوبون مین پھیلا دیے جائین، وہ لائق اعتماد رہنما ان دستون کے ساتھ کر دیگا، جو راہ کی دشواریون کو آسان کرین گے، اور مختلف مقامون کے متعلق ضروری معلومات دیتے رہین گے، اور خود طارق فوج لے کر دار السلطنت طلیطلہ پر حملہ آور ہو، تاکہ اس سے پہلے کہ اسپینی آپس مین مل کر کسی کو راڈرک کا جانشین منتخب کرین، اور ان مین کوئی شیرازہ بندی پیدا ہو، انھین اسی انتشار کی حالت مین زیر نگین کر لیا جائے، اور مختلف صوبون کے اہم مرکزون اور دار السلطنت پر قبضہ کر لیا جائے،

طارق نے کاؤنٹ جولین کی اس تجویز کو پسند کیا، چنانچہ اس نے ایک طرف ان فتوحات کی تفصیلات موسیٰ کے پاس لکھ بھیجین، اور دوسری طرف عملی قدم اٹھانے کے لیے

---

[۵۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۴ ص ۵۴۴، [۵۲] مجموعہ اخبار اندلس ص ۹

استجہ کو صدر مقام قرار دیا، اور یہان سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے تیار کرکے مختلف اہم شہرون قرطبہ، غرناطہ، مالقہ، تدمیر کی طرف بھیجے اور خود فوج لے کر دار السلطنت طلیطلہ روانہ ہوگیا،

اس تجویز سے موسیٰ بن نصیر کا اختلاف

اس اثنا مین موسیٰ بن نصیر والی افریقہ کا جواب آیا۔ اس نے بدقسمتی سے طارق کی تجویز سے اتفاق نہین کیا، اس نے پیش قدمی جاری رکھنے سے باز رہنے، اور اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھنے کی ہدایت لکھ بھیجی کہ وہ امدادی لشکر لے کر خود اندلس پہنچے گا، حالات کا جائزہ لے گا، اس وقت اگر مناسب ہوا تو پیش قدمی شروع کی جائے گی، مگر طارق اندلس کے موجودہ حالات سے اس قدر مطمئن تھا کہ وہ والی افریقہ کے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار نہین ہوا کہ جب وہ آئیگا، اسکو صورت حال سمجھادی جائیگی، چنانچہ اس نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی، اور فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، مگر طارق کی یہ عدول حکمی موسیٰ کو سخت ناگوار گذری، اور جوشِ انتقام مین اس نے آگے چل کر طارق کی سیاسی زندگی کا خاتمہ کر دیا،

فتح قرطبہ

قرطبہ، اندلس کے اہم شہرون میں سے تھا، راڈرک نے یہیں بیٹھکر مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریان کی تھین، خلیفہ ولید بن عبد الملک کے ایک تجربہ کار غلام مغیث کی سرکردگی مین سات سو سوارون کا ایک دستہ اس کی فتح کے لیے بھیجا گیا، مغیث دریاے شقندہ کے کنارے ترائی کی جھاڑیون مین چھپ گیا، اور جاسوسون کو تحقیقات کے لیے شہر کی طرف بھیجا، وہ ایک چرواہے کو پکڑ لائے، اس سے معلوم ہوا کہ قرطبہ کے امرا اور رؤسا شہر کو چھوڑ کر طلیطلہ چلے گئے ہین، شہر کا والی صرف چار سو سپاہیون اور تھوڑے سے عمومی شہریون کے ساتھ شہر کی حفاظت کے لیے رہ گیا ہے، شہر کی فصیل بڑی مستحکم سنگین اور خاصی بلند ہے، لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مقام پر جہاں

یہ معلومات بڑے مفید ثابت ہوئے، مسلمان رات کی تاریکی مین اسی چرواہے کی رہنمائی مین قرطبہ کی طرف بڑھے، اتفاق سے بارش ہوگئی تھی، زمین نرم تھی، گھوڑون کی ٹاپ کی آواز سنائی نہ دی، خاموشی سے دریاے قرطبہ کو عبور کرلیا، فصیل کی دیوار ساحل سے تقریباً تیس گز کے فاصلہ پر تھی، پہلے فصیل پر چڑھنے کی ناکام کوشش کی گئی، پھر اس روزن کا پتہ چلا، انجیر کے درخت کی شاخین دیوار پر لٹک رہی تھین، ایک آدمی اس درخت کے سہارے دیوار پر چڑھ گیا، پھر پگڑیون کا کمند بناکر چند سپاہیون کو اوپر کھینچ لیا، پھر اسی تدبیر سے فصیل کے اس پار اترے، فصیل کے پاسبان بے خبر سو رہے تھے، انھین قتل کر کے پھاٹک کھولدیا، مغیث پھاٹک کے سامنے فوج لیے منتظر کھڑا تھا، پھاٹک کھلتے ہی اسلامی لشکر ریلا کرکے اندر گھس گیا، اور شاہی محل کا رخ کیا، وہان پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ سنسان پڑا ہے، حاکم شہر چار سو سپاہیون کے ساتھ ایک قلعہ بند کلیسا سینٹ جارج مین جو شہر کے مغربی حصہ مین ایک باغ مین واقع تھا، محصور ہوگیا ہے، اس کلیسا کے اندر قریب کی ایک پہاڑی سے زمین دوز راستہ سے پانی آتا ہے، تین مہینے محاصرہ مین گذر گئے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی، مغیث کے جاسوس جابجا لگے ہوئے تھے، ان مین سے ایک حبشی غلام رباح اپنی حماقت سے کلیسا کے باغ کے ایک درخت پر چڑھ کر پھل توڑ کر کھانے لگا، اس پر ایک اہل کلیسا کی نظر پڑگئی، اس کو پکڑ کر قلعہ مین لے گئے، کہا جاتا ہے کہ اہل کلیسا نے اس سے پہلے کسی حبشی کو نہین دیکھا تھا، اس کے جسم کی سیاہی کو دھونے کے لیے اس چشمہ پر لے آئے جس مین پانی آکر جمع ہوتا تھا، اس طرح رباح نے پانی کے اس ذخیرہ اور اس کے راستہ کو دیکھ لیا، جب لوگون کو اس کے جسم کی سیاہی کے قدرتی ہونے کا یقین آیا تو کلیسا مین لیجا کر اس کو قید کردیا، مگر وہ اتفاق سے کسی طرح قید سے نکل بھاگا، اور ساتوین دن مغیث کے پاس آکر کلیسا اور اس کے چشمہ کے چشم دید حالات بیان

گیے، یہ واقعہ خواہ صحیح ہو یا نہ ہو، بہر حال کسی نہ کسی ذریعہ سے مغیث کو کلیسا کے اندر پانی پہنچنے کے راستہ کا سراغ مل گیا، چنانچہ اس نے فوراً ہی اس زمین دوز نہر کے راستہ کو روک دیا، پانی کا بند ہونا تھا کہ کلیسا کے محصورین کو اپنی بربادی کا یقین آگیا، مغیث نے اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی شرط پیش کی، مگر کلیسا والے راسخ العقیدہ غیور عیسائی تھے، انھوں نے ان میں سے کسی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس گفتگو کی ناکامی کے بعد حاکم شہر کے پائے استقلال میں لغزش پیدا ہوگئی، اور وہ ایک شب میں کلیسا سے تنہا نکل بھاگا، مغیث کو اطلاع ہوگئی، اس نے بھی تعاقب میں اپنا گھوڑا سرپٹ ڈال دیا، مقام قطلیرہ کے قریب حاکم شہر گھوڑے پر نظر آیا، دونوں بےتحاشا گھوڑے دوڑا رہے تھے، اتفاق سے حاکم شہر کا گھوڑا ایک تالاب پھاندتے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی، مفرور پریشانی کے عالم میں اپنی ڈھال پر بیٹھ گیا، مغیث بجلی کی طرح کوندتا سر پر آگیا، اور آتے ہی ہتھیار چھین کر گرفتار کر لیا، لیکن حاکم شہر کے گرفتار ہو جانے کے باوجود کلیسا والے، ہمت نہ ہارے، اگرچہ ان کی جان پر بن گئی، بالآخر مغیث نے ان کو زیر کرنے کی سخت سے سخت تدبیر اختیار کی، یعنی کلیسا کے گرد آگ جلوا دی جس سے مجبور ہو کر انھیں اطاعت قبول کرنی پڑی، [1]

---

[1] محصورین کلیسا کے آخری انجام کے متعلق مسلمان و عیسائی مورخین کے بیانوں میں اختلاف ہے، مقری کا بیان ہے کہ کلیسا کے محصورین آخر دم تک قلعہ بند رہے، اور جل کر خاکستر ہوگئے، اس سبب سے عیسائیوں میں اس کلیسا کا بڑا احترام قائم ہو گیا، اور "کنیسۂ سوختہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، دوسری طرف لین پول اور اسکاٹ لکھتے ہیں کہ ان محصورین نے اطاعت قبول کر لی تھی، اور معاہدہ کے مطابق کچھ لوگ [illegible] طلیطلہ پہنچا ... گئے، ہم نے عیسائی مورخوں کے بیان کو پہلے قبول کیا کہ اگر وہ واقعہ ہوتا جو مبالغہ سے عرب مورخین

مغیث نے اس قلعہ کے سر ہونے کے بعد طارق کو فتح کی خوشخبری بھیجی، اور اپنے ساتھ کے سواروں کو اس شہر میں بسادیا، نیز صوبہ قرطبہ کے یہودیوں کو یہاں آکر آباد ہونے کی دعوت دی، اس جزیرہ نما میں یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان دیرینہ کشمکش قائم تھی، وہ اس موقع پر اپنا انتقام لینے کے لیے مسلمان فاتحین کے بڑے جان نثار اور وفادار دوست ثابت ہوئے اور بڑی تعداد میں آکر یہاں آباد ہو گئے، مغیث نے اپنا قیام، قرطبہ کے شاہی محل میں رکھا، اور اسی وقت سے قرطبہ اندلس کے ممتاز اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا، قرطبہ پر مسلمانوں کا حملہ ماہ شوال ۹۲ھ مطابق ماہ اگست ۷۱۱ء میں ہوا، اور ماہ محرم ۹۳ھ مطابق ماہ اکتوبر نومبر ۷۱۱ء سے یہ اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا[۱]

مالقہ، البیرہ و تدمیر کی فتح

دوسری طرف شہر مالقہ کو فتح کرنے کے لیے جو دستہ بھیجا گیا تھا وہ بھی کامیاب ہوا، مالقہ والے شہر کو چھوڑ کر دشوار گذار پہاڑیوں میں جا چھپے تھے، مسلمانوں نے یہاں بھی طرح اقامت ڈالی، اور فوج کے ایک حصہ کو آگے بڑھایا، جس نے شہر البیرہ کا رخ کیا، جہاں آگے چلکر شہر غرناطہ کی بنا پڑی اور اس نے بڑا نام و نمود حاصل کیا، اس شہر کے مفتوح ہونے کے بعد شہر یہ مفتوحہ علاقہ میں شامل ہوا، اور آگے بڑھ کر اسلامی لشکر مقام اریولہ میں اترا، اور اس سلسلہ مہم میں اس سمت میں اسلامی دستوں کی آخری منزل یہی تھی، کیونکہ یہیں پہنچکر اس علاقہ کے عیسائی حاکم تھیوڈومر سے صلح کی سلسلہ جنبانی ہوئی،

تھیوڈومر کی صلح

تھیوڈومر راڈرک کے زمانہ میں صوبہ اندلس کا والی تھا، مسلمانوں کے استیلا پانے کے بعد وہ صوبہ مرسیہ میں چلا گیا تھا، اور یہاں گاتھک لشکر کو فراہم کرکے مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا،

[۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۲، ۱۱۳، ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۶، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰، ۱۱ و ۲۴، افتتاح الاندلس ص ۹، ۲۰، لین پول ص ۲۴، اسکاٹ ج ۱ ص ۲۷۸

ریہ میں شکست کھانے کے بعد وہ اریولہ میں آکر پناہ گزین ہوگیا تھا، جب اسلامی لشکر نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو تھیوڈومر نے جم کر مقابلہ کیا، مگر اس کے بہت سے سپاہی کام آچکے تھے، لڑنے والوں کی تعداد اس کے پاس زیادہ باقی نہیں رہ گئی تھی، لیکن اس نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لیے عورتوں کو سپاہیانہ لباس پہنا اور اسلحہ سے آراستہ کر کے فصیل کی دیوار پر کھڑا کر دیا، دور سے عورتوں اور مردوں میں تمیز کرنا مشکل تھا، اور ان عورتوں کے آگے بچے کھچے سپاہیوں کو ہتھیاروں سے آراستہ کر کے کھڑا کیا، اور پھر صلح کا جھنڈا لہراتا ہوا، خود اسلامی لشکر کے کیمپ میں چلا آیا، مسلمانوں کو دور سے فوج کی تعداد زیادہ نظر آئی، وہ فریب میں آگئے، اور آسان شرطوں پر صلح کے لیے تیار ہوگئے، تھیوڈومر نے صلح کے بعد اپنا تعارف کرایا، پھر جب مسلمان شہر میں داخل ہوئے اور شہر میں عورتوں بچوں کی بڑی تعداد اور محض تھوڑے سے سپاہیوں کو دیکھا تو اس وقت انھیں تھیوڈومر کے فریب جنگ کا اندازہ ہوا، اور وہ آسان شرطیں قبول کر لینے پر کف افسوس ملنے لگے، لیکن صلح کے جو شرائط طے پا چکے تھے، ان پر قائم رہے، یہ علاقہ تھیوڈومر کے قبضۂ اختیار میں باقی رکھا گیا، اور طارق نے بھی اس کو صوبہ مرسیہ کا حاکم تسلیم کر لیا، اور یہ پورا علاقہ آگے چل کر تھیوڈومر کے نام پر "تدمیر" سے موسوم ہوا،[۱]

فتح طلیطلہ طلیطلہ شاہان گاتھ کا پایہ تخت تھا، طارق، کاؤنٹ جولین کے مشورہ سے خود اپنی سرکردگی میں فوج لیکر یہاں پہنچا، مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اسپین کے امرا اور عام باشندے اس شہر کو بھی خالی کر کے کوہ طلیطلہ کی پشت پر دوسری آبادیوں میں منتقل ہوگئے تھے، اور طلیطلہ کا مطران یعنی کلیسا کا اسقف اعظم ملک چھوڑ کر روما چلا گیا تھا، اور

---

[۱] ایک روایت کے مطابق مرسیہ اور یولہ کی فتح ۴ رجب ۹۴ھ مطابق ۲ اپریل ۷۱۳ء کو موسیٰ کے ورود اندلس کے بعد ہوئی (مجموعہ اخبار اندلس ص ۲۴)

اور جس قدر نوادر و خزائن لیجا سکتے تھے، وہ لیجا چکے تھے، اس لیے طارق کے لیے طلیطلہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ بلا کشت و خون اس تاریخی شہر میں داخل ہو گیا، طلیطلہ کے قیمتی ذخائر اگرچہ یہاں سے ہٹائے یا چھپائے جا چکے تھے پھر بھی طارق کو یہاں دولت و ثروت کا اتنا بڑا انبار ہاتھ آیا جو اس سے پہلے اس ملک میں دیکھا نہیں گیا تھا، اسی میں شاہان اسپین کے ۲۴ زرنگار تاج بھی ایک کلیسا میں محفوظ دستیاب ہوئے، شاہان اسپین کا دستور تھا کہ وہ اپنے دور حکومت میں اپنا قیمتی تاج کلیسا میں نذر چڑھاتے تھے، اس میں ان کا نام، عمر، تاریخ تخت نشینی اور پھر بعد میں وفات کی تاریخ لکھ دی جاتی تھی،[۱] اسی طرح بڑی تعداد میں قسم قسم کے نقرئی و طلائی، اور لعل و جواہر سے

---

[۱] شاہان اسپین کے تاجوں کے متعلق مولوی عنایت اللہ صاحب نے اندلس کے تاریخی جغرافیہ میں بعض نئی معلومات کو یکجا کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"اسی شہر طلیطلہ کی ایک وسیع عمارت میں جو غالباً کلیسا سے متعلق ہوگی طارق بن زیاد کو ۲۰ تاج (عربوں کے بیان میں ۲۵ اور ۲۴ درج ہے) طلیطلہ کے بادشاہوں کے ملے تھے، اسی رعایت سے عربی مورخوں نے اس عمارت کا نام بیت الملوک بیان کیا ہے، ڈون پاسکل نے اپنے ترجمہ نفح الطیب کے ضمیمہ میں کتاب الامامہ والسیاسہ کی ایک عبارت ترجمہ کی ہے جس میں قوطی بادشاہوں کے تاجوں کا ذکر ہے ....، برنرڈ اور ایلین وینا اپنی کتاب "عرب اسپین" (ص ۳۰۸ تا ۳۰۹) میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۸ء سے پہلے قوطی بادشاہوں کے تاجوں کے متعلق یہ بیان یورپ والوں کو عربوں کی ایک گڑھت معلوم ہوتی تھی، لیکن جب صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر کے قریب ایک مقام سے چند تاج اور کلیسائی اشیاء برآمد ہوئیں تو یقین ہو گیا کہ عربوں نے ان بادشاہی تاجوں کے حال میں سچ کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ بہت قلیل ہے، ۱۸۵۸ء میں صوبہ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر گوادو مور کے قریب ایک ندی "گوار ازر" میں سخت طغیانی آئی، پانی اتر گیا تو اس ندی کے کنارے ایک پرانے

(باقی حاشیہ ص ۹۵ پر)

ظروف ہاتھ آئے، طارق نے مسلمانون کو یہان آباد کیا، اور ان کے ساتھ ان کے حلیف یہود بھی بسائے گئے، اور قوطی شہزادہ ادپاس کو طلیطلہ کا حاکم بنادیا،[1]

(بقیہ حاشیہ ص ۹۶) قوطی گرجا کے کھنڈر مین ایک جگہ مٹی مین کچھ چیزین چمکتی نظر آئین، سب سے پہلے ایک غریب کسان کی بیوی کی نظر ان پر پڑی اور اس نے اور اس کے خاوند نے ان قیمتی چیزون کو وہان سے نکال لیا، ان کو کیا معلوم کہ یہ خزانہ وہ ہے جو بارہ سو برس سے زمین مین دبا پڑا تھا، ..... مدرسہ کے معلم نے ان میں کی ایک چیز کسان یا اسکی بیوی کے ہاتھ مین دیکھ لی.... اس نے حکام کو اطلاع کی کہ اور جو چیزین سنہار کی بھٹی کے حوالہ نہیں ہوئی تھین وہ بچ گئین، اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو ساتوین صدی عیسوی کے کلیسائی زیورات کے ایک پورے مجموعے سے دنیا محروم ہو جاتی۔

(یہ) تمام قیمتی اشیا... آجکل مجریط (Madrid) اور کلونی (Cluny) کے عجائب خانون میں رکھی ہین... ان تاجون پر ایک قوطی بادشاہ..... کے نام جواہرات کے جڑاؤ حروف میں لکھے ہوئے تھے، ان تاجون کے ساتھ صلیب بھی تھی جس پر... نام کندہ تھا، ان کے علاوہ اور کلیسائی اشیا تھین جن پر ان کے ہدیہ کرنے والون کے نام مٹ گئے تھے، تھیوڈوسیس کے سونے کے تاج پر ایک عبارت اس مضمون کی کندہ تھی کہ "اسٹیفانو تھیوڈوسیس آپا یہ نذر پیش کرتا ہے"- بادشاہون کے تاجون پر صرف ان کے نام اور "پیش کش شاہی" کے الفاظ نقش تھے، اس سے ظاہر ہے کہ عربی مورخین کا یہ بیان کہ نذرانے کے تاجون پر قوطی بادشاہون کے نام کندہ تھے، بالکل درست ہے اور اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ عرب جو لاطینی زبان نہ جانتے تھے، انھون نے ایسی کندہ عبارتون کی طرف نسبت جو کسی قدر بڑی تھین یہ سمجھا کہ جس شخص کا تاج ہے اس پر نام کے علاوہ (باقی ص ۹۷ پر)

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۲، ۱۱۳، ابن اثیر ج ۴ ص ۴۶۴، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰، ۱۱، ۲۴، ابن قوطیہ ص ۹، ۱۰، الین پول ص ۴۲، اسکاٹ ج ۱ ص ۲۲۸، ایڈورڈ وسٹیز ص ۲۱، ڈوزی ج ۱ ص ۲۵۲،

طارق طلیطلہ کو خالی پاکر مفرور عیسائیون کے تعاقب مین جبال طلیطلہ وجبال الشارات کو عبور کرکے خود فوج لیکر گیا، اور ایک قائد محمد بن الیاس مغیلی کی سرکردگی مین فوج کا ایک دستہ دوسری سمت میں بھیجا تاکہ طلیطلہ کے شاہی خزانہ کو قبضہ مین لایا جائے۔

فتح وادی حجارہ | مغیلی نے ایک شہر وادی الحجارہ (Guadalajara) کو فتح کیا، اور یہاں کے کلیسا میں بیش قیمت طلائی و نقرئی ظروف و زیورات بیشمار تعداد مین حاصل ہوئے، مسلمانون نے اس علاقہ کو وادی الحجارہ (پتھرون والا دریا) سے موسوم کیا، شہر مبیہ یا امایہ جہان انیسوین صدی مین زمین سے شاہی تاج برآمد ہوئے اسی کے آس پاس آباد تھا،

فتح مدینہ مائدہ | دوسری طرف طارق طلیطلہ سے تقریباً ۵ میل سے کچھ آگے مقام قلعۃ النہر کے قریب ایک آبادی مین پہنچا، جہان طلیطلہ کے سب سے زیادہ بیش قیمت خزانے چھپاکر رکھے گئے تھے، طارق نے اس شہر پر آسانی سے قبضہ کرلیا، اور وہ بیشمار دولت ہاتھ آگئی جس میں وہ تاریخی مائدہ (کھانے کی میز) بھی تھا جس کو یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے چلے آتے تھے، اوران کے بیان کے مطابق بعض شاہان اندلس اس کو بیت المقدس کی فتح کے بعد اسپین مین لائے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) اسکے خاندانی حالات بھی درج ہین، یہ ضرور ہے کہ یہ تاج وہ نہ تھے جو قوطی بادشاہ اپنی زندگی مین پہنتے تھے، بلکہ یہ تاج وہ تھے جن کو بادشاہ اپنے زمانہ حکومت ہی مین کلیسا کو پیش کرتے تھے، ہر پابند مذہب قوطی بادشاہ دو تاج بنوایا کرتا تھا، ایک وہ خود پہنتا تھا، دوسرا کلیسا کو نذر کرتا تھا، یہ دستور ایسا تھا جس سے اس امر کی تصریح آسانی سے ہوجاتی ہے کہ اس قسم کی قیمتی چیزین مسلمانون کو فتح اندلس کے وقت بہ کثرت کیسے مل سکیں،"

برٹرڈ اور ایلس ڈیٹ کا خیال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امایہ یا مبیہ کا شہر جہان طارق کو کلیسائی نوادرات ملے تھے اسی چھوٹے شہر گواد اموار کے قریب ہوگا" (تاریخی جغرافیہ ملخصاً ص ۳۰۲ تا ۳۰۳)

اور بعض دوسری روایتوں کے مطابق وہ اسپین کے بادشاہوں ہی میں سے کسی کا بنوایا ہوا تھا، یہ تاریخی مائدہ ٹھوس سونے کی میز کی شکل کا تھا، یہ مسطح میز ۳۶۵ پایوں پر قائم تھی، اور بیش قیمت جواہرات یاقوت، زبرجد، اور موتیوں سے مرصع تھی، مسلمان اس میز کی مناسبت سے اس آبادی کو مدینۃ المائدہ (میز والا شہر) کہنے لگے۔

شمالی اندلس میں تاخت اس کے بعد طارق نے اسپین کے شمالی علاقہ کا رخ کیا، اور صوبہ لیون میں ہوکر استرقہ یا استورقہ پر اسلامی علم لہرایا، اس کے بعد شمالی مغربی گوشہ میں صوبہ جلیقیہ کی سمت بڑھا، اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، شمالی اندلس کی یہ مہمیں مستقل قبضے کے لیے نہیں بھیجی گئی تھیں، بلکہ محض اس لیے گئی تھیں کہ اسپین کے امراء پہلے ہر طرف سمٹ کر طلیطلہ میں آگئے تھے، اور جب یہ شہر بھی حملہ آوروں کی زد میں آگیا تو بہت سے امراء اپنے خزانوں کے ساتھ جلیقیہ چلے گئے تھے، اسلیے ان علاقوں میں نہ مسلمانوں کی کوئی آبادی قائم ہوئی اور نہ یہاں ان مہموں کے پائدار نقوش ثبت ہوئے، بلکہ صرف مجاہدین ان علاقوں کو تاخت و تاراج کرکے وافر مال غنیمت سے لدے پھندے طلیطلہ واپس آگئے۔

انتظام و انصرام اب اندلس میں مسلمانوں کو آئے ہوئے تقریباً ایک سال گذر چکا تھا، اس اثنا میں انھوں نے یہاں جنوبی اور وسط اندلس میں اپنا کامل اقتدار جما لیا تھا، قادس، اشبیلیہ، مالقہ، طلیطلہ وغیرہ کے اہم صوبے جنھیں مختلف مرکزی شہر جزیرہ خضراء، قرطبہ، غرناطہ، تدمیر، مالقہ اور طلیطلہ وغیرہ آباد تھے، اسلامی حدود میں تھے، ان صوبوں میں مسلمان اور ان کے ساتھ اسپین کے یہود جو عیسائیوں سے بغض و عناد رکھتے تھے، بسائے جا چکے تھے، مختلف صوبوں اور شہروں

کا دار الحکومت تھا[1] لیکن اندلس مین اسلامی پیش قدمیون کو جاری رکھنے کے سلسلہ مین طارق نے موسیٰ کے حکم کی جو نافرمانی کی تھی اس کی وجہ سے آگے چل کر جلد ہی اس کو یہان کی حکومت سے دست بردار ہونا پڑا، اور موسیٰ نے خود یہان آکر عنان حکومت ہاتھ مین لے لی،

قوطی شہزادے اور ان کا انجام

گاتھ شاہزادے، جو اندلس مین مسلمانون کے قدم جمانے مین معاون ہوئے تھے، ان کا معاملہ ابھی تک معلق تھا، یہ تین بھائی تھے، عرب مورخین نے ان کے نام المنذ، رملۃ یا رقلہ اور ارطباس لکھے ہین، تین ہزار جاگیرین ان کی خاص تھین، معاہدہ کے مطابق ان جاگیرون پر انھین قابض ہونا تھا گو کہ طارق اپنے معاہدہ کا پابند تھا، لیکن یہ شرطین اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایسی اہم تھین کہ ان پر عمل دراٰمد دربار خلافت کی منظوری کے بعد ہی کیا جا سکتا تھا، اس کا اندازہ ان شاہزادون کو بھی ہوا، چنانچہ وہ طارق کے پاس آئے اور صفائی سے اس سے پوچھا کہ وہ خود امیر مجاہد ہے یا اس کے اوپر کوئی دوسرا حاکم بھی ہے، طارق نے ان کو صورت حال سمجھائی کہ وہ والی افریقہ کے ماتحت ہے، اور وہ امیر المومنین

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۲، نہایت ۴ ۱۲، ابن اثیر ج ۴ ص ۵۴۴ و ۶۴۴، کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۶۰، کتاب الامامۃ مین بعض بیانات دیگر مورخین کے بیانون سے مختلف ہین، ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، لین پول (اسٹوری ج ۱ ص ۲۴)، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۲۸ تا ۲۳۲، مجموعہ اخبار الاندلس ص ۱۰، ۱۱، ۲۴۰، ابن القوطیہ ص ۹، ۱۰، ڈوزی ج ۱ ص ۳۵۲، ایڈورڈ ڈیٹیر (اسٹوری ج ۲، ص ۱۲)، شہاب الدین فارسی (ذکر مغیث) و اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۲۶۴، اندلس کا تاریخی جغرافیہ ذکر استورقہ، المایہ، مدینۃ المائدہ، وادی الحجارہ، طلیطلہ، فتح طلیطلہ کے بعد سے آخر تک کی فتوحات وادی الحجارہ، مدینۃ المائدہ وغیرہ کے ذکر مین عرب مغربی مورخین کے بیانات گنجلک ہین، مولف تاریخی جغرافیہ نے سب کو سامنے رکھ کر تطبیق دی ہے، نتیجے اخذ کیے ہین، ہم نے ان کے اتباع پر اعتماد کر کے متن مین مختلف مقامون پر ان کو اخذ کیا ہے،

کا نائب ہے، ان شاہزادون نے موسیٰ کے پاس جاکر اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، طارق
نے اس سے اتفاق کیا، اور تعارف کا ایک مکتوب ان کو دیدیا جس میں اس معاہدہ اور مسلمانون
کے حق مین ان کی خدمات کی تفصیلات درج تھین، ادھر موسیٰ خود اندلس آنے کے لیے تیار
تھے، دارالحکومت سے چل کر علاقہ بربرہ مین مقیم تھے کہ یکایک یہ شاہزادے ان کی خدمت مین پیش
ہوئے، انھون نے ایک مفصل مکتوب ان کے حوالہ کیا کہ دربار خلافت دمشق مین حاضر ہون،
چنانچہ یہ شاہزادے اس مکتوب کو لیکر خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دربار مین آئے، ولید
ان کے ساتھ غیر معمولی اخلاق سے پیش آیا، اور انھین شاہانہ اعزاز واکرام سے دربار مین جگہ دی گئی
اور کشادہ پیشانی سے ان مین سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ فرمان دیا، جن مین شاہانہ بخششون
کا ذکر تھا، اور وہ تمام جاگیرین ان کی ملکیت قرار پائی تھین، جو شاہان اندلس کی ذاتی جائیدادین
تھین، نیز ان فرمانون مین ان کی قدیم شاہانہ عظمت کو برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور آداب
شاہی بجالانے سے مستثنیٰ قرار دیے گئے تھے، پھر بھی تصریح تھی کہ جب عرب وبربر سردار ان سے ملنے
جائیں تو انھیں کھڑے ہو کر ان کی تعظیم بجالانے کی ضرورت نہ ہوگی، دربار سے رخصت
ہونے کے وقت انھیں شاہانہ عطایا وتحائف سے سرفراز کیا،

اس کے بعد یہ شہزادے اندلس واپس آئے اور اپنی اپنی جاگیرداد کا جائزہ لے لیا، اور
ان کو باہمی رضامندی سے باہم تقسیم کرلیا، ہر ایک کے حصہ مین ایک ایک ہزار دیہ پڑے
شاہزادے المند نے مغربی اندلس کی جاگیرین لین، اس لیے اشبیلیہ مین قیام اختیار کیا، منجھلے
شاہزادے ارطباش کی جاگیرین، وسط اندلس مین واقع تھین، وہ قرطبہ مین رہا، چھوٹے شاہزادے
ارتابادس کی جاگیرین شرقی اندلس مین تھین، اس نے طلیطلہ کو اپنے قیام کے لیے پسند کیا، اس طرح

یہ تینون شاہزادے اندلس کے مختلف تین حصون مین اعزاز و امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے لگے،[1] ان کی عزت و منزلت مین کبھی کمی نہین آئی، یہ اندلس کے معززین و مرفہ الحال شرفا مین شمار کیے جاتے رہے، عرب مورخین نے ان شاہزادون کے حالات تفصیل سے لکھے ہین، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اندلس کے حکمرانون کی نگاہون مین غیر معمولی عزت رکھتے تھے،

المندر اور اسکی اولاد

المند کا انتقال خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ حکومت مین ہوا، اس کے دو خرد سال لڑکے مطروبل اور عباس اور ایک لڑکی سارہ معروفہ بہ قوطیہ اسکے وارث تھے، ان کی نابالغی سے فائدہ اٹھاکر ان کے منجھلے چچا ارطباس نے ان کی جاگیرون پر قبضہ کرنا چاہا، سارہ ان مین سب سے بڑی اور ہوشمند تھی، اس نے ان کی فریاد کے لیے براہ راست دار الحکومت کو منتخب کیا، چنانچہ اپنے دونون بھائیون کو ساتھ لے کر ایک جہاز پر اندلس سے روانہ ہوئی، عسقلان مین جہاز سے اتری اور دمشق پہنچی، خلیفہ ہشام نے بڑے اعزاز سے اس کا خیر مقدم کیا، توجہ سے اس کے معروضات سنے، اور مناسب ہدایات کے ساتھ اس زمانہ کے امیر افریقہ حنظلہ بن صفوان کے نام ایک فرمان لکھ کر سارہ کو دیا، جس کو لے کر وہ حنظلہ کے پاس افریقہ آئی، حنظلہ نے اس زمانہ کے والی اندلس ابو الخطار حسان ابن ضرار کلبی کے نام اس کے حسب منشا حکم نامہ لکھ دیا، سارہ اس کو لے کر اندلس پہنچی، ابو الخطار نے اس خیال سے کہ ایک عورت کے لیے اتنی بڑی جائداد کا تنہا سنبھالنا دشوار ہوگا، سارہ کی مرضی سے اس کا عقد نکاح ایک معزز عرب قائد عیسیٰ بن مزاحم سے کر دیا، اور اس کی جاگیرون پر قبضہ دلا دیا، عیسیٰ بن مزاحم نے سارہ کی جاگیر کا مناسب انتظام کیا، اور وہ فارغ البالی سے زندگی بسر کرنے لگی، عیسیٰ بن مزاحم سے سارہ کے دو بیٹے ابراہیم اور اسحٰق پیدا ہوئے، اندلس کی مشہور تاریخ افتتاح الاندلس کا مصنف ابن القوطیہ

---

[1] ڈوزی نے اس کو اوباس کے نام سے یاد کیا ہے اور اسکا بیان ہے کہ گذر تھا کہ اسکو طلیطلہ کا ناظم بنایا گیا (ج ۱ ص ۵۳)

ان مین سے اول الذکر ابراہیم کی اولاد مین سے ہے، ابن القوطیہ کا نام محمد کنیت ابوبکر باپ کا نام عمر، دادا کا عبد العزیز تھا، اور پردادا یہی ابراہیم بن عیسٰی بن مزاحم تھا، ابن القوطیہ نے ۳۶۷ھ مین وفات پائی،

اندلس مین آگے چل کر جب امویون کی مستقل حکومت قائم ہوئی تو اس زمانہ مین سارہ زندہ تھی، عبد الرحمٰن الداخل اموی فاتح اندلس کے دربار مین بھی اس کے شاہی آداب ملحوظ رکھے گیے، سارہ نے دمشق مین عبد الرحمٰن الداخل کو اس کی خردسالگی کے زمانہ مین ہشام کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تھا، سارہ نے عبد الرحمٰن کو یہ واقعہ یاد دلایا، اور اس نے بھی سارہ کو پہچان لیا، عبد الرحمٰن کے زمانہ مین وہ قصر شاہی کے زنان خانے مین بے روک ٹوک آتی جاتی تھی، اور رفتہ رفتہ شاہی خاندان کے ارکان سے اس کے مراسم بہت بڑھ گئے تھے،

اسی زمانہ مین جب عیسٰی بن مزاحم کا انتقال ہوا تو دو عرب معززین حیوہ بن ملاس مذحجی اور عمیر ابن سعید لخمی سارہ کو اپنے حبالۂ عقد مین لانے کے خواستگار ہوئے، عبد الرحمٰن نے ثعلبہ بن عبید جذامی کی سفارش اور سارہ کی رضامندی سے عمیر بن سعید سے اس کی شادی کردی، اس نکاح سے حبیب بن عمیر پیدا ہوا، جو اندلس کے بنو حجاج، بنو سلمہ اور بنو حزم کا جد اعلی ہے، اندلس کے آخر عہد اسلامی تک حبیب بن عمیر کا خاندان اشبیلیہ کے ممتاز شرفا مین شمار کیا گیا،

ارطباس | ارطباس بھی شاہانہ جاہ و حشم سے زندگی بسر کرتا تھا، اس کے تعلقات عرب و بربر عمائد و معززین سے بہت شگفتہ تھے، وہ اگرچہ بجائی کی وراثت کے لیے بھتیجون سے لڑا تھا، مگر طبعاً نہایت سیر چشم تھا، اس کی داد و دہش کے واقعات ایسے ہین جو شاہزادون ہی کے شایان شان ہو سکتے ہین، مسلمان علماء و صلحا کی بڑی قدر افزائی کرتا تھا، ایک مرتبہ چند

اس کے پاس آتے دکھائی دیے، یہ انھین دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑا ہوگیا، اور اپنی مرصع نقرئی کرسی پہ بٹھانا چاہا، وہ معذرت کرکے فرش پہ بیٹھ گئے، ارطباس بھی پاس ادب میں اپنی کرسی سے اٹھ کر ان کے پاس فرش پہ بیٹھ گیا، اور ادب سے زحمت فرمائی کی وجہ دریافت کی، انھون نے سادگی سے فرمایا "مین چند دنون کے لیے اندلس آیا تھا، مشرق کا حال تمھین معلوم ہے، اب وہان میرا گذر نہین، یہین توطن اختیار کرنے کا قصد ہے، خدا نے تمھین وسعت دی ہے، چاہتا ہون کہ تمھاری جاگیرون مین سے ایک جاگیر لون، اور اس کو آباد کرون، تمھارا حق تمھین دون، اپنا حق خود لون، اور زندگی گذار دون، ارطباس نے جواب مین عرض کیا کہ "بخدا جو موضع بھی ہوگا وہ تمام و کمال آپ کی خدمت مین نذر ہوگا، وہ حق کاشتکاری پہ نہ ہوگا، کہ میرا حق بھی اس سے متعلق رہے، پھر ایک آباد موضع کا ہبہ نامہ مع مویشیون کے لکھ دیا، وہ موضع میمون کے خاندان مین وراثۃً آتا رہا،

شامی عربون مین جمیل نام کا ایک جاہل سردار تھا، اس کو ارطباس کے اس حسن اخلاق پر تعجب آیا، اس نے گستاخی سے کہا ہم آپ کے پاس آتے ہین مگر آپ اس سے زیادہ ہماری عزت نہین کرتے کہ ہمیں کرسیون پہ بیٹھنے کی عزت دیدیں، اور یہ سائل آپ کے پاس آیا اور آپ اس سے ایسے حسن اخلاق سے پیش آئے، ارطباس نے کہا "تم ادب شناس نہین ہو، تمھارا احترام دنیاوی حیثیت سے اس لیے کرتا ہون کہ تم طبقۂ حکمران میں سے ہو، لیکن میمون کی عزت اس لیے کی کہ اللہ کی مخلوق اس کی عزت کرتی ہے، حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو خلق مین عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، خدا اس کی عزت کرتا ہے،

پھر ان سردارون نے جب اس کے سامنے اپنا دست سوال دراز کیا، تو اس نے کہا "تم اہل دنیا ہو، تھوڑے پہ راضی نہین ہو سکتے، تمھارے لیے دس دس موضعے نذر ہین،

اس طرح اس نے صرف ایک مجلس مین کمال سیرچشمی سے سو مواضعات ان سردارون
مین بانٹ دیے،

ارطباس آگے چل کر شاہی عتاب مین آگیا تھا، عبدالرحمن الداخل سے اس کے تعلقات
خوشگوار نہ ہو سکے تھے، شاید اس کا سبب عبدالرحمن اور سارہ کے دیرینہ تعلقات ہو، ظاہر
ہے کہ سارہ اور ارطباس کے تعلقات اس خاندانی نزاع کی وجہ سے اچھے نہ رہ گئے تھے،
اور سارہ کی آمد و رفت جو شاہی محل مین تھی، اس کے اثر سے ارطباس سے بدگمانی پیدا ہونے
کے امکانات موجود تھے، چنانچہ ایک مرتبہ عبدالرحمن کسی فوجی مہم سے لوٹ کر واپس
آرہا تھا کہ اس نے ارطباس کے خیمہ کے گرد قیمتی تحائف کا انبار لگا ہوا دیکھا، عبدالرحمن
یہ دیکھ کر ضبط نہ کرسکا، اور اس کی جاگیرون کے ضبط کرنے کا حکم دیدیا، اس ضبطی کے حکم کے
بعد اس کی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ وہ عبدالرحمن کے سامنے سر جھکائے، چنانچہ خاموشی سے
بھتیجوں کے یہان چلا گیا، اور انہی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا،

کچھ دنون کے بعد وہ قرطبہ آیا، اور قصر شاہی مین عبدالرحمن سے ملنے کے لیے حاضر ہوا،
اگرچہ اس زمانہ مین بھی شاہی عتاب مین تھا، مگر اس نے اپنی شاہانہ خودداری برقرار رکھی،
ابن حاجب کو بلا کر طنزیہ پیغام بھیجا کہ "مین امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہون، تاکہ ان سے
رخصت ہو لون"، عبدالرحمن نے دربار مین بلا بھیجا، اب ارطباس کی ذاتی ریاست تو باقی
نہ تھی کہ وہ شاہانہ کر و فر سے رہتا، اس کی ہیئت گذائی سے بدحالی ٹپک رہی تھی، عبدالرحمن
نے اس کو اس حال مین دیکھ کر پوچھا "ارطباس! اس حال میں کیسے پہنچے؟ ارطباس کو موقع ملا
اس نے جھٹ کہا "آپ ہی نے تو مجھے اس حال مین پہنچایا ہے، آپ مجھ سے اور میری جاگیرون

جرم کے پاداش کے بغیر توڑ ڈالے، عبدالرحمٰن نے بات بدل کر طنزیہ لہجہ میں کہا "تم تو
مجھ سے رخصت ہونے کے لئے آئے ہو؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم کو روما جانا ہے،" ارط
نے کہا "نہیں تو، مجھ کو تو خبر ملی کہ آپ شام کا قصد رکھتے ہیں"، عبدالرحمٰن نے کہا "مجھے ی
کون چھوڑ سکتا ہے کہ میں وہاں واپس جاؤں؛ وہاں سے میں بزور شمشیر نکالا جا چکا ہوں"
نے جواب دیا "تو پھر اس مقام پر جہاں کہ آپ اس وقت موجود ہیں کیا آپ چاہتے
کہ اس کو اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے بھی چھوڑ جائیں، یا اسی طرح اس کو واپس لے
جائے، جیسے کہ آپ نے اس کو لیا ہے" عبدالرحمٰن نے کہا "نہیں واللہ میرا اس کے س
کوئی قصد نہیں کہ میں اس کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے مستحکم کر جاؤں"، یہ سن کر ارطباس
نے صفائی سے کہا "تو پھر اپنے طرز عمل کا جائزہ لیجئے"، اور اس کے بعد ایسے مختلف
واقعات اور خیالات اس کے سامنے بیان کیجے جو اس زمانہ میں عبدالرحمٰن اور اس
کے طرز حکومت کے متعلق لوگوں میں پھیل رہے تھے، عبدالرحمٰن کو ارطباس کی اس
گفتگو سے مسرت ہوئی، اس کا شکریہ ادا کیا، اور بیس جاگیروں کو واپس کرنے
حکم دیا، اور نئے سرے سے خلعت سے سرفراز کیا، اس کے بعد اس کو اندلس کے
ئیوں کے عہدۂ قماست پر سرفراز کر دیا، اس طرح اندلس کے دور اسلامی
میں، حکومت کی طرف سے سب سے پہلا قومس وہی نامزد کیا گیا،[۱]

افسوس ہے کہ تیسرے بھائی رملہ یا دقلہ یا اس کی اولاد کے حالات روشنی میں
نہ آسکے،

---

[۱] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۲۶ تا ۱۰۴

(۲) موسیٰ بن نُصَیر فاتح اندلس

سنہ ۹۳ھ - سنہ ۹۵ھ
۷۱۲ء - ۷۱۴ء

موسیٰ بن نصیر بن عبدالرحمٰن بن زید لخمی تابعین میں سے تھے، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے حدیثیں روایت کیں، خانوادۂ امویہ سے ان کا دیرینہ تعلق تھا، ان کے والد نصیر بن عبدالرحمٰن لخمی کہا جاتا ہے کہ بنو امیہ کے موالی میں سے تھے، ایک روایت کے مطابق وہ عربی النسل تھے اور بنو لخم سے تعلق رکھتے تھے، اس نسبت سے لخمی کہلائے، اور یہی روایت زیادہ قرین قیاس ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ نصیر خلافت صدیقی میں شام میں جبل جلیل میں گرفتار کیے گئے اور بنو امیہ ہی نے ان کو آزاد کیا، وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ تھے، اور انکے نزدیک منزلت رکھتے تھے، باین ہمہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کیلیے نکلے تو نصیر اس فوج میں شریک نہیں ہوئے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے احسانات یاد دلا کر وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ "میرے لیے یہ ممکن نہ ہوسکا کہ آپ کا شکر گذار ہونے کے لیے اس سے کفران کروں، جس کی شکرگذاری زیادہ بہتر ہے"، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا "وہ کون ہے"،

نُصیر نے جواب میں کہا "اللہ عزوجل"

شروع ہوئی، اس نے ان کو بصرہ کے خراج کی تحصیل وصول کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، پھر وہ ۸۹ھ میں افریقہ و مغرب کے والی بنائے گئے، اور اپنی اور اپنے لڑکوں عبداللہ و عبدالعزیز کی سرکردگی میں افریقہ و مغرب ادنیٰ و مغرب اقصیٰ کے بہت بڑے علاقہ کو زیرنگین کیا، یہانتک کہ بربروں نے ان کی پوری اطاعت قبول کرلی، انھوں نے ملک کے مختلف حصوں پر اپنے ولاۃ نامزد کردیے، چنانچہ اسی سلسلہ میں طارق کو طنجہ کا والی مقرر کیا، اور جب اندلس کی مہم درپیش ہوئی تو اس کی سرکردگی میں بربروں کا لشکر بھیجا، جس نے اندلس میں اپنی پیش قدمیاں جاری رکھیں[۱]، لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اندلس میں طارق کی پیش قدمیوں کا جاری رہنا موسیٰ ابن نصیر کے منشا کے مطابق نہ تھا، مگر طارق نے صریح عدول حکمی کرکے اندلس کے آخری شمالی اور شمالی مغربی علاقوں تک تاخت کی، اور کسی جگہ سوائے استجہ کے بقیۃ السیف سپاہیوں اور صوبہ مرسیہ میں تھیوڈومر کے کسی منظم جماعت نے اس کا مقابلہ نہیں کیا، اس لیے واقعۃً طارق سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی، تاہم وہ اصولاً اپنے افسر کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب ہوچکا تھا،

موسیٰ بن نصیر نے اس کی اس آئینی خطاکاری کو معاف نہیں کیا، انھوں نے طارق کے ہاتھوں سے اندلس کی امارت کی باگ چھیننے اور اس کو اس کی نافرمانی کی سزا دینے کیلیے خود اندلس کے سفر کا قصد کیا، چنانچہ انھوں نے اندلس میں اپنی فوجی مہم لیجانے کیلیے اٹھارہ ہزار فوج اکٹھا کی، جس میں عرب و بربر قبائل کے مختلف ممتاز قائدین بھی تھے، انھوں نے افریقہ میں اپنے لڑکے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا، اور خود فوج لے کر وہ اندلس کے لیے روانہ ہوگئے،

[۱] ابن خلکان ج ۳ ص ۱۹ و ۲۰، تاریخ مغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۴۰ تا ۴۷) و فتوح البلدان بلاذری ص ۲۴۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۳۲

اور اندلس مین جزیرۂ خضرا کے پاس ایک پہاڑی پر ماہ رمضان ۹۳ھ مطابق ماہ جون ۷۱۲ء مین لنگر انداز ہوئے، یہ پہاڑی جبل موسیٰ کے نام سے موسوم کی گئی، یہاں سے وہ جزیرۂ خضرا مین آئے، کاؤنٹ جولین موسیٰ کے ہمراہ اور ان کے خاص مشیرون میں سے تھا،

مسلمانون نے میدان گوڈالیٹ مین ۱۲ ہزار فوج سے ایک لاکھ فوج کو شکست دی تھی، موسیٰ کے ساتھ مزید ۱۸ ہزار آزمودہ کار سپاہی آئے تھے، ان سپاہیوں کو اپنا جوہر دکھانے کے لیے کسی نئے میدان کی تلاش تھی، موسیٰ کا حوصلہ بھی بلند تھا، اس کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اپنی فتوحات کو اس طرح وسعت دیں کہ وہ اندلس سے قسطنطنیہ ہو کر ارض شام میں داخل ہو سکیں اور دار الخلافت دمشق کو اندلس سے خشکی کے راستہ سے ملا دیں، اس لیے وہ اسپین کے عیسائیون کو آسان شرطون پر مطیع کر کے یہان امن وامان قائم کرنا، اور انھین اپنا ہمنوا بنا کر اسلامی فتوحات کے دائرہ کو آگے اس طرح بڑھانا چاہتے تھے کہ مفتوحہ ممالک مین جا بجا اسلامی آبادیان بھی قائم ہو جائیں، اور اندلس سے دمشق تک کا علاقہ سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی بن جائے، یہ ظاہر ہے کہ اس اہم تجویز کو عملی شکل مین لانے کے لیے خلیفہ وقت کی منظوری ضروری تھی، چنانچہ انھون نے اپنی مفصل تجویز دار الخلافت دمشق بھیجدی تھی، اور جواب کا انتظار کرتے رہے،

لیکن ان دنون موسیٰ ایک قسم کی ذہنی کشمکش مین مبتلا تھے، ایک طرف وہ طارق سے خوش نہ تھے، اولاً اس کی عدول حکمی کے سبب سے، دوسرے اس نے فتوحات اور مال غنیمت کے حاصل کرنے میں جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ موسیٰ کی اس اسکیم کے مخالف تھا، جس کے مطابق وہ پیش قدمی کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف وہ دار الخلافت کی منظوری کے بغیر

کی حالت میں تھے، اور طارق سے بدل ہونے کے سبب سے وہ اس سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے،

اس لیے انھوں نے طلیطلہ جانا پسند نہیں کیا، اور انتظار کی گھڑیوں کو مغربی اندلس مین گذارنا چاہا، خصوصاً اس لیے کہ اس علاقہ میں ابھی فوجی مہموں کے لیے وسیع میدان موجود تھا، چنانچہ انھوں نے کاؤنٹ جولین کے مشورہ سے طارق کے مفتوحہ ومقبوضہ علاقون کو چھوڑ کر غیر مفتوح حصون کا رخ کیا، اس سلسلہ مین جنوبی اندلس کے چند ایسے شہرون کی باری پہلے آئی جو طارق کے زیر نگین ہو چکے تھے، مگر اس کے پیٹھ پھیرتے ہی سرکشی اختیار کر چکے تھے،

شذونہ پر مستقل قبضہ چنانچہ موسیٰ سب سے پہلے شذونہ پہنچے، اور یہ شہر مستقل طور پر اسلامی قبضہ مین آگیا،

فتح قرمونہ اس کے بعد قرمونہ کی باری آئی، یہان عیسائیون نے بڑی طاقت جمع کر لی تھی، کاؤنٹ جولین کی مدد سے یہ مہم بھی زیادہ کشت وخون کے بغیر آسانی سے فتح ہوگئی، اس نے اپنے چند ساتھیون کو مصیبت زدہ شکل مین شہر مین پناہ گزین ہونے کے لیے بھیجا، شہر کے عیسائیون نے فریب مین آکر انھین جگہ دیدی، رات کو انھون نے شہر کے پھاٹک کھولدیے، اور دروازہ کھلتے ہی مسلمان ریلا کرکے شہر مین داخل ہوگئے،

فتح اشبیلیہ اس کے بعد موسیٰ نے مشہور شہر اشبیلیہ کی طرف رخ کیا، یہ گاتھ سے پہلے اندلس کا پایہ تخت رہ چکا تھا، مستحکم قلعہ بندیون سے محفوظ تھا، اس زمانہ مین بھی اس کی شاندار عمارتون مین امراء وعمائد سکونت پذیر تھے، اور یہان کے کلیسا کو اندلس مین مرکزی عظمت حاصل تھی، یہان کے باشندون نے طارق سے جزیہ کی شرط پر رستگاری حاصل کی تھی، مگر عملاً اطاعت قبول نہیں کی تھی، موسیٰ کے پہنچتے ہی اہل شہر محصور ہوگئے، چند مہینے محاصرہ جاری رہا، آخر شہر والون نے

سپر ڈال دی، شہر کی دولت و املاک مسلمانون کے قبضہ مین آئی، عمائد و رؤسا ترک سکونت کر کے
باجہ چلے گئے، اور موسیٰ نے مسلمانون اور یہودیون کو یہان آباد کر دیا،

فتح ماردہ | اس کے بعد موسیٰ نے اپنی تجویز کے مطابق اندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ مغربی اندلس کے
مشہور شہر ماردہ کا رخ کیا، شہر والون نے جم کر محاصرہ کا مقابلہ کیا، طویل مدت یہان بھی گذر گئی،
آخر موسیٰ نے شہر کے قریب عقب مین ایک پہاڑی مین کمینگاہ تیار کرائی، اور فوج کو اس مین
چھپا دیا، صبح ہوئی تو شہری فوج معمول کے مطابق شہر سے نکل کر صف آرا ہوئی، اسلامی لشکر
سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ پیچھے کمینگاہ سے چھپے ہوئے سپاہی نکل پڑے، اور عقب سے حملہ کیا،
اس لڑائی مین شہری فوج کی قوت کمزور ہوئی، اس کے بعد موسیٰ نے لکڑی کا دبابہ (ٹینک)
بنوایا، چند آدمی اس مین بیٹھکر فصیل کی دیوار مین نقب زنی کر رہے تھے کہ محصورین بڑی تعداد
مین زغہ کر کے نکل پڑے، یہ حملہ ایسا اچانک تھا کہ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، یہ لڑائی ایک
برج کے پاس ہو رہی تھی، مسلمانون مین اس کا نام برج الشہداء پڑ گیا، مسلمانون نے اس جانی
نقصان کے اٹھانے کے باوجود محاصرہ نہین اٹھایا، آخر شہر والون نے صلح کا پیغام دیا، اور اسلامی
لشکر ۹۴ھ مین عید کے دن (۳۰ جون ۷۱۳ء) شہر مین داخل ہوا، صلح کی شرطون کے مطابق
لڑائی مین مرنے والون، اور جلیقیہ بھاگ جانے والے عیسائیون اور کلیسا کا سارا مال و متاع
مسلمانون کے قبضہ مین آیا، باقی دوسرے لوگون کی دولت و املاک سے کوئی تعرض نہین کیا گیا،

اشبیلیہ کی بغاوت | موسیٰ کو ماردہ مین اشبیلیہ کے گرد و نواح کے دو شہرون لبلہ اور باجہ کے
باشندون کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ جمع ہو کر اشبیلیہ آئے، اور یہان کے عیسائیون کی مدد سے
اشبیلیہ مین جو اسلامی فوج تھی اس پر حملہ آور ہوئے، اور اسّی مسلمان شہید ہو گئے، ان

یہ اندلس مین اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا، موسیٰ نے اپنے لڑکے عبدالعزیز کی سرکردگی مین ایک لشکر بھیجا، اس نے یہان کے مجرم عیسائیون کو پوری سزا دی، ان کی ملکیتین ضبط کرلین، اور مسلمانون کی بڑی جمعیت کے ساتھ وہ خود مقیم ہوگیا، اور اپنی سکونت کے لیے یہان کے ایک قدیم محل کو منتخب کیا،

فتح لبلہ وباجہ اس کے بعد لبلہ، پھر باجہ .... پر فوج کشی کی گئی، اور ان دونون شہرون کو زیرنگین کرلیا گیا، یہان کے امرا، وعمائد بھی نکال دیے گئے، اور ان کے قصور و محلات مسلمانون کے قبضہ مین دے دیے گئے، نیز ماردہ کے گرد و نواح مین فوج کے دستے بھیجے گئے، اور یہ پورا علاقہ مطیع ہوگیا،

موسیٰ اور طارق کی ملاقات ابھی تک موسیٰ اور طارق ایک دوسرے سے نہین ملے تھے، موسیٰ نے ماردہ سے طلیطلہ کی جانب ماہ شوال ۹۴ھ کے خاتمہ پر رخ کیا، طارق نے طلیطلہ سے نکل کر طلبیرہ مین اس کا استقبال کیا، موسیٰ طارق کو دیکھتے ہی اس پر برس پڑا، کہا جاتا ہے کہ نافرمانی کی پاداش مین اس کو کوڑے بھی لگائے گئے،

بہرحال اندلس مین ان دونون کی یہ پہلی ملاقات ناخوشگوار رہی، تاہم موسیٰ نے زجر و توبیخ کرکے معاملہ کو ختم کردیا، اس کو اپنے منصب پر برقرار رکھا، اور اندلس کے ہراول دستون کا قائد بنادیا، اس طرح وہ اپنے عہدۂ سپہ سالاری پر مامور رہا[۵]،

---

[۵] بعض عیسائی مورخین نے طارق کے قید کیے جانے اور پھر اس کے قتل کا ارادہ رکھنے اور دارالخلافت سے اس کی رہائی کا پروانہ آجانے کا تذکرہ کیا ہے، مگر عربی تاریخون سے اسکی تائید نہین ہوتی، بلکہ مقری نے ابن حبان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"پھر موسیٰ نے طارق سے صفائی کرلی، اور اس سے اپنی خوشنودی ظاہر کی" (نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۰)

(باقی ص ۱۱۱ پر)

نئی مہمون کا آغاز موسیٰ نے مال غنیمت کا جائزہ لینے کے بعد نئی مہمون کا آغاز کیا، طارق مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا گیا تھا، وہ متعین مقامات پر فوج لیکر جاتا، موسیٰ پورا اسلامی لشکر اس کے پیچھے پیچھے لیکر جاتا، اور نئے نئے مقامات اسلامی فتوحات کے دائرہ مین داخل ہوتے جاتے،

ان مہمون مین اسلامی لشکر کا رخ اندلس کے شمالی حصہ کی طرف تھا، اس وقت تک دار الخلافت سے موسیٰ کی اس تجویز کی منظوری نہین آئی تھی، تاہم اس نے ان مہمون مین اس تجویز کو اپنی نگاہ مین رکھا کہ وہ اندلس سے مشرق کی طرف (موجودہ نقشہ کے مطابق یورپ کے جنوبی ساحلی مقامات اندلس، فرانس، اطالیہ، یوگوسلاویہ اور بلغاریہ سے گذر کر قسطنطنیہ مین داخل ہو، پھر یہان سے اناطولیہ کو طے کر کے شام مین آجائے، چنانچہ مقری لکھتا ہے،

"اور اس نے یہ قصد کیا کہ قسطنطنیہ کی طرف سے مشرق مین آئے، اور دروب شام اور دروب اندلس کی طرف بڑھے اور ان دونون دروب کے درمیان جو بھی نصرانی فرقے مین ہین ان مین گھس کر ان سے جہاد کرے اور اون کو شکار بنائے یہانتک کہ دار الخلافت سے ملجائے"

ایک دوسری جگہ ہے:

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۰) ابن اثیر لکھتا ہے

"موسیٰ طارق کے پاس گئے، طارق نے ان کو راضی کیا، وہ راضی ہوگئے، اور طارق کے عذر کو قبول کیا" (ابن اثیر ج ۴ ص ۵۶۳)

اسی طرح بلاذری کا بھی یہی بیان ہے کہ طارق نے اس کو راضی کرلیا اور موسیٰ کی خوشنودی اسکو حاصل ہو گئی، (فتوح البلدان ص ۲۳۰)

"اور وہ یہ امید رکھتا تھا کہ فرنگیوں کے جو شہر باقی رہ گئے ہیں ان کو چیر کر ارض کبیرہ میں گھس جائے یہانتک کہ شام تک لوگوں سے مل جائے۔ اس کا قصد یہ تھا کہ اس سرزمین میں اس نے چیر کر جو شگاف پیدا کر دیا ہے اس کو ایک وسیع راستہ بنا دے جس پر اہل اندلس مشرق کی طرف آمد و رفت کرنے میں خشکی میں چل سکیں اور سمندر میں ہو کر نہ گذریں۔"

موسیٰ نے یہ مہم اپنے اسی مطمح نظر کے مطابق شروع کی تھی، اس لیے وہ ان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں سے غیر معمولی نرمی اور حسن و سلوک سے پیش آنا چاہتا تھا، تاکہ رعایا کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت پیدا نہ ہو، اور حسن معاملت سے ان کا ایسا اعتماد حاصل ہو کہ وہ ان کیلیے اسلامی قبضہ و اقتدار بار نہ ہو جائے، اور ان مفتوحہ ممالک میں امن و امان قائم رہے، اور اندلس سے شام تک کے علاقہ کے ایک سلسلہ میں منسلک ہو جانے سے غیر معمولی تمدنی، اقتصادی اور رفاہی فوائد حاصل ہو سکیں، چنانچہ اس نے مہم کے روانہ ہونے سے پہلے فوج کو جن چند امور کی تلقین خاص طور پر کی، اور ان کے خلاف ورزی کے جرم کی سنگین سزا مقرر کی وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ملک کو تاخت و تاراج نہ کیا جائے،

۲۔ حملے فوجی طریقہ کے مطابق صرف ملک گیری کے لیے ہوں،

۳۔ رعایا کے مذہبی جذبات کا پورا احترام کیا جائے،

۴۔ لوٹ، مار، اور جور و ظلم کے طریقوں سے باز رہا جائے،

۵۔ مسلمان سپاہیوں کو عدول حکمی کی صورت میں موت کی سزا دی جائے۔

شمالی اندلس پر کامل اقتدار

انہی احکام کے ساتھ اسلامی لشکر نے مزید فتوحات کے لیے طلیطلہ سے باہر قدم نکالے، اور کم سے کم اندلس کی سرزمین میں غیر معمولی آسانی سے انھیں فتوحات حاصل ہوتے گئے ان حملوں میں طارق مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے آگے اور موسیٰ قلب فوج کو ساتھ لیے پیچھے پیچھے

رہتے تھے، شمالی اندلس میں کسی جگہ کسی منظم جماعت نے کوئی قابل ذکر مقابلہ نہیں کیا، یہاں تک کہ اس صوبہ کے صدر مقام سرقسطہ تک آسانی سے پہنچ گئے، اور شہر کا محاصرہ کرکے اس کو فتح کر لیا، اس شہر کا فتح ہونا تھا کہ گویا پورا شمالی اندلس زیر اقتدار آگیا، یہاں سے گرد و نواح کے ملحق قلعوں پر فوجی دستے بھیجے گئے، اور ان کے دروازے کھلتے گئے، پھر آس پاس کے شہروں اور چھوٹی بڑی آبادیوں کی طرف فوجکشی کی گئی، اور جہاں جہاں مسلمان گئے، وہ مقامات فتح ہوتے گئے، بلکہ زیادہ موقعوں پر موسیٰ کی فوج کی ضرورت نہیں پڑی، طارق اپنے مختصر دستہ ہی سے ان مقامات کو زیر نگین کرتا گیا، اور بعض مقاموں کے باشندے خود دوڑ کر آئے اور امان طلب کرکے واپس گئے، ان مقاموں پر معقول شرطوں پر انہیں امان دیگئی، طارق جہاں جہاں جو شرطیں منظور کرتا تھا، موسیٰ وہاں پہنچ کر ان کی تصدیق کر دیتا تھا، اسی طریقہ سے شمالی مشرقی اندلس کا یہ پورا علاقہ زیر نگین ہو گیا،

اس کے بعد اس صوبہ میں اسلامی حکومت کی تاسیس عمل میں آئی، سرقسطہ اس صوبہ کا دار الحکومت قرار دیا گیا، افریقی مسلمان یہاں آباد کیے گئے، اور عبداللہ بن حنش یہاں کا پہلا گورنر بنایا گیا، زمانۂ فتح سے حکومت امویہ کے قیام تک ۴۴ برس تک مختلف ولاۃ یہاں وقتاً فوقتاً بھیجے گئے، یہ ولاۃ والی اندلس کے ماتحت ہوتے تھے، لیکن ہر زمانہ میں مختلف صوبوں کے والیوں میں یہاں کے والی کو امتیازی حیثیت حاصل رہی۔

شمالی مشرقی اندلس پر اقتدار

اس کے بعد اندلس کے شمالی مشرقی حصہ کی طرف مہم بھیجی گئی، چنانچہ اس علاقہ کے مشہور ساحلی شہر برشلونہ، طرکونہ، اور جیرندہ اسلامی اقتدار میں داخل ہوئے

صوبہ سرقسطہ کے حدود مین یہ داخل رہا ہے،[۱]

جنوبی فرانس کے چند شہرون پر قبضہ

اندلس کے شمال مشرقی حصہ کے زیرنگین ہوجانے کے بعد فوجی مہمون کے لیے قدرتاً فرانس کے حدود پر نگاہ اٹھی، چنانچہ موسیٰ نے جنوبی فرانس کی طرف اپنی فوجی پیشقدمی جاری کی، اس سلسلہ مین سب سے پہلا حملہ جنوبی فرانس کے مشہور ساحلی شہر اربونہ (ناربون) پر کیا گیا، اور وہ زیر اقتدار آیا، پھر اس شہر کو فوجی چھاؤنی بناکر فرانس کے مختلف شہرون پر تاخت کی گئی، چنانچہ اس تاخت مین جنوبی مشرقی فرانس کے مشہور شہر حصن لوذون پہنچے، پھر یہان سے اونیون کا رخ کیا لیکن مسلمان ابھی اثنائے راہ مین تھے کہ عیسائیون کے ایک عظیم الشان لشکر کے اجتماع کی خبر ملی، مگر انھون نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی، اور اونیون مین داخل ہوگئے، اس طرح جنوبی مشرقی فرانس کے تین اہم شہر اربونہ، لوذون، اور اونیون مسلمانون کے قبضہ مین آگئے،

پیپن آف ہرسٹل اور اسلامی لشکر مین مقابلہ

مسلمانون کے فرانس کے حدود مین داخل ہوجانے سے یہان کے عیسائی حکمرانون مین ہلچل مچ گئی، اس زمانہ مین فرانس مین نوابون (کاؤنٹس) اور فوجی افسرون کی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین قائم تھین، ان مین سے پیپن آف ہرسٹل (Pepin of Heustal ۴۹ھ / ۶۶۹ء - ۹۶ھ / ۷۱۴ء) امتیاز حاصل کرکے مرکزی فرانس کے تخت پر قابض ہوچکا تھا، اور وہی فرانس کے فرمانروا خاندان کارلنگین Caralingiam کا بانی تھا، اس کو عرب مورخین "قارلہ" کے لقب سے یاد کرتے ہین،[۲]

---

[۱] یورپین مورخین نے موسیٰ کے اس حملہ کا ذکر نہین کیا ہے، اس لیے "قارلہ" کی شخصیت مشہور رہی ہے، ہمارے خیال مین "قارلہ" کو "کارلنگین" ہی کی تعریب سمجھنا قرین قیاس ہے، چنانچہ عرب مورخین اسی خاندان کے ایک دوسرے فرمانروا کو ۱۸۵ھ؁ مین زوال برشلونہ کے موقع پر اسی لقب "قارلہ" سے یاد
(باقی حاشیہ ص ۱۱۵ پر)

[۲] اخبار مجموعہ، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۰ و ۱۳۰، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۳۱

قارلہ یعنی پیپن آف ہیرسٹل نے فرانس کو مسلمانون کے سیلاب کی زد سے محفوظ رکھنے کے لیے عظیم الشان لشکر کے ساتھ فوجکشی کی۔ اوینون کی قلعہ بندی ایسی نہ تھی کہ وہان بیٹھکر مسلمان اس کا مقابلہ کر سکتے، اس لیئے وہ اربونہ کی قلعہ بندی سے فائدہ اٹھانے کے لیے اسی سمت لوٹ آئے، یہان پہنچے تو پیپن کے لشکر کو شہر کا محاصرہ کیے ہوئے پایا، اس لیے اوینون سے واپس آنے والے اسلامی لشکر کے لیے شہر مین داخل ہونے کا راستہ بند ہو چکا تھا، مسلمانون نے اربونہ کے سامنے ایک پہاڑی کے دامن مین اپنے مورچے جما لیے، پیپن دفعۃً حملہ آور ہوا، اس وقت طارق اور موسیٰ کی فوجین ایک دوسرے سے علحدہ تھین، پہاڑی پر مسلمانون کا جنگی موقع بھی اچھا نہ تھا، ہر طرف سے نرغہ مین آ گئے، اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، آخر بڑی قربانیون کے بعد لڑتے بھڑتے کسی طرح شہر مین داخل ہونے مین کامیاب ہو سکے، پیپن نے بڑی سختی سے ناربون کا محاصرہ کر لیا، مسلمان بھی ناربون مین جم کر محاصرہ کو توڑنے کی کوششین کرتے رہے، اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر عیسائیون پر حملہ آور ہو کر انھیں تہ تیغ کرتے، جب محاصرہ طول پکڑ گیا، تو پیپن کو مسلمانون کی کمک کے پہنچنے کا اندیشہ ہوا، اس لیے وہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلا گیا،[۱]

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۴) کرتے ہیں، اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ عربون کے نزدیک اس خاندان کے فرمانروا کا یہ خاندانی لقب تھا، پیپن آف ہیرسٹل اور اس کے خاندان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو "دی فرینکس" ہیوس ہرجنبٹ اسٹوری آف دی نیشن سیریز، ج ۱۴ باب "دی میئرس آف دی پیلس" ص ۱۹۴ تا ۲۰۶، انسائیکلو پیڈیا ج ۱ ص ۸۸ طبع یازدہم ذکر فرانس عنوان "پیپن آف ہرسٹل" و نیز ج ۱ ص ۳۸۱،

لہ ابن اثیر ج ۴ ص ۲۹۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۸ و کتاب الامامة

عیسائی حکمرانوں کی مجلس مشاورت پسپین نے واپس جاکر یورپ پر اسلامی حملہ اور اس سے آیندہ ہونے والے حالات پر غور کرنے کے لیے یورپ کے حکمرانوں کا ایک اجتماع اپنی سرکردگی مین کیا، یورپ کے حکمرانوں کو اگر عربون کے یورپ پر حملہ آور ہونے کا کوئی خطرہ تھا، تو وہ اس کو مغرب کے بجائے مشرق کی سمت سے سمجھتے تھے، لیکن ان چند ہزار بے سروسامان سپاہیون کا مغرب کے دور دراز راستہ سے قلب یورپ مین سیلاب کی مانند گھستے چلے جانا عیسائی حکمرانون کو محو حیرت بنائے تھا، لیکن انھون نے اس مجلس مشورت مین کسی اعلیٰ پیمانہ پر مدافعانہ مزاحمت نہ کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ ان کے خیال مین مسلمان جس عزم وحوصلہ اور جوش وخروش سے بڑھ رہے تھے، ان کا مقابلہ کرکے ان کی راہ روکنا کوئی آسان کام نہ تھا، اس لیے انھیں اسی حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا گیا، خصوصاً اس لیے کہ ان کے خیال مین جب ان کے دامن مال غنیمت سے بھر جائیں گے اور دولت وثروت کا نشہ چڑھے گا تو ان مین ایک دوسرے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۵) مورخین نے اس کا تذکرہ نہین کیا ہی، لیکن عرب مورخین مقری، ابن اثیر، ابن خلدون، ابن قتیبہ وغیرہ نے مذکورۂ بالا واقعات کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہی، اس لیے محض اس زمانہ کے عیسائی مورخین کا تذکرہ نہ کرنا عرب مورخین کے بیانون کو قبول نہ کرنے کی کوئی معقول دلیل نہین بن سکتا، خصوصاً اس لیے کہ اس زمانہ مین فرانس اور اس کے آس پاس مین جو چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین قائم تھین، ان کے حالات بڑے دھندھلکے مین ہین، جزئیات کی تفصیل بہت کم ملتی ہی، اس کے برخلاف عرب مورخین نے اندلس کے حملہ اور لشکر کی نقل وحرکت وجزئیات کو تفصیل کے ساتھ محفوظ رکھا ہے، اور عرب مورخین کا موسیٰ کے مقابل عیسائی فرمانروا ملک "قارلہ" کا نام لینا اور اس زمانہ کے فرانس مین "کارلنگین" خاندان کے بانی پپین آف ہرسٹل کو جو عروج حاصل ہو رہا تھا اس کا مسلمانون کے فرانس کے حدود مین داخل ہونے کے باوجود خاموش رہنا قرین قیاس نہین سمجھا جاسکتا اس لیے ہمارے خیال مین فرانس پر موسیٰ کا حملہ آور ہونا اور پپین آف ہرسٹل کا مدافعت کرنا دونون تاریخی حقیقتین ہین،

پر مسابقت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، اور اس باہمی آویزش سے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائینگے اس وقت ان مین سے ایک ایک سلطنت کو ختم کرنا آسان ہوگا، اور رفتہ رفتہ عیسائی دنیا خصوصاً یورپ کی سرزمین سے ان کے نام ونشان کو مٹا دینا آسان ہوگا،

سلاطین یورپ نے اس مجلس مشورت مین یورپ مین مسلمانون کے بڑھتے ہوئے اثر و اقتدار کے متعلق یہ بنیادی فیصلہ کیا، اور اسی حکمت عملی کے بموجب ان کی آئندہ کارروائیان جاری رہین، چنانچہ اس فیصلہ کے بعد پیپن آف ہرسٹل نے مسلمانون پر عیسائی سلطنتون کے متحدہ جارحانہ حملہ کا ارادہ ترک کر دیا، اور صرف اپنے حدود حکومت مین دریائے رول کے کنارے کنارے مستحکم فوجی چوکیان تعمیر کرلین، یعنی دوسرے لفظون مین اس نے مسلمانون کے مفتوحہ علاقہ کو ان کی حکومت کے حدود مین تسلیم کرلیا، اور آگے چل کر ایسے حالات پیش آئے کہ پیپن نے سرحد کی تعیین کے لیے جو فوجی چوکیان تعمیر کین، وہی سرزمین فرانس مین مسلمانون کا آخری مستقر قرار پایا، اور مسلمانون کو اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش نہین آئی، کیونکہ دارالخلافت سے موسیٰ کی تجویز کی منظوری حاصل نہین ہوسکی،

موسیٰ کی تجویز کے مسترد ہونے کی ایک بڑی وجہ اربونہ مین مسلمانون کی ناکامی بھی تھی، یہان مسلمانون کے شہید ہونے اور غیر معمولی مصائب اٹھانے کی تفصیلات، دارالخلافت تک پہنچین اس لیے خلیفہ ولید نے اندلس کی سفارت کے لیے مغیث کو منتخب کیا، جو فتح قرطبہ کی مہم انجام دے کر اندلس سے مشرق چلا گیا تھا،[1] اور اس کو ہدایت کی کہ وہ موسیٰ کو اپنی تجویز پر عمل کرنے سے باز رکھے، اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنی مزید پیش قدمیون کو روک دے بلکہ اندلس کی حکومت کا انتظام

تذبذب ظاہر ہو تو وہ عام سپاہیون کو پیش قدمی کرنے سے روک دینے، اور اپنے حدود مین واپس چلے آنے کی تلقین کرے،

چنانچہ مغیث اندلس واپس آیا لیکن ابھی موسیٰ سے اس کی ملاقات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ فرانس کے میدان مین مسلمانون کو عربی زبان مین ایک حیرت مین ڈالنے والا کتبہ نصب کیا ہوا دکھائی دیا، جس مین حسب ذیل عبارت کندہ تھی،

"بنو اسمٰعیل! یہ تمھاری آخری سرحد ہے، اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔"[1]

یہ کتبہ ضعیف الاعتقاد بربری قبائل کے ارادون کو متزلزل کر دینے مین کامیاب ہوا، موسیٰ نے حالات کا اندازہ لگا کر اسی مقام کو اپنی پیش قدمی کی آخری سرحد قرار دیا، اور اسلامی لشکر کا رخ اندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ صوبہ جلیقیہ کی طرف پھیر دیا،

فتح جلیقیہ کا انتظار موسیٰ کی پیش قدمی جلیقیہ کی سمت جاری تھی کہ اس اثناے راہ مین خلیفہ ولید کا قاصد مغیث اس سے آکر ملا، موسیٰ نے اس کو نشیب و فراز سمجھا کر آمادہ کر لیا کہ وہ کچھ دنون کے لیے ٹھہر کر جلیقیہ کی مہم کے خاتمہ کا انتظار کرے،

ایک باغی عیسائی قائد کی گرفتاری اسی اثنا مین غرناطہ کے علاقہ مین کسی عیسائی قائد کے سر اٹھانے کی اطلاع ملی، موسیٰ نے اپنے لڑکے عبد الاعلیٰ کو اس کے سر کرنے کے لیے بھیجا، اس نے اس کو شکست دی اور گرفتار کر کے اپنے ساتھ لایا،

---

[1] اس کتبہ کا ذکر مستند عرب مورخین نے کیا ہے، جو ہمارے خیال مین دو مین سے کسی ایک کی سازش کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے یا تو شاہ فرانس نے سرحدی قلعون کی تعمیر کے وقت مسلمانون کے عزم کو متزلزل کرنے کے لیے کسی پادری سے اسکو تیار کرا کے نصب کرا دیا ہو، یا خلیفہ ولید کے قاصد مغیث نے ولید کے خفیہ اشارہ کی تعمیل کیلیے یہ کارروائی کی ہو کہ قائد لشکر کی مرضی کے خلاف فوج کو واپس لیجانے کیلیے لشکر کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھایا جا سکے،

اندلس کے شمالی مغربی حصوں پر فوجکشی

اب موسیٰ کی یہ مہم شمالی اندلس کے اس آخری نقطہ پر تھی جہاں خلیج بسکے شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہے، موسیٰ فرانس سے بخط مستقیم مغرب میں چلے تھے، پہلے انھیں سرزمین بشکلنس ملی، یہاں سے وہ صوبہ استوراس پہنچے، پھر صوبہ جلیقیہ میں داخل ہوئے اور شہر لک میں قیام کرکے مختلف سمتوں میں فوجی دستے بھیجے، اور وہ جہاں جہاں پہنچے وہاں انھیں کامیابی حاصل ہوتی گئی، چنانچہ مفتوح مقامات میں سے لک کے شمال میں خلیج بسکے کے کنارے صخرۂ بلائی اور اس سے جنوبی گوشہ پر پرتگال کے مشہور شہر بزویا بازو کو عرب مورخین نے مفتوح مقامات میں دکھایا ہے، ان کے علاوہ اور بہت سے شہروں پر حملے کیے گئے لیکن ان کے ناموں کی تصریح نہیں کی گئی ہے، صرف اجمالاً یہ کہا گیا ہے کہ موسیٰ کا یہ لشکر جہاں جہاں پہنچا، عیسائیوں نے اطاعت قبول کی، جن شہروں کو عیسائیوں نے خالی کردیا وہاں عرب و بربر آباد کئے گئے، اور بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا، شہروں کے باشندوں نے جزیہ کی ادائی پر صلح کرلی، اور اس طرح اندلس کے شمالی مغربی علاقہ کا ایک بڑا حصہ زیرنگین ہوا، اور وہاں مسلمانوں کے اثرات قائم ہوگئے،

دربار خلافت سے ایک دوسرے قاصد کا ورود

لیکن ابھی اس علاقہ میں اسلامی فتوحات کی تکمیل نہیں ہونے پائی تھی کہ دربار خلافت سے ایک دوسرا قاصد ابونصر اندلس آیا، اور موسیٰ سے ملنے کے لیے لک پہنچا، اتفاق سے اس وقت موسیٰ ایک خچر پر سوار تھے، ابونصر نے آکر خچر کی لگام پکڑلی، اور فوری واپسی کا فرمان پیش کیا، اب تاخیر کا کوئی موقع باقی نہیں رہا تھا، موسیٰ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا، اور شمال مغربی اندلس کی

آرہا تھا کہ ادھر موسیٰ پہاڑی سلسلہ کے ایک درے سے گذرا، اور یہین طارق کا لشکر اس سے آملا، اور اس درکا نام فج موسیٰ قرار پایا، جس کے متعلق گمان ہے کہ وہ کوہ وادی رملہ مین واقع ہے، پھر موسیٰ اور طارق دونون ملکر جنوبی اندلس کی سمت روانہ ہوگئے،

موسیٰ اندلس کی فتح کو مکمل کر لینے کی بڑی تمنا رکھتے تھے، اس لیے انھین اس کے ناتمام چھوڑنے پر سخت قلق ہوا، خلیفہ ولید کو موسیٰ کی اس تجویز سے اگر اتفاق نہ تھا، تو کم از کم اس کو اتنا موقع دینا تھا کہ اندلس کے چپہ چپہ پر وہ اسلامی پرچم لہرا دے کہ اس زمانہ مین اس پورے ملک کو زیر نگین کر لینے کے جیسے مواقع حاصل تھے، وہ بعد مین موجود نہ رہے، چنانچہ آگے چل کر اندلس کے عیسائیوں نے اپنی قوت فراہم کر لی اور متحدہ اور اجتماعی طاقت بنا کر اسلامی حکومت کے مقابلہ کیلیے تیار ہوگئے، اور اندلس مین عیسائیون اور مسلمانون کی متوازی حکومتیں قائم رہین، ان دونون حکومتون کی قوتین گھٹتی بڑھتی رہین، بالآخر چند صدیون کے بعد عیسائی حکومت اسلامی حکومت کے ختم کرنے مین کامیاب ہوگئی، لیکن اگر اس زمانہ مین جب کہ اندلس کے عیسائیون کی اجتماعی طاقت کا شیرازہ بکھر چکا تھا، اندلس کے گوشہ گوشہ پر قبضہ کر لیا جاتا تو شاید اندلس کی آیندہ تاریخ کسی دوسرے طور پر لکھی جاتی، لیکن اسپین دمشق سے اس قدر بے تعلق اور دور دراز تھا کہ خلیفہ ولید کو یہان کے حالات کا صحیح اندازہ نہ ہوسکا، نیز قائدین لشکر کی باہمی مسابقت اور ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیون سے بھی اندلس کی فتح کی تکمیل نہ ہوسکی لیکن اس ناکامی کی ساری ذمہ داری یہان کے جنرلون طارق و موسیٰ کے بجائے مرکزی حکومت دمشق پر عائد ہوتی ہے، اگر طارق، موسیٰ کی غیر دانشمندانہ مداخلت سے آزاد رہتا، اور موسیٰ کو ولید کے احکام کی پابندی نہ ہوتی تو نہ صرف اندلس کی تاریخ کچھ اور ہوتی بلکہ یورپ کی سلطنتون کا نقشہ کچھ اور دکھائی دیتا،

بہرحال موسیٰ طلیطلہ واپس آئے، یہان مال غنیمت کا انبار لگا گیا، پھر یہان سے سب لوگ اشبیلیہ روانہ ہوئے، اور روانگی کے انتظام مین مصروف ہوگئے،

اندلس کا پہلا اسلامی دارالسلطنت

موسیٰ کا بڑا لڑکا عبدالعزیز صوبہ اشبیلیہ کا حکمران تھا، اشبیلیہ سمندر کے قریب کے شہروں مین زیادہ قلعہ بند تھا، یہان سے افریقیہ سے رسل و رسائل کی آسانیان بھی حاصل تھین، اس لیے اس کو اندلس کا دارالسلطنت قرار دیا گیا، موسیٰ کی معیت مین طارق بھی مشرق واپس جانے کا قصد کر چکا تھا، اس لیے موسیٰ نے اندلس کی ولایت پر اپنے بڑے لڑکے عبدالعزیز کو مامور کیا، اور اب وہی اندلس مین سیاہ و سپید کا مالک تھا،

اندلس مین موسیٰ اور طارق کی مدت قیام

موسیٰ اور طارق ماہ ذی الحجہ ۹۵ھ مین اندلس سے روانہ ہوئے، اندلس مین طارق کا قیام تین سال چار مہینے اور موسیٰ کا دو سال چار مہینے رہا، اس تھوڑی مدت مین یہان ایک وسیع رقبہ مین اسلامی حکومت قائم ہوگئی جس کے لیے امرا وقتاً فوقتاً کبھی افریقیہ اور کبھی دارالخلافت دمشق سے نامزد ہو کر آتے، اور کبھی ضرورت کے لحاظ سے یہین منتخب کر لیے جاتے، اور ان کی امارت کی تصدیق افریقیہ یا دمشق سے آجاتی ۴۰، ۴۲ برس تک یہان یہی سلسلہ جاری رہا، یہان کے امراء حکومت افریقیہ و خلافت دمشق کی نگرانی مین یہان کی حکومت کا نظم و نسق سنبھالتے، ملک کی فلاح و ترقی مین مصروف رہے، اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے رہے،

کاؤنٹ جولین کی خدمات کا صلہ

موسیٰ نے اپنی روانگی سے پہلے کاؤنٹ جولین کے خدمات کے صلہ مین اس کو صوبہ سبتہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کا حکمران بنا دیا، وہ عیسائی

کا الزام لگایا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی خدمات سے مسلمانون کو جو کچھ فائدہ پہنچا یا اس نے اندلس پر حملہ آور ہونے کی جو ترغیب دی وہ نہ تو مسلمانون کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے تھی اور نہ اس مین اس کی طمع یا ذاتی نفع اندوزی کا جذبہ شامل تھا، بلکہ اس نے تو اپنی اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کیا تھا جو راڈرک کی انسانیت سوز حرکت سے اس کے دل مین بھڑک اٹھی تھی، ورنہ جہان تک عیسائیت کی فلاح اور اندلس کی عیسائی سلطنت کی خیر خواہی کا تعلق تھا، وہ اس کا بہتر ثبوت اس وقت دے چکا تھا جب اس نے پچھلے موقعون پر اسلامی حملون کی مدافعت کی تھی، اور جس وقت عقبہ نے اندلس پر حملہ آوری کا قصد کیا تھا، اس وقت اس کو اس سے باز رکھ کر بربر قبائل کی طرف پیش قدمی کا مشورہ دے دیا تھا، لیکن راڈرک کے برسر حکومت آجانے اور شاہی محل مین مذکورہ بالا واقعہ کے پیش آجانے سے وہ ایسے سخت انتقام پر اتر آیا، اور مسلمانون کی شجاعت و بسالت سے اس مین اس کو پوری کامیابی حاصل ہوئی، بااین ہمہ اس کے توسط سے مسلمانون کو جو فائدہ پہنچا، انھون نے اس کا صلہ اس کو دیا، وہ اپنی زندگی بھر سبتہ کا حکمران رہا، اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ اس صوبہ کی حکمران رہی، اور وہ لوگ بھی اپنے آبائی دین مسیحیت پر قائم رہے، یہانتک کہ کاؤنٹ جولین کے پوتون یا پڑپوتون نے خود سے اسلام قبول کیا، چنانچہ ابو سلیمان ایوب چوتھی صدی ہجری مین اس خاندان کے ذی علم فقیہ گذرے ہین، اصول فقہ مین ان کا پایہ بلند تھا،

مال غنیمت دربار خلافت سے موسیٰ کی طلبی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہان کے مال غنیمت کو دمشق منگایا جائے، کیونکہ یہان کے مال غنیمت کے متعلق دمشق مین مختلف افواہین پہنچی تھین، جن کی وجہ سے خلیفہ ولید نے موسیٰ کو اصرار سے دمشق طلب کیا۔

یہان دولت وثروت کا جو انبار مسلمانون کے ہاتھ آیا تھا، اس کی مثال اس سے پہلے کہین اور دکھائی نہین دی تھی، مال غنیمت شرعی حکم کے بموجب لڑنے والے مسلمان سپاہیون اور حکومتِ وقت مین بحصۂ رسدی تقسیم ہوتا تھا، اس اصول کے مطابق عام ناخواندہ سپاہیون کو جو دولت وثروت ہاتھ لگی تھی، اس سے اندلس کے عام شہری و دیہی مسلمان باشندے معاشی حیثیت سے نہایت فارغ البال ہو گئے، بلکہ انھون نے اپنی اسی دولت کے حصہ سے اندلس کے یہودیون کو بھی مالا مال کر دیا، انھون نے کلیسا کے قیمتی ظروف وزیورات یہودیون کے ہاتھ فروخت کیے، جس سے یہود ایسے مرفہ الحال ہوئے کہ وہ بقول بعض عیسائی مورخین اپنی اسی دولت وثروت کے اثر سے یورپ کے سیاسی و مالی معاملات پر اپنا اثر و اقتدار قائم کرنے مین کامیاب ہو گئے، جن کے مٹانے کی کوششین آج تک جاری ہیں،

دوسری طرف مال غنیمت کا وہ حصہ جو حکومت کے حصہ مین آیا، موسیٰ کے ساتھ دمشق لے جایا گیا، مورخین کا بیان ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا اور اس کی نوعیت کی تفصیل بتانا دشوار ہے، باین ہمہ یہ معلوم ہو سکا ہے کہ جنگی قیدی جو غلام اور باندیان بنا کر لے جائے گئے، وہ تیس ہزار تھے، جن مین ہزارون بے ماں باپ کی کنواری لڑکیان بھی تھین، زر و جواہرات و سامان تعیش کی کثرت اتنی تھی کہ عرب مورخین نے ان کی قیمت کا بھی اندازہ لگانے سے انکار کر دیا ہے، صرف طلیطلہ اور اس کے گرد و نواح سے ۷۰ طلائی مرصع بجواہر تاج، اور زر و جواہر سے مرصع ایک ہزار شمشیرین ملی تھین، اسی طرح یاقوت، موتی، سونے کے ڈلے، اور چاندی کی اینٹون کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا، اور ظروف و سامان تعیش مین ایسے بے شمار نوادر تھے، جو اپنی صنعت کے لحاظ سے اس زمانہ کے تمدن کا اعلیٰ نمونہ تھے،

ایک وسیع مرصع فرش اپنی ندرت مین اپنی آپ مثال تھا، اس کا تانا بانا چاندی اور سونے کے تارون کا تھا، اور زبرجد یاقوت اور دوسرے قیمتی جواہرات سے اس پر گلکاریان کی گئی تھین، اسی طرح اس زمردین مائدۂ سلیمانی کی قیمت کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا، جس کا تفصیلی ذکر اوپر گذر چکا ہے، اور جیسا کہ اوپر کہا گیا یہ میز حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب تھی، لیکن محققین کا بیان ہے کہ اسپین کے سلاطین بڑے مذہبی عیسائی تھے، وہ مرنے کے وقت اپنے زر و جواہر کلیسا پر وقف کر جاتے تھے، ان جواہرات سے کوئی نہ کوئی استعمال کی چیز تیار کی جاتی تھی، یہ میز ابتداءً کسی فرمانروا کی طرف سے بنائی گئی، پھر ہر نیا آنے والا فرمانروا اس مین اپنے عہد حکومت مین کوئی نہ کوئی اضافہ کرتا گیا، اور قیمتی جواہرات اس مین رفتہ رفتہ بڑھتے گئے، یہانتک کہ رفتہ رفتہ یا اتنی قیمتی ہو گئی کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا بھی امکان مین نہین رہا،

اس مین خالص سونے کے ۳۶۵ ٹھوس پائے تھے، میز کی پٹیان اور اوپر کا تختہ خالص زبرجد کا تھا، اور اس مین موتی، یاقوت اور زمرد کے الگ الگ تین حلقے بنائے گئے تھے، یہ میز طلیطلہ کے کلیسا کی قربانگاہ پر رکھی ہوئی تھی، بڑی تقریبون اور تہوارون کے موقعون پر اس پر انجیل کو رکھکر تلاوت کرتے تھے، مسلمانون کے قبضہ مین آنے کے بعد ایک زمانۂ دراز تک اس میز کا چرچا لوگون کی زبانون پر باقی رہا، اسی طرح طلیطلہ کے غنائم مین زبور کا ایک نادر الوجود نسخہ بھی ذکر کے قابل ہے، یہ سونے کے ورقون پر یاقوت کے پانی سے لکھا گیا تھا، ابن عذاری کا بیان ہے کہ یہ روشنائی ایسے طریقہ سے بنائی گئی تھی کہ اب اس کا تیار کرنا ممکن نہین ہے، نیز اکسیر کیمیا سے بھرا ہوا ایک بڑا دیگ بھی ملا تھا،

فتح اندلس پر فروان مین جشن مسرت	یہ مال غنیمت اندلس سے جہازون پر لادکر طنجہ لایا گیا، پھر

ذی الحجہ کی آخری تاریخون مین قیروان پہنچا، موسیٰ اپنی جمعیت کے ساتھ شہر سے باہر قصر الماس مین فروکش ہوئے، اور اسی قصر مین جشن مسرت منایا، افریقیہ کے اعیان و امراء اور ممتاز عہدہ دار اس مین شرکت کے لیے بلائے گئے، موسیٰ کا لڑکا مروان مغرب اقصیٰ کا والی تھا، وہ بھی آکر شریک ہوا، موسیٰ نے اس مجلس مین تحدیث نعمت کے طور پر ایک تقریر کی، جس مین اس نے کہا:

"آج خداوند تعالیٰ کی تین بڑی نعمتین حاصل ہین، ایک امیر المومنین کا مکتوب گرامی ہے جس مین میری خدمات کی تحسین کر کے میرا شکریہ ادا کیا گیا ہے، دوسرے میرے بیٹے عبدالعزیز کا تازہ خط ہے جس مین ان مزید فتوحات کا ذکر ہے جو اندلس مین اس نے حاصل کین، ان دونون نعمتون پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہون،

یہ سن کر حاضرین مجلس نے کھڑے ہو کر موسیٰ کی خدمت مین مبارکباد پیش کی، موسیٰ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا،

"اور تیسری نعمت کو مین تمہین ابھی دکھاتا ہون"

یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھانے کا حکم دیا، پردہ کا اٹھنا تھا کہ سیکڑان حسن و جمال کا ایک جھرمٹ دکھائی دیا، جو بیش قیمت لباسون مین ملبوس، اور زیورات و جواہرات سے آراستہ و پیراستہ تھا ...... جمائے سامنے کھڑا تھا، اس نظارے سے لوگون کی نگاہین خیرہ ہو گئین، لیث بن سعد کا قول ہے کہ

"موسیٰ بن نصیر کو قیدیون کی جتنی تعداد حاصل ہوئی اس کی نظیر اسلام مین کہین نہین ملتی"

ہدایا و تحائف تقسیم کیے۔

روانگی دمشق اس کے بعد یہ قافلہ خشکی کی راہ سے مصر ہو کر دمشق کے لیے روانہ ہوا، مال غنیمت ۱۱۴ بیلون اور ۱۳۰ عجلہ پر لادا گیا۔ موسیٰ کا گذر جس راہ سے ہوتا لوگ عقیدت و تعظیم کے لیے اپنی آنکھیں بچھاتے، اور موسیٰ بھی جا بجا اپنی فیاضی سے لوگوں کو انعام و اکرام و عطایا سے سرفراز کرتے جاتے، موسیٰ کی معیت میں عرب و بربر کے ممتاز شرفاء و عمائد، عیاض ابن عقبہ، عبد الجبار بن ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف، مغیرہ بن ابی بردہ، زرعہ بن ابی مدرک، سلیمان بن نجید اور بربر قبائل بنو کسیلہ و بنو قصدر کے ممتاز قائدین اور جزائر بحر روم، مغرب اقصیٰ اور اندلس کے مختلف خود مختار حکمران شریکِ سفر تھے،

موسیٰ مصر میں پہنچ کر سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے، اور دوگانہ شکر ادا کیا، پھر بیتِ عمرو بن مروان میں فروکش ہوئے، اور اشرافِ مصر کے درمیان بخشش اور عطایا تقسیم کیے،

مصر سے روانہ ہو کر فلسطین پہنچے، یہاں آل روح بن زنباع کے مہمان ہوئے، اور پھر یہاں سے دمشق روانہ ہو گئے،[۱]

موسیٰ کے لیے ایک نئی کشمکش ادھر دار الخلافت دمشق میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی، تھی، خلیفہ ولید بن عبد الملک بستر مرگ پر لیٹا تھا، اور سلیمان بن عبد الملک سریر آرائے سلطنت ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا، سلیمان نے ایک تیز رو قاصد موسیٰ کے پاس بھی بھیجا، کہ وہ اپنے سفر کی رفتار کو سست کر دے، خلیفہ ولید ایسے مرض میں مبتلا ہے جس سے جانبر نہ ہو سکے گا،

---

[۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۳۰ تا ۱۴۱، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۱۰۵ و ص ۱۲۸، ۱۲۹، کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۷۶

اس لیے وہ سلیمان کی تخت نشینی کے بعد دمشق مین داخل ہو، دوسری طرف خود خلیفہ ولید کا پیام موسیٰ کو ملا کہ وہ سفر کی منزلین عجلت سے طے کرے کہ امیر المومنین کی زیارت سے محروم نہ رہ جائے،

ورود دمشق اور موسیٰ کا استقبال

موسیٰ کو ان دونون پیامون مین سے کسی ایک پر بالقصد عمل کرنا بڑا دشوار تھا انھون نے نہ بالقصد عجلت کرنے اور نہ عمداً تاخیر کرنے کا فیصلہ کیا، بلکہ اپنے سفر کی وہی رفتار قائم رکھی جس سے وہ آرہے تھے تاہم ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ اپنے آقائے ولی نعمت کی زیارت سے محروم نہ رہ جائین، اور ان کے خدمات کے ثمرات اس کی نگاہون سے گذر سکیں، چنانچہ وہ ولید کی زندگی ہی مین دمشق مین داخل ہو گئے، اور ولید نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا خیر مقدم کیا، اور اندلس کے وہ غنائم جن کے خیرہ کن نظارے سے سلیمان اپنے دربار کی رونق بڑھانا چاہتا تھا، ولید ہی کے سامنے پیش کیے گئے، اور اس نے ان غنائم کے متعلق اپنے منشا کے مطابق احکام صادر کیے، اور جس طور پر تقسیم کرنا چاہا تقسیم کر دیا،

چنانچہ اندلس کی اس بے کران دولت کی نمایش دمشق کی جامع مسجد مین کی گئی، موسیٰ نے اس کی نمایش کا خاص اہتمام کیا تھا، انھون نے قیدیون مین سے تیس نوجوانون کو شاہی حلون سے آراستہ کر کے ان کے سرون پر شاہی تاج رکھے، اس طرح بربری قبائل کے امرا، جزائر بحر روم کے حکمرانون کے لڑکون اور دوسرے ممتاز مغربیون کو مرصع لباس پہنائے، ان لوگون کو جواہرات، یاقوت، زبرجد، موتی، زر و زری کے ملبوسات، مرصع زیورات، رنگ برنگ فرش، اور [illegible] مائدۂ سلیمانی کو لیکر جلوس کی شکل مین، ولید کے محل

کے جلو مین مسجد مین داخل ہوئے، خلیفہ ولید فرط مسرت سے اپنی شدید علالت کے باوجود موسیٰ کے استقبال کے لیے جامع مسجد مین چلا آیا تھا، ولید خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ چکا تھا کہ موسیٰ اپنی جماعت کے ساتھ مسجد مین داخل ہوئے، حاضرین مسجد اس نظارہ کو دیکھکر حیرت مین ڈوب گئے، موسیٰ کی تحسین و آفرین سے مسجد کی فضا گونج اٹھی، موسیٰ خلیفہ کے سامنے آئے اور سلام کیا، اور وہ تیس نوجوان جو سلاطین وقت کی ہیئت کذائی مین تھے، ولید کے منبر کے دائین بائین ادب سے سر جھکائے کھڑے ہو گئے، یہ منظر ایسا دلکش تھا کہ مسلمانون کی عظمت و شان کی ایک یادگار بن گیا، ولید حمد و ثنا کے بعد فتح و کامرانی پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے حاصل ہونے پر شکر بجالایا، پھر اس نے وفور جوش و مسرت مین ایسی ... تقریر کی جو اس سے پہلے کبھی اس کی زبان سے سنی نہین گئی تھی، جمعہ کا یہ خطبہ اتنا طویل ہو گیا کہ ڈر پیدا ہو گیا کہ کہین نماز کا وقت نہ فوت ہو جائے، جمعہ کی نماز کے بعد موسیٰ کو اپنے سامنے بلا کر بٹھایا، اور تین تین مرتبہ شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا،

اس کے بعد غنائم کا انبار ولید کے قدمون پر رکھا گیا، اہل دمشق اس نظارہ سے محو حیرت تھے، زرنگار فرش اور مائدہ سلیمانی کو ادھیڑ کر لعل و جواہر اکٹھا کیے گئے، مختلف نوعیت کا سامان جب علیحدہ علیحدہ ہو گیا تو ان کی تقسیم کی باری آئی، ولید نے اس مین کا بڑا حصہ بیت المال پر وقف کیا، پھر اپنی مرضی سے جیسے جیسے جس کو دینا چاہا دے دیا، اس موقع پر بھی ولید نے موسیٰ کی غیر معمولی قدر افزائی کی، ان کو پچاس ہزار اشرفیان انعام مین دین، اور خلعت سے دوبارہ سرفراز کیا، ان کے لڑکون کے وظیفے مقرر کیے، اسی طرح ان کے ... موالی کے وظائف علیحدہ مقرر کئے، اس کے بعد موسیٰ نے ان بربری رومی اور اسپینی قائدین اور حکمران خاندانون کے افراد کو ولید کی خدمت مین پیش کیا، ولید

نے ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کی قدر و منزلت کی خلعتوں سے نوازا، انعامات دیے اور مستقل وظائف جاری کر دیے، ان مراسم کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی۔

یہ مجلس گویا موسیٰ ہی کی قدر افزائی کے لیے منعقد ہوئی تھی، کسی سلطان وقت کے دربار میں کسی ممتاز سے ممتاز رکن حکومت کی جو بڑی سے بڑی قدر افزائی ہوسکتی تھی، وہ اس مجلس میں موسیٰ کی کی گئی۔

خلیفہ سلیمان کی برہمی لیکن ابھی یہ موسیٰ کے عروج و ترقی کا خاتمہ بھی ہوگیا، موسیٰ کو دمشق آئے ہوئے چالیس دن گذرے تھے کہ اس کے ولی نعمت خلیفہ ولید کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، موسیٰ کے سر سے ولید کی سرپرستی کا سایہ اٹھنا تھا کہ اس کی تباہی و بربادی اور ادبار و تنزل کے دن شروع ہوگئے، ولید کا جانشین، اس کا بھائی سلیمان بن عبد الملک ہوا، وہ موسیٰ سے خار کھائے بیٹھا تھا، جس وقت سلیمان کا قاصد موسیٰ کے پاس سے مایوس کن جواب لیکر لوٹا تھا، سلیمان نے اسی وقت موسیٰ کو سنگین سے سنگین سزا دینے کی قسم کھائی تھی، پھر ولید نے جامع مسجد دمشق میں موسیٰ کی جس طرح قدر افزائی کی، اور جس طور پر مال غنیمت تقسیم کیا، وہ سلیمان کی برہمی کے لیے بھی کچھ کم نہ تھا، چنانچہ اس نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کو دربار میں طلب کیا، اور سر دربار ان دونوں میں بڑی تلخ گفتگو ہوئی، سلیمان نے برہمی سے خطاب کیا کہ

"تمھیں مجھ پر جرأت ہوگئی، تم میرے حکم کے خلاف ورزی سے باز نہ آئے، خدا کی قسم تمھاری تعداد کم کر دوں گا، جمعیت بکھیر دوں گا، اور تمھاری ساری دولت و املاک کو برباد کر دوں گا۔"

موسیٰ اپنے عہد کے محترم شیوخ میں سے تھے، وہ دلائل کے ساتھ عذر خواہ ہوئے کہ

کی تعمیل کی،..... باقی رہا مجھے ذلیل ورسوا کرنا، جمعیت کو تباہ و برباد کرنا، دولت کا چھین لیا جانا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اور اسی کی طرف لوٹنا ہے، وہی ہے جس نے مجھ پر اپنی نعمتوں کا احسان فرمایا، میں اسی سے استعانت کرتا ہوں، اور امیر المومنین کے عتاب سے بچنے کے لیے اسکی پناہ ڈھونڈھتا ہوں۔"

ظاہر ہے کہ موسیٰ کا یہ جواب سلیمان کے غصہ کو فرو کرنے کے بجائے بڑھانے والا تھا، اس کے بعد ایک دوسری تیز و تند گفتگو ان دونوں میں ہوئی، سلیمان نے افریقہ، مغرب و اندلس کے نظم و نسق کے متعلق موسیٰ سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ انکا ایک لڑکا عبداللہ شمالی افریقہ کا والی ہے، دوسرا مروان طنجہ و مغرب اقصیٰ کا، اور تیسرا عبدالعزیز اندلس کی ولایت پر مامور ہے اس پر سلیمان نے طنز سے کہا "اب تو تم بہت معزز ہو گئے"، موسیٰ کو یہ طنز بھی ناگوار گذرا، اسی انداز میں انھوں نے جواب دیا، انہی لڑکوں نے ان مقامات کو اپنی قوت و بازو سے زیرنگین کیا ہے یہ کچھ کم باعث اعزاز نہیں، پھر امیر المومنین مجھ سے زیادہ کون معزز ہے"، سلیمان اس جواب سے برافروختہ ہوا، اور غضب آلود لہجہ میں پوچھا:-

"اور نہ امیر المومنین تم سے زیادہ معزز ہیں"؟

اب موسیٰ کو ہوش آیا، انھوں نے عاجزی سے کہا،

"امیر المومنین کی وہ شان ہے، جس سے بلند کوئی دوسری شان نہیں، ارکان حکومت کی سب شانیں خواہ کتنی بھی بلند ہو جائیں، امیر المومنین کی شان سے پست ہیں کہ ہر ایک کو بلند سے بلند شان امیر المومنین ہی کے توسط اور فرمان خلافت سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

لیکن اس عاجزانہ جواب سے سلیمان کا دل نرم نہیں ہوا، اس نے فرط غضب

میں موسیٰ کو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا، ان کے جسم کا بال بال عرق آلود ہو گیا، جب تپش برداشت نہ کر سکے تو بیہوش ہو کر گر پڑے، یہ تھا اس جلیل القدر قائد اسلام کا حشر جس نے افریقہ سے فرانس کی سرحد تک کے علاقہ کو اسلام کے زیر نگین کر دیا تھا، اور ایسے کارنامے انجام دیے تھے جو اسلام کی تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہو نگے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس مجلس میں تشریف فرما تھے، وہ موسیٰ کی جلالتِ قدر سے آگاہ تھے، سلیمان کی غضب آلود نگاہیں، اب تک ان سے چار نہیں ہوئی تھیں، وہ کرب اور بےچینی میں مبتلا رہے، فرماتے ہیں "مجھ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گذرا، اور نہ اس سے زیادہ کرب میں نے کسی دن اٹھایا" جب سلیمان ان کی طرف متوجہ ہوا تو انھیں لب کشائی کی جرأت ہوئی، سفارش پیش کی، سلیمان کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو چکا تھا، ضمانت پر رہا کرنا چاہا، یزید بن مہلب نے ان کی ضمانت قبول کر لی، اور موسیٰ کو اسی وقت تمام ولایتوں سے معزولی کا فرمان سنا دیا گیا،

موسیٰ کی زندگی کی تباہی و بربادی | موسیٰ کی قسمت انھیں تنزل کی طرف تیزی سے لیے جا رہی تھی، اس غریب آفت زدہ کو اب کوئی نہیں بچا سکتا تھا، وہ جاہ و حشم میں ممتاز ترین امرائے دولت میں سے تھے، سلیمان کے دور خلافت میں انکی دولت و حشمت کا باقی رہنا ناممکنات میں سے تھا، اور نہ اب افریقہ سے اسپین تک کا علاقہ انکے خاندان کے زیر حکومت رہ سکتا تھا، چنانچہ موسیٰ پر خیانت کا فرضی الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا، موسیٰ مجرم قرار پائے، اور تین لاکھ دینار ان پر جرمانہ کیا گیا، موسیٰ نے اپنی ساری املاک کو جدا کر کے ایک لاکھ دینار ادا کیے، اور نوبت یہاں تک آئی کہ بقیہ رقم کیلیے بنو لخم اور دمشق کے دوسرے معززین کے سامنے دست سوال پھیلادیا، لیکن پھر سلیمان نے یزید بن مہلب کی سفارش سے باقی ماندہ جرمانہ معاف کر دیا،

صرف ایک غلام نے اپنے آقا کا ساتھ نہ چھوڑا، موسیٰ کی زندگی کے جو چند دن باقی رہ گئے تھے، ان میں وہ ان کے ساتھ رہا،

سلیمان نے موسیٰ سے انتقام لینے کے بعد ان کے صاحبزادوں کو بھی تمام ولایتوں سے معزول کر دیا، اور اندلس کے والی عبدالعزیز بن موسیٰ کا حادثۂ قتل پیش آیا جس کی تفصیل آگے آئے گی،

وفات | موسیٰ سنہ ۹۷ھ میں حج کا فریضہ ادا کرنے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وادی القریٰ میں بیمار پڑے، سلیمان بھی اپنے خدم و حشم کے ساتھ حج کے لیے دمشق سے نکلا تھا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بھی اسی قافلہ کے ساتھ تھے، انھوں نے قافلہ والوں کو سنا کر اپنی وفات سے ایک دن پہلے کہا، "کل ایک ایسا شخص اس دنیا سے کوچ کریگا جس کا نام اور کارنامہ مشرق و مغرب میں گونج رہا ہے"، یہ سلیمان کی عقل کے لیے موسیٰ کا آخری معنی خیز جواب تھا۔

چنانچہ یہ بیماری مرض الموت ثابت ہوئی، دوسرے دن ۷۸ برس کی عمر میں ماہ ذی الحجہ سنہ ۹۷ھ میں انھوں نے اس دنیا کو الوداع کہا،

موسیٰ اکابر صحابہؓ کی صحبت کا فیض اٹھائے تھے، زہد و ورع اور فضل و کمال سے متصف تھے، حدیث کی روایت کا سلسلہ بھی جاری تھا، بلاشبہ آج بھی ان کے کارناموں کو مشرق و مغرب کی تاریخ کے صفحات میں نمایاں امتیاز حاصل ہے،

خلیفہ سلیمان کے ہاتھوں موسیٰ کیساتھ طارق کی زندگی کی گمنامی | موسیٰ کے عتاب میں آجانے کے بعد اندلس کی ولایت کے لیے سلیمان کی توجہ طارق کی طرف مبذول ہوئی، سلیمان نے مغیث سے رائے لی، مغیث کو طارق سے جداگانہ شکر رنجی تھی، اس نے ذو معنی جملہ میں کہا "طارق کو اندلس میں ایسی مقبولیت حاصل ہے کہ اگر وہ قبلہ رخ کو چھوڑ کر کسی اور سمت کی طرف نماز پڑھے

کا حکم دے تو لوگ امتثال امر کے لیے تیار ہو جائیں گے"۔

سلیمان نے طارق کی محبوبیت کا حال سنکر اپنا خیال بدل دیا، پھر طارق کی پوری زندگی گمنامی میں گذر گئی، یہانتک کہ اس کی وفات کا سال بھی مورخین کو معلوم نہ ہو سکا، طارق اگرچہ اندلس میں دوبارہ نہیں آیا، لیکن طارق اور مغیث دونوں کی اولادیں اندلس میں پھلی پھولیں، اور یہاں کے ذی حیثیت معززین میں شمار کی گئیں،[1]

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳ تا ۱۳۵، ج ۲ ص ۵۵، ۵۶، ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۳ و ۹۳ تا ۹۴، ابن خلکان ج ۳ ص ۸۱ ترجمہ موسیٰ، شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۱۲ حوادث سنہ ۹۷ھ، کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۴۶ تا ۴۹، فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۱، ۲۴۷، اخبار مجموعہ فی فتح الاندلس ص ۵ تا ۱۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۴۱، البیان المغرب ترجمہ اندلس ص ۳۵، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۴۲، موسیٰ کے ورود اندلس سے ان کی وفات تک کی سرگذشت میں غیر معمولی اختلافات ہیں، ان پر محققانہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، ہم نے صحت سے جو کچھ قریب تر نظر آیا، اسی پہلو کو مذکورۂ بالا ماخذ میں اختلافات سے دامن بچا کر اختصار کے ساتھ اخذ کر لیا ہے، کہ اس مختصر سلسلۂ تاریخ اسلام میں نہ تفصیلات کی گنجایش تھی، اور نہ اختلافات پر غائر نظر ڈالنے کا موقع حاصل تھا،

عبدالعزیز بن موسیٰ والیٔ اندلس

۹۵ھ / ۷۱۳ء — ۹۷ھ / ۷۱۵ء

کشوری حکومت

عبدالعزیز اندلس کا وہ پہلا حکمران ہے جس نے یہاں کے اسلامی دور میں کشوری نظام حکومت کی بنیاد ڈالی، لڑائیوں کے ہیبتناک اثرات کو دور کیا، ملک میں امن، سکون، اور اطمینان کے لائق ماحول پیدا کیا، رعایا کی دلدہی کے وسائل اختیار کیے، خصوصاً عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، حکومت کا نظم و نسق چلانے کے لیے ایک مجلس شوریٰ بنائی، محاصل کی وصولی کے لیے محصل نامزد کیے، دیوانی اور فوجداری مقدموں کے لیے قاضی مقرر کیے، عیسائیوں کے مقدموں کو ان کے مذہب کے مطابق فیصل کرنے کا رواج دیا، کاشتکاروں کو زراعت کی ترغیب دی، زرخیزی و خوشحالی بڑھانے کے وسیلے اختیار کیے، ملک میں جا بجا فوجی چوکیاں اور قلعے تعمیر کرائے، ان انتظامات سے تجارتی کاروبار جاری ہوا، اور تاجروں کے قافلے تجارت کا مال لیکر ایک شہر سے دوسرے شہر کو آنے جانے لگے۔

نیم خود مختار عیسائی سلطنت

اس نے انتظام حکومت کے لیے مفتوحہ حصۂ ملک کو الگ الگ صوبوں میں تقسیم کیا، ان کے والی نامزد کئے، اور شہروں کے عاملوں کو ان کی جگہ پر برقرار رکھا، صوبوں کے انتظام کے سلسلہ میں تھیوڈومر کا معاملہ بھی سامنے آیا، اس زمانہ میں وہ اندلس کے عیسائیوں کا گویا مرکز اتحاد بن گیا تھا، "تدمیر" کی فتح کے موقع پر اس نے آسان شرطوں

پر اسلامی لشکر سے امان طلب کرلی تھی، نئے انتظام کے موقع پر نئے سرے سے اس کے معاملہ پر غور کیا گیا، عبدالعزیز نے فراخ دلی سے پچھلے معاہدہ کی پابندی کی، اور اس موقع پر طرفین میں تحریری معاہدہ عمل میں آیا، جس کے روسے صوبہ مرسیہ کو اسلامی حکومت کی سیادت میں رکھ کر اس کی حکمرانی میں دیدیا گیا، [۱]

فتوحات

عبدالعزیز نے کشوری نظام کو قائم کرنے کے علاوہ اندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں میں فوجی پیش قدمیاں بھی جاری رکھیں، چنانچہ مختلف سمتوں میں فوجیں گئیں، اور موجودہ پرتگال کا وسطی و جنوبی علاقہ لوسی ٹینیا اور شمالی و مشرقی علاقہ میں ارض بشکنس اور نبرہ (نوار) کے علاقے اسلامی حدود حکومت میں داخل ہوئے، نیز بعض شہروں میں بغاوتیں ہوئیں، ان کو فرو کیا، پھر شمال مغرب میں اپنی جانبازانہ پیش قدمیاں جاری رکھیں، کبھی گشتی دستوں کو بھیجتا، اور کبھی خود فوج لے کر جاتا تھا، چنانچہ عرب مورخین لکھتے ہیں کہ

اس کی حکومت کے دور میں اندلس کے بہت سے شہر فتح ہوئے، اور اس کے حسن تدبیر سے اندلس میں اسلامی سطوت و عظمت کا سکہ جم گیا،" [۲]

سلیمان بن عبدالملک کی سازش عبدالعزیز کے خلاف

لیکن عبدالعزیز کو اندلس پر حکمرانی کا زیادہ موقع نہ مل سکا، کیونکہ بد قسمتی سے وہ خلیفہ سلیمان کے معتوب جنرل موسیٰ کا لڑکا تھا، جیسا کہ گذر چکا ہے موسیٰ نے افریقہ، مغرب اور اندلس کو اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا، اب خلیفہ سلیمان موسیٰ کے لڑکوں کو ایسے وسیع خطوں پر حکمران نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن ایسے دور دراز ملکوں کے والیوں کو جو دسترس سے باہر ہوں، بغیر کسی ظاہری سبب کے معزول کرنا بھی آسان نہ تھا

خصوصاً جب کہ موسیٰ سے سلیمان کے عناد کی خبر اسلامی دنیا میں پھیل چکی تھی، اس لیے اس نے افریقہ واندلس کے ممتاز سرداروں سے درپردہ سازش کی، انھیں خفیہ سازشوں سے قتل کرانے کا فیصلہ کیا، اور ہر جگہ اس کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، ان میں سے عبدالعزیز کے لیے اس نے پانچ عرب سرداروں سے سازباز کی تھی جن میں سے حبیب بن ابی عبیدہ فہری اور زیاد بن نابغہ التمیمی کے نام معلوم ہیں،

عبدالعزیز کے خلاف مسلمانان اندلس میں اشتعال انگیزی

ان عرب سرداروں کو عبدالعزیز کے خلاف مسلمانان اندلس کو برانگیختہ کرنے کا ایک حیلہ ہاتھ آگیا، اتفاق سے اسپین کے سابق شہنشاہ راڈرک کی ملکہ ایجیلونا، عبدالعزیز کے محل میں تھی، اس نے اسلامی حملہ کے وقت اپنی جان و مال کی بخشش کے بدلہ میں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی تھی، اور اس کے اعزاز و اکرام اور دولت و ثروت کو زوال نہ آیا تھا، نیز وہ اپنی آیندہ زندگی کو خوشگوار بنانے کیلیے عیسائی مذہب پر قائم رہ کر عبدالعزیز امیر اندلس کے عقد نکاح میں داخل ہوگئی تھی اس کے بطن سے عبدالعزیز کا بچہ عاصم پیدا ہوا تھا، اور عرب مورخین نے ایجیلونا کو ام عاصم کی کنیت سے یاد کیا ہے،

ملکہ ایجیلونا میں شباب کی رعنائیاں تھیں، عبدالعزیز اس کے حسن و جمال پر فریفتہ تھا، اور اشبیلیہ سے باہر کلیسائے ربینہ میں اس کے ساتھ سکونت پذیر تھا، مخالفین نے پہلے اندلس میں ان دونوں کی محبت کی داستان کی خوب تشہیر کی، پھر دو واقعوں کو مبالغہ کے ساتھ بڑی شہرت دیکر عبدالعزیز کے عیسائی ہوجانے کی افواہ پھیلائی گئی،

ایک واقعہ سادہ طور پر یوں بیان کیا جاتا ہے، کہ ملکہ نے عبدالعزیز سے کہا کہ جب تک سلاطین کے سر پر تاج نہ ہو، وہ بادشاہ معلوم نہیں ہوتے، میرے پاس جواہرات موجود ہیں

تمھارے لئے ان جواہرات سے مرصع ایک طلائی تاج کیون نہ تیار کردون، عبدالعزیز نے جواب مین کہا کہ یہ اس کے مذہب مین روا نہین ہے، لیکن ایجیلونا اس پر حاوی ہو چکی تھی، اس نے اس کو خلوت مین بیٹھ کر تاج اپنے سامنے پہننے پر راضی کرلیا، چنانچہ اس نے ایک تاج بنا کر خود اپنے ہاتھون سے اس کے سر پر رکھا اور وہ اس کو خوش کرنے کے لئے محل مین اس کے سامنے پہنا کرتا تھا،

اتفاق کی بات ایک مرتبہ زیاد بن نابغہ تمیمی کی بیوی کسی تقریب سے محل مین گئی اُس نے عبدالعزیز کے سر پر اس زرنگار تاج کو دیکھ لیا، اور واپس آکر نابغہ سے اس کا تذکرہ کیا، نابغہ نے اس کو مبالغہ کے ساتھ فوج کے افسرون مین مشہور کردیا،

دوسرا واقعہ یہ کہا جاتا ہے کہ ملکہ نے عبدالعزیز سے تعجب سے پوچھا کہ حکومت کے امراء جو عہدہ دار دربار مین آتے ہین تو شاہی آداب بجا نہین لاتے، ہمارے یہان جو لوگ دربار مین آتے تھے، وہ رسم کے مطابق شاہ اندلس کو سجدہ کرتے تھے، عبدالعزیز نے سمجھایا کہ اسلام مین خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہین ہے، مگر یہ بات بھی اس کے دل مین نہ اُتر سکی، عبدالعزیز وارفتہ تو تھا ہی، اس نے اس کی دلدہی کے لئے اس محل کے دروازہ کو اتنا چھوٹا کردیا کہ لوگون کو گردن جھکا کر داخل ہونا پڑتا تھا، اس طرح ایجیلونا کے دل کی کچھ آرزو پوری ہوگئی،

حادثۂ قتل | یہ روایتین اپنی جگہ صحیح تھین یا غلط لیکن بڑی تیزی سے فوج مین پھیلائی گئین، اور خصوصاً اس کے عیسائی ہوجانے کی عام شہرت ہوئی، چنانچہ فوج کے

خلاف سخت ہیجان پیدا ہوا، چنانچہ ایک دن جب کہ وہ صبح کی نماز اس مسجد مین جس کو کلیساے ربینہ کے پہلو مین اُس نے تعمیر کرایا تھا، پڑھ رہا تھا، اور سورۂ فاتحہ ختم کر کے سورۂ واقعہ کی قرأت شروع کی تھی کہ سازش کنندہ بیک وقت تلوارین سونت کر آگے بڑھے اور اُس کے سر کو تن سے جدا کر دیا، یہ حادثہ ماہ رجب ۹۷ھ مطابق مارچ ۷۱۶ء مین پیش آیا،

حبیب بن ابی عبیدہ نے اس کے سر کو سلیمان کے پاس دمشق بھیج دیا، سلیمان نے موسیٰ کو بلا بھیجا، اور مقتول کے سر کو طشت مین رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا، اس پر نظر پڑتے ہی موسیٰ کے دل و جگر پر ایک قیامت گذر گئی، اُس نے اپنے آنسو ضبط کئے، اور کہا:۔

"اس کو جام شہادت نوش کرنا مبارک ہو، خدا کی قسم یہ قائم اللیل وصائم النہار تھا،،

ابن اثیر کہتا ہے:۔

"عبد العزیز کے قتل کے واقعہ کو سلیمان کی لغزشوں میں سے ایک لغزش شمار کیا جاتا ہے[1]"

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۱۱ مجموعہ اخبار اندلس ص ۲۳، ۲۰ نفح الطیب ج ا ص ۱۳۱، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۴۷، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴، اخبار الاندلس ج ا ص ۶۲، مجموعہ اخبار اندلس (ص ۲۲) مین عبد العزیز کے قتل کا ذمہ دار انہی عرب سردارون کو قرار دیا گیا ہے، اور سلیمان کے دامن کو اس سے محفوظ رکھا گیا ہے چنانچہ روایت ہو کہ سلیمان نے قاتلون کو گرفتار کرایا تھا اور مقدمہ کی تفتیش جاری تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد عبد اللہ اور بروایت

ایوب بن حبیب لخمی عارضی والی اندلس	امیر عبدالعزیز کے قتل کے بعد سے مشرق میں دولت بنو اُمیہ کے خاتمہ تک اندلس کے ولاۃ کبھی دمشق سے نامزد ہو کر آتے، کبھی افریقہ

کا والی اپنی طرف سے نامزد کرتا، اور کبھی اندلس کے سرداران قبائل اپنی طرف سے منتخب کرتے، اگر ان کی تصدیق افریقہ یا دمشق سے آجاتی تو وہ اپنے منصب پر برقرار رہتے، اور اگر کوئی دوسرا والی مقرر ہو کر آجاتا تو یہ عارضی گورنر اپنے منصب سے سبکدوش ہو جاتا تھا، اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی مستولی نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لے لی، اور والی مجاز اور مستولی کے لشکروں میں جنگ آزمائی کے بعد کوئی فیصلہ کن صورت نکلی، چنانچہ انہی اصولوں کے بموجب عبدالعزیز کے قتل کے بعد اندلس چند دنوں کے لئے کسی والی کے بغیر رہا، پھر مسلمانان اندلس نے اتفاق رائے سے موسیٰ بن نصیر کے بھانجے ایوب بن حبیب لخمی کو بماہ ذی الحجہ ۹۷ھ مطابق اگست ۷۱۶ء (المجموعہ ص ۲۴) اندلس کا حاکم بنالیا،

جدید پایۂ تخت قرطبہ	ایوب بن حبیب بڑے دیندار اور صالحین میں شمار کئے جاتے تھے،

اُن کے عہدِ حکومت کا اہم واقعہ اندلس کے پایۂ تخت کا اشبیلیہ سے قرطبہ آنا ہے، ایوب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۰) محمد بن یزید والی افریقہ نے حر بن عبدالرحمٰن کو ولایت اندلس پر مامور کرتے ہوئے اس مقدمہ کی تفتیش کا حکم دیا، مگر اس کو موقع نہ مل سکا، ہو سکتا ہے کہ ضابطہ کے طور پر قاتل گرفتار کئے گئے ہوں اور پھر رہا کر دیئے گئے ہوں، ورنہ اس منفرد روایت سے ابن القوطیہ ابن عذاری اور ابن اثیر کی متفقہ روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا، خصوصاً جب کہ ابن یزید کے ہاتھوں عبداللہ بن موسیٰ، ہوا خواہان آل موسیٰ گرفتار ہوئے اور بعض قتل کئے گئے تھے، اس کے سپرد اس مقدمہ کی تفتیش

ابن حبیب لخمی کو قرطبہ سے ایک خاص قسم کا دلی تعلق تھا، اس نے مناسب سمجھا کہ اندلس کے پایۂ تخت کو مستقل طور پر اشبیلیہ سے قرطبہ مین لے آئے، چنانچہ اُس نے مسلمانانِ اندلس کے مشورہ سے قرطبہ کو اندلس کا پایۂ تخت قرار دیا اور وُہین سکوت پذیر ہو گیا،

حکومت کا نظم ونسق ایوب بن حبیب نے بڑی ہوشمندی سے حکومت کی عنان سنبھالی اور ملک پر اقتدار حاصل کرنے اور نظم ونسق قائم کرنے کے لئے سارے ملک کا دورہ کیا جہان جہان بے عنوانیان دیکھین اُن کی اصلاح کی، ضرورت کے مطابق مختلف شہرون کے حاکمون مین ردو بدل کیا، کاشتکارون کو زراعت کی ترغیب دی مظلومون کی دادرسی کی شہرون کی فصیل درست کرائی، جہان عیسائیون کی تعداد زیادہ نظر آئی، اور مصلحت کا تقاضا ہوا وہان مسلمانون اور یہودیون کو بسایا، اور عیسائی سلطنت کی سرحدون پر قلعون کو استحکام بخشا،

جدید والی کا تقرر ایوب کو زمام حکومت سنبھالے ہوئے چھ مہینے گذرے تھے کہ دوسرا نامزد والی آ گیا، اگر ایوب بن حبیب برسر اقتدار رہ جاتے تو اندلس کو غیر معمولی فائدہ پہنچتا، لیکن اربابِ اقتدار موسیٰ بن نصیر کے عزیز اور لخمی خانوادہ کے کسی فرد کو اندلس مین برسرِ اقتدار دیکھنا پسند نہ کر سکے، اس لئے دربارِ خلافت سے اُن کی ولایت کی تصدیق نہ ہو سکی اور عبد اللہ بن زید نے جس کو خلیفہ سلیمان نے عبد اللہ بن موسیٰ بن نصیر کے قتل کے بعد افریقہ کا والی بنایا تھا، اندلس کی ولایت کے لئے حر بن عبد اللہ ثقفی کو مامور کیا، جس نے اندلس کی حکومت کی زمام اپنے ہاتھون مین لے لی،[۵]

---

[۵] ابن قوطیہ ص ۱۲، مقری جلد ۲ ص ۶، ۵ مجموعہ ص ۲۳ و اخبار اندلس ج ۱ ص ۲۶۵ - ۲۶۶، نفح الطیب مین ایوب کو ابو ایوب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

حُرؒ بن عبدالرحمٰن ثقفی

۹۸ھ - ۱۰۰ھ
۷۱۶ء - ۷۱۸ء

حرؒ بن عبدالرحمٰن ثقفی ۹۸ھ / ۷۱۶ء مین اندلس آیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ ایک کامیاب حکمران ثابت نہ ہوسکا، اس نے ایسا طرزِ عمل اختیار کیا کہ لوگ اس سے بددل ہوکر کنارہ کش ہوتے گئے، اور رفتہ رفتہ اس کے طرز حکومت سے عیسائی مسلمان عوام، اور حکومت کے عام عمّال اس سے نالان ہوگئے، اور اس کی سخت گیریون سے گھبراکر اس سے گلوخلاصی کے خواہشمند نظر آنے لگے،

اندلس مین عیسائی حکومت کی داغ بیل

یہ دور اندلس مین دولتِ اسلامیہ کی اولین بناؤ تاسیس کا تھا، اس دور مین ملک مین عام طور پر بددلی اور حکومت کے نظم ونسق مین ابتری کا پھیلنا اسلامی حکومت کے حق مین نہایت تباہ کن ثابت ہوا، ملک کے شکست خوردہ عیسائیون کو اپنی تنظیم کرکے اپنی قوت فراہم کرنے کا موقع مل گیا، اور پھر اندلس کی اسلامی حکومت سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوگیا، چنانچہ انھون نے مسلمانون کے مقبوضہ اور آباد علاقون سے بہت دور ایک ایسے خطہ کو اپنے مرکز کے لئے منتخب کیا، جس کا جغرافی وقدرتی ماحول اُن کے لئے نہایت سازگار تھا اور وہ اس خطہ مین آسانی سے قلعہ بند ہوسکتے تھے،

اندلس کے صوبہ اشتوراس کا ایک حصہ موسیٰ کی فتوحات مین شامل ہوا تھا، لیکن فتح کی تکمیل نہ ہوسکی تھی کہ فرمانِ حکومت کے بموجب موسیٰ اس مہم کو ناتمام چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے، اور یہان مسلمانون کی کوئی آبادی بھی بسائی نہ جاسکی تھی عبدالعزیز کے واقعۂ قتل، اور حر کے دورِ حکومت مین جب اندلس کے حالات مین انتشار پیدا ہوا، تو کچھ عیسائی اسلامی اندلس سے ہجرت کر کے اس علاقہ مین چلے گئے، اور یہان کی پہاڑیون کی قدرتی قلعبندیون اور ...... کھوؤن سے فائدہ اٹھا کر عیسائیون کی خفیہ تنظیم شروع کر دی چنانچہ اسی زمانہ مین راڈرک کی فوج کا ایک آزمودہ کار گاتھک افسر پلایو (Pelayo) بھی اسی علاقہ مین چلا آیا، وہ عیسائی مورخین کے بیان کے مطابق گاتھ کے شاہی خاندان سے تھا، لیکن یہ بیان قرینِ قیاس نہین ہے، عرب مورخین مین سے مقری نے کسی قدر تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا ہے، اس کا بیان ہے کہ وہ اُستورقہ (اسٹریاس) کا باشندہ تھا، مسلمان استورقہ کی فتح کے بعد یہان امن وامان قائم رکھنے کی ضمانت مین اس کو بطورِ یرغمال اپنے ساتھ لائے تھے، حر کے زمانہ مین جب اسلامی اندلس مین بدنظمی پیدا ہوئی تو وہ موقع پا کر ۹۸ھ مین اسلامی اندلس سے بھاگ کر وہان چلا گیا، صرف تین سو عیسائیون کی ایک جماعت تیار کی، اور اس مختصر جمعیت کے ساتھ ایک پہاڑ کی کھوہ مین جس کا نام کوادونگا (Couadonga) تھا، اور جس کو عربون نے صخرہ بلائی کہا ہے پناہ گزین ہوا، اور مسلمانون کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون اور عیسائیون کی مستحکم تنظیم مین مصروف ہوگیا، یہ لوگ مچھلیان پکڑ کر کھاتے تھے، اور اپنی تعداد مین روز بروز اضافہ کرتے گئے، رفتہ رفتہ اُن کے اجتماع کی خبر اندلس کے عیسائیون مین پھیلی، اور عیسائی مذہبی جوش وخروش سے سرشار اس علاقہ مین یکجا ہوتے گئے، پھر کلیساؤن کے مغرور پادری بھی اپنی کلیسائی

تبرکات اپنے ساتھ لئے یہان آپہنچے، اور یہ علاقہ اندلس مین عیسائیون کا ایک اچھا خاصہ آزاد مرکز بن گیا،

لیکن اسلامی حکومت نے اندلس کے عیسائیون مین مرکزیت پیدا ہو جانے کے باوجود اس علاقہ کے بنجر اور کوہستانی ہونے کی وجہ سے ادھر بہت کم توجہ کی، انھون نے اندلس کے زرخیز علاقون کو چھوڑ کر ایسے غیر آباد علاقون پر وقت صرف کرنے کو اہمیت نہ دی، اگر کبھی کوئی بھولا بھٹکا اسلامی دستۂ فوج ادھر آنکلا تو یہ لوگ میدان کی جھونپڑیون کو خالی چھوڑ کر پہاڑون کی کھو مین جا چھپے، اس لئے اُن لوگون کو مسلمانون کی بے خبری مین ترقی کرنے کا پورا موقع ملا، یہانتک کہ انھون نے پلایو کی سرداری مین اپنی اچھی خاصی جمعیت فراہم کرلی، اور آس پاس کی دیہی آبادی کے عیسائی اس کے علم کے نیچے جمع ہوگئے، عیسائیون کے اجتماع کی خبر سُن کر اس علاقہ کے مسلمان والی نے اُن کو منتشر کرنے کے لئے فوجکشی کی، اسلامی لشکر آسانی سے کوہستانی سلسلہ کو عبور کرکے وادی مین پہنچ گیا، پلایو، پہاڑیوں کی کمین گاہون مین چھپا بیٹھا تھا، اسلامی لشکر نے جیسے ہی پہاڑی سلسلہ کو طے کیا، یہ لوگ اوپر کی کمین گاہون سے نکل آئے، دوسری سمت ایک دریا بہتا تھا، مسلمانون کے لئے اُدھر بڑھنے کا موقع نہ تھا، پلایو کے ساتھیون نے تیر کی بارش شروع کی، بہت سے مسلمان مارے گئے، اور جو بچے وہ جان بچا کر واپس چلے آئے،

عیسائی مورخین اس لڑائی کو حکومت ایسٹریاس کے قیام کے لئے بنیادی لڑائی قرار دیتے ہین، اسی کے بعد پلایو کی تخت نشینی کی رسم انجام پائی، اور وہ

[illegible] قرار پایا، جس نے آگے

کا خاتمہ کیا، مسٹر ہنری ایڈورڈ وٹیز لکھتے ہین،

"مہاجرین نے پلایو یا پلایوس کو اس لئے لیڈر نہین بنایا کہ اس کی رگون مین گاتھ کے شاہی خاندان کا خون دوڑ رہا تھا، بلکہ اس لئے انتخاب کیا کہ وہ اس ذمہ داری کے اٹھانے کے لئے موزون ترین شخص تھا،...... پلایو نے اپنا صدر مقام "کانگ ڈی اونس" کو قرار دیا............

پلایو کے متعلق بجز اس کے کہ وہ اپنی نوزائیدہ سلطنت کی زندگی کے لئے لڑا اور ۷۱۸ء مین کوادونگا کی مشہور لڑائی کو جیتا کہ بہت کم واقفیت ہے، کوادونگا کے معرکہ مین جس کو عربون پر عیسائیون کے فتح حاصل کرنے مین پہلا محاذ بننے کا شرف حاصل ہے، ایک ایسی فتح حاصل ہوئی جس نے دنیا کو عیسائیت کے تن بے جان مین روح کے پیدا کرنے کی امید دلائی، عربون نے جنھون نے اب تک اس پہاڑی علاقہ کو نظر انداز کر دیا تھا کہ وہ فتح کئے جانے کے لائق نہ تھا، پلایو کے خروج کی خبر سنکر علقمہ کی سرکردگی مین ایک مہم بھیجی، علقمہ مرتد بشپ اپاش (Oppas) کی رہنمائی میں روانہ ہوا، تاکہ وہ پلایو کو پسپا کرے، جو ایک کھولا کیوا ڈی انسیوا (Cueva de Anseva) مین ایک چھوٹے دریا موسومہ "ریو بینو (Rio Bueno)" کے اوپر تھا، ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ صرف یہی علاقہ اس عیسائی رہبر کے حلقۂ اثر مین نہ تھا کیونکہ اس مین تین سو آدمیون سے زیادہ ٹھہرنے کی جگہ نہ تھی[۱]، عرب فوج نے پہاڑیون کو عبور کیا، اور یہ لوگ نیچے اُتر کر اس طرف بڑھے جہان پلایو کا مختصر دستہ محاصرہ کیے بیٹھا تھا، اور انھین ایک تنگ راستہ

[۱] عرب مورخین پلایو کے متبعین کی صحیح تعداد تین ہی سو لکھتے ہین، اسلئے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کا اصل ماخذ یہی تھا

سے گذرتے ہوے بلندی سے چٹانون اور پتھرون کی بوچھارون کا سامنا کرنا پڑا،
اسلامی لشکر مین ابتری پیدا ہوئی، پلایو اپنی کمین گاہ سے نکل آیا۔ اور علقمہ اور اس
کے چار ہزار ایک سو سپاہیون کو وہین کھیت کر دیا، اور چھبیس ہزار سے زیادہ
سپاہی دریا مین غرق ہو گئے، ۵، ہزار تین سو سپاہیون نے بھاگ کر فرانس مین
پناہ لی، جہان وہ مغلوب کر لئے گئے،

لیکن یہ بیان داستان امیر حمزہ سے زیادہ باوقعت نہین، یہ سب کا سب لغو،
مہمل، اور بے سر و پا افسانہ ہے، عیسائی مورخین نے جس واقعہ کو ایسے طمطراق سے
لکھا ہے اُسے عرب مورخ مقری کے لفظون مین پڑھئے، وہ لکھتا ہے:-

"ایک سے زیادہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے منتشر
عیسائیون کو عربون کے غلبہ کے بعد جمع کیا، وہ ایک نابکار (علجے) بلائی
نامی تھا، جو استورِیش کا رہنے والا تھا، اور وہ اپنے شہر والون کی طرف سے
وہان امن قائم رکھنے کی ضمانت مین یرغمال بن کر قرطبہ آیا تھا، وہ حر بن عبد الرحمن
ثقفی کے زمانہ مین قرطبہ سے بھاگ گیا، اور سال فتح کے چھٹے سال جب کہ
۹۸ھ تھا، عیسائیون نے اس کے ساتھ مل کر حر بن عبد الرحمن کے نائب
(علقمہ) پر خروج کیا، اور اس نائب کو نکال دیا، اور شہرون پر قبضہ کر لیا
اور وہ شہر اسی کے قبضہ مین رہے"[1]

[1] اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۲۶ ص ۲۳ تا ۲۵، نفح الطیب ج ۲ ص ۵۱۲، اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۴۹۔۳
مورخ الذکر تصنیف اخبار الاندلس مین بھی غیر معمولی مبالغہ سے یہ واقعہ نقل ہوا ہے، نیز اس کے وقوع کا جوز نام لکھا

واقعہ کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہین اس کا مآل اسی قدر نکلتا ہے، کہ اس زمانہ مین حکومت اسٹریا اسکی بنیاد قائم ہو گئی جس کے حدودِ حکومت بقول مسٹر اسکاٹ ابتداءً پانچ میل لمبے اور تین میل چوڑے قطعۂ زمین مین محدود رہے،[1]

حر کی واپسی کا مطالبہ اور معزولی

حر بن عبد الرحمن کے طرزِ حکومت سے اندلس کے باشندے خوش نہ تھے، انھون نے اس کے معزول کئے جانے کی درخواست دمشق بھیجی، وہان حضرت عمر بن عبد العزیزؒ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، انھون نے اہلِ اندلس کی درخواست منظور کر لی، اور ایک ایسے تجربہ کار متدین شخص کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا، جس کا تعلق افریقہ و مغرب سے رہ چکا تھا، چنانچہ سمح بن مالک خولانی نے ماہ رمضان سنہ ۱۰۰ھ میں اندلس پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھ مین لے لی،[2]

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۴۵ [2] ۲۴ ابن القوطیہ ص ۱۲ مقری جلد ۲ ص ۶ ۵، مجموعہ ص ۲۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۴۱۰، ابن عذاری ترجمۂ اردو ص ۵۵،

سمح بن مالک خولانی (۵)

سنہ ۱۰۰ھ / ۷۱۸ء - سنہ ۱۰۲ھ / ۷۲۰ء

سیرت و کردار

سمح بن مالک خولانی افریقہ کے سپہ سالار تھے، وہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ مین افریقہ کا سالانہ خراج لے کر دمشق گئے تھے، اس زمانہ مین ہر ملک کا سالانہ خراج وہان کے دس معززین کی نگرانی مین دار الخلافت بھیجا جاتا تھا اور وہ معززین بارگاہ خلافت مین حلف اٹھاتے تھے کہ اس مال مین کوئی ایک درہم بھی ایسا نہین جو کسی پر ظلم کرکے ناحق وصول کیا گیا ہو، اس کے بعد وہ رقم بیت المال مین جمع کر دی جاتی تھی، اس دستور کے مطابق دمشق مین جب اس افریقی وفد کے حلف کی باری آئی تو اس کے دو ارکان اسمٰعیل بن عبید اللہ اور سمح بن مالک خولانی نے حلف اٹھانے سے انکار کردیا، اس موقع پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضہ دربار مین موجود تھے وہ ان دونون کی بلند کردار سے متاثر ہوئے اور جب اُن کے عہد خلافت مین افریقہ و اندلس کے والیون کے انتخاب کا موقع آیا تو انھون نے اول الذکر اسمٰعیل ابن عبید اللہ کو افریقہ کا اور موخر الذکر سمح بن مالک خولانی کو اندلس کا والی مقرر کیا اور ان دونون نے دمشق سے چل کر اپنے ملکون مین اپنے عہدہ کی ذمہ داریان

اندلس کو اسلامی سلطنت مین رکھنے پر نئے سرے سے غور وفکر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے سمح کو اُن کے روانہ ہونے کے وقت ذیل کی ہدایتین دین کہ وہ اندلس پہنچ کر اپنی تحقیقات سے مرکزی حکومت کو مطلع کرین،

ا۔ اندلس کی زمینیں جن جن نوعیتون سے فتح ہوئی ہون اُن کی تفصیلات مہیا کیجائین، تاکہ ان زمینون کی ملکیت اور عشر وخراج کا فیصلہ شرعی احکام کے بموجب کیا جائے،

(۲) اندلس اسلامی ملکون سے بہت دور پڑتا ہے اسلئے یہان کے مسلمانون کی اجتماعی طاقت اور ان کے استحکام پر نظر ڈالی جائے، اگر حالات سازگار نہ ہون تو مسلمان وہان کی سکونت چھوڑ کر واپس چلے آئین، اور ملک اس کے قدیم باشندون کے سپرد کردیا جائے،

چنانچہ سمح نے اندلس پہنچ کر سب سے پہلے زمینون کی فتح کی نوعیت کی چھان بین کی، اور جو زمین جس نوعیت کی ثابت ہوئی، اس پر اس نوعیت کا محصول لگایا، مرکزی بیت المال کے لئے شرعی واجب الادا حصہ علیحدہ کرلیا،

اس کے بعد سمح نے یہان کے حالات کی مزید تفتیش کی اور خود مطمئن ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اندلس مین مسلمانون کی فوجی واجتماعی طاقت، آبادی کی کثرت، شہرون کی زیادتی، اور ان مین مسلمانون کی سربلندی فصیلون کی مضبوطی اور قلعون کے استحکامات کی تفصیلات لکھ کر یہان سے مسلمانون کی سکونت کے ترک نہ کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس راے کو قبول کیا، اور اندلس کے شرعی خمس کو دار الخلافت لانے کے لئے اپنے مولیٰ جابر کو اندلس بھیجا،

اس اثنا مین حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے ۱۰۱ھ مین رحلت فرمائی اُن کے زمانہ مین خلافت امویہ کے دفاتر خالص شرعی نظامِ حکومت کے مطابق قائم ہو گئے تھے، مگر اُن کے بعد ہی وہ شرعی نظام درہم برہم ہوتا نظر آیا، اس لئے سمح بن مالک نے بھی خمس کی اس رقم کو وہان بھیجنے کے بجائے اندلس ہی مین کسی مناسب کام مین لگانے کا فیصلہ کیا،

قرطبہ کے پل اور فصیل کی مرمت قرطبہ مین ایک قدیم تاریخی پل تھا، جو آگسٹس کے زمانہ مین تعمیر ہوا تھا، مگر اب رہگذر کے قابل نہ رہ گیا تھا، سمح نے خمس کی اس رقم سے اسی پل کو نئے سرے سے تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ اس کی مرمت و تعمیر کی اجازت حضرت عمرؓ بن عبد العزیز سے وہ پہلے لے چکے تھے، یہ رقم مناسب طور پر اس مین صرف ہوئی اور پل نئی تعمیر کے بعد سے آج تک یادگار کے طور پر قائم ہے، نیز اسی سلسلہ مین انھون نے قرطبہ کی فصیل کی بھی مرمت کرائی،[1]

نظمِ حکومت مین اصلاحات سمح بن مالک نے بڑے حسن تدبیر و عدل اور انصاف سے حکمرانی کی، اُن کے دورِ حکومت کا ابتدائی زمانہ مختلف قسم کی مختلف اصلاحات کے نافذ کرنے مین گذرا، مالیات کا بہترین انتظام قائم کیا، غیر آباد علاقون کو بربرون سے آباد کرایا، اُن کے آباد کرنے کے لئے اُن کو مراعات دین اور زمینون کی تحقیقات کے سلسلہ مین مختلف شہرون کے حالات، سواحل کے شہرون کے مکانون کی کیفیت، پیداوار کی تفصیل، تجارت کے وسائل، سامانِ تجارت کی فہرست، بندرگاہون، معدنون اور

---

[1] مجموعۂ اخبارِ اندلس ص ۲۳، ۲۴، افتتاح الاندلس ص ۱۲، ابنِ خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، ابنِ اثیر ج ۵ ص ۴۰، تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۵۵،

زرعی صلاحیتون کی تمام تفصیلات قلبند کرائین،

ان انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد انھون نے مزید فتوحات کے لئے تیاریان کین اور مجاہدین کا لشکر ساتھ لے کر سرزمین فرانس کو روانہ ہوگئے،

فرانس پر دوسرا حملہ

فرانس کی سرزمین موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی مین پہلی مرتبہ مسلمان فاتحین کے قدم چوم چکی تھی، اس پر دوسرا حملہ امیر سمح کے دورِ امارت مین ہوا، اور مغربی مورخین کے بیان کے مطابق تو فرانس پر یہی مسلمانون کا سب سے پہلا حملہ تھا،

ناربون مستقل اسلامی قبضہ مین

سمح بن مالک کی یہ تاخت جنوبی فرانس کے علاقہ ناربونین پر ہوئی تھی، یہ علاقہ اس دور کے ممتاز متمدن حصون مین شمار کیا جاتا تھا، یہان تک کہ بعض مورخین نے اس کی بعض تمدنی ترقیون کو روما کی تمدنی ترقیون سے بھی برتر دکھایا ہے، یہ علاقہ سیاسی حیثیت سے اس زمانہ مین کئی چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم ہو کر علحدہ علحدہ حکمرانون کے قبضہ مین تھا، جب مسلمانون کا سیلاب بڑھتا ہوا کوہ پائیرنیز سے ٹکرایا، اور اندلس کے مفرورین اس علاقہ مین بھی پناہ لینے کے لئے گئے، تو اُن لوگون نے اپنی نااتفاقیون کو ختم کر کے ایک وحدت قائم کی، اور ڈیوک آف اے کیوٹین یوڈیس کو اپنا بادشاہ مان لیا، اور اسی کی قیادت مین مسلمانون کے حملون کو روکنے کے لئے تیار ہوگئے تھے،

سمح بن مالک اندلس سے کوچ کر کے سپٹیمینا کے پایۂ تخت اربونہ پہنچے، یہ شہر موسیٰ کے زمانہ مین چند دنون کے لئے مسلمانون کے قبضہ مین رہ چکا تھا، اس مرتبہ بھی آسانی سے فتح ہوگیا، موسیٰ کی نرم حکمت عملی کی وجہ سے پچھلی مرتبہ یہان کی دولت وثروت پر ہاتھ نہین لگایا گیا تھا، اس مرتبہ مجاہدین کلیساؤن مین گھس گئے جہان بےشمار دولت اُن کے ہاتھ آئی، پھر آس پاس کے چند قلعون پر قبضہ کیا، اور شہر کی فصیل اور قلعون کی مرمت کر کے

مستقل اقامت اختیار کی،

اس مرتبہ مسلمان ۱۱۹ھ میں اس شہر مین داخل ہوئے تھے، اس کے بعد فرانس کے فرمانرواؤن نے فرانس کے اس مشہور تاریخی شہر پر اپنے درپے حملے کئے، مگر جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا انھین پسپا ہونا پڑا، یہانتک کہ مسلسل اسی برس تک یہ مسلمانون کے قبضہ مین رہا، ۱۹۹ھ مین یہان سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا،

میدان طلوشہ مین امیر سمح کی شہادت	جیساکہ اوپر گذرا، اس زمانہ مین اس علاقہ مین مسلمانون سے مقاومت کرنے والی طاقت صرف ڈیوک آف ایکوٹین کی تھی، اس لئے

سمح نے سپٹیمیا کے دوسرے شہرون کو اپنے حال پر چھوڑ کر مغربی علاقہ مین صوبہ اکوتانیہ (ایکوٹین)، کا رُخ کیا، اور اس کے پایۂ تخت طلوشہ (youlouse.) کی دیوار کے نیچے پہنچ کر سختی سے محاصرہ کرلیا، اتفاق کی بات ان دنون ڈیوک آف ایکوٹین کسی یلغار مین فوج لے کر باہر گیا ہوا تھا، وہ بے خبری مین اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانون کی پشت پر آگیا، اب مقابلہ سخت تھا، دونون فوجون مین گھمسان کی لڑائی ہوئی، امیر سمح دو دو مرتبہ ذوقِ شہادت مین آگے بڑھے، بالآخر اس جنگ مین انھون نے جامِ شہادت نوش کیا، یہ حادثہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۲ھ مطابق ماہ جون ۷۲۱ء مین پیش آیا،

امیر سمح کے شہید ہوتے ہی مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے اور اس پریشانی کی حالت مین بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، باقی ماندہ سپاہیون نے ایک ممتاز قائد عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو امیر منتخب کرلیا،

قائم مقام امیر عبدالرحمٰن غافقی	عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی فنون سپہ گری مین ماہر سمجھے

جاتے تھے، اور اس دور کے ممتاز اہل علم مین سے تھے، ان کی ان خوبیون کی وجہ سے

طلوشہ کے میدان مین انھین امیر بنایا گیا، اس وقت مسلمان طلوشہ مین بُری طرح گھرے ہوئے تھے، جب سمح کے شہادت پانے اور مسلمانون کے مشکلات مین گھرجانے کی اطلاع قرطبہ پہنچی تو قائم مقام والی قرطبہ نے ایک امدادی لشکر جلد سے جلد بھیجا، مگر وہ منزل تک پہنچ نہ سکا تھا کہ غافقی اپنے تدبر ودانائی سے اس لشکر کو گھیرے سے باہر نکال لائے، اور اسلامی لشکر طلوشہ سے اربونہ واپس آگیا، جب مسلمانون کی اس شکست کی خبر جنوبی فرانس مین پھیلی تو اربونہ کے آس پاس کے قلعے خودسر ہوگئے، اور مختلف آبادیون مین بغاوت پھیل گئی، لیکن غافقی نے اربونہ پہنچ کر اپنی پیش قدمیون سے ان بغاوتون کو فرو کیا، اور خراج کی تحصیل وصول جاری ہوگئی،

یہان امن وامان قائم کرنے کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا، اور اندلس کی عنانِ حکومت سنبھال لی،

غافقی فوج کے انتخاب سے اس منصب پر فائز ہوا تھا، اس لئے قدرۃً اس کی ہمدردی اس طبقہ کی طرف زیادہ مائل رہی، اور اس نے اس کو خوش رکھنے کے لئے انھین انعام واکرام سے نوازا، اور ان کے لئے مختلف قسم کی آسانیان مہیا کین، لیکن دوسری طرف اس کے اس طرز سے شہری باشندون مین بددلی پیدا ہوئی، اس کے خلاف شکایتین پیدا ہوئین، اور لوگون نے والی افریقہ کے پاس اس کے خلاف درخواست بھیجی، اس لئے حکومتِ افریقہ کی طرف سے اس کی ولایت کے لئے تصدیق نامہ نہ آسکا، اور چند دن گذرنے کے بعد ایک دوسرا قائد عنبسہ بن سحیم کلبی اندلس کی ولایت کا پروانہ تقرر لیکر اندلس وارد ہوا، جس نے ماہِ صفر ۱۰۳ھ مین اندلس کی ولایت کے منصب کی ذمہ داریان سنبھال لین[1]

[1] افتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۱۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۰، مجموعہ اخبار اندلس ص ۲۳، ۲۴، ابن ا

عنبسہ بن سحیم کلبی (۶)

۱۰۳ھ تا ۱۰۶ھ
۷۲۱ء تا ۷۲۵ء

عنبسہ بن سحیم خانوادۂ کلبی کا ایک ممتاز رکن تھا، عربوں میں قیسی و کلبی عصبتیں پرانی تھیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی خلافت کے بعد جو لوگ دمشق کے تخت خلافت پر آئے اُن کے بعض طرزِ عمل سے یہ پرانی عصبتیں دبنے کے بجائے اور ابھر آئیں، اور ان کے اثرات ممالک محروسہ میں بھی پہنچے، ان دنوں خلیفہ یزید بن عبد الملک نے ایک کلبی قائد بشر بن صفوان کو افریقہ کا والی مقرر کیا، اس کے تقرر سے گویا افریقہ اور اس کے زیر اثر ممالک کلبیوں کے اقتدار میں چلے گئے، چنانچہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ غافقی کا جو قیسیوں میں سے تھا، اندلس کی ولایت سے معزول ہونا اور اس کی جگہ عنبسہ بن سحیم کلبی کا تقرر عمل میں آنا بھی دراصل اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی، اور ان عصبیتوں کی وجہ سے آگے چل کر اندلس میں خانہ جنگیاں برپا ہوئیں۔

نظم و نسق | بہرحال اندلس کے اکثر عرب قبائل یمانیہ میں سے تھے، اس لئے عنبسہ بن سحیم کا یہاں خیر مقدم کیا گیا، اور اس نے حسنِ تدبیر و خوش انتظامی سے حکومت کے فرائض انجام دینا شروع کئے، غافقی کو مشرقی اندلس کی ولایت پر بھیج دیا، اس نے خوشی سے اس منصب کی ذمہ داری قبول کر لی، جنگ طلوشہ سے پہلے وہ اسی عہدہ پر مامور تھا، اس نے مشرقی اندلس

عنبسہ نے اندلس کی حکومت کی بدنظمیون کو خاص طور پر دور کیا، نئی اصلاحات رائج کین، نئے نظام مین اندلس کے عیسائیون اور رومیون کا خاص طور پر لحاظ رکھا، اتفاق کی بات اسی زمانہ مین اندلس کے یہودیون کی ایک بڑی جماعت ترکِ سکونت کر کے شام چلی گئی، عنبسہ نے ان تارکان وطن کی جائداد مین اندلس کے باشندون مین نئے سرے سے تقسیم کین، اسی زمانہ مین افریقہ سے قبائلِ بربر کا ایک بڑا قافلہ اندلس مین آباد ہونے کے لئے آیا، ان کے لئے زمینون کا بند و بست کیا، اور مناسب طریقون سے انھین مختلف شہرون مین آباد کیا،

پلایو کی طاقت کا خاتمہ

ملکی نظم و نسق سے فارغ ہو کر اس نے اندلس کی حکومت کو حملہ آورون سے بچانے کے لئے قدم اٹھایا، پلایو کی سرکردگی مین جلیقیہ مین عیسائیون مین جو تنظیم ہو رہی تھی، اس قوت کو منتشر کرنے پر اوس نے سب سے زیادہ توجہ کی اور اپنے پے درپے حملون سے اس کی قوت کو منتشر کر دیا، آخر مین پلایو کے کیمپ مین صرف تیس مرد اور دس عورتین باقی رہ گئے، جو پہاڑی کے کسی کھو مین جا چھپے، اور شہد کی مکھیون کے چھتون سے جو چٹانون پر لگے ہوئے تھے، گذر اوقات کرنے لگے، عنبسہ نے پلایو کو اس حال مین پہنچا کر اس سے اپنی توجہ ہٹالی، پلایو اس کے بعد چند سال زندہ رہا، لیکن اس عیسائی سورما کو پھر زندگی بھر سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکا، اور اس دنیا سے چل بسا، مقری صاحب نفح الطیب نے اس کا حال تفصیل سے لکھا ہے، وہ کہتا ہے:

> "عیسی ابن احمد رازی کہتے ہین کہ عنبسہ بن سحیم کلبی کے زمانہ مین ارض جلیقیہ مین ایک خبیث علام اٹھا جس کو پلای کہا جاتا تھا، تاکہ جو کچھ اس کے قبضہ مین تھا، اس کو مسلمانون کے ہاتھون سے نکالے، حالانکہ مسلمان ان مقامات کے حریص نہ تھے، کیونکہ مسلمان اندلس کے عیسائیون پر مستولی ہو چکے تھے، اور انھین جلا وطن کر چکے تھے، اور ان کے ملکون کو فتح

کر چکے تھے، یہان تک کہ وہ اربولہ (ناربون) جو ملک فرنگی مین واقع تھا، اور بنبلونہ جو جلیقیہ مین واقع تھا، لے چکے تھے، صرف وہی ایک پہاڑی حصہ باقی رہ گیا تھا، وہین اُن کا ایک حکمران چمٹ کر رہ گیا تھا جس کو بلای کہتے تھے، وہ تین سو آدمیون کے ساتھ اس علاقہ مین داخل ہوا تھا، مسلمان اُن سے جنگ کرتے رہے، یہان تک کہ اُن مین سے بہت سے آدمی فاقہ سے مرگئے، صرف تقریبًا ۳۰ مرد اور دس عورتین باقی رہ گئین، اُن کی غذا سوا ے شہد کے اور کچھ نہ تھی، جس کو وہ چٹانون سے نکالا کرتے تھے، اور وہی ان کا قوت لا یموت تھا،

جب وہ اس حال مین پہنچ گئے تو مسلمانون نے اُن سے توجہ ہٹا لی، اور انھین حقیر سمجھ کر اُن کو چھوڑ دیا کہ یہ تیس آدمی کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہین[1]"

فرانس پر تیسرا حملہ اور صوبہ سپٹیمانیہ پر کامل اقتدار

عنبسہ نے پلایو کی تحریک کا قلع قمع کر کے جنگِ طلوشہ کا بدلہ لینے کے لئے فرانس پر تاخت کرنے کی تیاری کی، چنانچہ فرانس پر مسلمانون کا تیسرا حملہ اسی کے دورِ ولایت مین کیا گیا، اُس نے ابتداءً چند مہمین بھیجین جو اس ملک کو تاخت و تاراج کرتی رہین، پھر اپنی سرکردگی مین فوج لے کر روانہ ہوا، اور جنوبی فرانس کے مشرقی صوبہ سپٹیمانیہ کا رُخ کیا، یہان گرچہ اربونہ مین اسلامی حکومت قائم تھی، لیکن اس کو پچاس میل کے قریب کے شہرون پر بھی اقتدار حاصل نہین تھا، کیونکہ سمح اربونہ کو مرکز قرار دے کر ڈیوک آف ایکوٹین کی طاقت کو منتشر کرنے کے لئے ایکوٹینہ چلے گئے تھے، اور طلوشہ کی جنگ مین کام آگئے تھے، غافقی نے واپس آکر اربونہ کے ارد گرد کے قلعون اور آبادیون کو تو زیر کر لیا تھا، دوسرے اہم شہرون کی طرف جانے کا موقع اس کو بھی نہ مل سکا تھا،

[1] نفح الطیب ج ۲ ص ۲۲ ۵، عیسائی مورخین نے پلایو کی اس صورت حال کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے،

مہم سپٹیمانیہ کی ترجمانی

عنبسہ نے اس یورش میں ۱۰۶ھ/۷۲۴ء میں سپٹیمانیہ کے دوسرے اہم شہر قرقشونہ پر حملہ کیا، یہ مقام اربونہ سے تقریباً پچاس میل پر مغرب کی جانب واقع تھا، اور آج بھی فرانس کے نقشہ میں ناربون کے پہلو میں نظر آتا ہے، اہلِ شہر نے مقابلہ کے بجائے صلح کا پیغام دیا، صلح کی شرطیں طے پائیں، جن میں چند حسب ذیل ہیں :-

۱۔ ضلع قرقشونہ کا نصف رقبہ حکومت اربونہ کے تحت میں چلا جائے گا،

۲۔ باقی نصف رقبہ قرقشونہ کی عیسائی حکومت کے پاس باقی رہے گا،

۳۔ قرقشونہ کی عیسائی حکومت اسلامی حکومت ناربون کی سیادت اور نگرانی میں رہے گی،

۴۔ جزیہ کی مقررہ سالانہ رقم سال بہ سال ادا کی جائے گی،

۵۔ قرقشونہ کی عیسائی حکومت، اسلامی حکومت ناربون کی حلیف رہے گی جس سے اس کی جنگ ہوگی، اس سے وہ حالت جنگ میں رہے گی، اور جس سے صلح ہوگی، اس سے صلح رکھے گی،

۶۔ حکومت قرقشونہ کے پاس جتنے مسلمان قیدی ہیں، وہ سب فوراً رہا کردیے جائیں گے،

فرانس میں اسلامی حکومت اربونہ جب تک قائم رہی، اس وقت تک قرقشونہ کی عیسائی حکومت اس کی مطیع اور ان شرائط کی پابند رہی، اربونہ سے اسلامی حکومت کے اٹھنے کے بعد اس شہر سے بھی مسلمانوں کا اقتدار اٹھ گیا،

اس علاقہ میں قرقشونہ کی عیسائی حکومت زیادہ با اقتدار تھی، اس کے زیر ہوتے ہی آس پاس کے جو چھوٹے چھوٹے خود مختار نواب حکمران تھے، وہ اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی اطاعت قبول کرلیتے جزیہ کی رسم متعین کی جاتی، اور وصول ہوتی، اور جب ضرورت سمجھی جاتی، وہاں

سے گاتھ کے چند معززین یرغمال کے طور پر اندلس بھیج دیئے جانے، اس طرح سپٹیمانیہ کی مہم انجام کو پہنچی، اور یہ پورا صوبہ اسلامی حکومت کے زیرنگین ہو گیا، جہاں سنہ ۱۸۵ھ تک مستحکم حکومت قائم رہی،

لیانس و برگنڈی پر تاخت

اس کے بعد عنبسہ نے اندرون فرانس میں قدم بڑھانے، اور دریا رون کے کنارے کنارے مشرقی فرانس کے مشہور شہر لیانس یا لوذون کی طرف تاخت کی، پھر شمال مغرب کی طرف گھوم کر صوبہ برگنڈی میں پہنچے، اور ماہ ستمبر ۷۲۵ء میں شہر اوٹن فتح کیا، یہاں سے مال غنیمت کے ساتھ جا رہے تھے کہ عقب سے عیسائی اپنا لشکر لے کر آ پہنچے، عنبسہ خود مقابلہ کے لئے نکل پڑے، اور جام شہادت نوش کیا،

امیر عنبسہ کی شہادت

سرزمین فرانس میں اُن کی شہادت کا یہ سانحہ ماہ شعبان سنہ ۱۰۷ھ مطابق جنوری ۷۲۶ء میں پیش آیا، مسلمانوں نے عذرہ بن عبداللہ فہری کو قائم مقام امیر منتخب کیا، اور اندلس لوٹ آئے، عنبسہ کی حکومت ۴ سال ۴ ماہ تک رہی،

قائم مقام امیر

عذرہ بن عبداللہ فہری اسلامی لشکر کو اندلس واپس لایا، چند مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ ماہ شوال سنہ ۱۰۷ھ (فروری تا مارچ ۷۲۶ء) میں ایک کلبی قائد افریقہ سے اندلس کا والی نامزد ہو کر آ گیا،[1]

[1] نفح الطیب، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۰ و ۱۰۱، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۵۷، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۸۱، ۲۸۴

یحییٰ کلبی، حذیفہ قیسی، عثمان خثعمی، ہیثم کلابی

۱۰۷ھ / ۷۲۵ء - ۱۱۲ھ / ۷۳۰ء

یحییٰ بن سلمہ کلبی

یحییٰ ابن سلمہ کلبی کو والی افریقہ نے ماہ شوال ۱۰۷ھ مین اندلس کا والی بنا کر یہان بھیجا، اس سے باشندگان اندلس مین سے ایک طبقہ کو اندازہ ہوا کہ عذرہ بن عبداللہ فہری کو پروانۂ تقرر، محض اس کے فہری ہونے کی وجہ سے نہ مل سکا، اور عنان حکومت ایک دوسرے کلبی قائد کے سپرد کی گئی، اس کے علاوہ نہ اس کے نظم ونسق مین اس کی کوئی انتظامی قابلیت ظاہر ہوئی، اور نہ اُس نے فوجی مہون سے کوئی دلچسپی لی، اس اثنا مین افریقیہ کی حکومت کی باگ ڈور بھی بشر بن صفوان کلبی کے بجاے عبیدہ بن عبدالرحمن سلمی کے ہاتھ مین آگئی، ان حالات مین اندلس کے باشندون نے والی کے بدلنے کی درخواست پھر افریقیہ بھیجی، عبیدہ نے خوشی سے اس کو منظور کیا، اور یحییٰ بن سلمہ کو معزول کرکے ایک قیسی کو اندلس کا والی بنا دیا،

جماعتی کشمکش اور اضطراب

لیکن اس عزل ونصب سے اندلس کی جماعتی کشمکش مین سکون پیدا نہین ہوا، بلکہ اضطراب کی لہر تیز تر ہوتی گئی، چنانچہ ۱۱۰ھ سے ۱۱۲ھ تک تین سال کی مدت مین یکے بعد دیگرے چار ولاۃ مختلف قبائل کے مقرر کئے گئے، مگر جب کسی ایک گروہ کا والی نامزد کیا جاتا، تو دوسرا گروہ اس سے اخلاص کے ساتھ اشتراک عمل کرنے پر تیار

...وتا، اس طرح جماعتی عصبیت اور فرقہ وارانہ کشمکش روز بروز بڑھتی گئی، چنانچہ حسب ذیل
...لاۃ یکے بعد دیگرے اس منصب پر مامور کئے گئے،

...ذیفہ بن احوص قیسی

حذیفہ بن احوص قیسی ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۰ھ میں اندلس آیا، اس نے ...اتے ہی فوجی نقل وحرکت شروع کی، اور ایک نئے شہر مقوقشہ کے فتح کرنے میں کامیاب ...ہوا، لیکن چند ہی مہینے کے بعد ماہ شعبان سنہ ۱۱۰ھ میں اس کے عزل کا پروانہ اندلس آگیا،

عثمان بن ابی نسعہ خثعمی

اس کے بعد عثمان بن ابی نسعہ خثعمی ماہ شعبان میں اس منصب پر مامور ہوکر آیا، لیکن چند مہینے کے بعد ہی ماہ محرم سنہ ۱۱۱ھ میں اس کی ولایت کا بھی خاتمہ ہوگیا اور وہ مشرقی اندلس کی ولایت پر بھیج دیا گیا،

ہیثم بن عبید کلابی

اس کے بعد ایک دوسرا قیسی ہیثم بن عبید کلابی اس منصب پر مامور کیا گیا، اس کو تقریباً ایک سال تک حکمرانی کا موقع ملا، اس نے کھل کر بنو کلب کی مخالفت کی، اور امن وامان قائم کرنے کے لئے والی افریقہ کی ہدایت کے مطابق بنو کلب کے چند ممتاز ممبروں کو گرفتار کرلیا، اور ان میں کے سرخیل سعد بن جواس کلبی کو قتل کرادیا، اور لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے عیسائی حکومت کے خلاف تاخت کی، لیکن بنو کلب کے درمیان اس کے خلاف انتقام کی جو آگ بھڑک اٹھی تھی، وہ فرو نہیں ہوئی، کہا جاتا ہے، کہ ان لوگوں نے اس کو خفیہ طریقہ سے قتل کرادیا یا اس کا پیغام قضا آپہنچا اور ماہ ذی القعدہ سنہ ۱۱۱ھ میں اندلس کی ولایت کا منصب پھر خالی ہوگیا،

قائم مقام امیر

محمد بن عبد اللہ اشجعی نے ہیثم کی وفات کے بعد عارضی طور پر حکومت کی
مگر ... اثناء میں اندلس کی سیاسیات کی ابتری کی طرف خلیفہ ہشام

عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کے نام فرمان ولایت بھیج دیا، وہ اندلس کا آزمودہ کار قائد تھا، اور اس سے پہلے محض اپنے بنوکلب میں سے ہونے کی وجہ سے اس منصب سے علیحدہ کیا گیا تھا، اس کے مقرر کئے جانے کے معنی ہی یہ تھے کہ مرکزی حکومت نے حکومت افریقہ کی پالیسی کے ناکام ہونے کا اعتراف کیا، اور مستقبل کے حالات سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ خلیفہ ہشام کا یہ اقدام صحیح تھا، چنانچہ غافقی کے برسراقتدار آنے کے کچھ دنون کے بعد اندلس کے پراضطراب ماحول مین سکون پیدا ہوا۔ اور لوگون کی توجہ خانہ جنگیون سے ہٹ کر فوجی مھمون کی طرف مبذول ہوگئی،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۶، ابن قتیبہ ج ۲ ص ۴۸، ابن عذاری ص ۵۰، ۵۵، ابن قوطیہ ص ۱۳۔ اسکاٹ ج ۱ ص ۲۷۸، ڈوزی ج ۱ ص ۲۶۹، مجموعہ اخبار ص ۲۴۰، ان ولاۃ کے عزل ونصب کے سلسلہ مین عثمان وحذیفہ کے زمانہ تقرر مین مورخین نے تقدیم وتاخیر کی ہے، اور خصوصاً ابن قتیبہ کے بیان مین سراسر اضطراب ہے، بہرحال زیادہ روایات اسی کے مطابق ہین، جس کو متن مین اختیار کیا گیا، بعض کتابون مین یحییٰ بن سلمہ کے بجائے مسلمہ چھپا ہے، ابن خلدون مین ہیثم کا نام درج نہین، شاید نسخہ کی غلطی ہو، بعض مین عثمان کے نام مین عثمان بن ابی نسعہ کے بجائے ابن ابی سعید ہے، اور بعض مین ہیثم بن ابی عبید کلابی کے بجائے بن عباد کلابی یا ابن عبید کلبی چھپا ہے، اور کہین ہیثم بن عفیر کنانی ہے، ایک جگہ عثمان بن ابی نسعہ خثعمی کے بجائے لخمی درج ہے، پھر سنین کے متعلق ابن عذاری کا بیان دوسرون سے بالکل مختلف ہے، ہم نے سنین کے بارے مین مجموعہ اخبار پر اعتماد کیا ہے، بعض عیسائی مورخین نے ہیثم کی سخت گیری اور اشجعی کے اس کی تحقیقات پر مامور کئے جانے کا ذکر کیا ہے کہ وہ تحقیقات کے بعد زنجیرون مین جکڑ کر افریقہ بھیجا گیا، مگر عرب مورخین بالاتفاق اس کے وفات پانے کا ذکر کرتے ہین، اور متن مین اسی کو اختیار کیا گیا ہے،

عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی (۱)

۱۱۲ھ - ۱۱۴ھ
۷۳۰ء - ۷۳۲ء

شامیون کو برسراقتدار لانا

عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی کو اندلس مین ہر دلعزیزی حاصل تھی جس زمانہ مین اس کا پروانۂ تقرر پہنچا، یہ حکومت کے خوف سے روپوش تھا، خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے قاصد نے اس کو تلاش کرکے فرمان تقرر سپرد کیا، اور غافقی نے عنان حکومت سنبھال لی لیکن جن مخالفین کی ریشہ دوانیون سے معزول کیا گیا تھا، وہ اب بھی موجود تھے، وہ اس مرتبہ بھی اس کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوے، مگر اُس نے اس مرتبہ اُن کی پروا نہ کی، اور کھلے طور پر شامی جماعت کو اپنا علانیہ ہمنوا بنالیا، حریف طاقتون نے بڑی سرگرمی سے اس کی مخالفت کی، مگر اس کو دمشق کی مرکزی حکومت کی تائید حاصل تھی، اس لئے بڑی جرأت سے مخالفین کی سرکوبی کی، اور مطلق العنان طور پر اپنے فرائض انجام دینے لگا، اس سلسلہ مین اُس نے مختلف صوبون کا دورہ بھی کیا، اور پورے اندلس کے شامیون کو اپنی حمایت پر آمادہ کرلیا،

اصلاحات کا نفاذ

اس کے بعد ملک مین اس نے اصلاحات رائج کین، خرابیون کو دور کیا، پچھلے والیون کے زمانہ مین عیسائیون کے ساتھ کبھی نرمی برتی گئی اور کبھی سخت گیری

جہان جہان معاہدہ کے خلاف پرانے گرجون کو بند کیا گیا تھا، اور جائدادین ضبط کی گئی تھین، وہان ان گرجون کو کھلوایا، اور جائدادین واگذاشت کرائین، ملک مین رشوت کا بازار گرم تھا، سختی سے اس کی روک تھام کی؛ اور عام امن وامان قائم کیا، اس طرح حکومت کا کاروبار حسن انتظام کے ساتھ جاری ہوگیا،

فرانس کی فتح کا تہیہ

اس کے بعد اس نے پورے فرانس کی تسخیر کا ارادہ کیا، اور اہلِ اندلس کے سامنے اپنے اس عزم کو پیش کیا، لوگون نے جوش وولولہ سے اس کا خیر مقدم کیا، چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے فوج اور سامان کی فراہمی کے لئے مختلف صوبون کے ولاۃ کو لکھا کہ وہ فوج اور سرمایہ کیساتھ جلد سے جلد دار السلطنت مین آجائین،

ایک صوبہ دار کی بغاوت

لیکن غافقی کو اپنے اس ارادہ مین کامیابی نہین ہوئی، وہ ابھی انتظامات مین مصروف تھا، کہ ایک صوبہ کے والی عثمان بن ابی نسعہ نے جو پہلے اندلس کی ولایت پر بھی مامور رہ چکا تھا، بغاوت کا علم بلند کر دیا اور غافقی کو اس کے فرو کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑا،

عثمان بن ابی نسعہ خثعمی اندلس کے بالکل شمال مشرقی حصہ مین ایک صوبہ کا والی تھا اس کا صدر مقام سرطانیہ تھا، فرانس کے وہ علاقے جو اس سے قریب واقع تھے، اور جن سے جزیہ پر مصالحت تھی، اسی صوبہ کے ماتحت تھے، عثمان کو پہلے ہی اندلس سے معزول کئے جانے کا گلہ تھا، اب اس کے ہم چشم غافقی کا اندلس کی ولایت پر آجانا اس کو شاق گذرا اور اس کو یہ بھی خطرہ گذرا کہ اگر غافقی کا یہ عزم پورا ہوگیا تو پھر شمال مشرقی اندلس کے اس صوبہ کی حکومت بھی اس کے ہاتھ سے چلی جائے گی، اس لئے اوس نے اس مین مزاحم ہونے کا فیصلہ کیا اور شمالی اندلس مین اوس نے اپنی خود مختار متوازی حکومت کے قائم ہونے کا اعلان کر دیا،

اس کی بغاوت کا حال سُن کر عیسائی حکمران ڈیوک آف ایکوٹین نے غیر معمولی مسرت کے ساتھ اس کی طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اور پھر جلد ہی ان دونون مین ایسی ساز باز ہوگئی کہ ڈیوک نے اس کو اطمینان دلانے کے لئے اپنی لڑکی کو اس کے عقد نکاح مین دیدیا،

غافقی نے سب سے پہلے اس اٹھتے ہوئے فتنہ کی سرکوبی ضروری سمجھی، چنانچہ اس کے استیصال کے لئے ایک لشکر بھیجا، عثمان مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور اپنی دلھن کو ساتھ لیکر جلیقیہ کی طرف بھاگ گیا، شاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا، عثمان جنگ مین کام آیا، اور اس کی بیوی کو گرفتار کرکے قرطبہ لایا گیا،

فرانس پر چڑھائی اور فتح ارل

غافقی نے اس داخلی بدامنی پر کامیابی سے قابو پانے کے بعد اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کی، اور تقریبًا ایک لاکھ لشکر جرار کے ساتھ کوہ پائرنیز کے مغربی درہ کو عبور کرکے فرانس پر چڑھائی کی، اور سب سے پہلے مشرق کی سمت مین کوچ کرکے پہلے کے مفتوح شہر ارل کا رُخ کیا، یہ شہر جزیہ کی شرط پر مفتوح ہوا تھا، اور عثمان کے توسط سے جزیہ ادا کیا کرتا تھا، اس لئے عثمان کی بغاوت کے بعد یہان کے لوگون نے بھی قرطبہ کی حکومت کو جزیہ ادا کرنے سے انکار کردیا تھا، غافقی کے پہنچتے ہی یہ دوبارہ مفتوح ہوا، پھر اسی سلسلہ مین دوسرے مشہور شہر لیانس (لوذون) کے باشندون نے بھی اطاعت قبول کرلی،

کاونٹ آف ایکوٹین کی شکست

اس کے بعد اسلامی لشکر دریاے دوردون (The Dordogne.) کے کنارے پر پہنچا، یہان کاونٹ آف ایکوٹین کی فوج مقابلہ کے لئے موجود

مشہور فرانسیسی بندرگاہ بورڈو (Bordeaux) تک پہونچے، یہان ڈیوک کے قیمتی ذخائر جمع تھے، شہر والون نے مقابلہ کیا، مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے، مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، سارا مال ومتاع مسلمانون کے قبضہ مین آیا،

اس کے بعد اسلامی لشکر نے شمال کی طرف قدم بڑھائے، دریائے دردون پر ڈیوک کی سپاہ نے پھر روکنے کی کوشش کی، لیکن اسلامی لشکر نے اس کے پورے لشکر کو تباہ کردیا، اور دریا کو عبور کرکے پائٹرس (Poitiers) پہنچا، اور اس کے مضافات مین غارتگری کی، اور اسی سلسلہ مین سینٹ ہلاری کے گرجا کے قیمتی مال ومتاع پر قبضہ کیا،

اس اسلامی مہم کے سلسلہ مین شمال مشرقی اور جنوبی فرانس کا بہت بڑا حصہ پامال ہوا،

غافقی ان فتوحات کے بعد فوج کو لے کر اندلس چلا آیا، جس کے ساتھ مال غنیمت کا انبار بھی تھا جس مین موتی، یاقوت، اور زمرد سے مرصع طلائی پائے بھی تھے، غافقی نے ان کو توڑ کر سپاہیون مین تقسیم کردیا، والی افریقہ نے یہ سن کر ایک تہدید آمیز مکتوب بھیجا، غافقی نے اس کی پروا نہ کی، کہ خود اس کا دامن پاک تھا، اس نے جواب مین صرف یہ لکھ بھیجا کہ

"اگر زمین وآسمان کے تمام ذرائع مسدود ہو جائین، تو بھی اللہ تعالیٰ پرہیزگارون کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیگا"

جنگ طلوشہ غافقی چند دنون کے بعد ایک دوسری مہم لے کر روانہ ہوا، اور کوہ پرینیز عبور کرکے فرانس کے حدود مین داخل ہوگیا، اس مرتبہ کاونٹ آف ایکوٹین نے ایک دوسری پیش بندی کی یعنی مسلمانون سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اپنے قدیم حریف چارلس کے آگے سرجھکا دیا، اور اس سے امداد کا طالب ہوا، حالانکہ کچھ ہی دنون پہلے ان دونون مین سخت معرکہ آرائی ہوچکی تھی، لیکن مسلمانون سے مقابلہ کرنے کے لئے یہ دونون دشمن متحد ہوگئے

یون تو اس زمانہ مین اسٹرالیا و نیوسٹریا (یعنی فرانس) کے تخت پر میرو ونجی خاندان کا تھیری چہارم برائے نام بادشاہ تھا لیکن سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک اس زمانہ کا بھی نامور ہیرو چارلس ہی تھا، اس نے مسلمانون کے سیلاب کو روکنے کی زبردست تیاری کی، ایک اعلان عام کے ذریعہ سے یورپ کی جنگ جو قومون جرمن، فرانسیسی اور برگانی کے سپاہیون کو عام دعوت دی، اور ان سب قومون کی مشترکہ فوج چارلس کے علم کے نیچے جمع ہو کر غافقی کی آمد کا انتظار کرتی رہی،

ادھر غافقی پائیرس سے طلوشہ (ٹورس) کی طرف بڑھا، کلیسائے مارٹن مین دولت و ثروت کا خزانہ جمع تھا، چارلس نے دولت کے اس انبار کی حفاظت ضروری سمجھی، اور سینٹ مارٹن کے میدان مین فوج لاکر مورچے جما دیئے، دوسری طرف اسلامی لشکر نے بھی اپنے خیمے ڈال دیئے، دونون فوجین ایک ہفتہ تک آمنے سامنے ایک دوسرے کے حملہ کے انتظار مین خاموش کھڑی رہین، بالآخر غافقی نے حملہ کا حکم دیا، دونون طرف کی فوجین دل کھول کر لڑین، رات کی تاریکی سے دونون ایک دوسرے سے جدا ہوئین، صبح ہوتے ہی پھر معرکۂ کارزار گرم ہوا، سہ پہر تک دونون طرف سے برابر کی طاقت آزمائی رہی، یکایک کاونٹ نے ایک مورچہ سے بڑھ کر ایسی تیزی سے حملہ کیا کہ مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے، کہا جاتا ہے کہ یہ حملہ عقب سے ہوا تھا، جدھر مال غنیمت رکھا ہوا تھا، مسلمان اس کو بچانے کے لئے اسی سمت ٹوٹ پڑے، غافقی نے مورچہ کو سنبھالنا چاہا، مگر شومئی قسمت سے وہ خود زخمی ہو کر گر پڑا،

غافقی کی شہادت اور

غافقی کا دم توڑنا تھا کہ مسلمانون کی رہی سہی ہمت بھی پست ہو گئی

کی بڑی تعداد کام آئی، یہ لڑائی ماہ رمضان ۱۱۴ھ مطابق اکتوبر ۷۳۲ء مین ختم ہوئی، اور اسلامی لشکر قرطبہ واپس آگیا،

مغربی مورخین ٹورس کی اس جنگ کو تاریخی اہمیت دیتے ہین، ان کا خیال ہے کہ اسی لڑائی سے یورپ کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا، اور فرانس مین مسلمانون کی حقیقی پیشقدمی کا سلسلہ رُک گیا، چارلس اس جنگ کے بعد ہیرو قرار پایا، "مارٹل" (ہتھوڑا) کا خطاب اس کی اس فتحمندی کا ثمرہ ہے، لیکن عرب مورخین کے بیانون مین اس جنگ کو کوئی زیادہ اہمیت نہین دی گئی، البتہ چونکہ اس مین بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے، اس لئے وہ اس مقام کو "بلاط الشہداء" کے نام سے موسوم کرتے تھے[1]،

[1] نفح الطیب مقری ج ۱ ص ۱۰۹، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۰، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۹۰ تا ۲۹۳ و ۲۹۹ تا ۳۰۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹، تاریخ عرب سیدیو ص ۱۷۱، تاریخ یورپ گرانٹ ترجمہ اردو حصہ دوم ص ۶۳ بہ مجموعہ ص ۲۰،

عبد الملک بن قطن فہری (۱۲)

۱۱۴ھ ۷۳۲ء - ۱۱۶ھ ۷۳۴ء

عبد الملک بن قطن فہری سن رسیدہ اکابرین سے تھے، فوجی مہمون مین نمایان خدمات انجام دیکچے تھے، ماہ رمضان ۱۱۴ھ مین اندلس کی حکومت اُن کے سپرد کی گئی، فرانس مین مسلمانون کی ناکامی سے اندلس اور افریقہ کی اسلامی حکومتین متاثر ہوئین، حکومت افریقہ نے عبد الملک ابن قطن کو جنگ طلوشہ کا انتقام لینے کی خاص طور پر ہدایت کی خصوصًا اس لئے کہ اس لڑائی کے بعد فرانس مین مسلمانون کے جو زیر اثر علاقے تھے، ان مین بھی سرکشی کے جذبات پیدا ہو چکے تھے،

عبد الملک کچھ دنون حکومت کے معاملات کے سلجھانے مین مصروف رہے، پھر فوجی مہم لے کر روانہ ہوئے لیکن اتفاق کی بات انھون نے اس مہم کے لئے موسم کا انتخاب اچھا نہیں کیا تھا، برسات کا زمانہ تھا ندی نالے بھرے ہوئے تھے، اس لئے قدم قدم پر انھین دشواریون کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ وہ کسی بڑے حملہ کا خیال چھوڑ کر کوہ پائرنیز کے اس طرف چھوٹی چھوٹی یلغارین کرکے مال غنیمت کے ساتھ واپس آگئے،

والی افریقہ نے عبد الملک بن قطن کی بے نیل مرام واپسی سے انھین اس منصب کا اہل تصور نہین کیا، اور عقبہ بن حجاج سلولی کو اندلس کی امارت کا منصب سپرد کر دیا، عبد الملک

فہری مدنی تھے، کہاجاتا ہے کہ اُن کے عزل کا ایک سبب اُن کا مدنی ہونا بھی تھا، اس لئے اُن کے معزول کئے جانے سے مدنی وشامی منافرت کی داغ بیل بھی پڑی، اُور اندلس کی سیاسی گتھیون مین ایک اور گتھی کا اضافہ ہوگیا،

عقبہ بن حجاج سلولی (۱۳)

۱۱۶ھ ۷۳۴ء — ۱۲۱ھ ۷۳۹ء

عقبہ ماہ شوال ۱۱۶ھ ۷۳۴ء مین اندلس آیا، طبعاً خوش اخلاق و نیک کردار تھا،

نظم و نسق | انتظامی صلاحیتیں بھی اس مین پورے طور پر پائی جاتی تھین، حکومت کے شعبون مین رد و بدل کر کے ان کو مختلف دواوین میں تقسیم کیا، خصوصاً تعلیم اور محکمۂ عدالت و انصاف پر توجہ کی اور حکومت کی انتظامی بنیادین پہلے سے زیادہ مستحکم ہوگئین،

جنوبی فرانس واسٹریاس پر توجہ | اس کے بعد اُس نے فوجی سرگرمیون کا آغاز کیا، اس کی توجہ دو سمتون پر مبذول ہوئی، ایک تو جنوبی فرانس کے مقبوضہ علاقہ پر اثر و اقتدار قائم رکھنے کے لئے دریائے رون کے کنارے کنارے اسلامی لشکر کے لئے نئی چھاونیان بسائین، اور جہان فوجکشی کی ضرورت پیش آئی، فوجکشی کی، چنانچہ والنس (Valence) سنٹ پال (Saint Paul) تروی شاتو (Troischateaux) اور دون زیری (Donzere) جیسے اہم شہر ۱۱۷ھ ۷۳۶ء مین اس نے فتح کئے،

دوسری طرف صوبہ اشتورقہ (اسٹریاس) اور جلیقیہ (گلیشا) پر توجہ کی، جہان عیسائی دوبارہ سر اٹھا رہے تھے، چنانچہ اسٹریاس و جلیقیہ کے دونون صوبے کامل طور پر زیر اقتدار آگئے، صرف ایک محدود رقبہ کی پہاڑیون کے کھوؤن مین ... قلعہ بندی کر کے عیسائی چھپ رہے،

اور ان دونون صوبون مین بھی جابجا مسلمان آباد ہو گئے،

تبلیغِ دین | ان کے دور مین اسلام کی اشاعت مین بڑی ترقی ہوئی، یہ قیدیون کے پاس خود جاتے، اُن کے سامنے اُن کے دین کی کمزوریان اور اسلام کی خوبیان بیان کرتے، اور لوگ رضا و رغبت سے بڑی تعداد مین مسلمان ہو جاتے، مقری کہتا ہے کہ انھون نے اپنی سرحد حکومت اربونہ سے ملالی، یعنی جزیرۂ خضرا سے اربونہ (ناربون) تک اسلامی حکومت تھی، اور کچھ دنون یہ ناربون مین بھی قیام پذیر رہے، اور یہین بیٹھ کر عیسائی قیدیون مین اسلام کی اشاعت کرتے رہے،

عقبہ کی ان دونون کارگذاریون سے اسلامی حکومت کو غیر معمولی فائدہ پہنچا، ایک طرف جلیقیہ کے عیسائیون کی حکومت محدود ہو کر رہ گئی، دوسری طرف اسلامی حکومت ناربون کو غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی،

جنوبی فرانس واسطرپاس پر توجہ | چنانچہ ان دنون فرانس کے علاقہ مین چارلس مارٹل کی پیش قدمیان جاری تھین، وہ اس علاقہ کے چھوٹے چھوٹے نوابون اور حکمرانون کی حکومتون پر بار بار حملہ آور ہو کر انھین لوٹ مار کر واپس چلا جاتا، فرانس کا مشہور ساحلی شہر مارسلیز ان دنون ایک کاؤنٹ مورنتشیں کے قبضہ مین تھا جسکو "ڈیوک آف مارسلیز" کہا جاتا تھا، اور پروونس کا پورا علاقہ اس کی عملداری مین تھا، چارلس نے اس پر بھی نوحکشی کی، پہلے اس نے مقابلہ کیا، اس کے بعد اس نے ناربون کی اسلامی حکومت سے مدد طلب کی، اس طرح چارلس اور اسلامی حکومت کے درمیان مزید اختلافات پیدا ہو گئے،

اس زمانہ مین یوسف بن عبدالرحمٰن صوبہ ناربون کا بیدار مغز والی تھا، اُس نے اسلامی سلطنت کی مضبوطی و استحکام کے لئے اس دعوت کو قبول کیا، یوسف بن عبدالرحمٰن اور ڈیوک آف مارسلیز کے درمیان باہم ایک تحریری معاہدہ ہو گیا جس کے رو سے حکومت

مارسلیز اسلامی حکومت کی باجگذار قرار پائی، آس پاس کے شہر بھی حکومت ناربون کی عملداری مین و ید یئے گئے، یہ دیکھ کر اس علاقہ کے دوسرے چھوٹے چھوٹے حکمران بھی آگے بڑھے، اور یوسف کی اطاعت قبول کی، اور نذرین پیش کین، اس طرح اسلامی حکومت ناربون اس پورے علاقہ کی حفاظت کی ذمہ دار بن گئی، خواہ وہ علاقہ اسلامی حکومت مین ہو یا کسی باجگذار عیسائی حکومت کے ماتحت اُس کے بعد یوسف نے اس علاقہ کی حفاظت کے لئے بہت سی فوجین شمالی سرحد پر پھیلا دین، اور چند دنون کے لئے چارلس مارٹل کی پیش قدمیون کا سلسلہ رُک گیا،

اندلس کے مسلمانون کا نئے حالات سے دوچار ہونا

اس کے بعد یوسف اپنی حدودِ حکومت مین وسعت دینے کے لئے پیش قدمی کرنے کی فکر مین تھا کہ اس اثنار مین اندلس کے مسلمان اپنی اجتماعی زندگی مین بعض نئے حالات سے دوچار ہو گئے، اور عقبہ اور یوسف دونون کے سارے منصوبے خاک مین مل گئے،

عرب وبربر

افریقہ مین عرب قبائل قیسی وکلبی مین جو منازعات پیدا ہوئے، آگے چل کر اُن کی شاخ پھوٹتی چلی گئی، قیسیون نے جیسا کہ اوپر گذرا تشدد آمیز طرزِ حکومت اختیار کیا، تو اندلس مین جو کچھ پیش آیا، وہ گویا حکومت افریقہ کے طرزِ حکومت کا پرتو تھا، اس طریقہ سے حاکم و رعایا مین تفریق ہوئی، اور کلبیون یعنی یمانیون کو افریقہ کے بربر قبیلون سے تعلقات استوار کرنے کا موقع ملا، اور اسی طرح اندلس مین بھی یمانی و بربری ایک صف مین آگئے اور قیسی ان کے مقابل مین حکمران حریف رہے،

بربر طبعاً آزادی پسند تھے، بدویت کے تمام خصائص ان مین موجود تھے، ان کا مرکز افریقہ و مغرب تھا، وہ جابرانہ حکومت کو کسی حال مین برداشت نہین کر سکتے تھے، یہی وجہ ہے

کہ افریقہ و مغرب مین بربرون کو تلوار کی طاقت سے فتح نہین کیا جا سکا تھا، ایک فوج شکست کھا کر ہٹتی تھی تو ٹڈی دل فوج دوسری آموجود ہوتی تھی، بالآخر اُن کے دلون کو اسلام کی تعلیمات کو پیش کر کے مسخر کیا گیا تھا اس لئے ان مین مساوات کا حقیقی تصور بھی پیدا ہو چکا تھا، جو معاشرتی زندگی کے لئے اسلام کی تعلیمات کا جوہر ہے، وہ کسی حیثیت سے اپنے اوپر عربون کا تفوق تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے، وہ مجلسی زندگی، اور حکومت کے کاروبار مین مساویانہ حیثیت کے طلبگار تھے، اس لئے جب قیسیون کے دورِ حکومت مین اس کے برخلاف ان پر جور و تشدد کا دور شروع ہوا، اور ایک طرح سے رعایا کا سا برتاؤ اُن کے ساتھ کیا جانے لگا تو ان کے دل کو ٹھیس لگی، سرکشی کے جذبات کی پرورش ہوئی، اور ان کے دلون مین روز بروز بغض و عناد پیدا ہوتا گیا، اور بالآخر وہ ہیبت ناک بغاوت کی شکل مین نمودار ہو گیا، اور یہ بغاوت اس زور شور سے اٹھی کہ افریقہ کا چپہ چپہ عربون اور بربرون کے کشت و خون سے رنگین ہو گیا، اس ہنگامہ مین عربون کو بری طرح شکست اٹھانی پڑی، اور بربرون نے چند دنون کے لئے پورے افریقہ سے عربون کے اقتدار کو مٹا دیا۔

عربون اور بربرون کی خانہ جنگی

اندلس، افریقہ کے ماتحت تھا، یہان بھی عرب و بربر قبائل آباد تھے، افریقہ کے سیاسی حالات کا اثر یہان بھی پہنچا، اور یہان بھی عربون اور بربرون مین خانہ جنگی شروع ہو گئی جس سے یہان ایسی بدامنی کے دور کا آغاز ہوا کہ مسلمانون کی ساری ترقیان اچانک رک گئین، اور لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے، پھر عربون اور بربرون کی یہ خانہ جنگی شاخ در شاخ ہو کر عربون کی قبائلی جنگ بن گئی، اور شامی و یمنی ایک دوسرے کے دشمن بن گئے، ان خانہ جنگیون کا سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ وہ دراصل اموی شاہزادے عبدالرحمٰن الداخل کے ورود اندلس سے پہلے نہ ختم ہو سکا، اور اس سے اندلس

کی اسلامی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا،

اندلس کی ہمسایہ عیسائی حکومتین اسلامی اندلس کے اس سیاسی ماحول سے ناآشنا نہین نہین، انھون نے موقع شناسی سے کام لیا، چنانچہ اسی زمانہ مین جب مسلمانان اندلس کے باہمی تعلقات خوشگوار نہین رہے، اور ملک مین ہیجانی لہر پیدا ہو گئی ۷۳۶ء مین چارلس مارٹل نے پرودنس کی باجگذار اسلامی ریاست پر فوج کشی کی، یوسف نے اس کا مقابلہ کیا، مگر وہ تنہا اس سیلاب کو روکنے کی استعداد نہ رکھتا تھا، وہ سلطنت اسلامی حلقۂ اطاعت سے باہر ہو گئی، اسی کے ساتھ لیانس (لوذون) بھی مسلمانون کے قبضہ سے نکل چکا تھا، اب پرودینس کا مشہور شہر اوینیون (Avennis) بھی ہاتھون سے جاتا رہا۔ اس کے بعد چارلس نے براہ راست ناربون (اربونہ) کا محاصرہ کیا، جب اس محاصرہ کی خبر اندلس پہنچی، تو مسلمانون کو کچھ ہوش آیا، انھون نے جس طرح بھی ممکن ہو سکا، امدادی فوج بھیجی، اور چارلس محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوا، اور واپسی مین وہ آس پاس کی مشہور آبادیون کو لوٹتا مارتا نکل گیا، اور چارلس کی اس مہم سے پرودنس (Provence) لینگوڈاک (Languedoc) ایگڈے (Agde) بیرس (Bayiers) نیمیس (Nimes) میگیولون (Maguelonne) کو جو اسلامی حکومت ناربون کے حلیفون مین سے تھے شدید نقصان اٹھانا پڑا،

چارلس کی واپسی کے بعد ڈیوک آف مارسلیز نے فوجکشی کر کے اوینیون کو اس کے اقتدار سے باہر نکال لیا، مگر دوسرے سال چارلس نے دوبارہ فوجکشی کی، اور اوینیون اور بعض دوسرے شہر ... ڈیوک آف مارسلیز نے اپنی حلیف اسلامی سلطنت سے مدد چاہی، مگر اسلامی

عقبہ کی روانگی افریقہ

ادھر اندلس اسی قسم کے سیاسی ہیجان مین مبتلا تھا، اور اس کے برے نتائج سامنے آرہے تھے کہ افریقہ کے والی نے اس کے ساتھ ایک دوسری ستم ظریفی کی یعنی عقبہ جیسے ہوشمند دوراندیش والی کے خدمات سے اس کو محروم کردیا، اور اس کے تجربون سے فائدہ اٹھانے اور اس سے کام لینے کے لئے اس کو عارضی طور پر افریقہ طلب کرلیا، تاکہ وہ افریقہ کی بغاوت کو فرو کرسکے،

اندلس مین آزاد حکومت کا اعلان

اندلس سے عقبہ کا ہٹنا تھا کہ یہان کے حالات پہلے سے زیادہ بگڑ گئے، اور وہ قائم مقام والی کے قابو سے باہر ہوگئے، چنانچہ بربرون نے اندلس مین بھی خروج کرکے اس کا رشتہ حکومت افریقہ سے منقطع کردیا اور ایک مدنی قائد عبدالملک بن قطن فہری کو ۱۲۱ھ مین والی بنا کر اندلس کی آزاد حکومت کی تاسیس کا اعلان کردیا، اس کے بعد عقبہ کو اندلس واپس آنے کا موقع نہ مل سکا، ماہ صفر ۱۲۳ھ مین انھون نے وفات پائی،[1]

عبدالملک کے برسر اقتدار آنے ہی مدنی عربون اور بربرون کو پھر اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل گیا، دوسری طرف شامیون پر مظالم شروع ہوگئے، اور اسپین مین شامی و مدنی آویزش کا سلسلہ مستقل طور پر جاری ہوگیا،

---

[1] نفح الطیب، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۴، مجموعہ اخبار ص ۲۸، ۲۹، ڈوزی ج ۱ ص ۲۰۳، اسکاٹ ج ۱ ص ۳۰۷، ۳۰۸، افتتاح الاندلس ابن القوطیہ؛

عبدالملک بن قطن فہری (مستولی) (۱۴)

۱۲۱ھ / ۷۳۹ء — ۱۲۴ھ / ۷۴۲ء

عبدالملک بن قطن فہری ۱۱۴ھ/۷۳۲ء - ۱۱۶ھ/۷۳۴ء تک اندلس کے والی رہ چکے تھے، اور وہ اپنے خیال مین غیر منصفانہ طور پر اس منصب سے معزول کئے گئے تھے، اس وقت اُن کی عمر تقریبًا نوّے سال کی تھی، وہ واقعہ حرہ مین شریک تھے، جس مین یزید بن معاویہ نے مدینہ منورہ کی بے حرمتی کرکے مدینہ مین قتل عام کرایا تھا، اس لئے شامیون یعنی امویون اور اُن کے مددگارون سے اُن کے تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہین تھے، اسی وجہ سے جب اندلس کے بربر شامیون کے خلاف اٹھ کھڑے ہوے، تو انھون نے خود اپنی طرف سے عبدالملک کو امیر منتخب کیا، اور انھین بھی دارالحکومت پر قابض ہوکر مستولی بن جانے مین کوئی پس وپیش نہ ہوا، اور برسر اقتدار آکر مدنی عربون اور بربرون کی مدد سے حکومت کے نظم ونسق کو اپنے ہاتھ مین لے لیا،

حکومت اسٹریاس کی تاسیس مسلمانون کی خانہ جنگی سے اسلامی اندلس کو پہلا نقصان تو سرزمین فرانس مین چارلس مارٹل کے ہاتھون پہنچا، دوسری طرف پلایو کے جانشینون نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا،

امیر عنبسہ نے پلایو کی قوت ختم کردی تھی، وہ اسی نامرادی کے عالم مین ۱۱۹ھ/۷۳۷ء مین

اس دنیا سے کوچ کر گیا، اس کی زندگی کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو وہ صرف یہ کہ اپنے عزم پر استوار رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا فاویلا (Favila) اس کا جانشین مقرر ہوا، وہ دو سال کی مختصر حکومت کے بعد ایک جنگلی سور کا شکار کرتے ہوئے سور کے حملہ سے ۷۳۹ء مین مین مارا گیا، اور اپنے باپ کے پہلو مین سنیٹ ایلالیا (S. Falalia) واقع کوڈانگا مین مدفون ہوا، فاویلا کے لڑکے کم سن تھے، اس لئے اس کی جانشینی کے لئے نظر انتخاب الفانسو (Alphanso.) پر پڑی جو ڈیوک آف کنٹبریا (Dukepca-nlabi r.) کا لڑکا اور پلایو کا داماد تھا، پلایو کی لڑکی اورمیسنیڈا (Ormesinda) اس سے بیاہی تھی، اس لئے جلیقیہ کے عیسائیون نے ۱۲۱ھ/۷۳۹ء مین اس کو اپنا لیڈر بنا لیا،

الفانسو نے اُس زمانہ مین جب امیر عقبہ افریقہ بلائے گئے، اور اسلامی اندلس مین انتشار پیدا ہوا، اپنے قدم باہر نکالے اور پورے صوبہ جلیقیہ پر قابض ہو کر موجودہ پرتگال کے بعض شہرون پر بھی اپنا قبضہ جما لیا، اور اس کے بعد بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا،[1]

اس طرح سرحد کے مٹھی بھر عیسائیون نے اندلس کی اسلامی سلطنت کے پہلو مین اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال لی مگر اندلس کے مسلمانون کو اپنی خانہ جنگی سے ایسی مہلت نہ ملی .... کہ وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکتے، اور مسلمانون کی قبائلی وجماعتی کشمکش کی بدولت اندلس مین ایک باضابطہ متوازی عیسائی سلطنت قائم ہو گئی جو آگے چل کر ایسی بارآور ہوئی

---

[1] اسپین و دسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۲، ص ۲۸، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (طبع یازدہم) ج ۱ ص ۴۴، (ذکر اندلس) و ج ۲۵، ص ۵۱۴۔ (ذکر اسپین) انسائیکلوپیڈیا کے آخر الذکر مضمون مین عام روایتون کے خلاف الفانسو کو پلایو کا لڑکا لکھا گیا ہے،

کہ پورے اندلس پر چھا گئی،

بربرون کے استیصال کے لئے شامی لشکر کا ورود

افریقیہ کے والی عبید اللہ بن حجاب کے خلاف جو بغاوت اٹھی تھی، بربرون کو اس مین پوری کامیابی حاصل ہوئی، چند دنون کے لئے گویا پورا شمالی افریقیہ اموی حکومت کے حلقۂ اطاعت سے باہر نکل گیا، خلیفہ ہشام اس بغاوت کا حال سُن کر سخت برہم ہوا، اس نے اس کے استیصال کا تہیہ کیا، اور شام کے مختلف علاقون سے ۴۲ ہزار اور قنسرین سے ۳ ہزار حلبہ ۲۷ ہزار فوج فراہم کی، پھر مصر کے ۳ ہزار فوج کو ساتھ جانے کا حکم دیا،

اس طرح ۳۰ ہزار سپاہیون کا لشکر افریقیہ کے لئے روانہ ہوا، اور افریقیہ کے مقیم عربون کو اس لشکر مین شریک ہونے کا حکم بھیجا، خلیفہ ہشام نے اس لشکر کی سرداری پر کلثوم بن عیاض قسیری کو مامور کیا، اور ہدایت کی کہ کلثوم کے کام آجانے کی شکل مین بلج بن بشر قسیری اس فوج کا افسر نامزد کیا جائے، اور اگر وہ بھی مارا جائے تو ثعلبہ بن سلامہ جذامی یمانی کو افسر بنایا جائے،

شامی و افریقی عربون مین اختلاف

یہ شامی لشکران تیاریون کے ساتھ ۱۲۳ھ مین افریقیہ مین داخل ہوا، لیکن دوسری طرف قضا و قدر، افریقیہ مین عربون کی قسمت پر کھڑی علٰحدہ مسکرا رہی تھی،

اس زمانہ مین ہوشمند عربون کو اپنی قبائلی عصبیتون کو فراموش کرکے یکجہتی سے بربرون کے مقابلہ مین کھڑا ہو جانا چاہیے تھا، لیکن نو وارد شامی عرب اپنے فنِ سپہ گری اور اپنی تعداد کی کثرت پر نازان تھے، انھون نے افریقیہ کے قدیم عرب باشندون کو جن مین زیادہ تعداد مدنیون کی تھی، آنکھ نہین لگایا، اور ان قدیم افریقی عربون کے مقابلہ مین ان مین احساسِ برتری پیدا

ہوا، اور بربرون کے مقابلہ مین کسی میدان مین جمع ہونے سے پہلے ہی ان دونون گروہون کے تعلقات مین تلخی اور سوءظنی پیدا ہوئی، بعض موقعے ایسے آئے کہ یہ آپس ہی مین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر تیار ہوجاتے، لیکن بعض مدبر سردارون کے بیچ بچاؤ سے اس کی نوبت نہین آئی اور بربرون کے مقابلہ مین یہ باہم مل کر صف آرا ہوئے،

افریقہ مین بربرون اور عربون کی جنگ اور اس کے اثرات اندلس پر

چنانچہ ستر ہزار عرب، بربرون سے مقابلہ کرنے کے لیے مقام بقدورہ مین صف آرا ہوئے لیکن ایک غلط فوجی حکمت عملی کے سبب سے عربون کو سخت ہزیمت ہوئی، افریقہ کے قدیم عربی قبائل میدان سے ہٹ گئے، کلثوم بن عیاض جان سے مارا گیا، فوج کا بڑا حصہ برباد ہوگیا، خلیفہ ہشام کی ہدایت کے مطابق بلج بن بشر قشیری باقی ماندہ سپاہ کا افسر بنا، اور وہ ہزیمت خوردہ بچی کھچی شامی فوج کو میدانِ جنگ سے نکال کر کسی طرح طنجہ لایا، اس شہر مین بھی وہ داخل نہ ہوسکا، تو سبتہ کی راہ لی، اور شہر پر قبضہ کرکے اس کی مستحکم فصیل کے پیچھے پناہ گزین ہوگیا، اور سامان رسد جمع کرکے قلعہ کے دروازے بند کرلئے، بربر تعاقب مین یہان تک آئے، لیکن انھون نے محاصرہ نہین کیا، اور بلج اور اس کے سپاہیون کو اُن کے حال پر چھوڑ کر یہان سے رخصت ہوگئے، البتہ آس پاس کے سارے علاقہ کو انھون نے تباہ و برباد کردیا، تاکہ کسی جگہ سے غلہ کی مدد اُن کو نہ مل سکے اور بھوکون مرکر یہ اپنے ارادون سے باز آجائین،

شامی لشکر کی بے سروسامانی اور اندلس پر نگاہ

بلج سبتہ مین بے یار و مددگار پڑا رہا، آس پاس سے سامان رسد اتنا بھی مہیا نہ ہوسکا کہ سدرمق کا سہارا ہوتا، قدرتاً اس کی نگاہ اندلس کی جانب اٹھی، اس نے اندلس سے غلہ کی امداد چاہی، جب اس مین تاخیر ہوئی تو اندلس مین اُترنے کی اجازت طلب کی لیکن یہان عبدالملک بن قطن کی حکمرانی تھی،

ایک طرف شامی لشکر کے حریف دشمن بربر اس کے ہمدرد تھے، دوسری طرف خود اس کو شامیون سے دیرینہ عداوت تھی، واقعہ حرہ کے دلفگار مناظر کی یاد اس کے دل مین موجود تھی، اس لئے بلج اپنی پیہم درخواستون کے باوجود عبدالملک کی ہمدردی حاصل کرنے مین کامیاب نہ ہوسکا، اور عبد الملک لیت ولعل مین وقت گذارتا رہا، نہ غلہ بھیجا، نہ اندلس مین اُترنے کی اجازت دی، اور صاف طور سے انکار کیا، اس طرح بلج اور اس کے شامی لشکر کی مصیبتین روز بروز بڑھتی گیئن، بلکہ تقریبًا ایک سال اسی طرح محاصرہ کی حالت مین گذر گیا، جس مین سختیان اس حد تک پہنچ گیئن، کہ جانورون کی کھالین پکا پکا کر کھانے لگے، پھر جھنگا مچھلی مل گئی، تو کچھ سہارا ملا، اُن کی ان مصیبتون کی خبرین اندلس پہنچتی رہین، اور لوگون مین ہمدردی کے جذبات پیدا ہونے لگے، بنولخم کے ایک سردار زیاد بن عمرو سے نہ رہا گیا، اس نے انسانی ونسلی ہمدردی کے تقاضے سے مجبور ہوکر جراَت سے کام لیا، اور عبدالملک کی مرضی کے خلاف دو جہازون پر غلہ لاد کر سبتہ بھیج دیا، عبدالملک کو جب یہ معلوم ہوا تو سخت ناگوار گذرا، اُس نے زیاد بن عمرو لخمی کو گرفتار کرکے اشتعال دلانے اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کا الزام لگا کر قتل کرادیا، اور لاش کو صلیب پر لٹکادیا، جس کے بعد کسی دوسرے عرب سردار کو پھر ایسی جراَت کرنے کا حوصلہ نہ ہوسکا،

شامیون کا اندلس مین اترنے کا عزم

اب بلج کا پیمانہ صبر لبریز ہوچکا تھا، بربرون کے خوف سے اس کے لئے افریقہ واپس جانا ممکن نہ تھا، اور اندلس کے ساحل پر قدم رکھنے مین کم سے کم یہ امید تھی کہ اگر مخالفین کا گروہ موجود ہے تو تھوڑے بہت ہمدردون کی جماعت بھی اسکو ملجائے گی، اور یہان وہ لڑبھڑ کر کوئی راہ نکال لے گا، اس لئے اُس نے اندلس مین اُترنے کا قطعی ارادہ کرلیا، اور اس کی خبرین عبدالملک کے کانون تک بھی پہنچ گیئن،

عبدالملک فہری سے بربرون کی مخالفت

ادہر اندلس کی اندرونی سیاسیات مین بھی ایک نئی شکل سامنے

آگئی، اب تک اندلس کے بربر عبدالملک کے ہمنوا تھے، لیکن افریقہ مین بربرون کی کامیابی کو دیکھ کر اُن کے تیور بھی بدل گئے، اور اندلس مین عربون پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور نہ صرف عبدالملک کو علٰحدہ کرکے کسی بربر سردار کو حکمران کرنا چاہا، بلکہ پورے جزیرہ نمائے اندلس سے عربون کو فنا کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا، چنانچہ جہان جہان بربرون کو غلبہ حاصل تھا، اور وہ عربون کو نکال سکتے تھے، وہان سے ان کو جلا وطن کر دیا، اس طرح جلیقیہ واستورقہ کی پوری عرب آبادی وہان سے نکال دی گئی، اور اس ہنگامہ مین بہت سے عرب جان سے بھی مارے گئے، اس صورت حال کے پیدا ہوتے ہی عربون کی قومی ونسلی حمیت بھی بھڑک اٹھی، وہ مختلف سمتون سے سمٹ کر یکجا آبادیون مین آگئے، اس طرح وسط اندلس کے بہت سے شہر عربون کی آبادی سے خالی ہوگئے، صرف سرقسطہ مین چونکہ بربرون کی بہ نسبت عربون کی آبادی زیادہ تھی، اس لئے وہ اپنی جگہ مقیم رہے، عبدالملک نے ابتداً بربرون سے تعلقات خوشگوار رکھنے چاہے، مگر کامیاب نہین ہوا، پھر اس نے بربرون پر کئی لشکر بھیجے، مگر انھون نے عربون کو شکست دیدی، اب وہ جہان پاتے عربون کو قتل کر دیا کرتے،

شامیون کا ورود اندلس اور بربرون کا استیصال

عبدالملک نے بالآخر اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انہی شامیون کی طرف اپنی نگاہ امید ڈالی، جو سبتہ مین بڑی تعداد مین بلج کی سرکردگی مین موجود تھے، اور اندلس مین داخل ہونے کی اجازت بار بار طلب کر چکے تھے، لیکن عبدالملک کو ان لوگون کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا، اس لئے اس نے اس نئے بدلے ہوئے حالات کے باوجود ان کو بغیر کسی معاہدہ کے اندلس مین بلانا گوارا نہین کیا، چنانچہ اس نے غلہ اور کپڑون سے لدے ہوئے جہاز اندلس سے سبتہ بھیجے، اور انہی دو شرطون کے ساتھ یہان آنے کی اجازت دی،

۱- ملک مین امن وامان قائم رکھنے اور حکومت وقت کے مطیع رہنے کی ضمانت مین ہر قبیلہ

سے دس دس ہر عمال پہلے بھیجے جائین، جو اندلس کے بجائے کسی دوسری جگہ نظر بند رکھے جائین گے،

۲- اس جزیرہ مین ان کے لیئے ایک سال کی مدت اُن کی آسودہ حالی کے لئے کافی ہے، اس اثنا مین وہ یہان مقیم رہ کر حکومت کی مدد کرین، پھر اپنے ساز و سامان کے ساتھ اس جزیرہ سے واپس چلے جائین، اور ان یرغمالون کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائین،

دوسری طرف شامیون نے بھی عہد کر لیا کہ ان کی واپسی اندلس سے ایک ساتھ ہوگی، ایسا نہ ہو کہ وہ واپسی کے وقت بربرون کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے جائین، اور اثنائے راہ مین انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے،

طرفین نے ان شرطون کو منظور کر لیا، اور ان کے بموجب پہلے ہر قبیلہ کے یرغمال اندلس آگئے اُن کو جزیرہ ام حکیم مین ٹھہرنے کے لئے بھیج دیا گیا، اور اُن کی ضروریات کی نگرانی، جزیرہ خضرا کے والی کے سپرد کی گئی، کھانے پینے اور پہننے کے سامان وہان بھیجے گئے، جزیرہ ام حکیم مین پینے کا پانی نہین تھا، اس لئے پانی بھی مشکیزون مین بھر کر جزیرہ خضرا سے بھیجنے کا اہتمام کیا گیا،

اس کے بعد بلج دس ہزار شامیون کے ساتھ اندلس مین داخل ہوا، اگرچہ کپڑے جہازون پر بھیجے جا چکے تھے، مگر وہ دس ہزار آدمیون کے لئے کافی نہین ہوے، بہت سے شامیون کے بدن پر کپڑے پھٹ کر پرزے پرزے ہو چکے تھے، یہان پہنچتے ہی اُن کے لئے کھانے پینے اور کپڑے کا انتظام کیا گیا، اور اُن کے سردارون کو خلعت دیا، اور معززین کے لباس سے آراستہ کیا، اس طرح انکی پذیرائی کی گئی کہ وہ چند ہی دنون مین اچھے خاصے مرفہ الحال ہوگئے،

دوسری طرف بربرون نے اس اثنار مین ابن ہدین نامی ایک قائد کی سرکردگی مین بڑی الزیرہ ذرا جمع کر لی تھی، جلیقہ، استرقہ، باردہ، قوریہ اور طلبیرہ ان کے اہم مرکز تھے، بربرون کا

دوسرا لشکر قرطبہ پر چڑھائی کے لئے آیا ہوا تھا، اس کو بھی پسپا ہونا پڑا، تیسرا لشکر جو سب سے بڑا اور اہم تھا، اُس نے دریائے تاجہ کو عبور کر لیا تھا، عبد الملک نے اِنھین روکنے کے لئے اپنے لڑکون اُمیہ اور قطن کی سرکردگی مین جزیرہ کے قدیم عرب باشندون اور نو وارد شامیون پر مشتمل لشکر بھیجا، بربر اس لشکر کی خبر سن کر طلیطلہ کی طرف گھوم پڑے، یہ دیکھکر حکومت کے لشکر نے بھی اسی طرف رُخ کیا، اور شہر طلیطلہ کے قریب وادی سلیط مین دونون فوجون کا خونریز مقابلہ ہوا اس مین عربون کی فتح ہوئی، اور بربرون کا پورا لشکر برباد ہوگیا، اس لڑائی سے شامیون کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا، کہ اُن کے قبضہ مین بربرون کے تمام اسلحہ آگئے، اور یہ جماعت کی جماعت پورے طور پر مسلح ہوگئی،

اس کے بعد عبد الملک نے ملک کے مختلف حلقون مین فوجی دستے بھیجے، جہان جہان بربری ملے گئے، تہ تیغ کئے گئے، اور قتل عام کے بعد اُن کی جمعیت پورے طور پر منتشر ہوگئی،

عبد الملک کا شامیون سے اختلافات

شامیون کی اس کارگذاری سے ملک مین اُن کے مستقل اثر و اقتدار کے قائم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے ایک سال گذرنے کے بعد عبد الملک نے بلج سے حسب وعدہ افریقیہ واپس جانے کا مطالبہ کیا، بلج نے واپسی منظور کر کے سفر کے لئے جہاز کسی ایسی بندرگاہ پر طلب کئے، جہان بربرون کی آبادی نہ ہو اس زمانہ مین جزیرۂ خضرا سب سے بڑی بندرگاہ تھا، سرکاری جہاز یہین رہتے تھے، مگر یہان کی بڑی آبادی بربرون ہی پر مشتمل تھی، اس لئے بلج کے مطابق ان کی جماعت کو وہان پہنچے پر بربرون کے ہاتھون محصور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے اس نے کسی اور بندرگاہ سے افریقیہ جانے کا مطالبہ کیا، لیکن عبد الملک کو اندیشہ تھا کہ اگر کسی اور بندرگاہ سے سب شامیون کو بھیجنے کا انتظام کیا گیا، تو جزیرۂ خضرا سے بیڑے کے ہٹتے ہی بربر سبتہ پر قبضہ کر لین گے، اس لئے

عبدالملک نے اس شہر کے حفاظتی بیڑے کو یہان قائم رکھ کر تھوڑی تھوڑی تعداد مین شامیون کو یہان سے بھیجے جانے کا مشورہ دیا، لیکن بلج نے واپسی کے لئے دو شرطون پر اقرار کیا، اول یہ کہ کسی اور بندرگاہ سے روانگی ہو، دوسرے یہ کہ سارے شامی مع اپنے ساز و سامان کے ایک مرتبہ اندلس سے روانہ ہون، اور ایک ساتھ افریقہ مین اترین تاکہ بربرون کو ان کے کسی بڑے ارادے مین کامیابی نہ ہو، لیکن عبدالملک ان وجوہ سے ان شرطون کے قبول کرنے پر آمادہ نہین ہوا، اور ان دونون کا یہ اختلاف اپنی حد سے تجاوز کر گیا،

عبدالملک پر حملہ اور اس کی حکومت کا خاتمہ شامیون نے اس اختلاف کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرنا چاہا، چنانچہ وہ اچانک عبدالملک کے قصر امارت پر ٹوٹ پڑے، اور قصر حکومت سے اس کو باہر نکال کر بلج کو قصر کے اندر لیجا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی، یہ واقعہ آناً فاناً پیش آگیا، اس کے بعد شامیون نے عبدالملک کو قتل کرنے کی کوشش کی، لیکن اہل یمن اس کی حمایت مین اٹھ کھڑے ہوئے اور شامی اس کے قتل کرنے کی جسارت نہ کر سکے، لیکن مدنیون کی طاقت قرطبہ مین زیادہ نہ تھی اسلئے عبدالملک کی مدد وہ اس سے زیادہ نہ کر سکے، اور وہ بے دست و پا ہو کر خاموشی سے اپنے ذاتی مکان مین اٹھ آیا جو دار ابی ایوب کے نام سے موسوم تھا اور اس کے دونون لڑکے امیہ اور قطن قرطبہ سے فرار ہو گئے، ان مین سے ایک نے ماردہ کا رُخ کیا، اور دوسرا سرقسطہ چلا گیا، اور یہ دونون اندلس مین اپنے موافق فضا تیار کرنے مین مصروف ہو گئے،

بلج بن بشر قسیری (مستولی)(۱۵)

۱۲۳ھ - ۱۲۴ھ
۷۴۱ء - ۷۴۲ء

بلج بن بشر قسیری، خلیفہ ہشام کے فرمان کے بموجب شامی لشکر کا امیر تھا، لیکن اہل اندلس اس کی اس بالواسطہ سند امارت کو قبول نہین کر سکے، عبدالملک اگرچہ قانوناً مستولی کی حیثیت رکھتا تھا، تاہم اسکو عام ہر دلعزیزی حاصل تھی بلکہ اگر مقری کی روایت کو صحیح باور کیا جائے تو وہ افریقہ جاکر اپنی ولایت کی سند بھی لاچکا تھا اس لئے بلج کے لئے اپنے کو امیر تسلیم کرانا دشوار ہو گیا، لیکن اس نے اس پروانہ کی، اس کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا، اور انہی شامیون کی مدد سے وہ اندلس کی حکمرانی کے لئے تیار ہو گیا تھا،

شامی نظر بندون کی رہائی، اس نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی ان شامی یرغمالون کو جزیرۂ ام حکیم سے اندلس مین بلایا جنہیں عبدالملک نے وہان نظر بند کر رکھا تھا، جزیرۂ ام حکیم کا انتظام جزیرۂ خضراء کے والی کے سپرد تھا، اندلس کے داخلی انتشار، اور دارالخلافہ قرطبہ مین شامیون کی بغاوت کے بعد اس نے ام حکیم کے مقیم یرغمالون کی مدد سے ہاتھ روک لیا، ان کو کھانے اور پینے کے پانی کی سخت تکلیف اٹھانی پڑی، یہان تک کہ پیاس کی شدت سے ایک حماد غسانی رئیس کا انتقال ہو گیا،

عبدالملک کا قتل ان وجوہ سے نظر بندون کا یہ قافلہ عبدالملک سے سخت برہم تھا، یہ لوگ

غیظ وغضب کی حالت مین اندلس پہنچے، اور جوش انتقام مین انھون نے عبد الملک کے قتل کیے جانے کا مطالبہ کیا، دوسرے شامیون کے جذبات بھی ان کی دردناک مصیبتین سن کر بھڑک اٹھے، اور وہ بیک زبان غسانی رئیس کے خون کے انتقام مین عبد الملک کا سر طلب کرنے لگے بلج نے معاملہ کو رفع دفع کرنا چاہا۔ مگر ان کا جوش غضب بڑھتا گیا، دوسری طرف مدنیون مین عبد الملک کے قتل کر دیئے جانے کی افواہ پھیل گئی، اور طرفین مین جوش وخروش اتنا بڑھا کہ مدنی وشامی قبائل کی جنگ آزمائی کا پیش خیمہ بنتا نظر آیا، بلج نے مدنیون کو مطمئن کرنے کے لئے عبد الملک کو اس کی قیامگاہ دار ابی ایوب سے بلوایا، لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا، شامی اس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور بلج کی منت سماجت کے باوجود ان کا غصہ فرو نہین ہوا، وہ اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے کہ تو یوم حرہ مین ہماری تلوارون سے بچ نکلا، اور انتقام مین تو نے ہمین کتے کا چمڑا اور گوشت کھانے کے لئے بھیجا، تو نے ہمین بربرون کے ہاتھ بیچ ڈالا، یہ کہتے ہوئے جھپٹ کر عبد الملک کو قابو مین کر لیا، اور کشان کشان قتل گاہ تک لے گئے، مدنیون کی تعداد تھوڑی تھی، وہ بے بسی سے یہ تماشا دیکھتے رہے، شامی عبد الملک کو دریا کے پل کے قریب لائے، اور سولی پر لٹکا دیا، اور اس کی توہین کے لئے لاش کے داہنے طرف ایک کتے، اور بائین طرف ایک سور کو سولی پر لٹکا دیا، اور اس حسرت انگیز طریقہ سے اس نود سالہ پیر مرد کی زندگی کا خاتمہ ہوا، لاش دن بھر اسی طرح سولی پر لٹکی رہی، پھر ان کے بربری غلام جو المدور کے رہنے والے تھے، رات کو لاش کو مع صلیب کے اٹھالے گئے، اور تجہیز وتکفین کی رسم ادا کی، کچھ دنون تک یہ مقام مصلب عبد الملک کے نام سے مشہور رہا آگے چل کر ان کے لڑکے امیہ نے یہان پر ایک مسجد تعمیر کرادی،

عبد الملک کے مارے جانے سے اندلس مین قبائلی دشمنی کی ایسی آگ بھڑکی، جس کے شعلون سے

سالہاسال تک اندلس کے امن وامان کا خرمن جلتا رہا، اور اندلس کی آیندہ چند سالہ زندگی تمامتر قبائلی خانہ جنگیون کی نذر ہوگئی،

شامیون کے خلاف صف آرائی چنانچہ عبدالملک کے دونون لڑکون قطن اور امیہ نے بلج کے خلاف فوجکشی کا نعرہ بلند کیا، ایک نامور قائد عبدالرحمن بن حبیب، بلج کے ساتھ اندلس آیا تھا، وہ شامیون کے طرزِ عمل سے برگشتہ ہوکر عبدالملک کے لڑکون کا ہمنوا ہوگیا، اس کے اثر سے بلج کے ساتھ آنے والون مین سے غیر شامی عرب اس کے علم کے نیچے جمع ہوگئے، پھر بربرون کو بھی شامیون سے انتقام لینے کا موقع ملا. وہ عبدالملک سے اپنے اختلافات کو فراموش کرکے اس کے قصاص مین اُٹھ کھڑے ہوئے. دوسری طرف صوبہ ناربون مین اس زمانہ مین عبدالملک کا مقرر کیا ہوا والی عبدالرحمن بن علقمہ متعین تھا، وہ بھی عبدالملک کی موت سے متاثر ہوا، اور چالیس ہزار فوج لیکر آیا، اس طرح ابن اثیر کے بیان کے مطابق ایک لاکھ فوج شامیون کے خلاف صف آرا ہوگئی، بلج کا لشکر تقریباً بارہ ہزار تھا، اور بربرون اور عربون کے کچھ غلام بھی اس فوج مین شریک ہوگئے تھے، وہ قرطبہ سے نکل کر ولبہ کے علاقہ مین آیا، اور اسی ضلع کے ایک گاؤن مین دونون لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے، گھمسان کی لڑائی ہوئی، اور دونون طرف کے سپاہی بڑی تعداد مین کام آئے، مقتولین مین غیر شامیون کی تعداد زیادہ تھی،

بلج پر حملہ اور موت عبدالرحمن بن علقمہ بڑا تاک انداز تھا، اُس نے کہا مجھے بلج کی شناخت کرادو، یا تو اس کو مارون گا ورنہ مرجاؤن گا، بلج ایک سفید گھوڑے پر سوار ہاتھ مین جھنڈا لئے فوج کی رہنمائی کر رہا تھا، عبدالرحمن بن علقمہ نے اس کو پہچانتے ہی اسی سمت کو زور کا حملہ کیا، شامی کائی کی طرح چھٹ گئے، ابن علقمہ نے بلج کے قریب پہنچ کر سر پر تلوار کے دو

وار گئے، دوسری طرف سے حصین بن دمن عقیل بن علقمہ پر حملہ آور ہوا، ابن علقمہ بھاری زرہین پہنے ہوئے تھا، زخمی ہونے سے بچ گیا، اور پینترا بدل کر دوسری سمت کو ہولیا، شامی بڑی بہادری سے لڑے، مگر میدان حریفون کے ہاتھ رہا۔ بلج کے زخمی ہوتے ہی میدانِ جنگ کا نقشہ بگڑ چکا تھا، تھوڑی دیر وہ پامردی سے مقابلہ کرتے رہے، پھر ہمت ہار کر پسپا ہو گئے، بلج زخمون سے جانبر نہ ہو سکا، اور ماہ شوال ۱۲۴ھ میں اس نے وفات پائی، شامیون نے ثعلبہ بن سلامہ عجلی کو اپنا امیر منتخب کیا،[۱]

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۸، ۱۸۹-۱۹۴، ۱۹۵، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۸۶ ج ۲ ص ۵۹، مجموعہ اخبار اندلس ص ۳۰ تا ۴۱۔ افتتاح الاندلس ص ۱۶،

ثعلبہ بن سلامہ عجلی (۱۶)

۱۲۴ھ ۷۴۲ء — ۱۲۵ھ ۷۴۳ء

ثعلبہ بن سلامہ عجلی کے تقرر کا جواز خلیفہ ہشام کے اُس فرمان سے پیدا کیا گیا تھا جس مین اُس نے کلثوم کے بعد بلج کو اور اس کا جانشین ثعلبہ کو بنایا تھا، لیکن شامیون کے سوا عام باشندگان اندلس کے نزدیک اس کی حیثیت متولی سے زیادہ نہین رہی کہ خود بلج کی امارت پر اہل اندلس نے بیعت نہین کی تھی، اس لئے مخالفین گروہ در گروہ صف بندی مین مصروف رہے

ثعلبہ نے اس میدان مین شکست کھا کر ماردہ مین پناہ لی تھی، یہان سے اس نے قرطبہ سے امدادی فوج طلب کی، لیکن عبدالملک کے لڑکے امیہ اور قطن اپنی فوج لے کر ماردہ پہنچ گئے، اور اس شہر کا محاصرہ کرلیا، اب مدنیون کی کامیابی مین کوئی شبہہ باقی نہین رہا تھا، ثعلبہ اپنی جگہ سخت پریشان تھا، اتفاق سے عید کا دن آگیا، بربر اور عرب جو محاصرہ کئے ہوئے تھے عید منانے مین مشغول ہوگئے، ثعلبہ نے اس موقع کو غنیمت جانا، وہ دفعۃً شہر سے نکلا اور بے خبری کی حالت مین قتل عام مچادیا، عربون اور بربرون مین بھگدڑ مچ گئی، ہزارون عربون اور بربرون کو گرفتار کرلیا، بہت سے لوگون کے اہل وعیال ساتھ تھے، ان کو بھی پکڑ لیا، اور بہت سے لوگ بھاگ کر اپنی جانین بچانے مین کامیاب ہوئے،

ثعلبہ نے ان عرب قیدیون کے ساتھ سخت ناروا سلوک کیا، اُن کی تعداد دس ہزار سے

زیادہ تھی، ان مین سے بوڑھون اور بچّون کو کجاوہ مین بٹھا کر قرطبہ لایا، اور محلہ مصارہ مین لونڈی غلام کی حیثیت سے فروخت کرنے کے لئے بولیان بلوائین، ان فروخت ہونے والون مین مختلف قبائل کے اکابر شیوخ بھی تھے، ابن الحسن اور حارث ابن اسد جہنی کے لئے جب بولی کا وقت آیا، تو اس نے کہا جو اُن کی سب سے کم قیمت لگائیگا، وہی اُن کی خریداری کا مستحق ہوگا، چنانچہ دس دینار سے اُن کی بولی شروع ہوئی، اور ایک کتّے کے بدلے مین یہ فروخت کئے گئے، ایسی ظالمانہ اہانت کی مثال اس سے پہلے نہین گذری تھی، اور جو قیدی فروخت ہونے سے بچ گئے، وہ قیدخانہ مین ڈال دیئے گئے،

اس طرح اس نے مخالفین کی طاقت کا قلع قمع تو کر لیا لیکن اس کی حکومت کے حدود قرطبہ اور ماردہ سے آگے نہ بڑھ سکے، اب اہل اندلس خانہ جنگی کی ایسی تباہ کاریون سے گھبرا اٹھے تھے، انھون نے حکومت افریقہ کی طرف پھر رجوع کیا، ان دنون افریقہ کی ولایت پر حنظلہ بن صفوان کلبی مامور تھا، اندلس کے صلح جو طبائع رکھنے والون نے اس سے کسی ایسے شخص کو طلب کیا، جو ملک مین ہر دلعزیزی پیدا کر کے امن و امان قائم کر سکے، چنانچہ حنظلہ نے ابو الخطار حسام بن ضرار کلبی کو اندلس کا امیر مقرر کر کے بھیجا، وہ ماہ رجب ۱۲۵ھ مین اندلس پہنچا، ثعلبہ کی حکومت کا دور تقریباً دس مہینے قائم رہا،[۱]

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹۴، ۱۹۵، ابن قوطیہ ص ۱۶، ۱۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹، مقری ج ۲ صفحہ ۱۰، مجموعۂ اخبار ص ۴۴ تا ۴۶، ابن عذاری ص ۷۰،

ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی (۱۷)

سنہ ۱۲۵ھ ۷۴۳ء — سنہ ۱۲۸ھ ۷۴۶ء

ابوالخطار، طبعاً ہوشمند، صائب الرائے، مدبر، نیک سیرت، اور جری وشجاع
دمشق کے ممتاز رؤسا مین سے تھا، اور اپنے اخلاق و کردار کی بلندی کے سبب سے
ہر دلعزیزی حاصل تھی، اندلس کے عربون نے اس کے ورود کو اپنے حق مین مبار
بعض حالات ایسے پیش آگئے جن سے بربرون کے درمیان بھی اس کی وقعت قائ
وقت اُس نے اندلس کی زمین پر قدم رکھا، فریقین قرطبہ سے مغرب مصارہ کے م
نبرد آزما تھے، اُس نے میدانِ جنگ کے قریب پہنچ کر اپنا علم بلند کیا، فریقین
علم کو دیکھ کر اپنی تلوارین اپنی نیام مین کرلین، اور دونون طرف کے سرداران قبائ
پیشوائی کیلئے آگے بڑھے، اس نے قائدانہ انداز مین خطاب کرکے پوچھا

"تم سنوگے، ؟........ اطاعت کروگے؟"

لوگون نے آگے بڑھ کر اثبات مین جواب دیا، تو اس نے اپنے تقرر کا
سُنایا بربر اور قدیم عرب باشندون نے بلند آواز سے کہا،

"ہم اطاعت کرتے ہین لیکن ان نووارد شامیون کے لئے ہمارے پاس کو
جگہ نہین"

ابوالخطار نے تسلی آمیز لہجہ مین جواب دیا، کہ

"مین قرطبہ جاتا ہون ذرا دم لیتا ہون پھر جو کچھ کہو گے ویسا ہی ہو گا بعض تدبیرین میرے ذہن مین ہین، انشاء اللہ اس مین سب کی بھلائی نظر آئے گی"

بربرون مین مقبولیت

ابوالخطار کا استقبال کرنے والون مین ثعلبہ، ابن ابی سعید، قطن بن عبدالملک اور امیہ بن عبدالملک وغیرہ سب عمائد تھے، ابوالخطار ان سب سے نرمی اور اخلاق سے پیش آیا، اور سب لوگ قرطبہ مین صلح جوئی کے جذبات کے ساتھ داخل ہوئے، اور اس کے آتے ہی اندلس مین مستقبل کے متعلق خوش آیند توقعات کے ساتھ ایک نئی فضا پیدا ہوگئی،

ابوالخطار کے سامنے قرطبہ پہنچ کر سب سے پہلے بربر قیدیون کا معاملہ پیش ہوا، ثعلبہ اُن کے قتل کا فیصلہ سنا چکا تھا، اب اس کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا، اس لئے اس نے ان سب کو ابوالخطار کے سامنے پیش کیا، اس نے ان کی سزائے قتل موقوف کر کے ان کو رہا کر دیا، اس طرح قرطبہ مین اس کا ورود ان قیدیون کی زندگی کا سبب بن گیا، اور یہ بربری قبائل بھی احسانمندی و شکر گذاری کے جذبہ کے ساتھ اس کے گرد جمع ہوگئے

عمائد کی جلاوطنی

اس کے بعد اس نے اندلس کے چند عمائد ثعلبہ بن سلامہ عجلی، وقاص بن عبدالعزیز اور دس دوسرے ممتاز شامی قائدین کو دارالامارت مین طلب کیا وہ ان لوگون کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آچکا تھا، اور ان لوگون کو اس سے کسی قسم کی بدگمانی نہین تھی، اس لئے وہ بے عذر قصر امارت مین داخل ہوئے، اس نے لطف اور نرمی سے ان کے سامنے اندلس کی سیاسی نزاکتون کے مختلف پہلو رکھے، پھر اُن سے صفائی سے کہا کہ امیرالمومنین اور والی افریقہ حنظلہ بن صفوان کی رائے مین اندلس مین امن و امان قائم رہنے کے لئے تمہارا یہان سے

[illegible]

ان کی شجاعت وبسالت کی قدردانی ہے، افریقہ مین بربر باغیون کے مقابلہ مین نامور قائدین کی خدمات کی ضرورت ہے، وہ افریقہ جائین، اور اپنے فوجی خدمات سے افریقہ کی حکومت کو تقویت پہنچائین، اس طرح اندلس مین حالات ایسے پیدا ہوگئے کہ ان قائدین کے لئے جلاوطنی کے اس حکم کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہین رہا۔ چنانچہ ان سب لوگون نے اندلس کی سرزمین کو ہمیشہ کے خیرآباد کہہ دیا، پھر اس نے عبدالملک کے دونون لڑکون امیہ اور قطن کو بلوایا، انھین نشیب و فراز سمجھا کر انھین تنبیہ کی، اُن کی گذشتہ خطاؤن کو معاف کیا، اور پر امن شہری کی حیثیت سے انھین اندلس مین زندگی گذارنے کی اجازت عطا کی،

ان معززین کی جلاوطنی سے دوہرے مفسد سرغناؤن کو سبق حاصل ہوا، آیندہ کی ریشہ دوانیون سے انھین مایوسی ہوگئی، اور انھون نے خود سے اندلس کی سرزمین کو خیرباد کہدینا مناسب سمجھا، چنانچہ حکومتِ افریقہ کے ایک معزز باغی عبدالرحمن بن حبیب نے اندلس مین پناہ لے رکھی تھی، وہ افریقہ کے نامور قائد حبیب بن ابی عبدہ اس کا لڑکا تھا، جو کلثوم بن عیاض کے ہاتھون مارا گیا تھا، اور ابوالخطار کلثوم کے رفقا رین سے تھا، اس لئے عبدالرحمن بن حبیب نے ابتداءً اندلس مین مختلف قبائل کو اس کے برخلاف برانگیختہ کرنا چاہا، اور اس شورش سے فائدہ اٹھاکر اپنی حکومت قائم کرنے کی فکر کی تھی، لیکن اب ابوالخطار کے آجانے اور یہان کے حالات بدل جانے کے بعد اس کو بھی یہان قیام کرنا دشوار معلوم ہوا، چنانچہ وہ چھپ کر اندلس سے فرار ہوگیا، ٹیونس مین پناہ لی، اور آگے چل کر افریقہ مین اس کے لئے مساعد حالات پیدا ہوگئے، اور افریقہ کا امیر بنا، لیکن بہرحال اس وقت اندلس سے اس کے چلے جانے سے یہ ملک کسی نئی شرانگیزی سے محفوظ ہوگیا،

شامیون کے مسئلہ کا حل ابوالخطار نے حالات پر اس قدر قابو پالینے کے بعد ملک مین مستقل

امن و امان قائم کرنے کے وسائل پر غور کرنے کے لئے معززین اندلس کو جمع کیا، سب سے اہم مسئلہ نو وارد شامیون کا تھا، اندلس کے بربر اور قدیم عرب باشندے اُن کے جلاوطن کئے جانے کے خواہان تھے، شامی معززین کے جلاوطن ہوجانے کے بعد ان شامیون کے دل بھی اُچاٹ ہوگئے تھے، اوران کے لئے اندلس مین کوئی کشش باقی نہین رہی تھی لیکن ابوالخطار نے اندلس سے ان بہادر شامیون کو واپس کرنا مسلمانون کے عام مصالح کے خلاف سمجھا کہ اس وقت اگر وہ لوگ حکومت کے خلاف ہوسکتے ہین تو کسی وقت اُن کی طاقت سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے، اس لئے وہ کسی ایسی راہ کو تلاش کر رہا تھا کہ حکومت کے سر سے اُن کا خطرہ بھی دور ہوجائے، اور اندلس سے دفعۃً اُن کے چلے جانے سے مسلمانون کی طاقت مین نمایان کمی بھی واقع نہ ہونے پائے مجلس مشاورت مین گاتھ شاہزادہ ارطباش بھی موجود تھا، اُس نے کہا کہ انھین قرطبہ پر مستولی رکھنے کے بجائے اندلس کے مختلف ضلعون مین آباد کردیا جائے، اور جہان جہان کی آب و ہوا اُن کی طبیعتون کے موافق ہو وہان یہ بھیج دئیے جائین، اس طرح اُن کے اجتماعی وجود سے اندلس کی حکومت کو جو خطرہ لاحق رہتا ہے، وہ دور ہوجاتا ہے اور اس جزیرہ مین مختلف مقامون پر اُن کے آباد ہوجانے سے مسلمانون کی عسکری طاقت بھی یہان محفوظ رہتی ہے، حسن اتفاق کہ اسی قسم کی تجویز ابوالخطار کے ذہن مین بھی تھی جس کی طرف اس نے ورود اندلس کے موقع پر اشارہ بھی کیا تھا، اس نے ارطباش کی اس تجویز کو بڑی خوشی سے قبول کیا، اور انھین اندلس کے مختلف شہرون مین آباد کرنے کے منصوبے پر غور کرنے لگا،

شامیون کی نوآبادیان

چنانچہ اسی تجویز اور منصوبے کے مطابق ذیل کی تفصیل سے مختلف شہرون کے شامی مختلف شہرون مین آباد کئے گئے، اور انھین اپنے اپنے شہرون کے نام بھی اپنے شامی

شہرون کے نام پر رکھنے کی اجازت دیگئی،

اہلِ دمشق:-	البیرہ مین	اہلِ حمص:-	اشبیلیہ مین،
״ اردن:-	الریہ ״	״ فلسطین:	شذونہ ״
״ قنسرین:	جیان ״	״ مصر	باجہ وتدمیر داخشنبہ مین

اسی مناسبت سے کبھی کبھی البیرہ کو دمشق، الریہ کو اردن، جیان کو قنسرین، اشبیلیہ کو حمص، شذونہ کو فلسطین اور تدمیر کو مصر بھی کہنے لگے، یہ شامی ان شہرون مین خوب پھلے پھولے، اور آیندہ چل کر اندلس کے ممتاز باشندون مین شمار کئے گئے[1]،

ابو الخطار کی اس حکمت عملی، تدبیر اور دانائی سے تقریباً چار سال تک ملک مین کامل سکون اور امن وامان قائم رہا۔ اور ملک کو معاشی صنعتی وتجارتی ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے،

ابو الخطار کے چند سربرآوردہ مخالفین

اس کے بعد ابو الخطار کے دور حکومت مین ایک نئے باب کا آغاز ہوا، اور ملک کے چند ممتاز عمائد امن وسکون کی فضا برباد کرنے مین کامیاب ہوئے، اور اندلس کی سرزمین قبائلی جنگ وجدل کی پھر آماجگاہ بن گئی، اور آگے چل کر خود ابو الخطار کو بھی اسی بگڑے ہوئے مفسدانہ ماحول کا ایک رکن بن جانا پڑا، مختلف قبائل اور خانوادون کے جو ممتاز عمائد ابو الخطار سے دربردہ اختلاف رکھتے تھے، ان مین صمیل بن حاتم، ابو العطار قیسی، امیہ بن عبد الملک اور ثوابہ بن سلمہ حدانی کے نام نمایان طور پر لئے گئے ہین،

صمیل بن حاتم، حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل شمر بن ذی الجوشن کا پوتا تھا، مختار کے ہاتھون شمر کے قتل ہونے کے بعد اس کا لڑکا حاتم کوفہ سے ترک سکونت کرکے الجزیرہ مین چلا آیا تھا،

[1] افتتاح الاندلس، ابن اثیر ج ۵ ص ۲۰۲ھ، ۲۲۵، ۲۲۶۔ ابن خلدون، مقری، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۷۳، مجموعہ اخبار اندلس ص ۴۵-۶۴ وغیرہ،

اس کا خاندان یہین آباد تھا، جب قنسرین کے باشندے اندلس مین آباد ہونے کے لئے آئے تو
حاتم کا یہ لڑکا صمیل بھی اُن کے ساتھ تھا، اور جیان مین انہی کے ساتھ آباد ہو گیا تھا، صمیل مین
قیادت کی فطری صلاحیتیں موجود تھین، وہ سیر چشم، سخی، فیاض اور دل کا مضبوط تھا، بہت
جلد لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے، اور رفتہ رفتہ اس کو سیادت و قیادت کا مرتبہ حاصل ہو گیا،
خصوصاً قبیلۂ قیس اس پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے تیار ہو گیا،

ابو الخطار، جماعتی حیثیت سے یمانی تھا، اُس نے اندلس سے شامیون کے اقتدار کو
جس خوبصورتی سے ختم کیا تھا صمیل کے دل مین اس کا احساس موجود تھا، اور اسی لئے
درپردہ ابو الخطار سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ تھے،

قبیلۂ قیس کے ایک دوسرے قاید ابو العطار قیسی کے دل مین بھی ابو الخطار کی طرف
سے تقریباً اسی قسم کے جذبات پائے جاتے تھے لیکن دوسری طرف صمیل کو قبیلۂ قیس مین جو
ہر دلعزیزی حاصل ہو رہی تھی، اس سے بھی وہ خوش نہین تھا، قبیلۂ قیس کی سرداری کو وہ
اپنا حق تصور کرتا تھا،

عبد الملک کے دونون لڑکون امیہ اور قطن کے اختلاف کا سبب بہ ظاہر اس کے
سوا کوئی دوسرا نہ تھا کہ ان لوگون نے ابو الخطار کے ورود سے پہلے جو اقتدار حاصل کر لیا تھا
وہ اب باقی نہین رہا تھا، اب انھین ایک اطاعت گذار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر
کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا،

ثوابہ بن سلمہ جذامی کے لئے ابو الخطار سے وجہ شکایت صرف یہ تھی کہ وہ اپنی جماعت کا
سردار تھا، ابو الخطار نے اس کے شخصی اعزاز کا لحاظ کر کے اس کو اشبیلیہ کا والی بنایا تھا، لیکن

اس زمانہ میں اندلس کے سیاسی ماحول کا یہی پس منظر تھا کہ صمیل اور ابوالخطار کے درمیان ایک معمولی واقعہ پیش آیا، اور صمیل نے اس کو اتنا آگے بڑھایا کہ اسی بنیاد پر ابوالخطار کے خلاف ایک بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہوا، اور حوادث کے ایسے جھونکے چلے کہ اس میں اندلس کا امن وامان نئے سرے سے برباد ہوگیا،

ابوالخطار اور صمیل میں اختلاف

ابوالخطار نے ابتداءً اپنے طرز حکومت میں جس طرح غیر جانب دارانہ روش کو برقرار رکھا تھا، آخر تک اُس کو نباہ نہ سکا، ایک کنانی اور غسانی میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، کنانی نے امیر کی عدالت میں نالش دائر کی، ابوالخطار نے غسانی کے یمانیوں میں سے ہونے کی وجہ سے اپنے فیصلہ میں پاسداری کی، اور کنانی نے اس ناانصافی کی شکایت صمیل ابن حاتم سے کی، اس نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، ابوالخطار کی توجہ مبذول کرنے کے لئے قصر امارت میں آیا، لیکن معاملہ کو یکسو کرنے کے لئے نرمی سے گفتگو کرنے کے بجائے آتے ہی تیز وتند لہجہ میں ترش روئی سے گفتگو شروع کی، ابوالخطار سے بھی ضبط نہ ہوسکا، اور اُس نے اس سے بھی زیادہ سخت لہجہ میں جواب دیا، جب بات زیادہ بڑھی تو دھکے دیکر اپنے کمرہ سے باہر نکلوادیا، اور زبردستی نکالے جانے میں اس کا عمامہ ٹیڑھا ہوگیا، دروازہ پر حاجب نے کہا "شیخ تمہارا عمامہ کج ہے، اس کو ٹھیک کرلو" صمیل نے معنی خیز لہجہ میں جواب دیا کہ "اگر ہماری قوم میں زندگی ہوگی، تو وہ اس ٹیڑھے عمامہ کو سیدھا کریگی" یہ گویا سردار بنی قیس کی طرف سے ابوالخطار کے نام اعلان جنگ تھا،

ابوالخطار کے خلاف صمیل کی تیاری

صمیل اسی ٹیڑھے عمامہ کے ساتھ اپنے قبیلہ میں پہنچا، قبائل مضر اس کے گردا گرد جمع ہوگئے، صمیل نے عام مجمع میں پورا واقعہ سنایا، لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کرنے کا یقین دلایا، اس نے مشتعل مجمع سے مخاطب ہوکر کہا ہم ابوالخطار

کو اندلس سے نکال دینا چاہتے ہین"، لوگون نے جواب دیا، ہم تمھارے نقش قدم پر چلنے کو تیار ہین، اس کے بعد صمیل نے کہا "اب مین قرطبہ کو خیرباد کہتا ہون، مین اپنے اس ارادہ مین اس وقت تک کامیاب نہین ہوسکتا، جب تک کہ یہان سے باہر نہ چلا جاؤن"،

صمیل نے کہا کہ وہ جماعتی حیثیت سے کمزور ہے، اگر بعض تدبیرون سے یمانیہ مین سے بنو لخم و بنو جذام کو ہمنوا کر لیا جائے، تو مناسب ہے، لوگون نے اس رائے کو پسند کیا، پھر ابوالعطاء قیسی کی شرکت کا معاملہ زیر بحث آیا، بعض لوگون نے اس کو اس تحریک سے علیحدہ رکھنے کی رائے دی، لیکن ایک نوجوان ابن طفیل نے اس کی مخالفت کی کہ اگر وہ شریک نہین کیا گیا، تو اس کی حمیت کو ٹھیس لگے گی، اور شاید وہ کسی اور راہ پر لگ جائے، صمیل نے کہا ابن طفیل ٹھیک کہتا ہے، مجلس شوریٰ نے بھی اس رائے کو پسند کیا، اور اس کے بعد وہ ارباب مجلس کی رائے سے اسی دن راتون رات استجہ پہنچا، سربلند حریف نے ابوالعطا کے در پر دستک دی، اُس نے باہر نکل کر بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا، صمیل نے پوری داستان سنائی، ابوالعطاء خاموشی سے اوٹھ کر اندر گیا، اور ہتھیارون سے مسلح گھوڑے پر سوار واپس آیا، صمیل سے کہا، اٹھو لے چلو جدھر لے چلنا ہے، مین تمھارا تابع فرمان ہون، پھر اپنی جماعت کو آواز دی، اس کی پوری قوم اسلحہ سے آراستہ باہر نکل پڑی، صمیل لشکر کو لیکر مورور روانہ ہوا،

مورور مین ثوابہ بن سلمہ حدانی مقیم تھا، وہ کسی ایسے موقع کا پہلے سے منتظر بیٹھا تھا، صمیل ابوالخطار سے اس کی ناراضی کی وجہ سے آشنا تھا، صمیل نے اس کو اندلس کی مسند امارت دینے

شاید ابو الخطار کے دل مین چھپی ہوئی جو خلش تھی، وہ بھی ظاہر ہو جاتی اور اختلاف کا دروازہ کھل جاتا،

اس کے بعد صمیل اپنی قوم مین آیا، اور اس نے اپنی جماعت کو سمجھایا کہ

"ہم اس وقت قضاعیہ و یمانیہ کے مسئلہ کو پیش کرنا نہین چاہتے، ہم لخم و جذام وغیرہ سب ہی کو بلائین گے، اور انہی مین سے کسی کو آگے بڑھا کر امیر بنائین گے، نام اس کا ہوگا اور حکمرانی ہماری ہوگی"

چنانچہ ثوابہ بن سلمہ جذامی کے امیر نامزد ہونے کا اعلان ہوتے ہی قبائل لخم و جذام بھی اس علم کے نیچے جمع ہو گئے،

ابو الخطار کی فوج کشی صمیل کے خلاف

صمیل ان گہری سازشون سے کام لے کر آگے بڑھا، ابو الخطار کو ان واقعات کی اطلاع ملی، وہ قرطبہ مین کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر اس جمع ہونیوالے لشکر کو منتشر کرنے کے لئے قرطبہ سے فوراً روانہ ہو گیا،

ابو الخطار کا زوال

قرطبہ کے خالی ہوتے ہی یہان امیہ بن عبد الملک کو جرأت ہوئی اس نے اپنے ہمنواؤن کی جماعت کے ساتھ خروج کیا، اور قائم مقام والی کو بے دست و پا کر کے دار الامارت کو لوٹ لیا،

ادھر صمیل کے متحدہ لشکر اور ابو الخطار کی فوج مین دریائے شذونہ کے کنارے مقابلہ ہوا، صمیل کا پلہ بھاری ہوا، قبائل لخم و جذام کے نکل جانے کی وجہ سے ابو الخطار کی فوج مین بھی بد دلی پیدا ہو گئی تھی، صرف بنو کلب آخر وقت تک میدان مین جوش و خروش سے ثابت قدم رہے، مگر حریف کا پلہ اتنا بھاری تھا کہ ابو الخطار کی فوج کے بہت سے سپاہی کام آ گئے، ابو الخطار نے میدان ہاتھ سے جاتے دیکھکر راہ فرار اختیار کیا، مگر دشمنون نے بھاگنے کا موقع نہین دیا،

وہ مع اپنے تین اعزہ کے گرفتار کر لیا گیا، لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا، مگر پھر اس ارادہ سے باز رہے، اور قرطبہ کے قید خانہ میں اس کو مع اس کے اعزہ کے بند کر دیا گیا،

اس کے بعد صمیل اور ثوابہ لشکر لے کر قرطبہ پہنچے، دار الامارت پر قبضہ کیا، اور معاہدہ کے مطابق ثوابہ کے امیر اندلس ہونے کا اعلان کر دیا گیا،

ابو الخطار چار سال چند مہینے حکمران رہا۔ ماہ رجب ۱۲۸ھ / ۷۴۵ء میں اس کی حکومت کو زوال آیا،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۵۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۰، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۷۷، مقری ج ۱ ص افتتاح الاندلس ص مجموعہ اخبار اندلس ص ۵۶ - ۵۷،

ثوابہ بن سلمہ حدانی (۱۸)

۱۲۸ھ - ۱۲۹ھ
۷۴۶ء - ۷۴۷ء

ثوابہ بن سلمہ حدانی اگرچہ بزور شمشیر امارت کے منصب پر بٹھایا گیا، اس لئے بقول ابن عذاری اس کی امارت مین نہ بنو امیہ کی اطاعت کی شرط تھی، نہ بنو عباس کی، لیکن یہ صورت حال زیادہ دنون تک قائم نہین رہی، افریقہ کی امارت پر عبدالرحمن بن حبیب کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا، اس نے اس کی امارت کی توثیق کا فرمان بھی بھیج دیا تھا، اس لئے یک گونہ اسکی امارت کا جواز پیدا ہو گیا تھا،

ابوالخطار کی رہائی لیکن بنو کلب نے اس کی اطاعت قبول نہین کی انہون نے علاقہ پرتگال کے شہر باجہ مین اپنی قوت فراہم کی تھی، بنو قضاعہ بھی اُن کے ساتھ تھے، چند دنون کے بعد بنو قضاعہ مین سے کچھ لوگ اٹھے، اور عبدالرحمن بن حسان کلبی کی سرکردگی مین ۴۰ سوارون اور پیدل سپاہیون کے ساتھ رات کے پچھلے پہر مین قید خانہ پر حملہ آور ہوئے، اور پہرہ دارون پر غلبہ حاصل کرکے ابوالخطار کو راتون رات قید خانہ سے نکال کر فرار ہو گئے،

جنگ کی تیاریان ابوالخطار کے آزاد ہوتے ہی یمانیہ گروہ در گروہ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے، اور یمانی لشکر قرطبہ کی سمت چل کھڑا ہوا، ادھر سے صمیل اور ثوابہ اپنی فوج کے ساتھ مقابلہ کیلئے

نکلے صمیل نے اس موقع پر بھی اپنی کامیاب حکمت عملی سے کام لیا، جب رات آئی تو قرطبی لشکر مین سے ایک مودی نکل کر یمانی لشکر کے پاس آیا، اور اُس نے بآواز بلند پکار کر کہا،

"یامعشر یمانیہ! یہ لڑائی کی تیاریان کس لئے ہین، کیا ابوالخطار کی حمایت کے لئے تم ہم سے جنگ کروگے، کیا ہم نے اس پر قابو نہین پایا،؟ اگر چاہتے تو کیا اس کو قتل نہین کرسکتے تھے، ہم نے اس پر احسان کیا، اس کی خطاؤن کو معاف کیا، اس کی جان بخشی کی، پھر ہم نے تمھین مین سے ایک شخص کو اپنا امیر بنایا، امیر ثوابہ بھی تو یمانی ہے، اگر ہمارے قبیلہ مضر مین سے کوئی امیر بنایا جاتا، تو تم لڑائی مین حق بجانب ہوسکتے تھے، اور تمھارا عذر معقول سمجھا جا سکتا تھا، یہ نہ سمجھو کہ ہم کسی خوف کی بنا پر تم سے یہ باتین کہہ رہے ہین، واللہ ہمین تمھارا کوئی خوف نہین، ہم صرف ناحق خون ریزی کو روکنا چاہتے ہین، کہ ملک مین امن و عافیت قائم رہے"

صمیل کی یہ حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی، اس تقریر کو سنتے ہی ابوالخطار کی فوج کے جذبات کا رُخ پلٹ گیا، وہ پکار اٹھے" واللہ یہ سچی بات کہہ رہا ہے، امیر تو ہمارا ہی جماعت مین ہے، پھر ہم اپنی جماعت ہی کے امیر سے کیون لڑائی مول لین"

عسکر العافیہ اس کے بعد فوج مین انتشار پیدا ہوگیا، لوگون نے خیمے ڈنڈے اکھاڑ کر کوچ کا سامان کیا، ابوالخطار یہ رنگ دیکھ کر جنگ کے میدان سے بھاگ گیا، اور صبح کی روشنی کے آنے سے پہلے پہلے میدان خالی ہوگیا، ابوالخطار کے لشکری "امن و عافیت" کے نام پر منتشر ہوئے تھے، اس لئے لوگون نے اس لشکر کا نام "عسکر العافیہ" رکھا، اس کے بعد ابوالخطار باجہ مین پناہ گزین ہوگیا،

ثوابہ کی وفات ثوابہ ایک دو سال تک ملک پر حکمرانی کرتا رہا، ماہ شعبان ۱۲۹ھ مین

اس کی وفات سے اندلس کی امارت کا منصب پھر خالی ہو گیا، اور صمیل کو کسی نئے امیر کو منتخب کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی،

جانشینی کا مسئلہ

لیکن یہ ایسا مسئلہ نہ تھا کہ صمیل دوبارہ آسانی سے اس پر قابو پالیتا، ثوابہ کا لڑکا عمرو اپنے باپ کی جانشینی کا امیدوار بنا، اس طرح ثوابہ بن عمرو، اور یحیی بن حریث جذامی نے اپنے اپنے کو اس منصب کے لئے پیش کیا، پھر ایک جماعت نے ابوالخطار کو واپس لانے کی تحریک نئے سرے سے کی صمیل کے لئے بڑی دشواری یہ تھی کہ مضریوں کو قرطبہ مین غلبہ حاصل نہین تھا، وہ ان امیدوارون مین سے کسی کا ہمنوا نہ تھا، اور نہ بزور کسی کو امارت کے منصب پر بٹھانا چاہتا تھا، اس لئے چند دن لیت و لعل مین گذر گئے، لوگون نے ایک متدین عالم عبدالرحمن بن کثیر کو احکام و قضایا کے لئے عارضی طور پر متولی بنا دیا، اور چار مہینے کی مدت اسی طرح گذر گئی،

بالآخر صمیل نے یہ مشکل حل کی، اس کی نظر انتخاب سرحدی حکومت ناربون کے سابق والی اور مشہور قائد یوسف بن عبدالرحمن الفہری کی طرف اٹھی، وہ اپنے وطن البیرہ مین خانہ نشینی کی زندگی گذار رہا تھا، قرطبہ کے معززین کا ایک وفد اس کی خدمت مین حاضر ہوا،

امیر کا انتخاب

یوسف نے ابتداءً اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن ارکان وفد نے اصرار سے بتایا کہ اس کی امارت پر عام اتفاق ہو چکا ہے، اگر وہ اس ذمہ داری کو قبول نہین کرتا، تو ملک خانہ جنگی کی خونریزی مین مبتلا ہو جائے گا، اور اس سلسلہ مین جتنا خون بہے گا، اس کی ذمہ داری اس کے سر عائد ہوگی، بالآخر یوسف نے اس منصب کی ذمہ داری کے قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، اور قرطبہ آکر عنانِ حکومت سنبھال لی،

یوسف بن عبدالرحمٰن (۱۹)

۱۲۹ھ — ۱۳۹ھ
۷۴۷ء — ۷۵۶ء

یوسف بن عبدالرحمن الفہری افریقہ واندلس کے ایک معزز خاندان کا چشم وچراغ تھا، اس کے جد حضرت عقبہ بن نافع، افریقہ کے فاتح اور قیروان کے بانی تھے، یوسف افریقہ مین پیدا ہوا، اس کے والد عبدالرحمن اپنے والد حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ فہری کے ساتھ اندلس آئے تھے، پھر افریقہ واپس چلے گئے تھے، یوسف اپنے والد سے ناراض ہوکر اندلس چلا آیا، اور یہین توطن پذیر ہوگیا، اس کا خاندان افریقہ واندلس مین بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، یوسف اندلس آنے کے بعد برشلونہ اور اربونہ کی ولایت پر مامور رہا، خصوصاً اربونہ (ناربون) مین جیسا کہ اوپر گذرا اس نے نمایان خدمات انجام دیے تھے،

نظم ونسق اوس نے ۵ سال کی عمر مین ماہ صفر ۱۲۹ھ/۷۴۶ء مین اندلس کی عنان امارت اپنے ہاتھ مین لی، چند ہی دنون مین عبدالرحمن بن حبیب والی افریقہ کی طرف سے جس کا یہ جگر گوشہ تھا، اس کی ولایت کی تصدیق کی اطلاع بھی آگئی، اس کو حکمرانی کا پورا تجربہ حاصل تھا، اس نے یحیی بن حریث کو جو امارت کا دعویدار تھا صوبہ ریہ کی ولایت سپرد کرنی چاہی وہ اس پر راضی ہوگیا، اس علاقہ مین اس کے ہم وطن اہل اردن آباد تھے، چنانچہ وہ مطمئن

ہو کر صوبہ ریہ کی حکومت سنبھالنے کے لئے چلا گیا، لیکن وہ حسن انتظام سے اس منصب کی ذمہ داریاں سنبھال نہ سکا، اس لئے یوسف نے مجبوراً اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا، اتفاق کی بات اس کی معزولی کا معمولی واقعہ اندلس کے امن وامان کے خرمن کو برباد کرنے کیلئے ایک چنگاری بن گیا، اور اس کے بعد ایسی طوفان خیز خانہ جنگی برپا ہوئی کہ اس کے مقابل مین اندلس کی پچھلی ساری خانہ جنگیان ہیچ ہوگئین،

قبائلی جنگ کی تیاریان | یحییٰ ابن حریث کی فتنہ سامانی کے ساتھ ہی ابوالخطار بھی پھر میدان مین نکل آیا، اور ان دونون نے باہم سازباز کرنی چاہی، مگر یحییٰ بن حریث قضاعی تھا، اور ابوالخطار کلبی، ابتداءً دونون اپنے اپنے لیے ولایت کے خواہشمند تھے، اندلس مین بنو قضاعہ تعداد مین زیادہ تھے، اس لئے ابن حریث اپنے استحقاق کو مقدم سمجھتا تھا، لیکن بنو قضاعہ کے دوسرے قائدین نے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے اس تحریک کو یمانی تحریک کے نام سے شروع کرنا چاہا کہ سب مل کر جو فیصلہ کر دین اس کی پیروی کیجائے، ابن حریث نے اس تجویز کو قبول کیا، چنانچہ یمانیہ مین حمیر، کندہ اور مذحج اور قضاعہ قبائل جمع ہوئے اور سب نے یحییٰ ابن حریث کی امارت پر اتفاق کیا، ادھر یوسف اور صمیل نے مضر اور ربیعہ کو اکٹھا کیا، چنانچہ فوجی اجتماع کے لئے یہ دونون علم علحدہ علحدہ بلند کر دیئے گئے، اس وقت اندلس کا یہ عالم تھا کہ قرطبہ اور دوسرے شہرون کے شہری اپنے اپنے قبیلہ کے گرد جمع ہونے کے لئے اپنے شہرون سے رخصت ہونے لگے، اور ایک ہی شہر کے یمانی اور مضری جب اپنے اپنے علم کے نیچے جانے کے لئے روانہ ہوتے، تو ایک دوسرے کو الوداع کہتے، اندلس کے اس سمان سے عرب جاہلیت کی یاد تازہ ہوگئی،

یک سالہ معاہدہ | ان فوجی تیاریون کے ساتھ دونون جماعتون کے چند سربرآوردہ اکابر نے

صلح کی تحریک شروع کی کہ قبائلی جنگ کی نوبت نہ آئے، اور دونون کا کسی امیر پر اتفاق ہو جائے، ابتدائً یہ کوشش بارآور ہوئی اور فریقین نے ایک معاہدہ کے روسے اندلس کی امارت کو ایک ایک سال کے لئے مضریہ و یمانیہ مین تقسیم کرلیا، اور اس سمجھوتہ کے مطابق پہلے سال کے لئے یوسف بن عبدالرحمن اندلس کا متفقہ امیر منتخب ہوا، اور اندلس مین یہ پورا سال خیر و عافیت سے گذر گیا،

یوسف کی علیحدگی

اس معاہدہ کے مطابق ایک سال کے خاتمہ پر یمانی امیر کو زمام حکومت لینی چاہئے تھی، چنانچہ ۱۳۰ھ مین یمانیون نے اپنے امیر کے تقرر کا مطالبہ کیا، لیکن صمیل جوش و خروش کو ٹھنڈا پا کر اس معاہدہ سے منحرف ہو گیا، اور اندلس مین پھر ایک مرتبہ السلاح السلاح کی آواز بلند ہوئی، معاہدہ سے یہ انحراف یوسف کے منشار کے خلاف تھا، اس لئے وہ اس کے خلاف احتجاج مین حکومت سے خود کنارہ کش ہو کر اپنے وطن البیرہ چلا گیا، صمیل نے اس کی کنارہ کشی کی پروا نہ کی، اور جنگی تیاریون مین بدستور مشغول رہا۔

یمانیہ و مضریہ کی عبرت انگیز خانہ جنگی

اس کے بعد دونون طرف کی ٹڈی دل فوجین ہتھیارون کی جھنکار کیساتھ آگے بڑھیں، یمانی، ابوالخطار و ابن حریث کی قیادت مین باجہ سے چل کر شقندہ پہنچے تھے، ادھر صمیل نے بھی عجلت کی، اور اپنا لشکر لے کر دریا عبور کرکے اُس پار پہنچ گیا، پھر یوسف بھی پورے قبیلہ کو میدان مین دیکھ کر البیرہ مین نہ بیٹھ سکا، اور میدان مین آگیا،

صبح کی نماز کے بعد ایسی خونریز جنگ شروع ہوئی کہ مورخین کے بقول ایسی لڑائی اندلس مین اس سے پہلے کبھی نہین ہوئی، لڑائی ایک ہفتہ تک جاری رہی، پہلے سوارون کی جنگ

ٹوٹ ٹوٹ گئے، پھر تلوارین بے نیام ہوئین، اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ہاتھون سے چھوٹ گئین، جب لڑنے والون کے ہاتھ ہتھیارون سے خالی ہوگئے، تو گھونسے اور مکے چلنے لگے، اور ایک دوسرے پر خاک اٹھا اٹھا کر ڈالنے لگے، یہ ایسی لڑائی تھی کہ اس کی مثال اس سے پہلے نہین گذری تھی، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی زندگی مین یہ پہلی لڑائی تھی، جو قبیلہ کے نام پر اسی طرح لڑی گئی جیسی عرب جاہلیت مین لڑی جاتی تھی،

لڑائی اس منزل تک پہنچی تھی کہ صمیل نے یوسف کو مشورہ دیا کہ قرطبہ کے بازار والون کو میدان مین لایا جائے کہ وہ تازہ دم ہون گے، اور اس وقت ہمارے بہترین سپاہی ثابت ہون گے، چنانچہ یوسف نے اپنے مولی خلد بن یزید کو بازار والون کے پاس بھیجا، وہ چار سو آدمیون کو جمع کرکے لایا، ان مین سے ہر ایک کو جو چیز بھی ملی وہ ہاتھ مین لے کر نکل آیا، کسی کے ہاتھ مین پتھر، کسی کے لکڑی اور کسی کے تلوار تھی، ان مین قرطبہ کے قصاب بھی تھے، اور اُن کے چُھرے اُن کے ہاتھ مین تھے، اور انھی اناڑیون کے ہاتھون اس میدان کا فیصلہ ہوگیا، یمانیون کے ہتھیار بے کار ہو چکے تھے، اور وہ دشمنون کی کسی نئی کمک کے آنے سے غافل تھے، چنانچہ ان تازہ دم شہریون کے ہاتھون یمانیون نے شکست کھائی، ابوالخطار اور ابن حریث میدان جنگ سے بھاگ کر ایک پن چکی کے پیچھے چھپ گئے، اتفاق سے یہ پن چکی صمیل ہی کی تھی،

ابوالخطار گرفتار کرلیا گیا، اس وقت اُس نے کہا کہ پھر ابن السودا یعنی ابن حریث کو کیون چھوڑتے ہو، وہ بھی یہین چھپا ہوا ہے، چنانچہ وہ بھی پکڑ لیا گیا، ابن حریث کہا کرتا تھا، کہ اگر اہل شام کا خون ایک پیالہ مین جمع کرکے مجھے دیا جائے، تو مین اس کو پیون، ابوالخطار نے طنز سے پوچھا، اے ابن سودا کیا تیرے پیالہ مین کچھ خون باقی رہ گیا ہے جس کو تو نہ پی سکا،

اس کے بعد ان دونون کو قتل کردیا گیا،

ابوالخطار کی موت سے یمانیہ ومضریہ کی جنگ کا خاتمہ ہوگیا، یمانی قیدیون کو قرطبہ کے ایک کلیسا مین قید کیا گیا، پھر صمیل نے اُن کو بڑی بیرحمی سے کوڑون سے پٹوانا شروع کیا، ستر آدمیون کو کوڑے لگ چکے تھے کہ ابوالخطار کی غیرت اور رحمدلی جوش مین آئی، اور پرزور مداخلت اور سفارش سے اُن کی سزائین موقوف کرائین،

یوسف کا دوبارہ امارت پر آنا صمیل لڑائی سے فرصت پاکر البیرہ پہنچا، اور یوسف بن عبدالرحمن کو راضی کرکے دوبارہ قرطبہ لایا، اب اندلس مین دراصل صمیل کا طوطی بول رہا تھا، یوسف کی ہر دلعزیزی اس کے کنارہ کشی اختیار کر لینے کی وجہ سے ضائع ہوچکی تھی، لیکن صمیل قبائلی مصالح کے لحاظ سے اپنی حکومت کے اعلان کی جرأت نہ کرسکتا تھا، تاہم اب ابن اثیر کے بقول امارت یوسف کی تھی، اور حکم صمیل کا،

یمانیون کا آخری استیصال لیکن یہ صورت حال زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکی، رفتہ رفتہ یوسف کے دل مین حکومت کے اقتدار اعلیٰ کو ہاتھ مین لینے کا خیال پیدا ہوا، اور اس کے لئے وہ کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔ اب اندلس مین اگرچہ یمانی ومضری لڑائی ختم ہوچکی تھی، مگر کبھی کبھی اب بھی اس کی آواز بازگشت مختلف صوبون سے سنائی دیتی تھی، ابن علقمہ لخمی ناربون کا والی تھا، اُس نے یمانیون کی حمایت مین یوسف کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا، یوسف نے مہم بھیجی، ابن علقمہ مارا گیا، اور اس کا سر یوسف کے پاس قرطبہ لایا گیا، اسی طرح عروہ بن ولید نے باجہ مین عیسائیون کی مدد سے بغاوت کی اور اشبیلیہ پر قبضہ کرلیا، یوسف نے عامر بن عمرو کو لشکر کیساتھ بھیجا، وہ ناکام رہا۔ تو یوسف خود فوج لے کر گیا، اور کامیابی حاصل کرکے عروہ بن ولید کا سر

قتل کیا ... نے خوہ خضار پر چڑھائی کی، اگر طالب امان ہوکر اطاعت

قبول کرلی، اور قرطبہ چلاآیا، اسی طرح عمر بن یزید ازرق نے اشبیلیہ مین سراٹھایا، اور پاداش مین قتل کیا گیا،

صمیل کا ولایت سرقسطہ پر تقرر

اسی سلسلہ مین سرقسطہ مین یمانیون کے اجتماع کی خبر ملی، یمانیون کی سرکوبی کے لئے صمیل سے بہتر کوئی دوسری شخصیت نہ تھی، یوسف نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، اور صمیل کو سرقسطہ کی ولایت پر جانے کا مشورہ دیا، صمیل کو اصل حقیقت کا اندازہ ہوچکا تھا، اُس نے مخالفت مناسب نہ سمجھی، اور خوشی سے سرقسطہ چلا آیا، صمیل کے موالی، غلام اور دوسو قریشی اسکے ساتھ تھے، یمانی صمیل سے آزردہ تھے، لیکن اس کی بے پناہ سختیون سے مرعوب ہوچکے تھے، اس لئے خاموشی سے اس کی اطاعت قبول کرلی،

قحط وخشک سالی اور صمیل کی کامیابی

اس اثنا مین ۱۳۲ھ مین اندلس پر شدید قحط اور خشک سالی کی بلا نازل ہوئی، خصوصاً بالائی اندلس مین قحط کی شدت زیادہ تھی لوگ دور دور کے شہرون سے وسطا اندلس مین چلے آئے، اور یہان بھی پناہ نہ ملی تو طنجہ، اصیلا اور ریف وغیرہ مین جاکر پناہ لی، صمیل کا صوبہ سرقسطہ قحط کی زد مین خاص طور پر تھا، اُس نے اس موقع پر دوست دشمن کی تمیز کے بغیر سب کی مدد کی، اور اپنے خزانہ اور اجناس کے ذخیرہ کا منہ کھول دیا، اب وہی صمیل جو یمانیون کا جانی دشمن سمجھا جاتا تھا، ان کا بہترین دوست، مونس اور غمخوار نکلا، اس طرح صمیل نے اس پورے علاقہ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیا،

جلیقیہ کی عیسائی سلطنت کی توسیع

جس زمانہ مین اندلس مین مسلمانون کی قبائلی لڑائی جاری تھی، جلیقیہ کے عیسائیون کو منظم حملے کرنے کا موقع ملا، وہ آس پاس کے اسلامی

شہرون پر ٹوٹ پڑے، اور الفانسو کی قیادت مین جلیقیہ سے مشرق وجنوب مین بڑھتے گئے یہانتک کہ ایک وسیع علاقہ اُن کے زیرنگین ہوگیا جس مین لیون، سمورہ، ظلمنکہ، استورقہ اور قشتالیہ داخل تھے، ان شہرون کے مسلمانون نے اپنے انتشار کے باوجود مقابلہ کیا، لیکن کامیاب نہ ہوسکے، بہت سے مسلمان ان شہرون سے ہجرت کرکے چلے آئے، اور بہت سے مذبذب نومسلمون نے دوبارہ عیسائیت قبول کرلی، عیسائیون کی پیش قدمی جاری تھی کہ ملک پر ہولناک قحط کی وبا نازل ہوئی، عیسائی اور مسلمان دونون اس مصیبت مین گرفتار ہوئے، اور لوگ آپ سے آپ اس لڑائی سے کنارہ کش ہوگئے، اسی سلسلہ مین فرانس کا پورا علاقہ بھی ہاتھ سے نکل گیا، صرف ناربون کے مسلمانون کی وجہ سے اس شہر مین انکی حکومت قائم رہی اس طرح الفانسو ان مہمون مین تقریبًا چوتھائی اندلس پر قابض ہوچکا تھا، اُس نے مسلمانونکو غلام بنانیکی طرح ڈالی اور مسلمان عورتین اسکے محل مین داخل کیگئین، یہ محض مسلمانونکی باہمی خانہ جنگیون کا نتیجہ تھا، اوس نے ۷۵۷ء ۱۴۰ھ مین وفات پائی، اس کے بعد اس کا لڑکا اس کا جانشین مقرر ہوا، اسی زمانہ مین اندلس مین اموی شاہزادہ عبدالرحمن داخل ہوا اور الداخل کا لقب پاکر اندلس مین ایک نئی اموی سلطنت کی داغ بیل ڈالی،

اندلس مین چند ذرہ عباسی علم

جب مشرق مین اموی سلطنت کے زوال کے بعد عباسی خلافت کا پرچم لہرایا، تو بغاوت کی لہرین افریقہ اور وہان سے اندلس مین بھی پہنچین یوسف اور صمیل کا اموی خانوادہ سے گہرا تعلق تھا، اس لئے وہ عباسی خلافت کے اقتدار کو قبول نہین کرسکتے تھے، اس لئے اُن کی مخالف طاقتون کو ان کے خلاف مہم جاری کرنے کے لئے عباسی خلافت سے رشتہ قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا، یمانی قدرۃً عباسی خلافت کی حمایت مین آجاتے، اس لئے ایک قائد حباب زہری نے عباسی پرچم کو اندلس

نیچے آجائیں گے،

دوسری طرف قرطبہ میں بنو عبدالدار کا ایک گھرانہ آباد تھا، نوجوان قائد عامر عبدری اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم کے بھائی ابو عزی کی اولاد میں سے تھا، جیسا کہ اوپر گذر چکا، اُس نے جزیرہ خضراء پر چڑھائی کی تھی، پھر امان طلب کر کے قرطبہ میں آگیا تھا، اور یہاں کے معززین و اشراف میں شمار کیا جاتا تھا، اور موسم گرما کی مہموں میں قائد کی حیثیت سے ناموری حاصل کر چکا تھا اُس نے خلیفہ عباسی المنصور سے رابطہ پیدا کیا، یوسف کی حکومت میں یمانیوں پر مظالم کی داستان لکھ بھیجی، اور اپنے لیے اندلس کے فرمانِ ولایت کا خواستگار ہوا، المنصور نے خاموشی سے اس کو فرمان اور پرچم بھیج دیئے، اس کے بعد اُس نے قرطبہ کے مغربی حصہ میں ابتداءً ایک احاطہ کھنچوایا، جو قنات عامر کہا جاتا تھا، پھر ایک وسیع اراضی میں جس پر اجارہ دار کی حیثیت سے اس کا قبضہ ہو گیا تھا، مکانات بنوائے، اور ایک مستحکم قلعہ تعمیر کرایا، تاکہ اس میں قلعہ بند ہو کر عباسی علم بلند کرے، اور یمانیوں کا ہجوم قرطبہ پر غالب ہو کر موجودہ حکومت کو بے دست و پا کر دے،

اس کی اس منصوبہ بندی کے مطابق کام جاری رہا۔ یوسف کی فوجی طاقت ان دنوں اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اس کو عامر کی ساری نقل و حرکت معلوم ہوتی رہی، مگر اپنی بے بسی کے سبب سے اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکا، بالآخر اس نے اس معاملہ میں صمیل سے مشورہ کیا، اُس نے جرأت کر کے عامر کو فوراً قتل کر دینے کا مشورہ دیا، عامر کے مخبر نے اس کو مطلع کر دیا، اور یوسف کے کسی فیصلہ پر پہنچنے کے قبل وہ قرطبہ سے کوچ کر گیا، سرقسطہ کی سمت چلا گیا، جہاں یوسف و صمیل کے دشمن اور اس کے ہمدرد یمانیوں کی غالب آبادی تھی،

واقعہ ۱۴۶ھ تا ۱۴۹ھ میں پیش آیا،

دو عباسی علمبرداروں میں اتحاد

عامر سر قسطہ سے باہر مقیم رہا، حباب زہری اسی نواح میں عباسی علم لہرائے تھا، عامر نے اس سے نامہ و پیام کر کے یمانیوں کو جمع کیا، اور خلیفہ ابو جعفر المنصور کے فرمان کے موجب اپنی ترجیح ثابت کی، اور یمانیوں کو جمع کر کے عباسی خلیفہ کی اطاعت کی، دعوت پیش کی اس طرح لوگ اس کے علم کے نیچے اچھی خاصی تعداد میں اکٹھا ہو گئے، صمیل نے ان کے اجتماع کی خبر سنتے ہی ایک فوج بھیجی جس نے وقتی طور پر ان کو منتشر کر دیا، لیکن بہت ہی جلد وہ پھر اکٹھا ہو کر خود سر قسطہ کی سمت بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا، اس فوج میں اندلس کے تمام زناتہ بھی شریک ہو گئے،

حامیان بنو امیہ کا اتحاد

صمیل کے لئے یہ نہایت نازک وقت تھا، اس نے کمک کیلئے یوسف کو لکھا، مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ پچاس سپاہی بھی اس وقت مشکل سے اکٹھا کر سکتا تھا، وہ کسی قسم کی مدد کرنے سے قاصر رہا۔ صمیل نے اس کو محض انکاری پر محمول کیا، بلکہ اس پر جان بوجھ کر تساہل کرنے کی بھی بدگمانی کی، صمیل نے یوسف سے مایوس بنو قیس کی طرف نگاہ کی، کہ وہ جو بھی تھوڑی بہت مدد کر سکتے ہوں، اس سے دریغ نہ کریں

بنو قیس کے رئیس عبد اللہ بن علی کلابی نے اس دعوت کو قبول کیا، بنو قیس صوبہ جیان اور البیرہ میں بہ کثرت آباد تھے، عبد اللہ بن علی کلابی نے بنو قیس کو جمع کرنے کے لئے دورہ شروع کیا، قبائل کلاب، محارب، سلیم، نصر، ہوازن مدد کے لئے تیار ہو گئے، لیکن بنو کعب بن عامر، بنو عقیل، بنو قشیر اور بنو جعدہ کے شریک ہونے میں کچھ تامل کیا، سلیمان بن شہاب البیر نے جو بنو کعب کا رئیس تھا، اور حصین بن دجن عقیلی نے جس کو جیان کے بنو کعب کی سرداری

حاصل رہے گی، بنو غطفان کے رئیس ابو عطار کا انتقال ہو چکا تھا، اس لئے یہ قبیلہ بھی ابتداً کوئی فیصلہ نہ کرسکا، لیکن معاون قبائل کی جمعیت کو دیکھ کر یہ لوگ بھی زیر علم آگئے، پھر اُن کے آجانے کے بعد بنو کعب بھی یہ دیکھ کر کہ اُن کی علحدگی سے کوئی خاص نقصان نہین ہوتا خاموشی سے وہ بھی چلے آئے، اس طرح مختلف قبائل کا نمایندہ لشکر عامر عبدری یا الفاظ دیگر عباسی خلافت کی مخالفت مین اکٹھا ہوگیا، اس کے بعد بنو امیہ کے اکابر ابو عثمان عبید اللہ بن عثمان، عبد اللہ بن خالد اور یوسف بن بخت کے سامنے اس مہم کے مقاصد بیان کئے گئے، یہ لوگ یوسف وصمیل کے معتمد علیہ قائدین رہ چکے تھے، اور جنگ شقندہ مین ساتھ دے چکے تھے لیکن اسی زمانہ مین اموی شاہزادہ عبد الرحمن کا قاصد بدر ان لوگون کے پاس آیا ہوا تھا، اور یہ لوگ رازداری سے اس مسئلہ پر غور و فکر کر رہے تھے انھین صمیل پر خاص طور پر اعتماد تھا، اور اس مسئلہ پر اس سے انھین گفتگو بھی کرنی تھی، پھر یہ اجتماع دوسرے معنون مین عباسی خلافت کے خلاف تھا، جس کو اندلس مین کامیابی حاصل ہوجاتی، تو خالص اموی سلطنت کی بنا و تاسیس کا تخیل ہی مٹ جاتا، اس لئے ان لوگون نے بھی اس زمانہ مین عباسی علمبردار لشکر کے مقابلہ مین یوسف صمیل کی مدد کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ یہ لوگ بھی اس لشکر مین شریک ہوگئے، لیکن یہ عجیب واقعہ تھا کہ یہ یوسف وصمیل کے لئے امدادی لشکر تیار ہوا تھا، اور اسی مین اس حکومت کی بربادی کا خاکہ بھی تیار کیا گیا،

یہ لشکر سرقسطہ کی سمت روانہ ہوا، بنو قیس کے سوارون کی تعداد ۳۶۰ تھی، وادی آنہ کے کنارے پہنچ کر قبیلہ بکر بن وائل اور قبیلہ بنو علی کے چار سوار ساتھ ہوگئے، راہ مین طلیطلہ پہنچ کر محاصرہ کی شدت کا حال معلوم ہوا کہ شاید صمیل بے بسی مین اپنے کو دشمنون کے حوالہ نہ کردے، اس لئے اس کمک کی اطلاع کرنی ضروری ہوئی، چنانچہ ایک تیز رو قاصد

کو ایک کاغذ پر دو شعر لکھ کر دیئے گئے کہ اس میں پتھر لپیٹ کر دشمنوں کی صف میں پہنچ کر شہر کے اندر گرا دے، ان شعروں میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی تھی اور یہ کہ بہترین لشکران کی مدد کے لئے پہنچ رہا ہے، یہ پتھر جیسے ہی شہر میں گرا صمیل کے پاس لیجایا گیا، اس نے شعر پڑھوا کر سُنے، اور اُسی وقت سے اس کی ہمت بندھ گئی، اور دلجمعی سے محاصرہ کی سختیاں برداشت کرنے پر آمادہ ہوگیا اور محصورین کو امدادی لشکر کے پہنچنے کا مژدہ سنایا، جب آنے والی کمک کی اطلاع محاصرین کے لشکر میں پہنچی تو خود اُن کی ہمت چھوٹ گئی، اور انھوں نے اچانک سرقسطہ کا محاذ اٹھا کر راستہ صاف کر دیا، جب امدادی لشکر سرقسطہ پہنچا تو مطلع صاف ہوچکا تھا، وہ بغیر کشت و خون شہر میں داخل ہوگیا، صمیل نے آگے بڑھکر اُن محسنوں کا استقبال کیا، پھر اُن میں سے ممتاز قائدین کو دو دو سو دینار ماتحت افسروں کو پچاس پچاس دینار اور سپاہیوں کو دس دس دینار اور حسب مراتب ریشمی حلے عطا کئے،

اموی شاہزادہ کو لانے کی خفیہ منصوبہ بندی

امویوں کو صمیل پر اعتماد تھا، اولاً وہ یوسف سے اس کے قرطبہ سے جدا کرنے اور سرقسطہ کے محاصرہ میں مدد کرنے سے کسی قدر کشیدہ خاطر تھا، علاوہ ازیں صمیل کا خاندان ان امویوں کا قدیم جان نثار تھا، حادثۂ کربلا میں جگر گوشۂ رسول کے مقابلہ میں اس کے بدبخت باپ نے ناموری حاصل کی تھی، اس لئے یوسف کے مقابلہ میں ہشام کے پوتے عبدالرحمٰن کیلئے اس کی حمایت حاصل کی جاسکتی تھی، اور نہ کم سے کم یہ تو ضرور تھا کہ اگر اس نے حمایت نہ کی تو وہ امویوں کی محبت میں اس راز کو افشا بھی نہ کرسکے گا، چنانچہ کامل اطمینان کے بعد اموی سرداروں نے صمیل سے تخلیہ میں ملاقات کی، صمیل نے کہا یہ معاملہ

صمیل سرقسطہ سے قرطبہ چلا گیا، بنو امیہ کے اعیان بدر کو ساتھ لے کر اپنی جائے قیام پر واپس ہو گئے، اس کے بعد یوسف نے صمیل کو طلیطلہ کی ولایت پر مامور کر دیا،

عباسیون کا قبضہ سرقسطہ پر صمیل کے سرقسطہ سے چلے جانے کے بعد عامر اور حباب کو پھر شہر میں داخل ہونے کا موقع ملا، سرقسطہ میں اُن کے ہم قبائل آباد تھے، ان لوگوں نے اُن کی پذیرائی کی، اس اثنا میں ایک اور قائد تمیم بن معبد فہری اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ عباسی علم کے نیچے آ گیا، اور اُن لوگوں نے سرقسطہ پر عباسی علم لہرا دیا،

عباسیون کے خلاف یوسف کا کوچ

چند مہینوں میں یوسف کی حالت کچھ سنبھل گئی، اُس نے ۱۳۷ھ میں سرقسطہ کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا، موالی بنو امیہ کے اعیان ابو عثمان اور عبد اللہ بن خالد کو اس غزوہ میں شریک ہونے کے لئے طلب کیا، یوسف اس وقت تک اس خفیہ تحریک سے آشنا نہ تھا، ان دنوں اندلس میں اموی شاہزادہ کو تخت نشین کرنے کی اسکیم منظم طریق سے جاری تھی، اموی قائدین نے موالی بنو امیہ کی عام بدحالی کا تذکرہ کیا کہ اُن کی قوت صمیل کی مدد کرنے میں صرف ہو چکی ہے وہ فاقہ کشی سے بدحال ہیں کسی نئی مہم میں شریک ہونے کا جوش و خروش پیدا نہیں ہو سکتا، یوسف نے دس ہزار دینا نکال کر دئیے کہ اموِیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں، ان لوگوں نے یہ رقم خاموشی سے لیلی، اور غزوہ میں شریک ہونے کا اعلان کر کے چلے آئے،

موالی بنو امیہ کی فریب دہی

اس کے بعد یوسف لشکر لے کر قرطبہ سے روانہ ہوا، وعدہ کے مطابق جیان میں اموی سپاہ کا انتظار کرتا رہا، ابو عثمان اور ابن خالد عقیدت مندی کے ساتھ یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے، یوسف نے محبت سے پوچھا، ہمارے موالی کہاں ہیں، وہ بنو امیہ سے اپنے غیر معمولی تعلقات کے باعث اُن کے موالی کو اپنے

موالی کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا، اُن لوگوں نے جواب دیا کہ وہ آگے بڑھے، وہ لوگ طلیطلہ میں اس سے آملیں گے، اور یہ کہ انہیں عطا کردہ رقم دیدی گئی ہے، غلہ اور سبوسے کی خریداری اور اس کو اپنے اپنے گھروں پر پہنچانے میں مصروف ہیں، یوسف نے کہا کہ پھر تم لوگ بھی انہی کے ساتھ آؤ، تاکہ وہ لوگ ضبط و نظم کے ساتھ سفر کرسکیں، اس کے بعد یہ لوگ رخصت ہو کر صمیل سے رخصت ہونے گئے،

امویوں کی صمیل سے سازباز

صمیل سے اس موقع پر بھی عبدالرحمن بن معاویہ کے معاملہ پر رازدارانہ گفتگو کرنے کا موقع مل گیا، جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے معلوم ہوگا، کہ پہلے اس نے اموی شاہزادے کی حمایت کرنے کی زبان دیدی، پھر تھوڑی دیر کے بعد اس فیصلے سے رجوع کرکے اپنی مخالفت کا اعلان کردیا، بایں ہمہ صمیل کی تذبذب حکمت عملی سے اموی تحریک کو پھوٹنے پھلنے کا خاصہ موقع مل گیا،

سرقسطہ پر فوج کشی

یوسف نے طلیطلہ پہنچ کر موالی بنو امیہ کا دوبارہ انتظار کیا، اور اُن کے انتظار میں لشکر کا کوچ روزانہ ملتوی ہوتا رہا، صمیل حقیقت سے آشنا تھا، مگر اس نے رازداری کے عہد پر قائم رہ کر لب کشائی نہیں کی، جب یوسف نے اس سے کہا کہ اب تک ہمارے موالی نہیں آئے، تو اس کو کوچ کرنے کا مشورہ دینے کا موقع ملا، اس نے کہا، ان کی چنداں ضرورت نہیں، فرصت کم ہے، مزید انتظار میں وقت برباد کرنا مناسب نہیں ہے، چنانچہ یوسف سرقسطہ کی سمت روانہ ہوگیا،

عباسی علمبرداروں کی گرفتاری

سرقسطہ والوں نے یوسف کی فوج کی تعداد دیکھ کر اطاعت قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، یوسف نے باغی سرداروں عامر عبدری، اس کے بیٹے وہب اور حباب بن رواحہ زہری کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا، اہل سرقسطہ نے عامر اور وہب کو

سپرد کر دیا، لیکن حباب کہین روپوش ہو گیا، بالآخر وہ بھی گرفتار کرکے قبضہ مین لایا گ
یوسف نے ان قریشی سردارون کا سر قلم کرنا چاہا، خیال تھا کہ یمانیون کو ا
کوئی عذر نہ ہوگا، اور دوسری طرف بنو قیس بھی شاید اُن سے ہمدردی نہ کرسکین، یو
نے لشکر کے رؤسا کو مشورہ کے لئے طلب کیا، صمیل اُن کے قتل کئے جانے کا دل
خواہان تھا، لیکن بنو قیس کے سردارون نے مختلف قبائل کی ہمدردی کے سبب سے اُن
قتل کئے جانے کی مخالفت کی، اس مخالفت مین سلیمان بن شہاب اور حصین بن دج
پیش تھے، یوسف نے اعیان لشکر کی رایون کا لحاظ کرکے قتل کے ارادہ کو ملتوی کرکے
کو قید خانہ مین بھیج دیا، اور صمیل اس فیصلہ پر پیچ و تاب کھا کر رہ گیا،

بنسلونہ پر فوج کشی

اب صمیل نے سلیمان ابن شہاب اور حصین بن دجن کو راہ سے ہٹانے
فکر کی، اتفاق سے اس کا موقع جلد ہی آگیا، یعنی بنسلونہ کے عیسائیون نے اسلامی حکو
سے بغاوت کرکے عیسائی حکومت جلیقیہ کی اطاعت قبول کرلی، اُن کی گوشمالی کے
لشکر کشی کی ضرورت ہوئی، صمیل نے سلیمان بن شہاب اور حصین بن دجن کی سرکردگی
فوج بھیجے جانے کا مشورہ دیا،

چنانچہ یوسف نے سلیمان بن شہاب کو سوارون کا اور حصین بن دجن کو مقدمۃ الجی
کا افسر بنا کر روانہ کیا، اور اپنے بیٹے عبد الرحمن کو سرقسطہ کی ولایت پر مامور کیا، اور س
کی حفاظت کے لئے اس کے ساتھ کچھ فوج متعین کردی، اور انتظامات سے فارغ ہو
وہ صمیل کے ساتھ قرطبہ روانہ ہوگیا،

چند قریشی سردارون کا قتل

کہا جاتا ہے کہ ابن شہاب اور ابن دجن کی معیت مین جو فوج بھیجی
گئی تھی، وہ دشمنون کے مقابلہ کے لئے کافی نہین تھی، چنانچہ ابن شہا

لڑائی میں کام آیا، اور حصین بن دجن بقیۃ السیف سپاہ کو لے کر نہر قسطہ چلا آیا، یوسف کا قافلہ دریائے شرنبۃ تک پہنچا تھا کہ اس فوج کی بربادی کا حال معلوم ہوا صمیل نے کہا ابن شہاب سے فرصت ملی، ابن وجن بھی اب مخالفت کی ہمت نہ کر سکے گا، ان تینون قریشی مجرمون کا قصہ بھی پاک کیا جائے یوسف اس مشورہ کا حامی نہ تھا، مگر صمیل کے اصرار سے اُس نے اس کو قبول کر لیا چنانچہ اسی مقام پر تینون زیر حراست قیدی عامر عبدری، وہب بن عامر اور حباب زہری طلب کیے گئے، اور تینون کی گردنین مار دی گئین،

قرطبہ کا قاصد

صبح چاشت کے وقت ان تینون کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد یوسف و صمیل نے مل کر کھانا کھایا، یوسف کے چہرے سے توحش نمایان تھا، اس نے ان سیاسی قیدیون کو اپنی مرضی کے خلاف قتل کرایا تھا، اور یہ بھی فکر تھی کہ آیندہ قبائلی جذبات نئے سرے سے نہ بھڑک اٹھین، اور ملک کسی نئے فتنہ کا آماجگاہ نہ بنجائے صمیل نے تسلی دینی چاہی، لیکن یہ خیالات اس کے ذہن سے محو نہین ہوئے، وہ دوپہر کو انھی خیالات مین غلطان و پیچان قیلولہ کے وقت بائین پاؤن پر دایان پاؤن چڑھائے لیٹا تھا، کہ لشکر مین "قاصد قاصد" کا شور مچا، سردیون کا زمانہ شروع ہو چکا تھا، قرطبہ سے کسی قاصد کا بغیر کسی اہم ترین ضرورت کے آنا توقع کے خلاف تھا، یوسف تحقیق کیلئے بستر سے اُٹھ بیٹھا، معلوم ہوا کہ اس کی بیوی اُم عثمان کا قاصد کوئی خاص پیام لایا ہے قاصد نے حاضر ہو کر مکتوب پیش کیا، جس مین یہ تشویش انگیز خبر درج تھی، کہ

"خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمن بن معاویہ، اندلس مین داخل ہو چکا ہے قریہ طرش کے فاسق و فاجر ابو عثمان عبید اللہ کے پاس مقیم ہے، بنو امیہ کے موالی اس کے گرد

جمع ہوچکے ہین، البیرہ کے نائب حاکم غیر مسلم رعایا کی جماعت کے ساتھ سلطنت کے اس مدعی کا مقابلہ کیا، مگر آپ کے نائب کو شکست ہوئی، اس کی فوج زخمی ہوئی، کوئی مقتول نہین ہوا، اس کے تدارک کے لئے جو مصلحت وقت ہو عمل مین لائی جائے"

یوسف و صمیل مین مشورہ

یوسف نے فوراً صمیل کو طلب کیا اُس کو قاصد کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی، صمیل آیا، تو یوسف نے معصومیت سے قریشیون کے خون کو یاد کیا، کہ شاید اسی ناحق خون کی یہ فوری پاداش ملی ہے، صمیل نے تسلی دی کہ وہ باغی تھے اور انھین قتل ہونا چاہئے تھا، پھر ابن معاویہ کے متعلق رائے دی کہ جو کچھ کرنا ہے بلا تذبذب فوراً کر لینا ہے، اسی وقت اس کا ایسا مقابلہ کیا جائے کہ یا تو وہ لڑائی مین کام آجائے، اور زندہ رہے تو فرار اختیار کرے، پھر اس کو اس جزیرہ مین کہین پناہ نہین ملے گی، ابھی اس کی جماعت تھوڑی ہے، اس تحریک کو کچل کر اس فتنہ کو مٹایا جاسکتا ہے،

صمیل کی رائے تھی کہ جو فوج ساتھ چل رہی ہے، وہ قرطبہ جانے کے بجائے عبدالرحمن بن معاویہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائے، تاکہ اس کو فتنہ کی مہلت نہ مل سکے، کہ وہ مزید اثر و نفوذ پیدا کر سکے، یوسف نے اس سے اتفاق کیا، اور قرطبہ کا سفر ملتوی کر دیا گیا،

نیا مدعی سلطنت

نئے مدعی سلطنت کے خروج کی خبر یوسف کی فوج مین آناً فاناً پھیل گئی، یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی کے مقابلہ کے لئے کوچ کا سامان ہونے والا ہے، اموی شاہزادے کے ورود کی خبر سن کر لوگون مین دلچسپی پیدا ہوئی، فوج مین جو لوگ ابن شہاب کو جان بوجھ کر ہلاکت مین ڈالنے، پھر قریشیون کو قتل کرنے کے سبب سے اندر اندر یوسف و صمیل سے برگشتہ تھے، انھین فوج کے سپاہیون کو ورغلانے کا موقع ملا، سپاہیون مین عام بددلی پیدا ہوئی، اور موقع پاکر وہ یکے بعد دیگرے اطلاع کئے بغیر فوج سے علیحدہ

ہو کر فرار ہوتے گئے، یہاں تک کہ قبائل یمن میں سے چند افراد اور قبیلۂ قیس و مضر کے کچھ لوگ چھاؤنی میں مقیم رہ گئے، یوسف نے یہ رنگ دیکھ کر قرطبہ کی واپسی کا ارادہ کیا، مگر صمیل اپنی پہلی رائے پر قائم رہا، کہ جتنی بھی فوج ہو اسی وقت اموی شاہزادے کا مقابلہ کرکے فیصلہ کر لیا جائے، اسی تذبذب کی حالت میں بارش اور جاڑوں کا موسم آگیا، اندلس کے دریا لبریز ہو گئے، کوئی نئی فوج اکٹھا کرکے کسی فوری فوجکشی کا موقع باقی نہیں رہا۔ بالآخر یوسف نے قرطبہ کی راہ لی اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لئے قرطبہ لوٹ آیا،

عبدالرحمٰن الداخل کا ستارۂ اقبال

اب اندلس میں اموی شاہزادے عبدالرحمٰن الداخل کا ستارۂ اقبال طلوع ہو چکا تھا، جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے معلوم ہوگا، یوسف نے قرطبہ پہنچ کر عبدالرحمٰن سے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا، پھر اپنے معتمدین پر مشتمل ایک ناکام سفارت بھیجی، لیکن یہ اور اسی قسم کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہوتی گئیں، عبدالرحمٰن روز بروز اقتدار حاصل کرتا گیا، شہر پر شہر فتح ہوتے گئے، یہاں تک کہ وہ کوچ کرتا ہوا قرطبہ پہنچا، اور آخری جنگ آزمائی کے بعد بروز جمعہ ١٠ ذی الحجہ ١٣٨ھ ٧٥٥ء قرطبہ میں داخل ہو گیا،

یوسف کی سلطنت سے دستبرداری

یوسف دارالسلطنت قرطبہ چھوڑ کر فرار ہو گیا، قرطبہ سے نکلنے کے بعد پھر وہ میدان میں آیا، لیکن یوسف و صمیل دونوں نے کامیابی کی توقع نہ دیکھ کر بالآخر اندلس کی بادشاہت عبدالرحمٰن الداخل کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ نامہ و پیام صلح کے شرائط طے پائے، عبدالرحمٰن

کو اندلس کا امیر تسلیم کر لیا، اب عبدالرحمٰن الداخل اندلس کا جائز حکمران تھا، اور وہی اندلس مین نئی اموی سلطنت کا بانی بنا، اندلس مین یوسف کی حکومت کا خاتمہ ۱۳۹ھ / ۷۵۶ء مین ہوا، اس نے نو سال اور چند مہینے حکمرانی کی، اور اسی کے نام پر اندلس میں ولاۃ کی حکمرانی کے دور کا خاتمہ ہوا،[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۸۶، ۳۵۳، ۳۷۵، ۳۷۶ - ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹ - ۱۲۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۴۷ - ج ۲ صفحہ ۱۲ ، ۳۷ - ۹۲، مجموعہ اخبار اندلس ص ۳۰ - ۵۶ تا ۶۶ وغیرہ، افتتاح الاندلس عبرت نامہ اندلس ج ۱ ص ۲۳۴ تا ۲۵۰ - ص ۲۶۷ وغیرہ،

اندلس کے دورِ ولایت

پر

ایک نظر

اندلس کے "دورِ ولایت" یعنی طارق سے یوسف تک کے زمانہ مین ۱۹ ولاۃ نے اندلس پر اپنی مختلف حیثیتون سے حکومت کی، اُن کی مجموعی مدت حکومت قمری سال کے لحاظ سے ۴۷ اور شمسی حساب سے ۴۵ سال ہوتی ہے۔ اس تقریباً نصف صدی مین یہان اسلامی اثرات ایسے قائم ہوگئے، کہ یہ ملک صحیح معنی مین اسلامی اندلس بن گیا۔ اور اگرچہ اس تقریباً نصف صدی کے زمانہ کا بڑا حصہ تاسیسِ حکومت کے بعد قبیلون کی خانہ جنگیون مین گذرا، پھر بھی یورپ کی سرزمین پر ایک درخشان تمدن کی پہلی کرنین، اسی تقریباً پنجاہ سالہ دور مین چمکین، اور اُن سے ایک عالم نے روشنی حاصل کی، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین:-

"اندلس اسلامی حکومت کے زیر سایہ پچاس سال کے اندر اندر تہذیب کے اس نقطہ پر پہنچ گیا، جہان تک اٹلی کو پوپ کی حکومت کے ماتحت پہنچنے مین ایک ہزار برس لگے تھے، (اخبار الاندلس ج ۱ ص ۳۲۱)

ولاۃ کا تقرر اندلس اسلامی حکومت افریقہ کے ماتحت مفتوح ہوا، اور اس دور مین افریقہ سے اس کا رشتہ قائم رہا۔ افریقہ کی حکومت کو اسلامی اندلس پر آمرانہ تفوق حاصل تھا

اندلس کے ولاۃ کا تقرر کبھی افریقہ کے والی کرتے، اور کبھی دربار دمشق سے براہِ راست وہ نامزد کئے جاتے تھے، اور عام ازین کہ وہ اس منصب پر والی افریقہ کے حکم سے مامور ہوئے ہون یا براہ راست خلیفہ وقت نے انکو نامزد کیا ہو، وہ افریقہ و دمشق دونون کے ماتحت اور ان دونون حکومتون کے سامنے جوابدہ تھے، اس صورت حال کی وجہ سے کبھی کبھی دشواریان بھی پیش آئین، بلکہ بیشتر موقعون پر افریقہ کی سیاست کے تحت اندلس کی ولایت کے منصب کے تقرر مین بھی ردو بدل ہوا کیا، اگر یہ دو عملی نہ ہوتی یعنی ولاۃ کے عزل و نصب اور کبھی کبھی قائدین کی بغاوت و استیلاء کی کوششین اس صورت مین اور پے درپے نہ ہوتین جیسی کہ اندلس مین کی گئین، تو افریقہ کے حکمران خانوادہ کے ردو بدل مین یہان کی سیاسیات مین الجھنین نہ پیدا ہوئین، بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ اگر ابتدا ہی سے اندلس براہِ راست دربار دمشق کے ماتحت ہوتا، تو بعض قبائلی لڑائیان بھی برپا نہ ہوئین، اور اندلس کے مسلمانون کا بہت سا وقت اندلس کی حکومت کو ترقی دینے اور تہذیب و تمدن کی اشاعت کرنے مین صرف ہوتا،

اندلس کے ولاۃ اپنے تمام داخلی معاملات مین کامل خود مختار تھے، ایسا بہت کم زمانہ گذرا ہے جس مین یہان کی سیاست کی باگ ڈور براہِ راست افریقہ یا دمشق سے ملائی گئی ہو، یہ دوسری بات ہے کہ ہر دور مین یہان کی حکومت پر ایسے ہی افراد مامور رہے، جن کو افریقہ کے ولاۃ کی حمایت اور تائید حاصل رہی، اگر کبھی اس کے برخلاف کوئی صورت پیش آئی، تو ولاۃ معزول کر دیئے گئے، اور اگر معزول شدہ ولاۃ نے اپنی طاقت دیکھی افریقہ کی حکومت کی نافرمانی کی، اور وہ اصولاً والی کے بجائے مستولی قرار پائے، جس کے معنی یہ تھے کہ اُن کی حکومت جائز نہ تھی، اور اُن کی حکومت کو خلیفہ

وقت کی حمایت حاصل نہین ہوتی،

خانہ جنگیان اور ان کے نتائج | اندلس مین قبائلی تفوق کے جذبات ولاۃ کے اسی غزل ونصب سے بیدار ہوئے۔ اور جس سے آگے چل کر ایسی خوفناک قبائلی دشمنی قائم ہوئی کہ اس کی مثال عرب جاہلیت کے سوا اسلام مین نہین ملتی تھی، اس قبائلی دشمنی کے بُرے نتائج کا جو سب سے افسوسناک پہلو نمایان ہوا، وہ اندلس مین عیسائیون کی نئی سیاسی تنظیم تھی، انھین مسلمانون کو خانہ جنگیون مین مصروف دیکھ کر اپنی شیرازہ بندی کا موقع ملا، حالانکہ وہ اسلام کے اولین حملہ مین پورے طور پر منتشر کئے جا چکے تھے، لیکن یہ مسلمانون کی باہمی خانہ جنگی ہی کا اثر تھا، کہ حکومت جلیقیہ کے بانی پلائی کا جانشین الفانسو تقریبًا چوتھائی اندلس کا مالک گیا، اس کو یہ ساری فتوحات مسلمانون کی قبائلی جنگ ہی کے دوران مین حاصل ہوئین، یہ صحیح ہے کہ مسلمانون نے اس زمانہ تک شمالی اندلس مین صرف فوجی چھاؤنیان قائم کی تھین، پتھریلی زمین مین انھون نے آباد ہونا پسند نہین کیا تھا، مگر بعض والیون نے وہان مسلمانون کو آباد کرنے کی کوشش کی، اسلامی آبادیان قائم ہوئین اگر امن اور خوشحالی کا زمانہ ہوتا تو ان آبادیون مین ترقی ہوتی، مگر عرب و بربر اور عربون کی باہمی قبائلی لڑائیون کی وجہ سے ان مقامون کے مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، تھوڑی بہت جو آبادی رہ گئی، عیسائی ان کو مغلوب کرنے مین کامیاب ہو گئے، الفانسو نے طاقت حاصل کرکے یا تو اُن کو عیسائی بنا لیا، یا شہر بدر کر دیا، اس طرح گویا پورا شمالی اندلس مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا، اور آیندہ دولت امویہ کے قیام کے بعد دو متوازی حکومتین شمال وجنوب اندلس مین قائم رہین، شمالی حصہ جو پہاڑی علاقہ تھا عیسائیون کے قبضہ مین رہا اور جنوب کا میدانی علاقہ مسلمانون کے ...

اس طرح دو مستقل طاقتیں اندلس مین قائم رہین، اور ان دونون کا درمیانی علاقہ وقتاً فوقتاً ان دونون طاقتون کے ہاتھون مین آتا جاتا رہا، جب اسلامی حکومت مین کوئی کمزوری آتی تو عیسائی آگے بڑھ کر علاقے دبا بیٹھتے تھے، اور جب طاقتور حکمران تخت پر آجاتا تھا، تو وہ بڑھ کر عیسائیون کو پیچھے ڈھکیل دیتا تھا، اس طرح اندلس کی سرزمین عیسائیت اور اسلام کی معرکہ آرائیون کے لئے ہمیشہ آماجگاہ بنی رہی،

اس لئے اندلس کے دور ولایت کے دامن پر یہ بدنما داغ ہے کہ والیون کی خودغرضیون ولایت اور قبائلی دشمنیون سے اندلس مین ایک مستقل عیسائی حکومت عالم وجود مین آگئی، وہ اگرچہ اسلامی اندلس کے شباب کے زمانہ مین صرف چوتھائی اندلس پر قابض رہی، مگر جب مسلمانون مین آگے چل کر طوائف الملوکی پھیلی، تو اسی عیسائی سلطنت نے جس کی داغ بیل اسی زمانہ مین پڑی تھی، مسلمانون کی ایک ایک حکومت کو علحدہ علحدہ ختم کیا، اور پھر اسی الفانسو کے جانشین نے سرزمین اندلس سے اسلام کے چراغ کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیا،

نظام حکومت

اندلس کے ولاۃ، شعبہ کشوری و عسکری دونون کے اقتدار اعلیٰ کے مالک تھے، انھون نے ملک کو مختلف صوبون مین تقسیم کر دیا تھا، ہر صوبہ مین حاکم و نائب حاکم کے لقب سے اس صوبہ کے والی مقرر ہوتے تھے، امن وامان کا برقرار رکھنا، سرکاری مال کی تحصیل وصول اور طلبی کے موقع پر مرکزی حکومت کے پاس فوجین لیکر پہنچانا ان کے عام فرائض تھے، والی اندلس، اور نائبین کے دفتر مین کاتب کے لقب سے حکومت کے دفتری انصرام کے لئے ذی علم اشخاص متعین ہوتے تھے،

شعبۂ عسکری

فوج کا نظام قبائلی تقسیم پر قائم تھا، مختلف قبائل کے سردار حسب طلب

اپنی فوجین لے کر والی کے پاس آتے تھے، سرکاری فوج گویا اس قبیلہ کے افراد قرار پا سکتے تھے جس قبیلہ کا والی حکمران ہوتا تھا، سپاہ دو حصّون پیدل اور سوارون مین تقسیم تھی ہر قبیلہ کا ایک صاحب الرجالہ اور ایک صاحب الخیل ہوتا، اسی طرح ایک علمبردار ہوا کرتا تھا، جب مختلف قبیلون کی فوج کسی مشترک مہم کے لئے روانہ ہوتی، تو یا تو خود والی اندلس ان کی سالاری کی خدمت انجام دیتا تھا، یا ان مین سے کسی ممتاز قبیلہ کے ممتاز سردار کو یہ خدمت تفویض ہوتی تھی، اسی سلسلہ مین کبھی کبھی کسی والی کے وقتی انتخاب سے قبائل اپنی توہین بھی محسوس کرتے، اور برے نتائج پیش آجاتے تھے، اس لئے والی کو اس انتخاب مین بڑی احتیاط کرنی پڑتی تھی ملک مین جابجا حسب ضرورت فوجی چھاؤنیان اور قلعے بھی تعمیر کئے گئے،

| عیسائی رعایا |

اسلامی فتح کے ابتدائی دور مین لوٹ مار کے بعض واقعات پیش آئے، لیکن امن وامان قائم ہوجانے کے بعد مسلمان والیون نے مسلم وغیر مسلم رعایا مین کوئی فرق نہین کیا، جس طرح انھون نے مسجدون اور مکتبون کا انتظام کیا، اسی طرح اُن کے کلیسا ؤن کے بھی نظم وضبط کے اصول بنائے، ان کو کامل مذہبی آزادی حاصل رہی، اُن کے اساقفہ کے عہدون کو سرکاری حیثیت سے تسلیم.... کیا گیا، وہ اساقفہ گویا عیسائی رعایا، اور اسلامی حکومت کے درمیان رابطہ کا کام دیتے تھے، اور ان کے مذہبی امور کی نگہداشت کرتے تھے، مسیحی مجالس کے انعقاد کی عام اجازت حاصل تھی، اور گرجاؤن کے متعلق ہر شہر مین اس کی فتح کے موقع پر عیسائی رعایا سے جو شرائط طے پاتے تھے، ان کی پابندی کی جاتی تھی،

| محاصل |

اس کے ساتھ اسلامی حکومت نے عیسائی رعایا کے حق کاشت کو محفوظ رکھا، اسلامی حکومت سے پہلے جو جس زمین کا کاشتکار تھا، اسلامی عہد مین بھی وہ زمین اس کے

ہوگئے، پچھلے اصولون کے بموجب وہ زمین مین کاشت کرتے، پیداوار کے چند حصے کئے جاتے مختلف زمانون مین مختلف اعتبار سے وہ حصے کاشتکار اور زمیندار مین تقسیم ہوتے شاہی زمینون کی پیداوار کا صرف ایک تہائی حصہ وہ حکومت کو دیتے، اور دو تہائی اُن کے پاس رہتا تھا، یہ شاہی زمین ان عیسائی زمیندارون کی تھی، جو اسلامی فتح کے وقت یا تو مارے گئے تھے، یا فرار ہوگئے تھے، ان زمینون کی پیداوار ابتداءً بیت المال مین جمع ہوتی تھی، پھر جب عرب قبائل ملک کے مختلف حصون مین آکر آباد ہوئے، تو اُن کے حوالہ کر دی گئین اس کے معاوضہ مین وہ فوجی خدمات انجام دیتے تھے، بعض شہرون کے باشندون سے ایسی نرم شرطون پر صلح ہوئی تھی، کہ وہان کے باشندے اسلامی دور مین نہایت مرفہ الحال رہے، مثلاً تاروہ کا پورا علاقہ واگذار رہا۔ صرف کلیسا کے بعض اوقاف جن کے پادری باقی نہین رہے تھے، اسلامی ملک مین داخل ہوئے تھے، یا تدمیر کا علاقہ جس مین لورقہ، مولہ، اریولہ، اور لقنت آباد تھے، صرف خراج کی شرط پر چھوڑ دیا گیا تھا، اور عیسائی کاشتکارون کو اپنی جائدادون کے بیچنے اور خریدنے کا حق بھی حاصل تھا، اس طرح وہ گویا ان زمینون کے اصل مالک تھے،

فوجی خدمت کے معاوضہ مین عیسائیون کے لئے جزیہ کی ادائی ضروری تھی، امرا سے ۴۸ درہم، متوسط طبقہ سے ۲۴، اور مزدور اور پیشہ ورون سے صرف ۱۲ درہم سالانہ لئے جاتے تھے، عورتین، بچے، راہب، اپاہج اور اندھے اس سے مستثنیٰ تھے، اسی طرح مسلمانون نے زکوٰۃ کی سالانہ رقم جو شرعاً ان پر واجب الادا ہے، وصول کی جاتی تھی، جو عیسائی مسلمان ہو جاتے تھے، ان سے جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا، اور صاحب استطاعت ہوتے تھے، تو زکوٰۃ وعشر کی ادائی ان پر فرض ہو جاتی تھی، محاصل کی وصولی کے لئے محصل مقرر تھے،

ملک کی زرخیزی کے وسائل اختیار کرنا

ملک کی زرخیزی کے وسائل آغاز حکومت سے اختیار کئے گئے کاشتکارون کو کاشتکاری کی ترغیب دی گئی، تجارتی کاروبار مین آسانی پیدا کرنے کے لئے راستے ہموار کئے گئے، تجارتی قافلون کو مال لے کر جانے اور آنے کو رواج دیا گیا، گذرگاہ کے لئے پل تعمیر کئے گئے، ملک مین صنعتی ترقیون کی بھی داغ بیل پڑی جس سے آگے چل کر تجارت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا،

درخشان تمدن کی داغ بیل

مسلمانون کے درخشان تہذیب و تمدن نے قدرتی طور پر شمال کے عیسائیون کو بھی متاثر کیا، اسلامی نقطہ ہائے نظر اور معتقدات و مسلمات ان مین قبول کئے جانے لگے، کیونکہ جب دو قسم کے لوگ کسی ایک جگہ جمع ہوتے ہین تو اعلیٰ تمدن کے مالک دوسرے فریق کو متاثر کرتے ہین، یہی صورت حال اسپین مین عربون کی تھی، اور یہی وجہ ہے کہ اس دور مین جس عربی تمدن کی بنا یہان ڈالی گئی، اس کو تیرہوین صدی عیسوی تک یورپ مین عام فروغ حاصل رہا۔ اور اس لحاظ سے اندلس کے اس مختصر دور ولایت نے دنیا کی ایک نئی تہذیب و تمدن کی بنا و تخلیق مین ایک اہم حصہ لیا، اور اس کے اس احسان سے دنیائے تہذیب و تمدن کبھی سبکدوش نہین ہوسکتی، اور اس کی یادگار کے پائدار نقش و نگار آج بھی تر و تازہ ہین،

دولتِ امویہ اندلس

عبدالرحمٰن الداخل بانیٔ دولتِ امویہ اندلس

۱۳۸ھ/۷۵۵ء — ۱۷۱ھ/۷۸۷ء

عباسیون نے مشرق مین اموی سلطنت کا تختہ الٹ دینے کے بعد امویون کے شاہی خاندان کا چراغ گل کر دینے کا فیصلہ کیا تاکہ ان مین کا کوئی شخص کبھی حریف سلطنت نہ بن سکے، چنانچہ آخری اموی خلیفہ مروان کو ۱۳۲ھ/۷۴۹ء مین قتل کرنے کے ساتھ اموی شاہزادون کو تلاش کرکے تہ تیغ کیا گیا، اس دار و گیر مین جس اموی شاہزادے کو جہان سر چھپانے کا موقع مل گیا، وہ وہان روپوش ہوگیا، انہی مین اندلس کی اموی سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن بھی تھا، عبدالرحمٰن نامور اموی خلیفہ ہشام کا پوتا اور اس کے لڑکے معاویہ کا لڑکا تھا، ۱۱۳ھ مین بمقام دمشق یا شہر تدمیر کے نواح مین بمقام علیا پیدا ہوا، اس کی کنیت ابوالمطرف و ابوسلیمان و ابوزید بیان کی جاتی ہے، اس زمانہ مین وہ ۱۷ یا ۱۹ سالہ نوجوان تھا، شاہی محل مین خلیفہ ہشام کی نگرانی مین اس کی تعلیم و تربیت انجام پائی تھی، ان دنون وہ اپنے بھائی یحییٰ بن معاویہ کے ساتھ ایک گاؤن مین چھپا ہوا تھا، اس دار و گیر مین عبدالرحمٰن کا ایک بھائی ابان بن معاویہ اور ایک پھوپھی زاد بھائی عبدہ بن ہشام مارے جاچکے تھے، اس کے

بعد عباسیون کی طرف سے پورے شام مین امویون کو امان دینے کی منادی کی گئی، چنانچہ مختلف مقامون مین چھپے ہوئے اموی خاندان کے افراد نکل پڑے، اور رملہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک مقام نہر ابی فطرس مین سفاح مقیم تھا، وہان جمع ہوگئے، چنانچہ ستر سے کچھ اوپر تعداد مین اموی جمع ہوچکے تھے، تو سفاح نے عہد کو توڑ کر سب کو قتل کرادیا،

عبدالرحمن کا بھائی یحییٰ قنسرین کے ایک گاؤن مین چھپا ہوا تھا اس نے اپنے کو ظاہر کرنے مین عجلت نہ کی اُس نے حالات کی تفتیش کے لئے قاصد بھیجا، وہ عین اس وقت پہنچا، جب امویون کے سر قلم کئے جارہے تھے، قاصد دوڑکر واپس آیا لیکن قبل اس کے کہ یحییٰ کو فرار ہونے کا موقع ملے، دوڑ اس گاؤن مین بھی آپہنچی، اور یہ بھی قتل کردیا گیا،

حسن اتفاق کہ عبدالرحمن اس وقت شکار کے لئے باہر گیا ہوا تھا، آدھی رات کو اس کو واقعہ کی اطلاع ملی، وہ اسی طرف سے یہ کہتا ہوا فرار ہوا کہ اس کے اہل وعیال اس کے پاس پہنچادیئے جائین،

اس کے بعد بقیۃ السیف اموی شام سے نکل پڑے، ان لوگون نے یہ سن رکھا تھا کہ شاید مغرب وافریقہ مین اُن کے لئے پناہ کی جگہ موجود ہے، کیونکہ مروان کے قتل ہونے کے بعد دو شاہزادے جزی بن عبدالعزیز بن مروان، عبدالملک بن عمر بن مروان افریقہ مین پناہ لے چکے تھے، چنانچہ اس کے بعد ولید کے لڑکے عاصی وموسیٰ اور عبدالملک کے لڑکے حبیب اور دوسرے ممتاز اموی شاہزادے بھی یہان پہنچ گئے، اور عبدالرحمن بن حبیب بن ابی عبیدہ فہری والئی افریقہ نے اُن کو خاموشی سے افریقہ مین پناہ دی تھی،

اسی سبب سے عبدالرحمن نے بھی افریقہ جانے کا ارادہ کیا، اسی خیال سے وہ وہان سے

کے لئے یہان مقیم ہو گیا، اور یہین اس کے اہل وعیال بھی آگئے،

ایک دن عبد الرحمن کا چار سالہ لڑکا سلیمان اس گاؤن مین گھر کے باہر کھیل رہا تھا، عبد الرحمن کی آنکھین آشوب کرآئی تھین، وہ گھر مین بیٹھا سیاہ کپڑے سے آنکھین پونچھتا جاتا تھا، وہ بچہ دفعۃً خوفزدہ اندر پہونچا، اور عبد الرحمن سے چمٹ گیا، وہ اس کو الگ کرتا، مگر وہ دہشت سے اور زیادہ چمٹتا جاتا، وہ اس کو تسلی دیتا جاتا، مگر وہ چپ نہ ہوا، بچہ کی اس کیفیت سے عبد الرحمن کو انتشار ہوا، وہ حقیقت معلوم کرنے کے لئے مکان سے باہر نکلا، گاؤن مین اس وقت عام خوف دہراس طاری تھا، سامنے سے کالے کالے جھنڈے آگے آتے دکھائی دیئے، اور سوارون کے گھوڑون کی ٹاپ سے ایک شور برپا تھا، اس درمیان مین اس کا ایک ۱۳ سالہ بھائی بھی بھاگا ہوا آیا، اور اُس نے کہا کہ عباسیون کے سیاہ علم گاؤن مین پہنچ گئے ہین، جلد سے جلد بھاگنے کی فکر کرنی چاہئے،

عبد الرحمن فوراً گھر مین داخل ہوا، بال بچون کو بدر کے سپرد کیا، کچھ دینار کمر مین باندھے دونون بہنون ام اصبغ اور امۃ الرحمن کو ہدایت کی کہ وہ اس کے غلام بدر کے ساتھ اُس سے ملین پھر وہ اپنے نوعمر بھائی کو اپنے ساتھ لے کر مکان سے نکل کر گاؤن کے پاس ہی ایک جاننے والے کے گھر مین چھپ رہا، اور یہین اُس کے اہل وعیال بھی آگئے، اس اثنا مین سوارون نے اس کے سکونتی مکان کو آکر گھیر لیا، جس مین سے ابھی ابھی وہ اور اس کے بال بچے نکل کر بھاگے تھے، وہان نشان نہ پاکر اس کے تعاقب مین چلے، یہان اُس نے اپنے میزبان کو دو گھوڑے خریدنے کیلئے کچھ دینار دیئے تھے، اُس نے ایک غلام کو اُس کے لئے بھیجا، اُس نے غداری کرکے عبد الرحمن کی روپوشی کی اطلاع عباسیون کو دیدی، غلام کی واپسی مین دیر لگی تو عبد الرحمن کا اضطراب بڑھا، اس اثنا مین تعاقب کرنے والے سوار اطلاع پاکر اس مکان کی طرف دوڑے، اُس نے

بال بچون کو بدر کے سپرد کیا، اور وہ خود پشت کے دروازہ سے چل کھڑا ہوا، اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ تھا، سوارون کی نظران پر پڑی، یہ دونون فرات کے کنارے لگے ہوئے گھنے درختون کے باغ مین گھس گئے، اور جہان تک تیز دوڑ سکتے تھے، دونون بھاگتے گئے، اور گھوڑے سوار سرپٹ گھوڑے ڈالے اُن کے تعاقب مین تھے، یہان تک کہ دریا کا کنارا آیا، اور یہ دونون دریا کے کنارے پُرانی قبرون کے اندر گھس گئے، سوار یہان بھی پہنچے! تو دونون نکل کر بھاگے، اور جست مار کر دریا مین کود پڑے، سوارون نے بھاگنے والون کو آواز دے دے کر کہا کہ لوٹ آؤ، جان کی امان ہے، لیکن دونون پیرنے مین مشاق تھے تیزی سے پیرتے گئے، مگر نصف دریا تک پہنچے تھے، کہ عبدالرحمن کا کمسن بھائی پیرتے پیرتے تھک گیا، عبدالرحمن نے اس کا دل بڑھایا، اپنی طرف بلاتا رہا۔ مگر وہ دشمنون کی باتون مین آگیا، ہمت کر کے آہستہ آہستہ تیر کر لوٹ گیا، سوارون نے ۱۳ سال کے اس نوعمر بچہ کو پکڑتے ہی قتل کر دیا، عبدالرحمن دریا کے اس پار سے اس خونین نظارے کو دیکھتا رہا،

اس کے بعد وہ دریا کے کنارے ایک گھنی جھاڑی مین چھپ گیا، سوار دریا عبور کر کے اس کے تعاقب مین یہان بھی پہنچے، مگر اس کو نہ پا سکے، اس کے بعد جدھر کا رُخ ہوا، وہ چل کھڑا ہوا، یہان تک کہ فلسطین کے ایک گاؤن مین پہنچا، اور ایک شخص کے یہان پناہ لی، جب معلوم ہوا کہ اس کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا گیا ہے، تو وہ مغرب کی راہ پکڑ کر چلتے چلتے افریقہ پہنچ گیا، اور یہان پہنچ کر اس کے دم مین دم آیا،

جب اس کے افریقہ پہنچنے کی اطلاع اس کے گھر والون کو ہوئی تو اس کی بہن ام اصبغ نے اس کے دونون غلامون بدر اور ابوالشجاع سالم کو اس کے مصارف کے لئے کچھ دینار، اور

افریقہ مین اس وقت عبدالرحمن بن حبیب فہری کی حکومت تقریباً اسی نوعیت کی تھی، جیسے اندلس مین اس کا لڑکا یوسف بن عبدالرحمن حکمران تھا، افریقہ مین اس وقت تک انقلاب حکومت کے اثرات نہین پہنچے تھے، اور عبدالرحمن بن حبیب نے عباسی دعوت کو قبول نہین کیا تھا، اس لئے عبدالرحمن کے لئے یہان بظاہر کوئی خطرہ موجود نہ تھا، اور اسی لئے عبدالرحمن بن حبیب والی افریقہ نے ابتداءً اس کا خیر مقدم کیا، لیکن اس زمانہ مین نجوم و رمل کی پیشینگوئیون پر بڑا بھروسہ کیا جاتا تھا، عبدالرحمن کے بچپن مین ایک واقعہ گذرا تھا، اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی پرورش اس کا دادا خلیفہ ہشام کرتا تھا، ایک دن وہ دربار خلافت مین بیٹھا تھا کہ اچانک مسلمہ بن عبدالملک نے اس کو دیکھ کر اس کی پیشانی کا بوسہ دیا، اور خلیفہ ہشام کو متوجہ کرکے کہا کہ مین اس کی پیشانی اور گردن مین اس کے حکمران بننے کی نشانیان پارہا ہون، عبدالرحمن کے دل مین اس واقعہ کی یاد تازہ تھی، افریقہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ کسی یہودی نے یہان کے والی عبدالرحمن بن حبیب سے کہا ہے کہ ایک شہزادہ جس کے سر پر دو لٹین ہون گی وہ اندلس کا بادشاہ ہوگا، اور والی افریقہ کے دل مین اس کی کھٹک موجود ہے، اتفاق سے عبدالرحمن کا کلین رکھتا تھا، لیکن چھٹی رہتی تھین، اس کو دیکھ کر عبدالرحمن بن حبیب کی وہ پیشینگوئی یاد آگئی، اس نے یہودی کو بلوایا، کہ لٹین تو اس نوجوان کی ہین، اس کو قتل کرادون یہودی نے جواب دیا، کہ خدا کی قسم اگر تم نے اس کو قتل کرادیا تو یہ وہ شخص نہین ہے، اور اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا، تو یہ دراصل وہی ہے، ابن حبیب اس جواب سے حیص بیص مین پڑگیا، مگر وہ اب عبدالرحمن کو بڑی مشتبہ نظرون سے دیکھتا رہا،

عبدالرحمن نے اس کی نظرین تاڑلین، اس کے علاوہ اس اثنار مین افریقہ کے حامیان بنوامیہ اور ابن حبیب کے درمیان بہت جلد اختلافات پیدا ہوگئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمن

کے ذہن مین افریقیہ کی حکومت کا خیال آیا، چنانچہ انہی اختلافات کے باعث ابن حبیب نے بنوامیہ پر سختی شروع کی، اور ولید بن یزید کے دو بیٹون کو جنھین وہ پناہ دیچکا تھا، قید کرکے قتل کرادیا، اور دوسرے اموی معززین کے مال واسباب کو ضبط کیا، اس دار و گیر مین اُس نے عبدالرحمن کو بھی تلاش کرایا، مگر وہ حالات کا اندازہ لگاکر پہلے ہی روپوش ہوچکا تھا، اس کے بعد ابن حبیب نے اس کے تلاش کرنے کے لئے جاسوس مقرر کئے، وہ دارالسلطنت سے نکل کر ایک مقام باری مین قبیلہ مکناسہ کے پاس پناہ گزین ہوا لیکن یہان باطمینان نہ رہ سکا، اس کے بعد وہ بربرون کے ایک دوسرے قبیلہ مین پناہ لیتا پھرا، کیونکہ حسن اتفاق سے اس کی مان بربری تھی، اس لحاظ سے قبیلہ نفزاوہ مین اس کی ننہال نکلی، اس قبیلہ نے اس کی مخلصانہ حمایت کی، اور اپنا عزیز مہمان بنایا، لیکن ابن حبیب کو اس کا پتہ لگ گیا، اس کے سوار اس کی تلاش مین آنکلے، اور ایک موقع پر یہ ایک عورت کے دامن مین پناہ لے کر گرفتاری سے بال بال بچ گیا، اس کے بعد یہ مختلف ذریعون سے مختلف قبائل مغیلہ اور زناتہ وغیرہ کے حلقون مین پناہ گزین رہا۔ اسی سلسلہ مین برقہ مین پانچ سال گذر گئے، پھر بنو رستم ملوک تاہرت کی پناہ مین رہا۔ اسی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتے پہنچتے ساحلِ سمندر پر جانکلا، اور ایک مقام سبرہ مین مقیم ہوگیا، جہان اس کے ننہالی قبیلہ نفزاوہ یا نفزہ کے لوگ آباد تھے، اس طرح عباسیون اور ابن حبیب والی افریقیہ نے اس کو گرفتار کرنے کی جو تدبیرین کین، وہ رائگان ہوتی گئین، کہ قدرت کو تو اس کے ذریعہ مغرب اندلس مین دولتِ امویہ کی بنیاد رکھنی تھی، اس کا کوئی بال بیکا نہ کرسکا، جیسا کہ اوپر کہا گیا، رمالون اور نجومیون کی قیافہ شناسیون اور پیشینگوئیون کے ایسے واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے ہین، جو عبدالرحمن کے فلسطین و افریقیہ کے قیام کے زمانہ مین پیش آئے ہین، اُن

سے کم سے کم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دل مین اندلس مین سلطنت قائم کرنے کا تخیل اسی وقت پیدا ہو چکا تھا، جب وہ فلسطین سے مغرب کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کے ذہن مین ابتداءً افریقہ و مغرب مین سلطنت قائم کرنے کا تخیل بھی آیا ہو، مگر ابن حبیب کی مستحکم حکومت کا الٹنا اس کے امکان سے باہر نظر آیا ہو، اور یہان حالات سازگار نہ دیکھ کر اندلس مین قسمت آزمائی کا خیال آیا ہو، اور افریقہ کے حامیانِ امویہ سے ملنے کے بعد اس کے تخیل مین فریدپختگی آئی ہو، چنانچہ سمندر کے کنارے پہنچنے کے بعد اس نے اسی نقطۂ نظر کے ساتھ اندلس کے امویون اور اُن کے حامیون سے خفیہ خط و کتابت کا آغاز کیا، اُس نے پہلے اُن کو اپنے آنے کی اطلاع دی، پھر ان کو اپنی طرف دعوت دی، جب کچھ مناسب آثار دکھائی دیے تو اندلس کی زمین کو ہموار کرنے کے لئے اپنے سب سے بڑے معتمد غلام بدر کو ان کے پاس سبرہ سے اندلس بھیج دیا،[1]

فضا ہموار کرنے کی کوشش

اندلس مین بنو امیہ کے حامیون اور موالیون کی تعداد چار پانسو کے درمیان تھی، ابو عثمان عبد اللہ بن عثمان، اور عبد اللہ بن خالد بن ابان بن اسلم وغیرہ کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موالی مین سے تھے، اور البیرہ مین جو شامی آباد تھے ان مین سربرآوردہ تھے عبد الرحمن نے ابو عثمان عبید اللہ کے نام ایک طویل خط لکھا، جس مین خانوادۂ بنو امیہ کی پچھلی دولت و حشمت مین ممتاز، اور ان کے مصائب و آلام مین گرفتار ہو جانے کو یاد دلایا، پھر افریقہ مین پناہ گزینی عبد الرحمن بن حبیب کے برتاؤ، اور وہان سے جلا وطنی کا ذکر کر کے یوسف سے بھی کسی اچھے برتاؤ کی توقع نہ ہونے کا تذکرہ کیا، اس کے بعد خانوادۂ امویہ کے ممتاز خلیفہ ہشام سے

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۶-۳۷۷، و ج ۶ ص ۷، نفح الطیب ج ۲ ص ۶۲، ۶۳- ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، کتاب الامامۃ ج ۲ ص ۱۲۱، مجموعہ اندلس از ص ۶۰ تا ص ۷۵ و ص ۶۷ و اخبار مجموعہ ص ۲۶،

دینی نسبت کو دکھایا کہ وہ اسی جلیل القدر سلطان کا پوتا ہے، اور اندلس مین ایسے لوگون کی کمی نہین، جو براہ راست ہشام کے ممنون کرم رہ چکے ہون، اس لئے وہ انہی کے درمیان رہنے بسنے کا خواہشمند اور اندلس کی سرزمین مین اپنی سلطنت کے قائم کرنے کا آرزومند ہے، پھر اس کو ہمدردی پر آمادہ کرکے طریقہ کار اختیار کرنے کے اشارے تھے کہ بنو امیہ کے حامیون اور موالیون مین سے جو اصحاب الرائے ہین، ان سے رائے لیجائے، اور اس جماعت مین اس دعوت کی اشاعت کی جائے، اور انہین ہمنوا بنا کر، قبائل یمانیہ کی طرف رجوع کیا جائے کہ وہ مضریہ کے مخالف ہین، اور آسانی سے اس دعوت کو قبول کر سکین گے، اس کے ساتھ اُس نے اپنے دستخط کئے ہوئے چند سادہ کاغذ اور اپنی انگشتری بھیجی کہ جن جن اہل الرائے اور ارباب اقتدار کے پاس ضرورت ہو اس کی طرف سے دستخط بھیجے جائین،

بدر اس مکتوب کو لے کر اندلس آیا، اور ابو عثمان عبید اللہ کی جائے قیام قریہ طُرُش مین پہنچ کر اس سے ملا، ابو عثمان نے خط پا کر اس معاملہ کی اہمیت کا اندازہ کرکے سب سے پہلے مشورہ کے لئے اپنے سسر عبد اللہ بن خالد کو بلوایا، اور ان دونون نے باہمی گفتگو کی، پھر ایک دوسرے ذی اثر اموی یوسف بن بخت کو بلایا گیا، ان تینون نے اس راز کو اپنے سینون مین محفوظ رکھا، اور طے کیا کہ جب تک وہ صمیل سے اس موضوع پر گفتگو نہ کر لین، بدر کو کوئی جواب دیکر واپس نہ لوٹائین،

ابو عثمان اور والی اندلس یوسف کے دست راست صمیل کے درمیان گہرے تعلقات تھے، جس وقت بدر اس کے یہان پہنچا ہے، جیسا کہ پہلے باب مین بیان کیا گیا، صمیل نے اس سے سرقسطہ مین فوجی مدد طلب کی تھی، چنانچہ اس موقع کو غنیمت جان کر وہ بدر کو اپنے ساتھ

اس لحاظ سے انھیں بھروسہ تھا کہ اگر اُس نے ہمنوائی کی تو خیر ورنہ مخالف ہونے کے باوجود وہ ان لوگون کے اس راز کو اپنے سینہ مین محفوظ رکھے گا، اسی بنا پر ابو عثمان نے اس معاملہ مین صمیل کو رازدار بنانا چاہا۔ کہ اس کو صحیح حالات بتا کر اس معاملہ مین اس کی آزادانہ رائے دریافت کی جائے، لیکن ابن خالد نے اس سے اختلاف کیا، کیونکہ صمیل اور یوسف کے تعلقات دیرینہ ہین، اور یوسف کی نگاہون مین اس کو غیر معمولی منزلت حاصل ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کو یوسف کے زوال سے اپنے اقتدار کے زوال کا خیال آجائے، اور وہ اس معاملہ مین اُن کا ساتھ نہ دیسکے، ابو عثمان نے بھی ابن خالد کی اس رائے سے اتفاق کیا، اور پھر یہ طے پایا کہ صمیل سے صرف اس قدر کہا جائے کہ عبدالرحمن اندلس مین آکر پناہ لینا چاہتا ہے، اس کو یہان امان دیجائے، اور اس کے گذارے کے لئے آمدنی کا خمس حصہ جو دارالخلافہ بھیجا جاتا تھا، وہ اس کے لئے وقف کر دیا جائے، اور اس حد تک صمیل کو عبدالرحمن کی حمایت پر آمادہ کر لیا جائے،

چنانچہ یہ دونون اسی مقصد کے لئے صمیل سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے، اور تخلیہ مین اس سے اس موضوع پر اسی انداز مین گفتگو کی، اتفاق سے صمیل ان دنون یوسف سے اس کے سرقسطہ مین امداد نہ بھیجنے کی وجہ سے کسی قدر کشیدہ تھا، چنانچہ اس گفتگو کے دوران مین صمیل کے وہ جذبات ابھر آئے، اور اس وقت ان لوگون کو اندازہ ہوا کہ صمیل کا دل یوسف سے صاف نہین ہے، اس سے ان لوگون نے فائدہ اٹھایا، اور مناسب موقع دیکھ کر عبدالرحمن کی طرف سے صمیل کے نام ایک مکتوب اُس کے حوالہ کر دیا، ان لوگون نے کہا کہ ہم لوگون نے اس معاملہ کو آپ پر رکھا ہے، اگر آپ اس کو پسند کرین گے تو آئندہ صورتین اختیار کیجائین گی، اور اگر آپ کے خیال مین مناسب نہ ہوگا تو اس کو یہین ختم کر دیا جائے گا، صمیل نے کہا کہ بہتر ہے کہ

ابھی مجھے چھوڑ دو، مین اس معاملہ پر کوئی رائے قائم کر لون، غور و خوض کر کے کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤن اس کے بعد تمھیں اپنی رائے سے مطلع کرون گا، اس گفتگو کے بعد صمیل قرطبہ چلا گیا، اور یہ لوگ اپنے وطن لوٹ آئے،

اس کے بعد صمیل سے ان لوگون کی ملاقات طلیطلہ مین ہوئی، یوسف سے رخصت ہونے کے بعد جب کہ یوسف کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا، اور صرف صمیل مع اپنے خدم و حشم کے رہ گیا تھا، ان لوگون نے اس سے مل کر پھر گفتگو کی، ان لوگون نے کہا کہ ہمین آپ سے ابن معاویہ کے معاملہ پر بھی مشورہ کرنا ہے، اس کا قافلہ ابھی تک رُکا ہوا ہے صمیل نے جواب مین کہا کہ مین اس وقت تک اس معاملہ سے غافل نہین رہا ہون، اور اس کے متعلق مین نے اپنی رائے قائم کر لی خداوند تعالیٰ سے استخارہ کیا، اور اس معاملہ کو تمام و کمال پوشیدہ رکھا ہے، کسی قریب یا دور کے کسی شخص سے تمھارے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اس کا تذکرہ نہین کیا ہے، مین اسی نتیجہ پر پہنچا کہ وہ ہماری مدد کا مستحق اور حکومت کا اہل ہے، اللہ کا نام لے کر اس کو یہان بلاؤ جب وہ آجائے تو یوسف کے سامنے اس کو پیش کیا جائے، کہ اس کی مدد کرے، اپنے پہلو بہ پہلو قرطبہ مین جگہ دے، حسن سلوک سے پیش آئے، اور تعلقات کے استحکام کے لئے اپنی لڑکی ام موسیٰ جو قطن بن عبد الملک سے علٰحدہ ہو چکی ہے اس کی زوجیت مین دیدے، اگر یوسف نے ان تجویزون کو قبول کر لیا تو بہتر ہے ورنہ ہماری تلوارین اس کے سر پر چمکین گی، اور سلطنت کو ہم عبد الرحمٰن کی طرف منتقل کر دین گے،

اس گفتگو کے ختم ہونے کے بعد ابو عثمان اور ابن خالد نے صمیل کا دلی شکریہ ادا کیا، اور پھر جذبہ احترام مین دونون اس کی دست بوسی کر کے رخصت ہوئے، یوسف سے

لیکن ان دونون کے رخصت ہونے کے بعد اُس کی آنکھین کھلین، اُس نے اس مسئلہ کے
دعواقب پر پھر ٹھنڈے دل سے غور کیا، اور اس کو اپنے ذاتی حالات کے لحاظ سے جس نتیجہ
چاہیے تھا پہنچا،

چنانچہ وہ دونون ضمیل سے رخصت ہو کر ہشاش بشاش ایک میل گئے ہونگے کہ
کسی کے پکارنے کی آواز آئی، گھوم کر دیکھا تو ضمیل کے ایک خادم کو گھوڑے پر آتے دیکھا
دیکھ کر یہ لوگ ٹھہر گئے، اُس نے قریب آکر کہا کہ ابوجوشن نے فرمایا ہے کہ وہ دونون بھین
وہ ابھی آکر اُن سے ملتا ہے، اُن لوگون نے اُس کا آنا اُس کے ادب کے خلاف سمجھا، اس
وہین سے دونون لوٹ کر طلیطلہ کی طرف چلے، یہ واپس ہونے کو تو ہوگئے، مگر دل
لگا تھا کہ شاید کوئی بُرا ارادہ نہ ہوگیا ہو جب اس کو تنہا اپنے سفید خچر پر آتے دیکھا تو
لوگون کو ڈھارس بندھی، ضمیل نے قریب آکر کہا،

"جب سے تم لوگ ابن معاوٰیہ کے قاصد اور اُس کے خط کو لائے تھے، اس وقت
سے مین اس کو مناسب خیال کر رہا تھا، چنانچہ جو کچھ تم کو کہنا تھا، وہ مین نے تم سے کہا،
لیکن پھر تم دونون سے جدا ہونے کے بعد مین نے پھر رائے قائم کی، تو مجھے معلوم ہوا کہ
وہ شخص اسی قوم سے ہے، کہ ان مین کا اگر کوئی اس جزیرہ مین آکر پیشاب بھی کر دے،
تو ہم اور تم سب اس پیشاب مین ڈوب جائین گے"،

اور یہ شخص (یوسف) ایسا ہے کہ ہم اس پر حکومت کرتے ہین، جدھر چاہتے ہین، اُدھر اُس کو
ہین ہمین اس کا بدل نہیں مل سکتا، خدا کی قسم اگر تم لوگ اپنے گھرون کو بھی لوٹ جاتے،
یہ رائے جو مجھ پر اب منکشف ہوئی ہے، ظاہر ہوتی تو مین اس وقت تک دم نہ لیتا جب تک
تمھین آگاہ نہ کر دیتا، مین تمھین آگاہ کر دیتا ہون کہ سب سے پہلی تلوار، جو اُس نوجوان پر اُٹھے گی

وہ میری ہوگی، خداوند تعالیٰ تمہیں اپنی رایوں میں برکت دے، اگر اب سیدھی راہ اختیار کریں!

صمیل کی اس صاف گوئی کے بعد ان دونوں کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا، کہ یہ بھی صاف صاف اس کی ہمنوائی کر کے کہدیں کہ ہم لوگوں کی کوئی رائے نہیں ہو سکتی، سوا اس کے جو آپ کی رائے ہو کہ ہمیں آپ سے جداگانہ روش اختیار کرنا منظور نہیں"[1]

ان لوگوں نے صمیل کے سامنے تو برات ظاہر کر دی، مگر اپنے ارادوں پر قائم رہے، چنانچہ وہ لوگ صمیل سے رخصت ہو کر خاموشی سے البیرہ واپس آئے اور اپنے مقصد کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے، صمیل کی گفتگو سے وہ قبائل مضر و ربیعہ سے مایوس ہو گئے تھے، حالانکہ وہ اس موقع پر اموی‌وں کے بڑے مددگار ہو سکتے تھے، لیکن انہوں نے اُن کو چھوڑ دیا، اور سب سے پہلے البیرہ میں اپنے خاص حلقہ، اثر کے ممتاز افسروں سے ملے، اور انہیں عبدالرحمٰن کی حمایت پر آمادہ کر لیا، البیرہ کے شامیوں کو آمادہ کرنے کے بعد اور دوسرے مقامات کے شامیوں اور دوسرے قبیلہ کے لوگوں سے یہ لوگ باری باری ملتے گئے، اور رفتہ رفتہ سازگار فضا تیار ہو گئی،

اس طرح اپنی خاص جماعت کے ایک فرد کو اپنا ہمنوا بنا لینے کے بعد یہ دوسرے اہم قبائل اور جماعتوں میں سے یمانیوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور اُن کے ممتاز سردار ابو الصباح یحصبی سے گفتگو شروع کی، اس کے ساتھ یمانیوں اور مضریوں کی لڑائی کی دبی ہوئی چنگاری کو کریدا گیا تو اختلافات کے شرارے موجود تھے، اور آسانی سے مشتعل کئے جا سکتے تھے، چنانچہ یمانیوں کو برانگیختہ کرنے کی سازش بڑی ہوشیاری سے کی گئی، اور اس میں کامیابی حاصل ہوئی،

جماعت یمانیہ میں ابو الصباح ابن یحییٰ یحصبی کو خاص طور پر بلانے کی کوشش کی گئی، یہ مغربی اندلس میں یمانیوں کا سردار تھا، اور اشبیلیہ سے تین فرسنگ کے قریب قریہ مورہ میں سکونت پذیر

تھا، اس کو ہمنوا بنانے کے لئے ابو عبیدہ حسان بن مالک جس کو آگے چل کر قلمدانِ وزارت
ہوا) کو مقرر کیا گیا، ابو الصباح پر خلیفہ ہشام کے غیر معمولی احسانات تھے، ابو عبیدہ نے انہی
دلاکر اس کے پوتے کی حمایت پر اس کو آمادہ کیا، اور وہ اس تحریک میں شریک ہوگیا،

اس کے بعد شندونہ کے ممتاز رؤساء علقمہ بن غیاث لخمی، ابو علاقہ جذامی اور زیاد بن
پر ڈورے ڈالے گئے، اور یہ لوگ بھی ہمنوا ہو گئے، اس کے بعد مختلف قبیلوں اور خانواد
کام کیا گیا، چنانچہ البیرہ اور جیان کے قحطانیوں میں سے بنو اضحی، بنو احسان، وادی آش کے
کے حلیف بنو عمر اور جیان میں قبیلہ طے کے دو سرداروں میسرہ و قحطبہ کو حامی بنا لیا گیا، صمیل
کی وجہ سے مضر کے سرداروں سے گفتگو ممکن نہ تھی، لیکن اس سے حسین بن دجن عقیلی اور صمیل
تعلقات اچھے نہ تھے، اس لئے ابن دجن کو بھی اس تحریک میں شریک کیا گیا، اور وہ اس
ہو گیا، آگے چل کر مضریہ میں سے دو اور سردار جابر بن علا بن شباب عقیلی اور ہلال بن طفیل
بھی شریک ہوگئے،

عبدالرحمٰن کو اندلس میں لانے کی تیاریاں

ان مراحل کے طے کرنے کے بعد، بدر کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا گیا
وہ اس کو اندلس لے آئے، لیکن عبدالرحمٰن نے دانشمندی سے یہ
کہلایا کہ جب تک اس کے مددگاروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا، اس کو اندلس میں د
ہونے سے مسرت نہ ہوگی، چنانچہ بدر یہ پیغام لے کر دوبارہ اندلس واپس چلا آیا،[1]

اس کے بعد ابو عثمان نے ایک جہاز خریدا اور اس میں گیارہ معززین کو بدر کے ساتھ س
کرکے عبدالرحمٰن کو لانے کے لئے بھیج دیا، ان میں تمام بن علقمہ ثقفی، وہب بن اصفر، شاکر
ابو الاسمط، اور ابو خریقہ وغیرہ تھے، ضروری مصارف اور بربولوں کو خوش کرنے کے لئے

[1] نفح الطیب مقری ج ۲ ص ۴۷، وافتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۲۲، ۲۳، مجموعہ اخبار الاندلس ص ۶۹ تا

تمام کے حوالہ کئے گئے، ان دونون قبیلہ مغیلہ کے ایک شخص ابن قرمیاط کے ساتھ مقیم تھا، مغرب کے وقت یہ جہاز ساحل پر پہونچا، لوگ پیشوائی کے لئے گئے لیکن عبد الرحمن اپنی جگہ ٹھہرا اور مغرب کی نماز ادا کرتا رہا، تھوڑی دیر مین بدر تیز رفتاری سے بڑھکر آگے چلا آیا، عبد الرحمن کے چہرہ سے انتظار و تفکر کے آثار ہویدا تھے، بدر نے آگے بڑھکر کامیابی کی خوشخبری سنائی، اندلس کے ضروری حالات بتائے، اور اس وفد کے ارکان کی اعانت کا ذکر کیا، اس اثنا مین اندلسی بھی آگئے،

عبد الرحمن خندہ جبینی سے ان کی طرف متوجہ ہوا، اور تمام بن علقمہ سے نام وکنیت پوچھا، اس نے "ابو غالب تمام" بتایا، عبد الرحمن کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، اس نے کہا "انشاء اللہ کام پورا (تم) ہوا، اور ہم خدا کے فضل وکرم سے غالب ہون گے، عبد الرحمن نے قیام حکومت کے بعد اس کو اپنا حاجب مقرر کیا تھا، اور وہ زندگی بھر اس عہدہ پر سرفراز رہا، پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوا اس نے "ابو قریعۃ" کہا، اس نے کہا "ابو قریعہ نے انشاء اللہ ملک کو ہمارے لئے فتح (افترعنا) کیا،

| ورود اندلس | عبد الرحمن کے روانہ ہونے کی خبر بربرون مین پھیل گئی، انھون نے اس مین سدراہ ہونا چاہا تو تمام نے ان کے رتبہ وحیثیت کے مطابق ان مین داد و دہش کی، نفاق سے ان مین کسی ایک بربری کو کچھ نہ مل سکا تھا، وہ روانگی کے وقت جہاز کے پاس چلا آیا، اور ہونج کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا، بادبان کھولے جا چکے تھے، اثنا کرنے بڑھکر اس کے ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر گر گیا، ہوا موافق تھی، جہاز چل کھڑا ہوا، اندلس پہنچ کر جہاز کو البیرہ کے ساحل المنکب پر لاکھڑا کیا گیا اور ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۱۳۸ھ ۷۵۵ء مین اندلس مین عبد الرحمن

ابوعثمان کے وطن طرش روانہ ہوئے، اور چند دنون کے لئے یہی مقام اس کی قیامگاہ رہا،

یہان سب سے پہلے بنو ابیہ کا ممتاز سردار ابوالحجاج یوسف بن بخت آکر اس سے ملا اور پھر خانوادۂ بنی امیہ کے افراد سارے اندلس سے کھنچکر یہان پہونچتے گئے، اس کے بعد پھر مختلف شہرون سے وفود کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا، لوگ مختلف مقامات سے آکر بیعت کرتے گئے، اس طرح اس کی طاقت مین بقول مقری روز بروز کیا لمحہ بہ لمحہ ترقی ہونی گئی، اور قیام حکومت کی عملی کوششین شروع ہوگئین[1]،

چنانچہ مختلف شہرون سے جو عمائد بیعت کے لئے آئے ان مین اشبیلیہ کی طرف سے ابوعبدہ حسان بن مالک کلبی نے بیعت کی، یہ بعد مین وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا، اسی طرح عاصم بن مسلم ثقفی اور ابوبکر بن طفیل عبدی وغیرہ عمائد اس سے آکر ملے اور بیعت کرتے گئے، اس کے بعد مغربی اندلس کی نمایندگی کے لئے یمانی سرداروں مین سے ابوالصباح بن یحیی یحصبی اور حیرہ بن طابس حضرمی حاضر ہوئے، اور اطاعت کی بیعت کرلی، یہ عمائد ان اطراف کے مختلف شہرون کے ولاۃ تھے،

مصالحت کی سلسلہ جنبانی اور اسکا خاتمہ

جیسا کہ اوپر گذرچکا ہے، یوسف اس زمانہ مین سرقسطہ، اور استریاس کی مہمون مین مصروف تھا، اور ملک مین قحط اور خشک سالی کا دار دورہ تھا اور عامر اور حباب زہری وغیرہ کو قتل کرنے کی وجہ سے یمانی اس سے برہم ہوچکے تھے، چنانچہ جب قاصد کے آنے کے بعد فوج مین عبد الرحمن کی دعوت کی خبر پھیل گئی، تو لوگ جوق درجوق اس کی فوج کو چھوڑ کر منتشر ہوگئے، رفتہ رفتہ وہ سب کے سب عبد الرحمن کے گرد آکر جمع ہوگئے

[1] نفح الطیب ج ۲ ص ۴۶-۶۵، افتتاح الاندلس ص ۴۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۰، مجموعہ اخبار اندلس ص ۴۷-۶۷، موخر الذکر مجموعہ مین طرش کو ابوالحجاج یوسف بن بخت کی قیامگاہ لکھا گیا ہے، جو عام روایتون کے خلاف ہے،

اور یوسف بڑے پس وپیش کے بعد قرطبہ چلا آیا، اور برسات کے موسم کے شروع ہو جانے کی
وجہ سے اس کے لئے کسی فوری فوجکشی کا موقع باقی نہین رہا،

قرطبہ پہونچنے کے بعد یوسف کے خیر خواہون نے عبد الرحمٰن سے مصالحانہ سلسلہ جنبانی
کرنے کا مشورہ دیا، یوسف کو یہ اسے پسند آئی، چنانچہ اس نے قرطبہ سے عبید بن علی، خالد بن
زید کاتب اور عیسیٰ بن عبد الرحمٰن اموی پر مشتمل ایک وفد عبد الرحمٰن کے پاس طرش بھیجا،
ان لوگون کیساتھ چند تحائف جن مین گھوڑے خچر اور غلام ۔ ۔ ایک ہزار دینار تھے ایک
مخلصانہ مکتوب کے ساتھ بھیجا، جس مین عبد الرحمٰن کے آباؤ اجداد، اور اپنے مورث اعلیٰ عقبہ بن
نافع فہری کے تعلقات کا ذکر کیا گیا تھا، اور پھر عبد الرحمٰن کو اس کی مصاہرت مین داخل ہو کر
قرطبہ مین آکر مطمئن زندگی گذارنے کی دعوت دی گئی تھی،

ان مین سے عیسیٰ بن عبد الرحمٰن، اگرچہ اموی موالی مین سے تھا، لیکن یوسف کا سچا
بہی خواہ تھا، محکمۂ رسد رسانی فوج مین اہتمام کے عہدہ پر مامور تھا اس نے کورہ ریہ کے مقام
ارش مین پہونچنے کے بعد اپنے رفقا کو آگے بڑھنے کی راے دی کہ پہلے وہان کا اندازہ کر لیا جائے
اس کے بعد یہ تحائف اس کے پاس لیجائے جائین، چنانچہ عیسیٰ ارش مین ٹھہر گیا، اور عبید اور
خالد مکتوب لیکر طرش روانہ ہو گئے، وہان ان لوگون نے مکتوب پیش کر کے معاملات کے سلجھانے
کی کوشش کی، بعض لوگون نے یوسف کی اس مصالحانہ پیشکش کو قبول کر لینے کی راے دی، لیکن
ابو عثمان وغیرہ اپنی راے پر استوار رہے، عبد الرحمٰن نے مکتوب کو ابو عثمان کے حوالہ کیا کہ جو
کچھ تمھین ہم لوگون کی راے معلوم ہے، وہ جواب مین لکھ دو، ابو عثمان نے ان دونون کو مخاطب

اس زمانہ میں مکتوب ادب کے معیاری کمالات کے ساتھ لکھے جاتے تھے، خالد، اندلس کے ممتاز ادیبوں اور کاتبوں میں شمار کیا جاتا تھا، اس نے فخر و غرور میں ابوعثمان کو مخاطب کر کے کہا، "ابوعثمان! اس خط کا جواب لکھنے سے پہلے بغل میں پسینہ آجائے گا" یہ فقرہ اگرچہ طنز و غرور کا تھا، مگر ایسا نہ تھا کہ اس پر ایک قیامت برپا ہو جاتی، لیکن ابوعثمان یہ فقرہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا، خط کو خالد کے منہ پر دے مارا، اور نہایت مغلظ گالی دے کر کہا "اب نہ اس سے میرے بغل میں پسینہ آئے گا، اور نہ مجھے اس کا جواب لکھنے کی ضرورت ہے" پھر حاضرین سے کہا "پکڑو اس کو" چنانچہ وہ اسی وقت گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، لوگوں نے عبدالرحمن سے کہا "یہ پہلی فتح ہے، یہی شخص یوسف کی پوری طاقت ہے" عبید نے کہا "وہ پیغامبر ہے، اور اس کو پکڑنے کا کوئی حق نہیں" لوگوں نے کہا "پیغامبر تم ہو، وہ زیادتی کرنے والا ہے، اس نے گالی کی ابتدا کی"

چنانچہ ان لوگوں نے عبید کو چھوڑ دیا، اور خالد کو قید خانہ میں ڈالدیا، اس کے بعد ہی ان لوگوں کو عیسیٰ بن عبدالرحمن اموی کے ارش میں تحائف کیساتھ ٹھہرے رہنے کی اطلاع مل گئی، اور تیس سواروں کا ایک دستہ اس کی گرفتاری اور تحائف حاصل کرنے کے لیئے بھیجا، مگر اس کو واقعات کی خبر مل گئی تھی، وہ تیزی سے سامان لیکر ارش سے قرطبہ چلا گیا، اور سواروں کا یہ دستہ ناکام واپس آیا، عبدالرحمن عیسیٰ سے کہا کرتا تھا کہ تم ہمارے موالی میں سے تھے، تمہیں بیوفائی نہ کرنی تھی، اور اس نے اس کے اس جرم کو کبھی بھی نہ بخشا، چنانچہ آگے چل کر امویوں کے موالی نے غیر معمولی ترقی کی، مگر عیسیٰ کو کوئی منزلت حاصل نہ ہو سکی،

عیسیٰ و عبید کی واپسی پر قرطبہ میں مفصل حالات معلوم ہوئے، اس وقت صمیل کی رائے پر عمل کر کے فوراً فیصلہ نہ کرنیکا زیادہ افسوس ہوا، اب جاڑے کا موسم شروع ہو چکا تھا، اور بارہ ثنی

کی وجہ سے تمام راستے بند ہو چکے تھے، اس وقت کسی قسم کی کوئی فوجی کارروائی عمل میں لانی ممکن نہ تھی،

مختلف قبائل کی اطاعت ادھر عبد الرحمٰن نے اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنی دعوت کی اشاعت میں سارا وقت صرف کیا، چنانچہ یمانیوں سے اس نے خط و کتابت کی، وہ اپنی پوری جماعت کے ساتھ اس کے ہمنوا ہو گئے، صمیل کو بنو قیس پر بڑا اعتماد تھا، مگر جابر بن علا بن شہاب ابو بکر ابن ہلال عبدی، حصین بن دجن، عامری، ابن شہاب اور ہلال کے قتل کئے جانے سے یوسف اور صمیل سے منحرف ہو چکے تھے، وہ لوگ بھی عبد الرحمٰن کے ساتھ ہو گئے، اس لئے بنو قیس کے کچھ لوگ عبد الرحمٰن کے ساتھ، اور زیادہ یوسف و صمیل کے ساتھ ہوئے، البتہ جماعتی حیثیت سے سب کے سب یوسف کے ساتھ تھے، چنانچہ یہ لوگ موسم کے سازگار ہونے کے بعد گروہ در گروہ قرطبہ میں جمع ہونے لگے، اور یوسف البیرہ پر فوجکشی کرنے کے انتظام میں مصروف ہو گیا،

ان حالات کی اطلاع البیرہ پہونچی، یہاں اس وقت تک کوئی بڑی فوج جمع نہ ہو سکی تھی، اس لئے ان لوگوں نے کورہ ریہ جیان، شذونہ اور اشبیلیہ وغیرہ ایسے شہروں میں جا کر فوج اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا، جہاں ان کی ہمنوا جماعتیں پیدا ہو چکی تھیں، اس سلسلہ میں ابو عثمان وغیرہ نے سب سے پہلے کورہ ریہ کو منتخب کیا، کہ یہ مقام ان سے قریب تر تھا، چنانچہ

عبد الرحمٰن کے نام کا خطبہ ابو عثمان اور عبد اللہ بن خالد، کورہ ریہ کے جہاں اہل اردن آباد تھے، عربوں کے قائد اجدار بن عمر ندحجی[1] کے پاس پہونچے، اس کے سامنے اس تحریک کو پیش کر کے عبد الرحمٰن کے ورود کی اطلاع دی، اس نے کہا، انھیں عید الفطر کے دن ارجذونہ کی عیدگاہ

---

[1] مجموعۂ اخبار اندلس میں اس کا نام "جداد بن عمرو ندحجی" ہے

ین میرے پاس لاؤ، پھر دیکھنا کہ انشاءاللہ اس وقت مجھ سے کیا انجام پاتا ہے، چنانچہ اس
گفتگو کے مطابق یہ لوگ عید کے دن عیدگاہ میں اپنی پوری جماعت کے ساتھ پہونچے، جب
خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو جدار اس مجمع کے سامنے نکل کر خطیب کے پاس آ
اور اس سے تحکمانہ لہجہ میں کہا: خطبہ میں یوسف بن عبدالرحمن کا نام ترک کر کے عبدالرحمن
ابن معاویہ بن ہشام کا نام لو، وہ ہمارا امیر اور ہمارے امیر کی اولاد ہے" اس کے بعد مجمع
کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا "اے اہل ریہ تم کیا کہتے ہو" مجمع نے بیک آواز جواب دیا "ہم وہی
کہتے ہیں جو تم کہہ رہے ہو"

چنانچہ یکم شوال ۱۳۸ھ کو پہلی مرتبہ اندلس میں عبدالرحمن کی امارت کا عام اعلان کیا گیا
خطبہ میں اس کا نام لیا گیا، اور خطبہ کے بعد اسی عیدگاہ میں پہلی مرتبہ مجمع عام میں اس کے ہاتھ پر بیعت
اطاعت کی گئی، اور بیعت کرنے والوں میں اقلیم ریہ کا والی عیسیٰ بن مساور بھی تھا، اس بیعت کے
ذریعہ الریہ کے تمام قبائل یمن و قضاعہ اس لشکر میں شریک ہو گئے، چند رؤسا کی ایک مختصر جماعت
اس سے علیحدہ رہی،

ولاۃ ریہ و شذونہ کی اطاعت

اقلیم ریہ کا صدر مقام ارجذونہ تھا اس کے بڑے شہروں میں نالقہ، مربلہ اور بینشتر
اس اقلیم کے حاکم کے عبدالرحمن کی اطاعت قبول کر لینے سے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر یہ وسیع علاقہ اس کا مطیع
ہو گیا، بیعت کے بعد چند دنوں کے لئے عبدالرحمن اسی شہر میں عبد ابن عمر ندحجی کا مہمان رہا، اور اس
صلہ میں وہ آگے چل کر اندلس کے منصب قضاء پر سرفراز کیا گیا، نالقہ کے قریب شہر رندہ میں جس کو
تاکرنا بھی کہتے تھے، خلیفہ یزید بن عبدالملک کے بربری موالی بنو خلیع آباد تھے، وہ چار سو سواروں کیساتھ
یہاں اس سے آ کر مل گئے،

اس کے بعد وہ یہاں سے رندہ ہوتے ہوئے اقلیم شذونہ میں داخل ہوا جہاں اہل فلسطین

آباد تھے، اور یہاں کے ایک گاؤن کنانہ مین جہان بنو کنانہ آباد تھے، چند دنون کے لئے مقیم ہوا اس اقلیم کے والی غیاث بن علقمہ لخمی اور مختلف ممتاز رؤسا نے بیعت کی، یہان بنو کنانہ مین کچھ ایسے لوگ بھی ملے، جن کے اعزہ یوسف کے لشکر مین شریک ہونے کے لئے قرطبہ جا چکے تھے، لیکن عبدالرحمن نے ان کے اہل وعیال یا بعض ایسے لوگ جو یہان یوسف کے ہوا خواہ موجود تھے، ان سے کوئی تعرض نہین کیا، بنو کنانہ مین سے اس تھوڑی سی جماعت کو چھوڑ کر شذونہ کے عام عربون نے خواہ وہ شامی ہون یا غیر شامی، اس کی اطاعت قبول کرلی، اقلیم شذونہ سے وہ اشبیلیہ کی سمت روانہ ہوا جہان اہل حمص آباد تھے، راہ مین شہر مورور، یا مورور آیا، یہان کے والی ابراہیم بن شجرہ نے بیعت کی، اس کے بعد وہ جمعیت کے ساتھ اشبیلیہ مین داخل ہوا، یہان کے شامیون اور بلدیون یعنی قدیم عرب باشندون نے متفقہ بیعت کی پھر یہین مغربی اندلس کی مختلف آبادیون کے باقی ماندہ سر برآوردہ عمائد آتے اور بیعت اطاعت کرتے گئے، اس طرح جنوبی مغربی اندلس کے وسیع علاقہ کے اہم حصے اقلیم ریہ، اقلیم شذونہ و اشبیلیہ محض دعوت و تبلیغ سے اس کے حلقۂ اطاعت مین داخل ہوگئے، اور ان مقامات کے عرب قبائل بربر پر مشتمل ایک عظیم الشان فوج عبدالرحمن کے گرد اکٹھا ہوگئی،

دونون فوجون کا آمنا سامنا

عبدالرحمن کے کوچ کرنے اور کامیابی سے آگے بڑھنے کی اطلاعین یوسف کو ملین، طلیطلہ کا والی ایک فہری تھا، اس لئے یوسف قرطبہ سے طلیطلہ آیا، اور یہان سے کچھ تازہ دم فوج لیکر اشبیلیہ کی طرف روانہ ہوا، حصن نیبہ تک پہونچا تھا کہ عبدالرحمن نے قرطبہ کی سمت پیش قدمی کا حکم دیا، یوسف نے عبدالرحمن کے قرطبہ کی طرف بڑھنے کی خبر سنی تو اس نے بھی اپنا رخ قرطبہ کی طرف پھیر دیا، اب دونون کی فوجین دریا ے کبیر کے دونون کنارے پر کوچ کر رہی تھین، اور ساتھ ساتھ قدم بڑھا رہی تھین، یوسف کی فوج کے لوگ چھ

سال کے قحط سے پریشان حال تھے، یوسف دار الحکومت سے دور تھا اس لئے وہ اُن کے
سامان رسد کا کوئی معقول انتظام نہ کر سکا تھا، ان کا گذارہ راہ کے کھیتوں کے ہرے چنوں
فصل پر تھا، اسی کو کھاتے ہوئے یہ لوگ قرطبہ آرہے تھے، یوسف قرطبہ کے قریب پہونچکر آ
مغربی جانب بہ میدان مصارہ مین لشکر انداز ہو گیا،

دوسری طرف عبد الرحمن کے لشکر مین بھی قوت لا یموت تک کے لئے کچھ موجود نہ تھا، یہ لوگ
بھی کھیتوں کے ہرے چنوں پر گذارہ کر رہے تھے، لیکن ان دونوں فوجوں مین ایک بنیادی ف
تھا، عبد الرحمن کی فوج نئے جذبات نئی امنگوں اور نئے ولولوں سے سرشار تھی، وہ ایک آ
خاندان کے ایک رکن کو اندلس کے تخت پر لانا چاہتی تھی جس کے نام کا خطبہ عالم اسلامی کی
مسجدوں مین سو برس تک پڑھا جا چکا تھا، اور اب تک اندلس کے حکمران اس کی نیابت کے
انتساب کو اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے تھے، اس کے ساتھ ان لوگوں کو قرطبہ پہونچکر مال غنیمت
سے مالا مال ہو جانے کی امیدین بھی لگی ہوئی تھین،

عبد الرحمن کے لشکر مین ہر جماعت اپنا اپنا علم سنبھالے کورہ طشانہ کے
ایک گاؤں بلہ مین پہونچکر بعض عرب سرداروں کو خیال آیا کہ ابھی تک امیر کا کوئی علم بلند نہین
ہوا، چنانچہ ایک جھنڈا بنانے کی رائے قرار پائی، جھنڈے کے لئے نیزہ تلاش کیا گیا تو پوری
فوج مین صرف دو نیزے نکلے، ایک ابو الصباح کے ہاتھ مین تھا، دوسرا جعفر بن یزید شندونی
کے پاس، چنانچہ انہی دونوں مین سے کسی ایک کے نیزے مین کپڑا باندھ کر جھنڈا تیار کیا گیا،
جھنڈا لہرانے کی رسم زیتون کے ایک درخت کے پاس اندلس کے ایک مشہور عابد و زاہد
فرقد سقطی کے ہاتھوں انجام پائی، انھوں نے اس جھنڈے کو زیتون کے درخت پر نصب کیا،
عبد الرحمن نے جھنڈا لہرانے کی رسم ادا ہونے کے بعد پوچھا آج کون سا دن ہے،

جواب ملا پنجشنبہ، اور آج یوم عرفہ ہے، عبد الرحمٰن نے کہا "آج یوم عرفہ ہے، کل عید اضحیٰ ہو گی، اور جمعہ کا دن ہمیرا جھگڑا ایک فہری سے ہے، امید ہے یہ واقعہ بھی یوم راہط[1] کے مثل ہو گا، اس کے بعد عبد الرحمٰن نے کہا کہ آج شبانہ یوم کوچ کر کے کل قرطبہ کے دروازے پر ٹھہرنا چاہیئے، ۴۵ میل کی مسافت باقی تھی، اس نے کہا کہ اگر ہماری پیادہ فوج ہمارے ساتھ چلی تو ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی، اس لئے ہر سوار اپنے ساتھ ایک اپنا ردیف کر لے، اس کے بعد اس کی نظر ایک نوجوان پر پڑی، اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو، اس نے کہا "سابق بن مالک بن یزید" عبد الرحمٰن نے فوراً تفاول لیکر کہا "سابق" (ہم سے آگے بڑھ گیا) "اور مالک" نے ہم پر قبضہ کر لیا "یزید" ہم کو زیادہ دے گا، لاؤ ہاتھ بڑھاؤ تو میرا ردیف ہے، یہ کہہ کر اس کو گھوڑے پر بیٹھا لیا، یہ لوز در کا رہنے والا تھا، آگے چل کر یہی واقعہ اس کے خاندان کے شرف کا باعث ہوا، اس کی اولاد "بنو سابق الردیف" کے نام سے مشہور ہوئی،

یہ لشکر راتوں رات چل کر اور صبح تڑکے مقام بابش[2] پہونچکر اس نے دم لیا، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے میدان مصارہ و بابش میں پڑاؤ ڈالے ٹھہری تھیں، صرف بیچ میں دریائے کبیر حائل تھا، عبد الرحمٰن کے لشکر کے عوام سپاہیوں کو توقع تھی کہ وہ کوچ کرتے ہی قرطبہ

---

[1] مرج راہط کا واقعہ مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیر کے نائب ضحاک بن قیس فہری کے درمیان یوم اضحیٰ جمعہ کے دن پیش آیا تھا، فہری کو شکست ہوئی تھی، قبیلہ قیس و فہر وغیرہ کے ہزار ہا سپاہی قتل ہوئے تھے، اتفاق سے یوسف کے ساتھ بھی یہی دونوں قبائل قیس و فہر تھے، عبد الرحمٰن نے اسی واقعہ کو یاد کر کے اس موقع پر تفاول کیا، [2] غالباً یہ بابش "وبالش" ہے، جو قرطبہ سے شمال میں

مین داخل ہو جائین گے، اور ان کے دامن مال غنیمت سے مالا مال ہو جائین گے، لیکن میدان باتش مین اتر جانے سے ان کی ہمتین پست ہونے لگین، اس اثنا مین قرطبہ کے یمنی اور اموی جماعتین یوم عرفہ گذار کر شب کے وقت دریا عبور کر کے میدان باتش مین پہونچین، اور ان لوگون نے فوج کے بھائیون کی ہمتین نئے سرے سے بلند کین، چنانچہ سب کے سب نئے جوش و ولولہ سے لڑنے اور مرنے کے لئے تیار ہو گئے، فوج کی ترتیب نئے سرے سے کی، چنانچہ شاہی سوارون کو عبد الرحمن ابن نعیم کلبی کی ماتحتی مین دیا، یمنی پیادہ پر بلدبہ لخمی جو شندونہ کا رہنے والا تھا، افسر مقرر ہوا، اموی پیادہ فوج اور جو چند بربری لشکر مین شریک تھے، انھین عاصم عریان کی ماتحتی مین دیا گیا، اور اموی سوارون پر حبیب بن عبد الملک قرشی مقرر کیا گیا، اور بربر سوارون کا افسر ابراہیم ابن شجرہ اودلی بنایا گیا، ابو عثمان نے علم کو اپنے ہاتھ مین لیا،

دوسری طرف یوسف نے مصری شامی سوارون پر عبید بن علی کو مقرر کیا تھا، پیادہ فوج پر کنانہ بن کنانہ اور جوشن بن صمیل مامور تھے، اور ایک دوسری پیادہ فوج اس کے لڑکے عبد اللہ کی سرگردگی مین تھی، بربری سوارون پر خالد سودی مقرر کیا گیا تھا، یوسف کی طرف سوارون کی تعداد بہت زیادہ تھی، عبید بن علی بنو قیس کے سوارون کو لئے میسرہ پر مامور تھا،

صلح کی ایک نئی کوشش یوسف فوج کو مرتب کر کے قرطبہ چلا آیا تھا، لیکن میدان جنگ مین اترنے سے پہلے اس نے صلح کی ایک اور کوشش کر لینی چاہی، چنانچہ بعض ایسے اموی جو قرطبہ مین رہ گئے تھے، درمیان مین پڑے، اور عبد الرحمن صلح قبول کر لینے پر خوشی سے آمادہ ہو گیا، اور اس کی خبر بجلی کی طرح قرطبہ مین پھیل گئی، یہ عرفہ کا دن تھا، طرفین کی فوجین مطمئن ہو گئین کہ معقول شرائط پر صلح ہو جائے گی، اس وجہ سے قرطبہ والے سکون و اطمینان سے عید منانے مین مصروف ہو گئے لیکن یہ عبد الرحمن کی شاطرانہ حکمت عملی تھی، اس دن اس کے پاس جیان اور البیرہ

کے عرب آگئے تھے، جن سے عبد الرحمٰن کی طاقت مین اضافہ ہوا، عبد الرحمٰن نے دریا عبور کرنے کا فیصلہ کیا، یوسف نے کوئی مزاحمت نہین کی، دریا طغیانی پر تھا، سب سے پہلے عاصم العریان نے اپنا گھوڑا دریا مین ڈالا، اس کے بعد دوسرے سوار، سپاہی اور پیادے دریا مین کود پڑے اور بلا مقابلہ دریا عبور کر کے مصارہ کے میدان مین آگئے،

جیلہ جوئی سے قرطبہ مین داخلہ

عبد الرحمٰن کا مقصد حیلہ جوئی سے صرف دریا کا عبور کر لینا تھا، اب دونون فوجین آمنے سامنے آگئین، لیکن اس وقت حقیقی معنون مین کوئی مقابلہ نہ تھا، قرطبہ والے مطمئن ہوکر خوشی سے عید منانے مین مصروف تھے، یوسف نے اپنے باورچی خانہ مین دونون لشکرون کے لئے ضیافت کا کھانا تیار کرایا تھا، اور منتظر تھا کہ مہمانون کا خیر مقدم کر کے انھین شہر مین لائے، اور ضیافت کرے کہ اچانک عبد الرحمٰن کے لشکر نے ہتیار سنبھال لئے، حبیب نے سوارون سے یوسف کے میمنہ اور قلب پر شدت کا حملہ کیا، اس ناگہانی افتاد سے خالد بن زید کے قدم اکھڑ گئے، اور یوسف کے میمنہ اور قلب دونون کی فوجین شکست کھا کر پیچھے ہٹین، عبید بن علی نے فوج کو سنبھالنا چاہا، لیکن حبیب اور ابن نعیم نے اس زور کا حملہ کیا کہ کنانہ ابن کنانہ، عبد اللہ بن یوسف اور جوشن بن یوسف میدان جنگ مین مارے گئے، یوسف و صمیل اپنے جگر گوشون کی لاشون کو میدان مین چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے، عبید بن علی میسرہ سنبھالے کچھ دیر مقابلہ کرتا رہا، یہان تک کہ آفتاب بلند ہو گیا، عبید کے لشکر کے بیشمار آدمی مارے گئے، پھر عبید بن علی، اور قبیلہ قیس کے بہت سے ممتاز عمائد لڑائی مین کام آگئے، تھوڑے سے ناقابل ذکر قیسی باقی رہ گئے تھے وہ منتشر ہو گئے، عبد الرحمٰن بن معاویہ فاتحانہ آگے بڑھا،

بنا رہتا، وہ فاتحین کے کام آیا،

عبد الرحمٰن نے خالد بن زید پر دونوں فوجوں کو متعین کیا تھا، اور ہدایت کر دی تھی کہ اگر جنگ کی حالت بگڑ جائے تو اس کا خاتمہ کر دیا جائے، خالد بیحد پریشان تھا، اس کو یوسف کی کامیابی میں بھی اپنی ہلاکت نظر آتی تھی، اور عبد الرحمٰن کی کامیابی پر بھی ہلاک کئے جانے کا ڈر لگا تھا، اسی حالت میں وہ قرطبہ میں لا کر قید کر دیا گیا،

عبد الرحمٰن کے قصر حکومت میں داخل ہوتے ہوتے سپاہی یوسف کے محل پر ٹوٹ پڑے اور لوٹنے میں مصروف ہو گئے، عورتوں کے کپڑے تک اتار لئے گئے، عبد الرحمٰن نے یہاں پہونچتے ہی لوٹنے والوں کو روکا، جن کے کپڑے چھن گئے تھے انھیں کپڑے پہنوائے، اور جو کچھ سامان لوٹا گیا تھا، جہاں تک ہو سکا واپس کر دیا، پھر یوسف کی لڑکی اور بیوی عبد الرحمٰن کے سامنے لائی گئیں، اور انھوں نے اس سے کہا "اے ابن عم! احسان کیجئے، جیسے کہ اللہ نے آپ پر احسان کیا ہے"، عبد الرحمٰن نے کہا "ایسا ہی ہوگا، پھر کہا صاحب الصلوٰۃ کو بلواؤ"، صاحب الصلوٰۃ آیا تو یوسف کے اہل وعیال کو اس کے سپرد کیا گیا، وہ انھیں اپنے گھر لے گیا، یوسف کی لڑکی نے اس احسان کے شکریہ میں ایک باندی عبد الرحمٰن کی نذر کی، اس کا نام حلل تھا، وہی ام ہشام بنی،

یوسف کے اہل وعیال کے ساتھ عبد الرحمٰن کا یہ حسن سلوک یمانیوں کو ناگوار گذرا، وہ اپنی عصبیت سے اس کے اہل وعیال کو لوٹ کر یوسف کی بے آبروئی کر کے اپنے جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اس واقعہ سے ان میں برہمی پیدا ہوئی، اور چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، عوام کے علاوہ خواص کے دلوں میں بھی یہی بات چھپی ہوئی تھی، چنانچہ عبد الرحمٰن کے خلاف بھی ان کے مخالفانہ جذبات ابھر آئے، اور یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ مضر کا استیصال

تو ہو گیا، مگر یہ اموی بھی تو انہی میں سے ہیں چنانچہ ابو الصباح کی زبان سے یہاں تک نکلا کہ کیوں نہ ہم ایک فتح سے دو فتحیں حاصل کریں یا یوسف کا قصہ تو پاک کر چکے، عبد الرحمٰن کو بھی راہ سے ہٹا دیں، پھر یمانی حکومت اندلس میں قائم ہو جاتی ہے، بعض لوگوں نے اس کی ہمنوائی کی، لیکن قضاعہ نے اس سے باتفاق اختلاف کیا، اور یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی، مخالفین میں ثعلبہ جذامی بھی تھا، اس نے عبد الرحمٰن کو ان گفتگوؤں کی اطلاع کر دی، اور خیال ہوا کہ شاید کسی وقت کوئی بغاوت اٹھ کھڑی ہو، اس لئے اس نے اپنے موالی کو بلا کر ان کو ایک شیرازہ میں منسلک کیا، عبد الرحمٰن بن نعیم کو ان کا افسر مقرر کیا، ان معززین قرطبہ کے محل جو یوسف کے ہمنوا تھے، وہ بڑی تعداد میں قبضہ میں کر لئے گئے، اور ان میں بنو امیہ کے موالی کو آباد کر دیا گیا، اور یہ لوگ عبد الرحمٰن کے خاص باڈی گارڈ بن گئے، عبد الرحمٰن نے یہ سب کاروائی رازداری سے انجام دی، لیکن صمیل کے گھر کا انجام اس سے مختلف ہوا قبیلہ طے کے دو نوجوان ہبیرہ و قحطبہ چند نوجوانوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر شقندہ پہونچے، یہاں صمیل اپنے قصر میں مقیم تھا، وہ ان حملہ آوروں کو دیکھ کر ایک پہاڑی پر چڑھ کر روپوش ہو گیا، ان لوگوں نے اس کے محل کو بے دردی سے لوٹ لیا، سامان میں نقد سکوں کا بھی ایک صندوق تھا، صمیل پہاڑی پر سے اپنی خانہ بربادی کے منظر کو دیکھ رہا تھا، جوش انتقام میں اس وقت اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا کہ "آگاہ ہو کہ میری دولت، طے کے پاس ودیعت ہے، ضروری ہے کہ ایک دن یہ ود یقینًا لوٹائی جائیں"،

قرطبہ پر عبد الرحمٰن کا قبضہ جمعہ کے دن ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸ھ کو ہوا، عبد الرحمٰن نے جامع

بازیافت کی آخری کوشش | یوسف قرطبہ سے باہر نکلا تو تھوڑی دور پر اس کا لڑکا عبد الرحمٰن پانسو سواروں کے ساتھ آتا دکھائی دیا، یوسف نے اس کو سرحد سے کمک لیکر بلایا تھا، مگر وہ ایک دن کی تاخیر سے پہونچا، یوسف نے اس کو ہزیمت کی خبر سنائی اور اس کو اپنے ساتھ لے لیا، قرطبہ سے وہ ماردہ پہونچا، یہاں سے طلیطلہ روانہ ہوا، یہاں بقیۃ السیف سپاہ اس کے گرد جمع ہوئی، طلیطلہ بن ہشام بن عروہ فہری والی تھا، اس نے بھی اپنے ساتھ کے لوگوں کو فوج میں شامل کیا، پھر صمیل بھی آگیا، اور قبیلہ مضر کے باقی ماندہ لوگ بھی آگئے،

اس اثنا میں عبد الرحمٰن صوبوں کے انتظام سے بھی غافل نہ تھا، اس نے طلیطلہ کے لئے حصین بن دجن کو والی بنایا تھا کہ اس نواح سے فوج اکٹھا کرکے اس علاقہ میں وہ اپنا تسلط جمالے، اسی طرح بعض دوسرے صوبوں کے لئے دوسرے ولاۃ نامزد کر دئے گئے،

یوسف و صمیل اپنا لشکر لے کر جیان پہونچے، اور یہاں کے ایک قلعہ منتیشہ میں قلعہ بندی کرلی، اور یہیں اس کے اعوان و انصار جمع ہونے لگے، اس کے بعد وہ البیرہ کو زیر اثر لانے کے لئے وہاں پہونچا، عبد الرحمٰن کی طرف سے نامزد والی جابر بن علا اس کے آنے کی خبر سنتے ہی شہر چھوڑ کر پہاڑی میں جاکر روپوش ہو گیا، چنانچہ البیرہ میں قبیلہ قیس کے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، وہ یوسف کے ساتھ ہو گئے،

عبد الرحمٰن کا یوسف کے مقابلہ کے لئے نکلنا | عبد الرحمٰن نے یوسف کے البیرہ میں اترنے کی خبر سنتے ہی فوج جمع کی، اور اس کے مقابلہ کے لئے قرطبہ میں ابو عثمان کو اپنا قائم مقام بناکر وہاں سے البیرہ کی سمت روانہ ہوا، یوسف کو عبد الرحمٰن کے کوچ کی خبر ملی تو اس نے اپنے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵۳) ان اختلافات سے دامن بچانے اور ناگزیر ہونے کی صورت میں قیاسی طور پر راجح قول کو قبول کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

لڑکے عبدالرحمٰن کو لشکر دے کر ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا، اور خود فوج لیکر قلعہ منیشہ مین قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا،

عبدالرحمٰن بن یوسف کا قرطبہ مین داخلہ

ابو زید عبدالرحمٰن بن یوسف ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پہنچا، یہان اس کا مقابلہ نہ ہو سکا، ابو عثمان جامع مسجد کے صومعہ مین محصور ہو گیا، ابو زید نے جان کی امان لیکر اطاعت قبول کر لینے کی دعوت دی، اس نے صومعہ کے دروازے کھول دیئے، ابو زید نے اس کو گرفتار کر لیا، عبدالرحمٰن بن معاویہ نے دو تین باندیان خریدی تھین، ان مین سے ایک فرار ہو گئی، اور دو گرفتار کر لی گئین،

لیکن ابو زید کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ قرطبہ پر مستقل قبضہ رکھ سکتا، اس لئے وہ اپنے اہل و عیال اور ابو عثمان اور عبدالرحمٰن کی باندیون کو لیکر روانہ ہوا، اثنائے راہ مین لوگون نے اس کو توجہ دلائی کہ عبدالرحمٰن تمھاری بہن اور مان کی عزت و آبرو بچا کر تم پر احسان کر چکا ہے، اور تم اس کی دو خادماؤن کو پا گئے ہو، اور ان کو ساتھ لیتے جا رہے ہو، اس پر اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی اور وہ قرطبہ سے ایک میل کے فصل پر قلعہ تومین مین پہونچا تھا، اسی قلعہ مین ان عورتون اور ان کے مال و اسباب کو اتار دیا، اور ابو عثمان کو ساتھ لیکر البیرہ چلا گیا،

عبدالرحمٰن کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے بنو فہر کے جد اعلیٰ عامر بن علی کو اپنا نائب بنا کر قرطبہ بھیج دیا، اس کو قحطانیون مین سیادت حاصل تھی، وہ قصر حکومت مین ٹھہرا، اور قرطبہ کی حکومت کا نظم و نسق مکمل کر لیا،

صلح کی نئی پیشکش

اُدھر عبدالرحمٰن البیرہ کے پاس ایک قریہ ارطلہ مین جا کر اترا تھا، اس نے فوجکشی کے بجائے یوسف سے سلسلۂ مراسلت جاری کیا، کہ وہ حکومت اس شرط پر اس کے

۱- یوسف اور صمیل کی جاگیرین، جائداد اور دولت وثروت مامون رہین،

۲- سب لوگون کو بلا امتیاز امان دی جائے، اور خیر وخوبی سے امور سلطنت چلائے جائین

۳- جب تک پورا اعتماد نہ ہو جائے، یوسف کے دونون لڑکے ابوزید عبدالرحمٰن اور ابوالاسود محمد، قصر قرطبہ مین نظربند رہین، اور جب حالات سدھر جائین تو دونون آزاد کردئیے جائین

۴- یوسف قرطبہ کے شرقی حصہ مین قیام کرے اور عبدالرحمٰن سے روزانہ ملتا رہے،

یوسف اور صمیل نے ان شرطون کو قبول کرلینا مناسب سمجھا، چنانچہ معاہدہ صلح لکھ لیا گیا، خالد بن زید کو عبدالرحمٰن نے آزاد کیا، اور ابوعثمان کو یوسف نے، اس کے بعد یہ سب لوگ ایک ساتھ قرطبہ روانہ ہوئے، جس وقت قرطبہ مین داخلہ ہوا ہے تو عبدالرحمٰن بیچ مین اور داہنے یوسف اور بائین صمیل اپنے اپنے خچرون پر سوار تھے، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ البیرہ سے قرطبہ تک صمیل نے بڑی خاموشی سے سفر کیا، خود کسی سوال کیلئے پہل نہین کی، اگر کوئی بات پوچھی بھی گئی، تو خاموشی سے جواب دیا، اور ایسی احتیاط رکھی کہ کسی وقت نہ اس کا گھٹنا، اس کے گھٹنے سے چھوگیا، اور نہ کسی موقع پر صمیل کے خچر کا سر اس کے خچر کے سر سے آگے بڑھا، لیکن یوسف بلا تکلف آزادانہ اس سے اثنائے راہ مین مختلف قسم کی باتین کرتا رہا، یہ لوگ قرطبہ پہونچکر قصر حکومت مین فروکش ہوئے، یہ معاہدہ صلح ماہ صفر ۱۳۹ھ مین عمل مین آیا، معاہدہ مین ایک فریق کی حیثیت سے یوسف اور اس کے وزیر صمیل کا نام تھا اور دوسرے فریق کی حیثیت سے عبدالرحمٰن کا نام تھا،

عبدالرحمٰن کی تاجداری کا باتفاق اعلان	اس کے بعد بڑی شان وشوکت سے دارالسلطنت قرطبہ مین عبدالرحمٰن کی تاجداری کا باتفاق اعلان کیا گیا،[۵]

[۵] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۰۸، افتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۳۰-۲۴، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۴، ج ۲ ص ۶۴-۶۶

اموی سلطنت میں عباسی خلیفہ کا خطبہ

اس زمانہ میں ہر اسلامی حکومت کے لئے نظری طور پر یہ ضروری تھا کہ وہ خلیفۃ المسلمین کی سیادت میں قائم ہو، خلیفۃ المسلمین کے لئے ضروری تھا کہ وہ حرمین شریفین پر قابض ہو،[۱] بنو عباس مشرق میں بنو امیہ کی خلافت کو ختم کرکے اپنی خلافت کا اعلان کر چکے تھے، عبد الرحمن نے رائے عامہ کا لحاظ کرکے بڑی دانشمندی سے تمام خاندانی اختلافات سے چشم پوشی کر لی، اور خلیفہ عباسی المنصور کی خلافت کو تسلیم کرکے اس کے نام کا خطبہ قرطبہ کی جامع مسجد میں خود پڑھا، اور اندلس میں جاری کرا دیا،[۲]

انتظام حکومت

عبد الرحمن نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابتداءً ولایات کا انتظام اپنی جگہ برقرار رکھا تھا، صرف جیسا کہ اوپر گذرا، البیرہ اور جیان وغیرہ کے لئے حصین بن دجن اور جابر ابن علا کو والی نامزد کر دیا تھا، اس کے ساتھ اس نے کتابت کے عہدہ پر بھی یوسف ہی کے کاتب امیہ بن زیاد کو مقرر کر لیا، اس طرح انقلابِ حکومت سے حکومت کے عہدہ داروں میں کچھ زیادہ تغیر و تبدل نہیں ہوا،

اندلس کا خانوادۂ امویہ کا مستقر بننا

اموی حکومت کے قائم ہو جانے کے بعد یہاں کی سرزمین، اموی خانوادہ اور اموی موالی کے لئے مامن و مستقر بن گئی، عالم اسلام میں جہاں جہاں اس خاندان کے افراد بیکسی کے عالم میں سر چھپائے ہوئے تھے انہوں نے اندلس کی راہ لی، ان آنے والوں میں عبد الملک بن عمر بن مروان بن حکم اور جزی بن عبد العزیز بن مروان خاص طور پر نمایاں تھے، یہ لوگ اپنے بال بچوں کیساتھ اندلس میں آکر بس گئے، پھر ان کی پیروی میں اموی خاندان و اموی

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵۶) مجموعہ اخبار اندلس از ص ۹۱ تا ص ۹۶، مقری، ابن القوطیہ اور ابن اثیر کے بیانوں میں جزئی اختلافات ہیں، ان سے دامن بچانے کی کوشش کی گئی ہے، اور ناگزیر صورت میں قیاسی طور پر راجح قول کو قبول کیا گیا ہے، یوسف و عبد الرحمن کے

موالی کے بہت سے لوگ آئے، اور ان کی بہت بڑی تعداد یہاں جمع ہو گئی، عبد الرحمٰن نے ان کو قرطبہ میں اتارا، اور انھیں بڑی بڑی جاگیریں اور ممتاز عہدے دیکر انھیں مطمئن زندگی گذارنے کے قابل بنادیا، اور بعضوں کو مختلف ولایات کا والی بنادیا، چنانچہ عبد الملک بن عمر اشبیلیہ کا والی بنایا گیا، اسی طرح اس کے بیٹے عمر بن عبد الملک کو المدور کی ولایت سپرد کی،

اس وقت تک قرطبہ میں رؤسا و عمائد کی حیثیت سے بنو ہاشم و بنو فہر کے موالی اور قریش کے مختلف قبیلوں کے خانوادے تھے، اور قرطبہ میں ان کی سکونت کے لئے بڑے بڑے محلات تھے عبد الرحمٰن نے امویوں اور اموی موالیوں کے لئے ان ہی محلوں کو خالی کرایا، انہی کی جاگیروں میں کاٹ چھانٹ کی، اس لئے یہ خانوادے اور جماعتیں اپنے مرتبوں، اور اپنی اونچی حیثیتوں سے نیچے گر گئیں، اس لئے انھوں نے حکومت کے اس انقلاب کو محسوس کیا، اور اس صورت حال کے بدلنے کے خواہشمند رہے[1] اس طرح ملک میں امن قائم ہو جانے کے بعد پہلی مخالف جماعت بھی پیدا ہو گئی

یوسف کی امیر عبد الرحمٰن سے بددلی اور حصول سلطنت کی آخری کوشش

یوسف نے چند دنوں قرطبہ میں سکون کی زندگی گذاری، لیکن عبد الرحمٰن در پردہ اس سے مطمئن نہ تھا، لیکن معاہدہ کی کھلی ہوئی خلاف ورزی کرنا بھی اس کے وقار کے منافی تھا، اس لئے وہ اس کے خلاف اب ماحول تیار کرتا رہا کہ یوسف کے لئے اندلس میں زندگی گذارنا دوبھر ہو جائے، چنانچہ مختلف لوگوں کو اس کے خلاف کھڑا کرتا رہتا تھا، جو ایسے طریقے سے اس سے پیش آتے تھے کہ اس کی سبکی ہوتی رہتی تھی، اسی طرح ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیتا تھا، جو اس کی املاک و جائدادمیں جھوٹ موٹ کے دعویدار بن جاتے تھے اور جب یوسف ان نزاعات کو عبد الرحمٰن کے سامنے پیش کرتا، اور دلائل سے اپنے کو حق بجانب ثابت کر دیتا تو بھی عبد الرحمٰن یوسف کی کوئی مدد نہ کرتا، اور وہ جھگڑے باقی کے باقی رہ جاتے،

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۴۔

اس سلسلہ مین یوسف کے اس محل کے متعلق بھی جھگڑے کھڑے کئے گئے، جس مین وہ قیام پذیر تھا، یہ محل سابق والی اندلس حر بن عبدالرحمن ثقفی کا تھا، کہا جاتا ہے کہ یوسف نے اپنی امارت کے زمانہ مین کسی جرم کی پاداش مین حر کے لڑکے کو قتل کرایا تھا، اور اس کی جائداد املاک اور اس کے محل پر قبضہ کر لیا تھا، یوسف کے معزول ہونے کے بعد جب اس مین آکر ٹھہرا تو لوگون نے اس کے وارثون کو اس کے خلاف برانگیختہ کیا، وہ لوگ یوسف کو مدعا علیہ بنا کر اس کے خلاف کھڑے ہوئے، اور مقدمہ کو قرطبہ کے قاضی یزید بن یحیی کے سامنے لیجانا چاہا، یزید بن یحیی چونکہ یمنی تھا، اور جنگ شقندہ کے سلسلہ مین یوسف کو برا سمجھتا تھا، اس لئے لوگون کو اس سے توقع تھی کہ وہ اس کے خلاف فیصلہ کرے گا، چنانچہ مقدمہ قاضی یزید بن یحیی کی عدالت مین پیش ہوا، قاضی یزید یوسف ہی کے زمانہ مین دارالخلافت سے قضاۃ کا فرمان لیکر اندلس آئے تھے، اور اہل اندلس کی رضا ... یوسف نے بلا عذر ان کی قضاوت کو تسلیم کر لیا تھا، قاضی یزید پر اس کے اس طرزِ عمل کا اثر موجود تھا، اس لئے وہ اس کے حق مین کوئی دیدہ دانستہ ناانصافی کرنے پر آمادہ نہین ہوا، اور دعوی خارج کر دیا گیا، اسی طرح صمیل کے خلاف بھی دعوے گئے، اور وہ بھی خارج ہوئے، لیکن دعوون کے خارج ہو جانے کے باوجود نئے نئے دعوے دق کرنے کے لئے کئے جاتے، یوسف عبدالرحمن کو متوجہ کرتا، مگر وہ کوئی اثر نہ لیتا تھا، عبدالرحمن کی اس روش سے یوسف کو اس کے ارادون کا اندازہ ہو گیا،

دوسری طرف ہاشم و بنو فہر کے موالی اور قریش کے مختلف خانوادون کے وہ لوگ جو یوسف کے پاس آتے جاتے تھے جو اپنے منصبون سے علیحدہ ہو چکے تھے، اور جن کی جائداد و املاک پر خانوادۂ بنو امیہ اور ان کے موالی کا قبضہ کرا دیا گیا تھا، وہ یوسف کو اس کے سپرد ڈالدینے

ان لوگون نے اس کو رفتہ رفتہ برانگیختہ کیا، آخر یوسف کے دل مین بھی ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کا خیال پیدا ہوا، اس نے قرطبہ کے لشکریون سے خط وکتابت کی، لیکن وہ لوگ امن وامان کو چھوڑ کر پھر جنگ آزمائی پر آمادہ نہین ہوئے، خود صمیل اور بنوقیس نے بھی اس گئی گذری حالت مین نئے سرے سے اوٹھنا، اور جنگ وجدال برپا کرنا برا سمجھا، جب اس کو فوج کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اس نے شہریون سے مراسلت شروع کی، یوسف کی لڑکیان اپنے شوہرون کے ساتھ ماردہ وطلیطلہ مین تھین، ان لوگون نے اس کی ہمت افزائی کی، جب اہل ماردہ یوسف کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے تو وہ قرطبہ سے روپوش ہو کر نکل گیا، اور ماردہ مین اپنے مددگارون کو جمع کرنا شروع کیا، اس طرح معاہدہ کی خلاف ورزی کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہوئی، چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:۔

"اسی سال یوسف فہری نے جو اندلس کا امیر تھا، عبد الرحمٰن اموی کے معاہدہ کو توڑا، اس کا سبب یہ ہوا کہ عبد الرحمٰن اس کے مقابل مین ایسے لوگون کو کھڑا کرتا جو اس کی اہانت کرتے، اور اس کی املاک مین اس سے جھگڑے کرتے تھے، جب وہ شرعی دلائل سے حق ثابت کرتا تو اس پر عمل نہین کیا جاتا تھا، تو یوسف نے عبد الرحمٰن کا ارادہ معلوم کر لیا، اور ماردہ چلا گیا، وہان بیس ہزار آدمی اس کے پاس جمع ہوگئے[1]،

عبد الرحمٰن کو یوسف کے فرار ہونے کی خبر ملی تو تعاقب مین گھوڑے دوڑائے، لیکن وہ ہاتھ نہ آیا تو صمیل کو دربار مین طلب کرکے یوسف کے متعلق اس سے دریافت کیا، اس نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، عبد الرحمٰن نے کہا کہ "یہ ضروری ہے کہ وہ بغیر تمھارے علم کے باہر نہین نکلا، تمھارا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہے، صمیل نے کہا اگر میرے علم مین ہوتا تو مین بھی بھاگ سکتا تھا،

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۰،

عبد الرحمن نے کہا تم کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکا، صمیل نے کہا وہ بے قصور ہے اس کی خطا نہین،
عبد الرحمن نے یوسف کا پتہ بتانے پر اصرار کیا، صمیل کو بھی غصہ آگیا، اس نے کہا "اگر وہ اس وقت
میرے اس پاؤن کے نیچے بھی ہوتا تو بھی مین پاؤن اٹھا کر تمھین نہ دکھاتا، تمھارا جو جی چاہے کر ڈالو"
عبد الرحمن نے یہ جواب سنکر اس کو قید خانہ مین بھجوا دیا، اس کے ساتھ یوسف کے دونون لڑکے
ابو الاسود محمد اور ابو زید عبد الرحمن کو بھی قید کر دیا گیا، ماردہ مین یوسف کے گرد عرب و بربر قبائل
جمع ہو گئے، وہ انھین ساتھ لیکر ماردہ سے شہر لقنت پہنچا، یہان لوگون نے اس کا ساتھ نہین دیا،
یہان سے وہ قرطبہ کی طرف جانا چاہتا تھا، مگر ادھر سے عبد الرحمن کے کوچ کرنے کی اطلاع ملی،
اس لئے اس نے اشبیلیہ کی طرف رخ کر دیا، جہان اس کو امداد ملنے کی توقع موجود تھی،

اشبیلیہ مین عبد الملک معروف بہ مردانی والی تھا، حمص کے جو نو آباد شامی یہان موجود تھے
وہ مردانی کے لشکر مین شریک ہو گئے، لیکن یہان کے قدیم عرب و بربر باشندے تقریباً سب کے
سب یوسف کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے، مردانی یہ رنگ دیکھکر قلعہ مین محصور ہو گیا،

اب اشبیلیہ والون کو ملا کر بیس ہزار جنگجو سپاہی یوسف کے ساتھ تھے، اس نے اتنی
بڑی فوج کا ایک صوبہ کے والی کو محاصرہ مین رکھنے کے لئے مشغول رہنا مناسب نہ سمجھا، علاوہ ازین
اس کو یہ بھی ڈر تھا کہ کہین عقب سے عبد الرحمن فوج لیکر نہ آجائے، ایسی صورت مین اس کو دو
فوجون کے درمیان گھر جانا پڑے گا، ادھر عبد الرحمن کوچ کر کے ایک مقام برج اسامہ مین
پہونچکر ٹھہر گیا تھا، اس لئے وہ عبد الرحمن سے مقابلہ کرنے کیلئے اسی سمت بڑھ گیا،

ادھر عبد الملک مردانی، یوسف کے کوچ سے بیخبر تھا، وہ اپنے لڑکے عمرو کے انتظار مین تھا
... اثناء مین وہ فوج لیکر اشبیلیہ آگیا، اس نے دیکھا کہ یوسف محاصرہ اٹھا کر

روانہ ہوچکا ہے اس نے اپنے باپ کو محاصرہ کے اٹھ جانے کی اطلاع دی اس کے بعد مردانی نے کو فتح کا اعلان کرادیا، چنانچہ اشبیلیہ کے شامی، اور چند شہری رؤسا، اور مورد رسے اس کے لڑکے کیساتھ جو کمک آئی تھی ان سب کو لیکر وہ یوسف کے تعاقب مین روانہ ہوا اُدھر جب عبد الرحمن کو یوسف کے محاصرہ اٹھا کر اپنی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی تو وہ بھی برج اسامہ سے روانہ ہو کر المدور مین اترا، اس اثنار مین مردانی کے لشکر لیکر روانہ ہونے کی اطلاع یوسف کو ملی اس نے بڑی عجلت سے فوج کا رخ اسی طرف پھیر دیا تاکہ عبد الرحمن اور مردانی کے لشکرون سے ایک ساتھ مقابلہ نہ ہو جائے، مردانی ایسی ہی صورت پیدا کرنا چاہتا تھا کہ یوسف کی فوجون کو دو طرفون سے گھیر لیا جائے، لیکن یوسف نے اس کا موقع نہین دیا، اور مردانی کو مقابلہ کیلئے صف بستہ ہونا پڑا،

جب دونون فوجین آمنے سامنے کھڑی ہوگئین، تو یوسف کے موالی مین سے ایک بربری جو مارِدہ یا لقنت کا رہنے والا تھا، اور اپنی شجاعت مین شہرت رکھتا تھا میدان مین نکل کر آیا اور مبارزت طلب ہوا مردانی کی فوج تعداد مین تھوڑی اور خوفزدہ تھی، کوئی مقابلہ کے لئے آگے نہین بڑھا، مردانی نے اپنے لڑکے عمر کی طرف دیکھکر کہا کہ یہ سب سے پہلی برائی آگے آئی ہے، اس مشکل کو جھیلنا ہے، عمر بن عبد الملک مبارزت کے جواب مین خود میدان مین نکلنے پر آمادہ ہوگیا، یہ دیکھ کر مروان بن حکم کے موالی مین سے ایک حبشی ابو البصری نام عمر کے پاس آیا کہ وہ اس کیلئے جان نثاری پر تیار ہے، اور اس مبارزت کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی ہے، عمر نے اس کو اجازت دی وہ بربری کے مقابلہ مین میدان مین نکل آیا، دونون کے دونون تنومند اور شجاع تھے، تھوڑی دیر باہم مقابلہ کرتے رہے، اتفاق سے اس وقت بارش ہوگئی تھی، زمین نرم تھی اور کہین کہین پھسلن تھی، بربری کے قدم اتفاقاً پھسلے

وہ جیسے ہی گرا ابو البصری نے اس کے پیر پر ایسا وار کیا کہ وہ جسم سے کٹ کر علیحدہ ہو گیا، بربری کا زیر ہونا تھا کہ مردانی لشکر یک جان ہو کر حملہ آور ہوا، یوسف کی فوج کے قدم اکھڑ گئے، تھوڑے سے لوگ اس کے ساتھ کے مارے گئے، سپاہیوں کو بھاگتے دیکھ کر یوسف نے بھی راہ فرار اختیار کی، اور اس کے سپاہی جدھر رخ ہوا، اُدھر فرار ہو گئے، مردانی کے پاس لشکر اتنا نہ تھا کہ تعاقب کرتا، اس نے اس خداداد فتح کو غنیمت جانا آس پاس دو چار سپاہی جو ہاتھ آ گئے ان کو قتل کیا، اور عمر بن عبد الملک فتح کی خوشخبری اور مقتولین کے سر لے کر عبد الرحمن کے پاس المدور آیا، اور اس سے شروع سے اخیر تک کے تمام حالات بیان کئے عبد الرحمن نے المردانی کا شاندار استقبال کرنے کا حکم دیا، اور اس کے بعد عبد الرحمن کی نگاہوں میں عبد الملک مردانی اور عمر بن عبد الملک کو غیر معمولی منزلت حاصل ہوئی

یوسف کا قتل یوسف میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک مقام فرلیں پہونچا، وہاں سے شحص البلوط آیا، اس کے بعد یوسف اندلس میں اِدھر سے اُدھر اپنا سر چھپاتا پھرا، کہیں اس کے لئے پناہ نہ تھی، نہ کسی جگہ اسے قرار حاصل تھا، رجب ۱۴۲ھ میں عبد اللہ بن عمر انصاری نے طلیطلہ کے ایک گاؤں میں اس کو دیکھ کر پہچان لیا، اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ دیکھو یہ فہری ہے، بھاگتا پھرتا ہے، خدا کی زمین اس پر تنگ ہو گئی ہے، اس کا قتل ہو جانا اس کے لئے بھی راحت کا باعث ہوگا، اور ہم لوگوں کے لئے بھی، چنانچہ اس نے چند سواروں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا، یوسف کو طلیطلہ پہونچنے کیلئے چار میل باقی رہ گئے تھے کہ یہ لوگ اس کے پاس پہونچ گئے، یوسف کیساتھ بنو تمیم کے موالی میں سے ایک شخص سالق فارسی اور ایک خدمتگار تھا، عبد اللہ بن عمر نے اس کو قتل کر کے اس کو ہمیشہ

پاکر بھاگ آیا، عبد اللہ بن عمر نے یوسف کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا،

یوسف کے لڑکے اور صمیل کی زندگی کا خاتمہ

اس کے بعد عبد الرحمٰن بن معاویہ کی خوشنودی کیلئے وہ یوسف کا سر لیکر قرطبہ گیا، عبد الرحمٰن کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے اس کو قرطبہ کے پل پر روک دیا، قرطبہ کے قید خانہ مین یوسف کے دونون لڑکے محمد اور عبد الرحمٰن، اور صمیل مقید تھے، عبد الرحمٰن بن معاویہ نے ان مین سے عبد الرحمٰن بن یوسف کو قید خانہ سے بلوا کر قرطبہ کے پل پر بھیج دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ یہ بھی قتل کیا گیا، دونون کے سر قصر حکومت کے پھاٹک پر لٹکا دیئے گئے، یوسف کا دوسرا لڑکا ابو الاسود بہت کم عمر تھا، اس کی کم عمری پر ترس کھا کر اس کو قتل نہین کیا گیا،

صمیل کے لئے قید خانہ مین گلا گھونٹنے کا انتظام کیا گیا کہ اس کا حادثہ قتل شاید کسی نئے فتنہ کا سبب بن جاتا، لیکن گلا گھونٹنے سے قبل ہی وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا تھا، وہ مردہ پڑا تھا، اور زہر کا پیالہ اس کے پاس رکھا ہوا تھا، لوگون نے کہا اے ابو جوشن یہ پیالہ تم نے خود نہین پیا ہے بلکہ پلایا گیا ہے،

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۱، ۲؎ نفح الطیب ج ۲ ص ۶۶، مجموعہ اخبار اندلس از ص ۱۰۱ تا ۱۰۶، مقری نے یوسف کے دونون لڑکون کے متعلق ایک یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ان دونون نے قید خانہ مین نقب کھودی، ابو الاسود محمد بن یوسف تو نقب کے ذریعہ جیل سے فرار ہو گیا، مگر عبد الرحمٰن کو فربہی کی وجہ سے بھاگنے کا موقع نہ مل سکا، اور صمیل نے بھاگنے کی کوشش نہین کی، لیکن یہ روایت ابن اثیر کے تصریحی بیان کے خلاف ہے، ابو الاسود ۱۶۷ھ تک جیل خانہ مین رہا، نقب کا واقعہ دوسرا ہے، جس سے التباس ہو گیا ہے، اس کا ذکر اب آئے گا، بعض روایتون مین عمر بن عبد الملک کا نام عبد اللہ بن عبد الملک لکھا گیا ہے، اور بعضون نے موقع جنگ یون دکھایا ہے کہ عبد الملک ایک طرف سے اور عمر بن عبد الملک دوسری طرف سے فوجین لیکر آئے اور ان دونون نے دو طرفہ حملہ کرکے یوسف کو شکست دی،

یوسف کے بیٹون کا دعوے سلطنت

ابوالاسود محمد بن یوسف اٹھارہ برس تک جیل مین محبوس رہا ۱۶۸ھ ۷۸۴ء مین وہ بعض خاص تدبیرون سے جیل سے فرار ہوا، اور اس نے فہری خاندان کے لئے حصول سلطنت کی آخری کوششین صرف کین، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس طویل مدت مین عبد الرحمن کی حکومت اندلس مین پورے طور پر مستحکم ہو چکی تھی، تاہم اس اثنا مین ملک کے مختلف لوگون کیساتھ عبد الرحمن کا برتاؤ مختلف حالات و ماحول کے لحاظ سے جو مختلف رہا تھا اور جسکی تفصیل آگے آئیگی اس کے سبب سے اس زمانہ مین عبد الرحمن کے بعض ایسے اعوان و انصار جو اس کی حکومت کے قائم کرنے مین ستونون کی حیثیت رکھتے تھے، اس سے جدا ہو گئے تھے، لیکن پھر نئے جان نثارون اور مددگارون کی بھی ایک بڑی جماعت اس اثنا مین تیار ہو گئی تھی، ملک مین یہی صورت حال تھی کہ ابوالاسود ۱۶۸ھ ۷۸۴ء مین قید خانہ سے فرار ہو،

اس کے فرار ہونے کا واقعہ بھی کچھ کم دلچسپ نہین، اس کیلئے اس نے سالہا سال سے مشقت اٹھائی، قید خانہ کے عقبی حصہ مین ایک سرنگ سے دریا کو راستہ جاتا تھا، قیدی اس راستہ غسل اور دوسری حاجتین پوری کرنے کیلئے سپاہیون کی نگرانی مین دریا پر جاتے تھے، ابوالاسود سے ملنے کیلئے کبھی کبھی دریا پر اس کا ایک آزاد کردہ غلام آیا کرتا تھا، ابوالاسود نے ایک مرتبہ سپاہیون سے اپنے ضعف بینائی کا تذکرہ کیا، پھر رفتہ رفتہ اس کی آنکھ کی روشنی کم ہوتی گئی، اور پورا نابینا بن کر اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے مین وہ دوسرون کا محتاج ہو گیا، جب اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا، تو لوگون کو اس کے اندھے ہونے کا یقین آ گیا، اور خود عبد الرحمن بھی اس کے اندھے ہو جانیکی وجہ سے اس سے بالکل مطمئن ہو گیا اور اس پر سے سپاہیون کی نگرانی آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی، [illegible] اس کا آزاد کردہ غلام اس کے پاس آتا جاتا تھا، اور دونون گھنٹون بیٹھ کر

کو پکارتا اور وہ ہاتھ پکڑ کر اس کو سرنگ کے راستہ پر ڈال دیتا تھا، جب اس طریق عمل کو بھی ایک زمانہ گذر گیا، اور سپاہیون کی نظرین، دیکھتے دیکھتے اس کی عادی ہوگئین تو ایک دن اس غلام نے ایک تیز رفتار گھوڑا لاکر کہین کھڑا کر دیا، اور ابوالاسود سپاہیون سے آنکھ بچا کر اس پر سوار ہوکر نکل بھاگا،

ابوالاسود یہان سے فرار ہوکر سیدھے طلیطلہ پہنچا، یہان اس کے ہمنوا بڑی تعداد مین موجود تھے انھون نے اس کو ہاتھون ہاتھ لیا، اور اس نے اندلس کے تخت کی دعویداری کا اعلان کر دیا، ابوالاسود کے علم کے نیچے نہریون اور قیسیون کے علاوہ وہ سب لوگ جمع ہوئے جنھین اس درمیان مین عبدالرحمن کی حکومت سے اختلاف رہ چکا تھا، اور اس اٹھارہ برس کی مدت مین وہ مختلف شہرون مین بغاوتین کر چکے تھے، جنھین عبدالرحمن علیحدہ علیحدہ فرو کر چکا تھا،

چنانچہ ابوالاسود کے زیر سرکردگی ایک عظیم الشان لشکر طلیطلہ سے پیش قدمی کر کے قرطبہ کی طرف روانہ ہوا، اور قرطبہ سے قریب صوبہ جیان مین مقام قسطلونہ تک پہونچا تھا کہ ادھر سے عبدالرحمن لشکر لیکر روانہ ہوا، قسطلونہ کے مشہور دریا وادی احمر پر دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، اور نہایت سخت لڑائی شروع ہوگئی، دونون فوجون نے داد شجاعت دی، جنگ کا نتیجہ ابوالاسود کے خلاف نکلا، چار ہزار سپاہیون کی لاشین میدان مین پڑی ملین، اور ایک بڑی تعداد دریا مین غرق ہوگئی، ابوالاسود باقی ماندہ لشکر کو لیکر فرار ہوگیا، عبدالرحمن نے تعاقب کیا، راہ مین جو ملا قتل کیا گیا، یہان تک کہ یہ لوگ قلعہ باج سے پار نکل گئے، اس کے بعد عبدالرحمن واپس چلا آیا،

ابوالاسود نے دوسرے سال ۱۶۹ھ ۷۸۵ع مین پھر پیش قدمی کی ہمت کی، کچھ دور چل کر آیا تھا کہ

ادھر سے عبد الرحمن لشکر لیکر نمودار ہوا، ابو الاسود کی فوج پہلے سے مرعوب تھی، ابھی عبد الرحمن کی ہراول سپاہ سے سامنا ہی ہوا تھا کہ ابو الاسود کی فوج کے پاؤن اکھڑ گئے، اس نے راہ فرار اختیار کی، انھین بھاگتے دیکھ کر ابو الاسود نے بھی پیٹھ پھیر دی، اس اثنا مین شاہی لشکر فراریون پر ٹوٹ پڑا، اور جو ہاتھ آیا، وہ تہ تیغ کیا گیا، گرفتار ہونے والون مین ابو الاسود کے اہل وعیال بھی تھے، وہ بھی قتل کئے گئے،

اس کے بعد ابو الاسود کو سر اٹھانے کا موقع نہین ملا، وہ اسی فکر مین سرگردان تھا، کہ ۱۷۰ھ ۷۸۶ء مین اس کا پیغام قضا آپہونچا، اور طابطلہ کے ایک گاؤن مین اس کا انتقال ہوگیا،

اندلس کی فہری سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ

اس کے بعد اس کے ایک دوسرے بھائی قاسم نے اپنی جرأت کا ثبوت دیا، فوج جمع کر کے پیش قدمی کی، عبد الرحمن اس کے مقابلہ مین بھی نکلا، اس نے بھی شکست کھائی، اور زندہ گرفتار کر لیا گیا، عبد الرحمن نے اس کو قتل کرا دیا، اور اسی پر اندلس مین یوسف کے خاندان کا چراغ گل ہوگیا،

اب عبد الرحمن کی زندگی کے بھی چند ہی دن باقی رہ گئے تھے، یہ جب تک زندہ رہا، یوسف کے خاندان کا کھٹکا اس کے دل مین لگا رہا، یہان تک کہ ۱۳۸ھ ۷۵۵ء سے ۱۷۰ھ ۷۸۶ء مین ۳۴ سال کا زمانہ گذرنے کے بعد اندلس مین اس حریف سلطنت خاندان کا بھی خاتمہ ہوگیا،

یوسف نے کبھی اپنے کو اندلس کا بادشاہ نہین کہا، مگر مورخین نے صمیل کو اس کا وزیر لکھا ہے اگرچہ یوسف کی حکومت کے شباب کے زمانہ مین ان دونون کے درمیان حقیقی اقتدار کے حصول کیلئے اندرونی کشمکش رہی، سرقسطہ کے محاصرہ کے وقت صمیل یوسف سے بددل بھی ہوگیا لیکن یہ محض وقتی بات تھی، ورنہ دونون ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر طلب، غمگسار اور

سیاسی مشورون مین ایک دوسرے کے معین ومددگار تھے لیکن عبد الرحمن کی یہ خوش قسمتی تھی کہ بدر ایسے زمانہ مین اندلس مین آیا جب صمیل کے دل مین وقتی طور پر یوسف کے خلاف کشیدگی موجود تھی، اور اسی لمحہ مروانیون نے اندلس مین سازشون کا جال پھیلا دیا، اگر صمیل کا دل یوسف سے اس وقت صاف ہوتا تو وہ اسی وقت یوسف کو باخبر کر کے اس کی روک تھام کر سکتا تھا، اور پھر عبد الرحمن کیلئے زمین کا ہموار ہو جانا دشوار ہو جاتا، اس کے بعد حالات کے بدلنے سے یوسف اور صمیل پھر ایک دوسرے کے دلی دوست ہو گئے، لیکن اس وقت تک عبد الرحمن اندلس مین پہونچکر اپنے اثرات قائم کر چکا تھا، تاہم اس وقت بھی ممکن تھا کہ اس کو مزید قوت حاصل کرنے سے روکا جاتا، اور وہ اندلس مین ایک نظر بند شاہزادے کی حیثیت سے زندگی گذارنے پر مجبور کیا جا سکتا۔ لیکن عین اسی زمانہ مین چند یمنی سردارون کے قتل کئے جانے کی سیاسی غلطی سے یوسف کے ہاتھون سے سارے مواقع چھن گئے، بااین ہمہ یوسف نے حالات کا صحیح اندازہ نہین لگایا، صمیل نے حالات کے بگڑنے کا نقشہ اس کے سامنے رکھا، مگر وہ اس کی رائے سے متفق نہ ہو سکا، صمیل کو بھی اپنی رائے پر زیادہ اعتماد نہ تھا اس لئے اس نے آنکھین بند کر کے یوسف کی حکمت عملی پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا،

پھر جنوبی اندلس کے اہم مقامات کے ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود یوسف نے عبد الرحمن کا مقابلہ کرنے کیلئے شمالی ومشرقی اندلس سے وسیع پیمانہ پر کوئی فوج اکٹھا نہین کی، حالانکہ اس کے پائیدار اثرات یہان اب موجود تھے اس نے مقابلہ کی تیاریان کرنے کے بجائے عبد الرحمن کو مصالحت کی گفتگوؤن سے ہٹانے کی کوششین کین، اور آخر وقت تک وہ اسی خام خیالی مین مبتلا رہا،

دوسری طرف عبد الرحمن بڑی ہوشمندی، اور دانائی سے اپنی طاقت مین روز بروز

اضافہ کرتا گیا، اور جیان اور المریا وغیرہ ایسے مقامون سے اس کے پاس فوجین آئین، جہان اس وقت تک اس نے قدم بھی نہین رکھا تھا، اس کی فوج مین بہت سے لوگ خلفائے بنوامیہ کے پروردہ اور نمک خوار تھے، وہ اس نوجوان شاہزادے کو برسر اقتدار لاکر حق نمک ادا کرنا چاہتے تھے، بالآخر یوسف کو اپنی حکمت عملی کی غلطیون کا خمیازہ بھگتنا پڑا، اور وہ اس سیلاب کو روکنے مین کامیاب نہ ہوسکا،

زوال حکومت کے بعد اس نے مطمئن شہری زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن یہ سکون و اطمینان بھی اس کے مقدر مین نہ تھا، اگر وہ اپنی املاک وجائداد کا معاوضہ لیکر، یا ان کا کوئی معقول انتظام کر کے اندلس سے باہر نکل جاتا، تو شاید عبدالرحمٰن کو اس کے سر کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن اس نے قرطبہ مین قیام رکھنے کی شرط پر صلح کرلی، اور آخری نتائج بھی بہت جلد اس کے سامنے آگئے، اور اس کی اور اس کی اولاد، اور اس کے عزیز دوست صمیل کی زندگیون کے خاتمہ پر اس برگشتہ قسمت امیر اندلس کے سوانح حیات کا خاتمہ ہوا، اور ابوالاسود کے ہاتھون مین اس بجھتے ہوئے چراغ کی آخری لو بھی بھڑکی اور ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی، اور مضبوط بنیادون پر اندلس مین چند صدیون کیلئے خاندان امویہ کی مستحکم سلطنت قائم ہوئی،

ولایات کا انتظام عبدالرحمٰن نے استحکام حکومت کے بعد ولایتون پر خاص طور پر توجہ کی، یوسف وصمیل کے بعد اب طلیطلہ کے علاقہ مین بھی اس کا کوئی کھلا ہوا مخالف موجود نہ تھا، چنانچہ اس نے اس علاقہ کو زیر اقتدار لانے کیلئے اسی مقام کے ایک صاحب اثر رئیس حسین بن یحییٰ کو جو حضرت سعد بن عبادہ رضی انصاری کی اولاد مین سے تھا، اس صوبہ کا والی

قبضہ قائم رکھا اسی کے ساتھ دور افتادہ صوبہ اربونہ (ناربون)، کو عبدالرحمٰن بن عقبہ کی ولایت مین دیدیا، اور اس کا علاقہ اربونہ سے طرطوشہ تک قرار دیا، جس مین جرندہ، برشلونہ، اور طرکونہ وغیرہ داخل تھے، اس طرح اسلامی اندلس کا چپہ چپہ عبدالرحمٰن کے حیطۂ اقتدار مین داخل ہوگیا

بغاوتون کی ابتدا

عبدالرحمٰن نے صرف ۶، مہینون کی تگ و دو مین اندلس مین اپنی عظیم الشان سلطنت قائم کرلی تھی، اس کی دعوت وتبلیغ اس تیزی سے آگے بڑھی کہ اس کے درمیان مین کسی کو سنجیدگی سے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہین ملا، حالانکہ اس وقت بھی اندلس مین بیشمار قبائلی اختلافات موجود تھے، سب سے پہلی مرتبہ جیسا کہ اوپر گذرا یمنی جماعت کے سرخیل ابوالصباح کی آنکھین کھلین، یوسف کے شکست کھاجانے کے بعد ایک وسوسہ اس کے دل مین پیدا ہوا تھا جس کو اس نے اپنے ایک یمنی دوست ثعلبہ کے سامنے ظاہر کردیا، لیکن بعض جماعتون کی مخالفت کے باعث یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی، اور بات وہین پر ختم ہوگئی،

لیکن یہ خبر کسی طرح عبدالرحمٰن کے کانون مین پہونچ گئی، اس نے ثعلبہ کو بلا بھیجا، اور حلف دیکر اس سے واقعہ پوچھا، اس نے سچی بات بیان کردی، عبدالرحمٰن نے اس تلخ گھونٹ کو اس وقت خاموشی سے پی لیا، اور دل مین اس کو چھپائے رکھا، اپنے موالی کی جماعت کو اپنے قریب کرلیا، بااین ہمہ ابوالصباح نے عبدالرحمٰن کی سلطنت کے قیام کے سلسلہ مین اہم خدمات انجام دی تھین اس لئے عبدالرحمٰن کے دل مین اس کی بڑی قدر ومنزلت تھی، اشبیلیہ کی بڑی ولایت اسی کے سپرد تھی اپنے عہدہ پر فائز رہا، وہ عبدالرحمٰن کے ظاہر برتاؤ مین کوئی فرق نہین آنے پایا، لیکن جب اس کو دوسری طرف کچھ اطمینان ہوا تو اس کے

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۰

انتقام کا جذبہ بیدار ہوا اور اس نے ابو الصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کر دیا، اور
جیسا کہ اوپر گذرا عبد الملک مردانی اس عہدہ پر مامور کیا گیا،

ابو الصباح کے واقعہ عزل سے اندلس مین خوابیدہ فتنہ جاگ اٹھا، یمانی جماعت اس سے برگشتہ ہو گئی، پھر بنو امیہ اور ان کے موالی کو یہان رفتہ رفتہ جو اعزاز حاصل ہوتا گیا، ان کے منصبون مین جو ترقیان ہوتی گئین ان کی دولت و ثروت اور جاگیرون مین جو اضافہ ہوتا گیا، اسی کے بالمقابل مختلف عرب و بربر قبائل کے معززین اپنے منصبون سے برطرف، جاگیرون سے دستبردار اور اپنے عالیشان محلون سے بے دخل کئے گئے، اس کے نتیجہ مین بے اطمینانی پھیلی اور اس کا پہلا مظاہرہ یوسف کی فوجکشی کی صورت مین دکھائی دیا جب کہ بیس ہزار سپاہی اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے تھے،

یوسف کی شکست کے بعد یہ لوگ ملک کے مختلف گوشون مین پھیل گئے اور ان مین کے معززین مین سے جس کو جہان موقع ملتا، وہ جماعت اکٹھا کر کے بغاوت کا علم بلند کر دیتا، اور کسی شہر یا قلعہ پر قبضہ کر لیتا، عبد الرحمن فوج لیکر آتا اور بغاوت فرو کرتا، ان بغاوتون کا سلسلہ یوسف کے قتل کئے جانے کے سوا سال کے بعد شروع ہو گیا،

یوسف اور صمیل کی زندگیون کے ختم ہو جانے کے بعد عبد الرحمن نے بھی بے خوفی سے قدم بڑھائے، اب بنو امیہ، موالی بنو امیہ اور ان کے ہمدردون پر مشتمل ایک مستحکم فوج اندلس مین تیار ہو چکی تھی، رفتہ رفتہ اس کے گرد و پیش سے وہ لوگ بھی علیحدہ ہونے لگے جو قیام حکومت مین اس کے دست راست تھے، اور جن کی کوششین اور ہمدردیان اگر ابتداً اس

ہین، چنانچہ ان مین سے ابو الصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کرنے کے بعد اس پر بعض الزامات لگا کر قتل کرا دیا، اس کے واقعۂ قتل سے یمانی جماعت پورے طور پر اس کے ہاتھون سے نکل گئی، عبد اللہ بن خالد بھی ولایت کے عہدہ سے معزول کیا گیا، اس کے بعد اس نے سیاسیات سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی، اسی طرح رفتہ رفتہ اس کے ارد گرد کا ہر جان نثار یا تو خود علحدہ ہو گیا، یا عبد الرحمٰن نے علحدہ کیا، یا عبد الرحمٰن یا اس کے ولیعہد کے ہاتھون نذرِ تیغ ہوا،

اندلس کے ان اکابر سے عبد الرحمٰن کے اعتماد کے اٹھ جانے سے قدرتی طور پر ان کے دلون مین بھی اطاعت کا جذبہ باقی نہین رہا، اور ان مین سے بیشتر لوگون نے رفتہ رفتہ مخالفانہ سرگرمیون حصہ لینا شروع کیا، پھر اندلس مین بار بار بغاوتین پھیلنے سے بنو عباس کو بھی ادھر نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا موقع ملا، اور چند دنون کے لئے یہان عباسی دعوت کا بھی علم سرے سے بلند ہوا اور اس فضا سے اندلس مین ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ عبد الرحمٰن کو اپنی تمام عمر انہی بغاوتون کے استیصال اور قیام امن کی کوششون مین گذارنی پڑی، اور اس کے مرنے سے پہلے تک ان بغاوتون کا سلسلہ موقوف نہ ہو سکا،

ان بغاوتون کا مختصر حال ذیل مین درج کیا جاتا ہے،

جنوبی اندلس مین بغاوت یوسف کے قتل کے بعد سب سے پہلے علم بغاوت ۱۴۳ھ ۷۶۰ء مین ارزق ابن نعمان غسانی نے جزیرہ خضراء مین بلند کیا، یہان سے ایک فوج لیکر مدینہ شذونہ پہونچا اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی، اس کے بعد اشبیلیہ آیا، یہان یوسف کے ہمنواؤن کی جماعت موجود تھی، شہر کے پھاٹک کھول دیئے گئے، اور اس پر بھی قبضہ ہو گیا، اس طرح جنوبی اندلس کا ایک وسیع علاقہ اس کے اقتدار مین داخل ہو گیا،

عبدالرحمن بڑی عجلت سے اس بغاوت کو فرو کرنے کیلئے خود فوج لیکر آیا اور اشبیلیہ کا محاصرہ کر لیا شہر والے محاصرہ سے پریشان ہو گئے عبدالرحمن نے ان کے سامنے غسانی کے حوالہ کرنے کی شرط پیش کی ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کر کے رزق کو اس کے حوالہ کر دیا عبدالرحمن نے اس کو قتل کرا دیا، اور شہر والوں کو امن دیکر واپس چلا گیا،[1]

طلیطلہ میں بغاوت اس کے ایک سال کے بعد ۱۴۷ھ میں ہشام بن عروہ فہری نے طلیطلہ میں بغاوت کی، اس کیساتھ بعض ممتاز عمائد حیات بن ولید تجیبی اور عمری وغیرہ تھے، عبدالرحمن نے طلیطلہ پر بھی فوجکشی کی، اور اس کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ کی سختیاں زیادہ بڑھیں تو اس نے اطاعت قبول کرنی چاہی، عبدالرحمن نے اس کے لڑکے کو یرغمال لیکر اس کو امان دیدی، عبدالرحمن کے پیٹھ پھیرتے ہی اس نے پھر سرکشی اختیار کر لی، عبدالرحمن دوبارہ فوج لیکر آیا، اور اس کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی، جب اس کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اس کے اس لڑکے کو جو اس کے پاس مقید تھا قتل کر دیا، اور اس کے سر کو منجنیق میں ڈال کر شہر میں پھینکوا دیا، اور اس سال محاصرہ اٹھا کر واپس لوٹ آیا، اور طلیطلہ چند سالوں کے لئے بغاوتوں کا مرکز بن گیا[2]

عباسی دعوت جیسا کہ اوپر گذرا عبدالرحمن نے فتح قرطبہ کے بعد اندلس کی مسجدوں میں عباسیوں کا خطبہ جاری کر دیا تھا، اسطرح عباسی خلافت کی سیادت تسلیم کر لی تھی، مگر عبدالملک نے اندلس میں آکر اس رسم کے بند کرنے کا مشورہ دیا، عبدالرحمن نے مخالفت کی لیکن عبدالملک نے اصرار سے کہا کہ یہ لوگ اس کے خاندان پر جو ستم ڈھا چکے ہیں، اس کے بعد ایسی رواداری کی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ عبدالرحمن نے اس کا مشورہ قبول کر کے المنصور عباسی کا نام خطبہ سے

"امیر" کا لقب اختیار کیا،

عبدالرحمن کا یہ طرزِ عمل قدرتی طور پر خلیفہ عباسی المنصور کو ناگوار گذرا، اس لئے جب اس کو مشرقی معاملات سے یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے اندلس کی طرف توجہ کی، اس زمانہ میں اندلس میں بغاوتوں کے آثار نمایاں تھے، المنصور نے اس موقع کو غنیمت جانا، اور اپنے ایک معتمد علا ابن مغیث یحصبی کو جو افریقیہ کے ممتاز قائدین میں سے تھا، اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی، اس نے آمادگی ظاہر کی تو المنصور نے پوچھا کہ مشرق سے فوج بھیجنے کی بھی ضرورت ہے یا وہاں فراہم ہو جائیگی، علا نے اطمینان دلایا کہ سارے کام یہاں انجام پا جائیں گے، وہاں سے صرف عباسی علم اور فرمان ولایت بھیج دیا جائے، چنانچہ المنصور کا قاصد خلعت، فرمان ولایت اور سیاہ علم لیکر علا کے پاس آگیا،

علا ان دنوں افریقیہ میں مقیم تھا، وہاں سے ۱۴۶ھ میں اپنے وطن مغربی اندلس کے مشہور شہر باجہ میں آیا،[۱] اس نے باجہ میں سیاہ عباسی علم بلند کیا، خود سیاہ کپڑے پہنے اور اپنی جماعت کا نشان سیاہ لباس قرار دیا، اور ابو جعفر المنصور کے لئے بیعت لینی شروع کی، اس کا ساتھ دینے کیلئے ایک کثیر خلقت اس کی طرف امنڈ آئی، اور پورے اندلس میں عباسی دعوت کی تائید و حمایت کا جذبہ جوش و خروش سے پیدا ہو گیا، اندلس کی مسجدوں میں خلیفہ کیلئے دعا کی گئی، اور عبدالرحمن

[۱] مؤرخین کے بیانوں میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ افریقیہ سے آیا تھا، اور باجہ میں بغاوت کا آغاز کیا تھا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ باجہ ہی کا باشندہ تھا، اور یہیں فرمان خلافت و علم آیا، اول الذکر روایت ابن عذاری، ابن اثیر، ابن خلدون اور مقری کی ہے، مؤخر الذکر بیان ابن القوطیہ کا ہے، اول الذکر روایت نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، مؤخر الذکر بیان بھی اس لحاظ سے قرین قیاس ہے کہ کسی اجنبی کا کسی مقام پر آکر اسقدر جلد کامیاب ہونا دشوار ہوتا، اس لئے ہم نے تطبیق کی وہ صورت اختیار کی جو متن میں درج ہے،

کو خلافت کا باغی قرار دیکر اس کو غاصب و مرتد کے لقب سے یاد کیا گیا، یہ تبلیغی کوششین کامیاب ہوئین اور ہر طرف سے لوگ سیاہ کپڑون مین ملبوس ہو کر اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے عبد الرحمن نے نگاہ اٹھائی تو بجز امویون اور موالی بنو امیہ کے قریب سے قریب تر لوگ اس کے گرد سے اٹھ کر عباسی علم کے نیچے جمع ہو گئے تھے، اور جو باقی تھے ان کے دلون کا حال بھی معلوم نہ تھا، اور ایسا ماحول پیدا ہو چکا تھا کہ نہ صرف اس کی نوخیز سلطنت کے قیام و بربادی کا سوال تھا، بلکہ اس کی اور اس کے اعوان و انصار کی موت و حیات کی گھڑی آپہنچی تھی، چنانچہ وہ اپنے معتمد ترین موالی اور مخصوص جان نثارون کو ساتھ لیکر قرطبہ سے باہر نکلا،

دوسری طرف علاء کا رخ باجہ سے جنوبی اندلس کی طرف تھا، باجہ مین اہل مصر آباد تھے وہ سب کے سب اس کے علم کے نیچے جمع ہو چکے تھے، پھر مختلف شہرون کے عرب برابر اپنے اپنے سردارون کیساتھ آرہے تھے، چنانچہ واسط بن مغیث طائی، اور امیہ بن قطن فہری اس کے اہم مددگارون مین تھے، علاء باجہ سے اشبیلیہ آیا، یہان یمانی جماعت نے پوری ہمنوائی کی، اور وہ اس فوج مین شریک ہو گئے، یمانیہ کی شرکت کے بعد امیہ بن قطن فہری کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی، چنانچہ اس کو اشبیلیہ مین گرفتار کر کے قید کر دیا گیا،

عبد الرحمن اپنی جماعت کے ساتھ اشبیلیہ کے نواح مین ایک قلعہ ، عواق مین اترا، یہان معلوم ہوا کہ غیاث بن علقمہ لخمی شذونہ سے فوج لیکر ... علاء کے پاس جا رہا ہے، عبد الرحمن نے بدر کی سرکردگی مین اس کو روکنے کیلئے فوج کا ایک دستہ بھیجا، وادی ابرہ و نہر کبیر کے درمیان دوآبہ مین اس نے اس کا راستہ روک دیا، بدر نے لشکر سے مقابلہ کرنے کے بجائے

اس کے بعد عبد الرحمٰن کو علاء کے قرمونہ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی عبد الرحمٰن نے بدر سے کہا اس وقت سب سے اہم ضرورت قرمونہ مین داخل ہو جانا ہے پوری تیزی سے ادھر بڑھ جائیے اور راتون رات پہونچکر قرمونہ کے دروازہ پر اپنے خیمے نصب کر دے اور قرمونہ والون مین سے اطاعت کرنے والون کو اپنے علم کے نیچے لے آئے یہان تک کہ صبح کو وہ خود لشکر لیکر آجائے چنانچہ بدر تھوڑے سے سوارون کیساتھ قرمونہ پہنچ گیا، اور دروازے پر اپنے خیمے نصب کر دیئے علاء کے لشکر نے یہان پہونچکر شاہی خیمے نصب دیکھے تو میدان ہی مین ٹھہر گیا اس اثنار مین عبد الرحمٰن لشکر لیکر آگیا، گھوڑون کی ٹاپ کی آواز سے نئی کمک کے آنے کا حال انھین معلوم ہوا، عبد الرحمٰن کیلئے قرمونہ کے پھاٹک کھلے ہوئے تھے، وہ باطمینان اس شہر مین داخل ہو کر محصور ہو گیا،

قرمونہ بلندی پر آباد تھا، اور یہ قدیم زمانہ سے ناقابل فتح سمجھا جاتا تھا، عبد الرحمٰن نے اس قلعہ کا انتخاب بڑی دانشمندی سے کیا تھا، علاء نے اپنی ٹڈی دل فوج سے اس کا شدت سے محاصرہ کر لیا، تقریباً دو مہینے محاصرہ کی حالت مین گذر گئے، اور عبد الرحمٰن پر دسترس حاصل کرنا کسی طرح ممکن نہ ہو سکا، یہ دیکھکر حملہ آورون مین بد دلی پیدا ہونا شروع ہوئی، اور فوج مین رسد کی کمی بھی پڑی، چنانچہ کچھ لوگ آنکھین بچا کر اپنے گھرون کو لوٹ گئے، اور کچھ لوگون نے کھانے اور پینے کی تکلیف کا عذر کر کے علاء سے رخصت حاصل کی، اس طرح حملہ آورون مین انتشار پیدا ہو گیا، اور اب عبد الرحمٰن کے اقدام کا وقت آپہنچا تھا، اس کے ساتھ قلعہ مین صرف سات سو سوار تھے، اس نے قرمونہ کے ایک پھاٹک پر جو اشبیلیہ کی طرف کھلتا تھا، اور باب اشبیلیہ کہلاتا تھا، آگ جلوائی، پھر اپنے سپاہیون کو تلوارین بے نیام کرنے کا حکم دیا، اور سب نیامین اس آگ مین جھونک دی گئین، اس کے بعد یہ جماعت مرنے یا مارنے کا

عہد کرکے ننگی تلوارین ہاتھ مین لیکر نکلی، اور شبخون مار کر جوش و خروش سے محاصرین پر ٹوٹ پڑی، اور بڑی ہی خون ریز لڑائی ہوئی، علاء کے ساتھیون کے دل ٹوٹ چکے تھے، وہ ایسے بے جگرانہ حملہ کی تاب نہ لاسکے، اور ان کے قدم اکھڑ گئے، سات ہزار عباسی اس لڑائی مین کام آئے، جن مین بڑے بڑے قائدین بھی تھے، اور خود علاء بھی میدان جنگ مین کام آگیا،

امیر عبد الرحمن کا تحفہ المنصور کیلئے

عبد الرحمن کی اس فتح سے اندلس مین اموی حکومت کی بنیاد چارسو برس کیلئے مستحکم ہوگئی، اس نے فتحیابی کے بعد سالار لشکر علاء اور اس کی فوج کے چیدہ افسرون کے سر کاٹے اور ان مین نمک اور کافور بھرا، نشان و علم پر قبضہ کیا، وہ فرمان ولایت بھی ہاتھ آگیا، جو المنصور کی طرف سے علاء کے پاس آیا تھا، اور سپاہیون کے جسم سے سیاہ کپڑے اتارے اس کے بعد اس نے مقتولین کے سرون مین کافور اور نمک بھرا، اور ان کے کانون مین چھید کرکے ہر ایک کے نام و نشان کا پرچہ بندھوایا، اور ایک تھیلے مین علاء اور اس کے ممتاز ساتھیون کے سر، المنصور کا وہ فرمان جو علاء کے نام آیا تھا اور عباسی علم اور سیاہ کپڑے بھروائے، اور اسی طرح دوسرے تھیلے مین چند افسرون کے سر اور سیاہ کپڑے رکھوائے، اور پھر ایسے دو آدمیون کو جو ان مین سے پہلے تھیلے کو مکہ کی گلی مین اور دوسرے کو قیروان کی گلی مین ڈال دین بڑا انعام دینے کا اعلان کیا، چنانچہ دو جانباز اس خدمت کیلئے مل گئے، ان مین سے ایک نے ایک تھیلا قیروان کی گلی مین ڈال دیا، اور قیروان کے ارباب حکومت نے اس عبرت کے تماشہ کو دیکھا، اور دوسرا تھیلا مکہ معظمہ کی گلی مین جہان اس زمانہ مین المنصور بھی حج کیلئے گیا تھا، اس کے سراپردہ کے پاس بڑی جرأت سے ڈال دیا گیا، لوگون کی نظر پڑی تو اس تھیلے کو المنصور کے پاس لیگئے

یہ انسان نہیں کسی شیطان کا کام ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے اور ایسے دشمن کے درمیان سمندر حائل کر دیا،
اس کے بعد اس نے اس سمندر کے عبور کرنے کا کبھی حوصلہ نہیں کیا[1]،

اس کے بعد عبد الرحمن نے اندلس کے ان سرکشوں کی گوشمالی کی فکر کی، جنھوں نے عباسی لشکر کا ساتھ دیا تھا، اسے آسانیاں بہم پہنچائی تھیں، اور اس وقت بھی اپنی بغاوتوں پر قائم تھے اس سلسلہ میں بغاوتوں اور ان کے استیصال کا سلسلہ سالہا سال تک قائم رہا، چنانچہ طلیطلہ، لبلہ، اشبیلیہ، قلعہ رعواق، اشذونہ، کورہ جیان، باجہ، شنت بریہ، قلعہ شطران، سرقسطہ وغیرہ اہم مقامات ہیں یکے بعد دیگرے زور و شور سے بغاوتیں پھیلیں، عبد الرحمن اگر ایک طرف آگ بجھاتا تو دوسری طرف سلگ جاتی، اور اس طرفیہ سے گویا سارے اندلس میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی، اس موقعہ پر اگر اموی خاندان اپنے خاندانی شرف و عزت کے لئے جان پر کھیل نہ جاتا تو اسی وقت سے بنو امیہ کا نام و نشان صفحۂ وجود سے مٹ جاتا، لیکن امویوں نے شاہی و غیر شاہی خاندان کی تفریق کئے بغیر بڑی جوان مردی، ایثار اور ہمت سے کام لیا، اور ہمہ تن مستعد ہو کر اتش بغاوت فرو کی، جس کا سلسلہ کم و بیش ۱۴۶ھ / ۷۶۳ء سے ۱۶۰ھ / ۷۷۷ء تک قائم رہا، بلکہ اسی اثنا میں مخالفین نے بعض اموی شاہزادوں کو بھی اپنی سازش میں لینا چاہا، اور انھیں سپر بنا کر خروج کرنا چاہا، مگر عبد الرحمن اپنی ہوشمندی سے ان تمام مشکلات پر غالب آتا گیا،

طلیطلہ — طلیطلہ میں ۱۴۴ھ / ۷۶۱ء میں بغاوت اٹھ چکی تھی، اور عبد الرحمن دو مرتبہ فوجکشی کر چکا تھا، عباسی لشکر کو منتشر کرنے کے بعد اس نے ۱۴۷ھ / ۷۶۴ء میں اپنی مہم کا یہیں سے آغاز کیا، چنانچہ وہ قرطبہ لوٹ آیا، اور بڑی فوج دیکر بدر اور تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کے سر کرنے کے لئے بھیجا، محاصرہ

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱، ابن القوطیہ ص ۳۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۲۴۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲ (اس میں علا کی فوجکشی کا سال ۱۴۹ھ چھپا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے) نفح الطیب ج ۲ ص ۶۷،

کی شدت بڑھی تو اہل شہر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، بدر نے سرکش سرداردن کے حوالہ کر دینے کا مطالبہ کیا، چنانچہ ہشام بن عروہ فہری حیات بن ولید نجیبی اور حمزہ بن عبد اللہ ابن عمر عمری، بدر کے حوالہ کر دیئے گئے،

بدر نے ان قیدیون کو تمام بن علقمہ کی معیت مین قرطبہ بھیجا، اور خود عبد الرحمن کے حکم کے انتظار مین طلیطلہ مین ٹھہر گیا، تمام مقام اوریط تک پہنچا تھا کہ عاصم بن مسلم ثقفی سے ملاقات ہوئی، وہ عبد الرحمن کا بھیجا ہوا قرطبہ سے آرہا تھا، عبد الرحمن نے تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کی ولایت پر مامور کیا تھا، اور بدر کو قرطبہ واپس بلایا تھا، چنانچہ تمام نے ان قیدیون کو ابن مسلم کے حوالہ کیا، اور طلیطلہ پہنچکر بدر کو قرطبہ بھیج دیا، اور وہان کی ولایت کی زمام اپنے ہاتھون مین لے لی،

قیدیون کو سزائین عاصم بن مسلم ان قیدیون کو لیکر قرطبہ روانہ ہوا، قرطبہ کے قریب ایک گاؤن مین پہنچکر ٹھہر گیا، یہان پولیس کے ذریعہ موٹے اون کے چند جبے، چند گدھے، اور حجام بلوائے اور ان قیدیون کے سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوائے، ان کے کپڑے اُتار کر تکلیف دہ موٹے اونی جبے پہنا کر پیرون مین بیڑیان ڈالین، اور گدھے پر سوار کر کے اسی ہیئت مین قرطبہ کے بازار سے گذارا، اس کے عبد الرحمن نے ان سب کو قتل کرا کر سولی پر لٹکا دیا،[1]

یمانیون کا خروج طلیطلہ کے مغلوب ہونے کے بعد، یمانیون نے نئے سرے سے زور پکڑا، اس کی ابتدا ایک عجیب واقعہ سے ہوئی، لبلہ مین سعید یحصبی معروف بہ مطری کو سیادت حاصل تھی،

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱، ۱۰۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۲۴۴، ابن خلدون مین اس حملہ کا

اس نے ایک دن نشہ کی حالت مین ان یمانی مقتولین کو یاد کیا، جو علاؔ کی معیت مین قتل کئے گئے تھے، اور جوش مین آکر ایک نیزے مین علم باندھ کر کھڑا کر دیا، نشہ اترا تو اس نے اس علم کے متعلق دریافت کیا، اس کو نشہ کی حالت مین جو کچھ اس نے کیا تھا، اطلاع دی گئی، اس نے کہا خبر پھیلنے سے پہلے علم کو کھول دو، مگر خبر پھیل چکی تھی، اب اس نے کہا، بغیر کچھ کئے اب میرا علم نیچا نہین ہو سکتا، اس کے بعد اس نے یمانیون کو جنگ کی دعوت دی، پوری جماعت کے جذبات ابھرے ہوئے تھے، وہ اس کے علم کے گرد جمع ہو گئے، وہ لبلہ سے کوچ کر کے اشبیلیہ آیا، یہان امویون کے خلاف جماعت موجود تھی، اس شہر پر قبضہ کر لیا، اب اس کی جمعیت مین اضافہ ہو گیا، اطراف و جوانب مین بھی مختلف سردارون کو ساتھ دینے کی دعوت بھیجی، مختلف سمتون سے لوگ اس جنگ مین شریک ہونے کیلئے آنے پر آمادہ ہو گئے، حالات کی اطلاع عبد الرحمن کو پہنچی، وہ فوج لیکر ادھر آیا، مطری نے اشبیلیہ کو غیر محفوظ پا کر اس کے قریب کے قلعہ رعواق کو اپنا مامن بنایا، اور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۹ھ کو اس مین قلعہ بند ہو گیا، عبد الرحمن نے یہان پہنچکر اس کا محاصرہ کر لیا، اس کے ساتھ مختلف سمتون مین فوجین بھیجین کہ اس کی مدد مین آنے والے لشکرون کو اسی طرف روکا جائے، مطری اس دور کے ممتاز بہادرون مین سمجھا جاتا تھا، وہ اپنے رفیق سالم بن معاویہ کلاعی کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا، دونون فوجون مین مقابلہ ہوا، مطری اور کلاعی دونون مارے گئے، اس کے قلعہ والون نے خلیفہ بن مروان کو اپنا امیر بنا کر مقابلہ کیا، مگر محاصرہ کی سختیان بڑھتی گئین، بالآخر قلعہ والون نے امان چاہی، عبد الرحمن نے اس شرط پہ امان دی کہ خلیفہ بن مروان اور اس کے چند چیدہ رفقاء، اور قلعہ کی عمارت اس کے حوالہ کر دی جائے، قلعہ والون نے یہ شرط قبول کر لی، چنانچہ عبد الرحمن نے خلیفہ اور اس کے رفقاء کو قتل کرایا، اور قلعہ کے جنگی

استحکامات توڑ دیئے،

شذونہ کے رئیس غیاث بن علقمہ لخمی نے بھی مطری کی ہنوائی کی تھی، اموی حکومت سے اس کی برہمی کا واقعہ کوئی راز نہ تھا، عبد الرحمن نے اسی مہم مین اس قضیہ کو بھی چکادینا مناسب سمجھا چنانچہ فوج لیکر شذونہ آیا، اور شہر کا محاصرہ سختی سے کرلیا شہر والون نے امان چاہی، اس نے چیدہ افسرون کو طلب کیا، وہ حوالہ کردیئے گئے، وہ انھین ساتھ لے کر قرطبہ لوٹ آیا،

قرطبہ پہنچنے کے بعد کورہ جیان سے ایک باغی عبد اللہ بن خراشہ اسدی کے خروج کرنے کی اطلاع ملی، اس کیساتھ بھی یمانیون کی بڑی تعداد تھی، وہ فوج لیکر قرطبہ پر چڑھائی کرنے کے لئے آیا، اودھر سے عبد الرحمن نے لشکر بھیجا، جس نے اس کی جمعیت کو منتشر کردیا، ابن خراشہ نے امان طلب کی، عبد الرحمن نے امان دی، اس کے بعد اس نے کبھی غداری نہین کی،

اس کے بعد ۱۵۰ھ مین ایک دوسرے قائد غیاث بن میسر اسدی نے خروج کیا، باجہ کے شاہی عامل نے اس کی بغاوت فرد کرنے کیلئے فوجکشی کی، یہ جمعیت بھی منتشر ہوگئی، اور غیاث جان سے مارا گیا، عامل نے اس کا سر کاٹ کر عبد الرحمن کے پاس قرطبہ بھیجدیا، تھوڑے دنون کے لئے ان مخالفین کی سرگرمیون کی طرف سے یکسوئی حاصل ہو اس کے بعد چند دنون کے لئے ان مخالفین کی سرگرمیون کی طرف سے یکسوئی حاصل ہو

حکومت کا ایک نیا دعویدار

اس کے بعد ۱۵۱ھ مین مشرقی اندلس مین ایک نیا فتنہ اٹھا، اس وقت تک بربری جماعت عبد الرحمن کے مقابلہ مین نہین آئی تھی، قبیلہ مکناسہ کا ایک شخص

عبد اللہ یا سفیان بن عبد الواحد معروف بہ شقنا، معلمی کی خدمت انجام دیتا تھا، اس کی ماں کا نام فاطمہ تھا، اس نسبت سے اپنے کو اس نے ابن فاطمہ مشہور کیا، پھر عربی نسبت اختیار کر کے "فاطمی" کہا جانے لگا، پھر اس نے آل رسول میں ہونے کا دعویٰ کیا، اور تخت اندلس کا دعویدار بن بیٹھا، بربر فاطمی دعاۃ کی تبلیغ سے آل رسول کا بڑا احترام کرتے تھے، وہ شقنا کی پھیلائی ہوئی غلطی فہمی کے شکار ہوئے، اور بڑی تعداد میں اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے، وہ شنت بریہ میں مقیم تھا، یہیں اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا،

عبد الرحمٰن کو خبر ملی، تو اس نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو جسے ۱۴۷ھ میں اس نے شام سے بلوایا تھا، قرطبہ میں اپنا جانشین بنایا، اور فوج لیکر شنت بریہ آیا، یہ شہر صوبہ طلیطلہ میں پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا، پہاڑیوں میں بیشمار خفیہ درے اور راستے تھے، شقنا شاہی لشکر کی خبر سنتے ہی پہاڑیوں پر چڑھ کر دروں میں روپوش ہو گیا، عبد الرحمٰن نے کچھ دنوں انتظار کیا، یہ لوگ پہاڑیوں سے اترتے، شاہی لشکر تعاقب کرتا، اور یہ پھر دروں میں گھس جاتے، ان پہاڑیوں پر چڑھ کر تعاقب کرنا، اور آسان اور خطروں سے خالی نہ تھا، مجبوراً عبد الرحمٰن اس معاملہ کو اس علاقہ کے والی کے سپرد کر کے قرطبہ واپس چلا آیا،

شقنا کی یہ بغاوت کامل نو برس تک قائم رہی، اس زمانہ میں طلیطلہ کا والی حبیب بن عبد الملک تھا، اس نے ایک قائد سلیمان بن مروان کو جو حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے تھا، اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج دیکر مامور کر دیا، لیکن شقنا نے سلیمان کو آسانی سے مغلوب کر لیا، اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا، اور شنت بریہ میں دوبارہ داخل ہو گیا، اب اس کا حوصلہ بڑھ چکا تھا، اس نے اندلس کے ایک اہم شہر فوریہ پر تاخت کی جہاں بربر دن کی آبادی غالب تھی، وہ لوگ بھی اس کے ہمنوا ہو گئے، اور اس نے نواح فوریہ پر قبضہ کر لیا، لیکن

شہر پر اموی عامل قابض رہا، اس کے بعد یہ لوٹ آیا اور شہر پر دوبارہ اموی عامل کا قبضہ ہوگیا،
عبد الرحمٰن کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ۱۵۲ھ میں وہ دوبارہ اس کی سرکوبی کیلئے آیا،
مگر کامیابی نہیں ہوئی، پھر ۱۵۳ھ میں بدر کی سرکردگی میں فوج بھیجی اب وہ شبطران میں جو اسی نواح
میں ایک مستحکم قلعہ تھا، مقیم تھا، بدر نے یہاں پہنچکر اس قلعہ کو خالی پایا، وہ فرار ہوچکا تھا اس کے
بعد ۱۵۴ھ میں عبد الرحمٰن نے پھر ناکام کوشش کی، پھر ۱۵۵ھ میں ابو عثمان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا،
اس مرتبہ اس نے اس آزمودہ کار اموی قائد کو نیچا دکھایا، اس کی فوج کو اس سے ایسا برگشتہ
کیا کہ وہ اپنی جان لیکر فرار ہوگیا، اس لشکر میں جو چند اموی تھے وہ قتل کردیئے گئے، باقی پوری فوج
اس کے علم کے نیچے چلی گئی، اس کامیابی کے بعد اس نے اسی سال ۱۵۵ھ میں انہی اطراف
کے ایک قلعہ معروف بہ مداین پر تاخت کی، اس کے اموی عامل کو فریب سے باہر بلا کر قتل کردیا،
اور قلعہ پر مع ساز و سامان اور اسلحہ کے قبضہ کرلیا، پھر ماردہ کے والی ابو زعبل سالم پر اچانک حملہ کیا، اور
اس کو قتل کردیا،

اس کے بعد عبد الرحمٰن نے ۱۵۶ھ میں پھر قلعہ شبطران کا محاصرہ کیا، مگر وہ چھپ کر
پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہوگیا، اس کے بعد ۱۵۸ھ میں شہر قوریہ کے باشندوں نے جو اس کی
اطاعت قبول کرچکے تھے اس شہر کے اموی عامل کو گرفتار کرکے شقنا کے سپرد کردیا، اور وہ اس
شہر پر قابض ہوگیا، عبد الرحمٰن لشکر لیکر قوریہ پہنچا، مگر وہ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر فرار ہوچکا تھا،
عبد الرحمٰن نے قوریہ کے اعیان و معززین کی ایک بڑی جماعت کو گرفتار کرکے تہ تیغ کردیا، پھر
۱۵۹ھ میں اس نے شنت بریہ پر فوج بھیجی، یہ مہم بھی ناکام رہی، پھر آخری مرتبہ ۱۶۰ھ میں
ابو عثمان اور تمام بن علقمہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، یہ دونوں قلعہ شبطران کا محاصرہ دو مہینے تک
کئے رہے، مگر وہ چھپ کر نکل گیا، اس اثنا میں ابو عثمان نے اپنے بھانجے وجیہہ غسانی کو اس کے

پاس سمجھانے بجھانے کے لئے قاصد بنا کر بھیجا، اس نے اپنی دعوت غسانی کے سامنے پیش کی، وہ اس سے متاثر ہوا اور دعوت کو قبول کر کے اسی کے پاس رہ گیا، اس کے بعد دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا، جس میں شقنا کو کامیابی ہوئی، یہ لوگ فوج لے کر واپس چلے آئے، اور شقنا شنتبریہ روانہ ہوا، اثنائے راہ میں ایک گاؤں قریۃ العیون میں قیام کیا، اس وقت اس کا وجود ایک بلائے بے درمان بنا ہوا تھا، فوجکشی پر فوجکشی ہوتی رہی، مگر وہ قبضہ میں نہیں آیا، پورے نو برس اسی طرح گذر گئے، مگر اب اس زندگی سے اس کے رفقاء بھی پریشان ہو چکے تھے، وہ اپنے خچر جس کا نام اس نے "الخلاصہ" رکھا تھا سوار تھا کہ اس کے دو رفیقوں ابو معن داؤد بن ہلال، ابو خریم کنانہ بن سعید اسود نے تنہائی میں موقع پا کر اس پر قاتلانہ حملہ کیا، پھر اس کا سر کاٹ کر عبد الرحمٰن کی خدمت میں لے آیا، اور عبد الرحمٰن نے ایک کسی طرح قابو میں نہ آنے والے دشمن سے نجات حاصل کی، اس کے مارے جانے کے بعد وجیہ غسانی فرار ہو گیا، اور ساحل البیرہ میں جا کر اترا، اور جمعیت فراہم کر کے علم بغاوت بلند کیا، عبد الرحمٰن نے شہید اور عبد وس بن ابو عثمان کی سرکردگی میں فوج بھیجی، جس نے اس کو عین عید کے دن گرفتار کر کے قتل کر دیا[1]،

ابو الصباح کا قتل

جماعت یمانیہ کا رئیس ابو الصباح، اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا، فتح قرطبہ کے دن اس کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ عبد الرحمٰن کے کانوں تک پہنچ چکا تھا، اس وقت اس نے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا، لیکن ابو الصباح کو نہ چھیڑا، یہ ولایت پر جیسے مامور تھا مامور رہا، اس کے بعد اس نے اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا، لیکن یہ خاموش رہا، علاء کی فوجکشی

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۴۶۳، ۴۶۴ و ج ۶ ص ۴، ۲۳، ۲۴، ۳۲ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳ نفح الطیب ج ۲ ص ۳، مجموعہ اخبار ص ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱

کے وقت بھی کسی نوعیت سے اس کی شرکت کا کوئی ثبوت نہین ملا، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اس نے فوج کے لوگون سے خط وکتابت کرکے ان کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا، اور عبد الرحمن کو اس کی اطلاع ملی، لیکن بعض دوسرے مورخین نے اس کو الزام نمراشی سے موسوم کیا ہے، اور اس کے دامن کو کسی باغیانہ تحریک مین ملوث ہونے سے پاک بتایا ہے، بہرحال عبد الرحمن نے علاء کے حملہ کو فرو کرنے اور پھر یمانیون کی قوت کو توڑنے کے بعد اس کو حیلہ سازی سے تمام ابن علقمہ کے ذریعہ قرطبہ مین بلایا، یہ چارسو رفیقون کیساتھ قرطبہ آیا، عبد الرحمن نے قصر حکومت مین اس کو بلوایا، یہان وہ تنہا تھا، اس نے اس سے تیز گفتگو کی، زجر وتوبیخ کے بعد ایک حبشی خادمہ کو جو باندیون کو آداب وشائستگی سکھانے پر مامور تھی اشارہ کیا، وہ چھپا کر خنجر لائی، اور اس پر وار کیا، ابو الصباح نے اس کو روکنا چاہا، تو محل کے دوسرے نوخیز غلام جو جھرمٹ لگائے کھڑے تھے اس پر ٹوٹ پڑے، اور اس کا سر تن سے جدا کردیا،

اس کے قتل کئے جانے کے بعد اس کی لاش کو اونی کمبل مین لپیٹ کر اس مقام سے ہٹا دیا گیا، اور خون کے داغ دھبے صاف کردیئے گئے، اس کے بعد عبد الرحمن نے اپنے وزراء اور معتمدین کو قصر مین طلب کیا، اور ان سے پوچھا کہ مین ابو الصباح کو قتل کرنا چاہتا ہون، کیا رائے ہے، لوگون نے ہمزبان ہوکر اس کی مخالفت کی، کہ قصر کے سامنے چارسو سپاہ اس کی کھڑی ہوئی ہے، شاہی لشکر بغاوتون کے فرو کرنے کیلئے باہر گیا ہوا ہے، اگر ہنگامہ بڑھا تو اس پر قابو پانا دشوار ہو جائے گا، صرف عبد الملک مروانی نے عبد الرحمن کی تائید کی کہ جو کچھ کرنا ہے کر گذرنا چاہئیے، اس وقت عبد الرحمن نے اشارہ کیا، ابو الصباح کا سر مجلس مین لایا گیا، کہ وہ پہلے ہی قتل کیا جا چکا ہے، اب علان عام کردو کہ ابو الصباح قصر مین مارا گیا، اس کے رفقاء کے لئے امن ہے، ان مین سے جس کا جی چاہے، امن پسندی سے اپنے شہر کو لوٹ جائے، چنانچہ

نقیب نے آواز لگائی، اموی حکومت کا رعب طاری ہو چکا تھا، کسی مین کوئی آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہوسکی، اس کے رفقا خاموشی سے گردن جھکا کے اپنے شہرون کو لوٹ گئے،[1]

یمانیون اور امویون کی خون ریز جنگ

لیکن ابو الصباح کے واقعہ قتل سے ملک کے یمانی گروہ مین آگ لگ گئی، دوسرے لوگون مین سے عبد اللہ بن خالد جو قیام حکومت مین عبد الرحمن کا دست راست تھا، اس قدر متاثر ہوا کہ اسی دن سے کنارہ کش ہو کر اپنے گاؤن مین گوشہ نشین ہوگیا، اور یمانیون مین تو انتقام کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اندلس مین مسلسل بغاوتون کا پھر ایک تار بندھ گیا،

چنانچہ حیات بن ملابس رئیس اشبیلیہ اور ابو الصباح کے دو چچازاد بھائی عبد الغفار ابن حمید یحصبی رئیس لبلہ و عمرو بن طاوت رئیس باجہ اور کلثوم بن یحصب وغیرہ ابو الصباح کے خون کے انتقام مین اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان کا پہلا اجتماع اشبیلیہ مین ہوا، عبد الرحمن اس زمانہ مین شقنا کا محاصرہ کئے تھا، سلیمان قرطبہ مین قائم مقام تھا، اس نے اپنے باپ کو اشبیلیہ کی بغاوت کی اطلاع بھیجی، وہ فوراً قرطبہ واپس آیا، اس کو باغیون کی کثرتِ تعداد سے سخت اندیشہ تھا، اس نے قرطبہ مین ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر عبد الملک بن عمر مروانی کو فوج دے کر بھیجا، اور خود اس کے عقب مین کمک کے طور پر فوج لئے ٹھہرا رہا، عبد الملک نے اشبیلیہ کے قریب پہونچکر اپنے بیٹے امیہ کو شہر کے حالات کی جستجو کے لئے ایک دستہ کیساتھ روانہ کیا، وہ اہل شہر کو بیدار پاکر خاموشی سے لوٹ آیا، عبد الملک نے اس کی واپسی کو اس کی بزدلی پر محمول کیا، اور جوش غضب مین اپنے جگر گوشہ کا کام تمام کر دیا، اس کے بعد اس نے اپنے خاص قبائل اور خاندان کے لوگون کو جمع کرکے جوش و خروش

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۵، ۱۰۶۔

سے کہا کہ

«ہم لوگ مشرق سے اٹھا کر مغرب میں پھینک دیئے گئے ہیں، مگر لوگ اس پر بھی حسد کرتے ہیں کہ یہ لقمہ بھی ہمارے ہاتھوں میں باقی نہ رہے تلوار کی نیام میں توڑ ڈالو بس موت ہے یا فتح و نصرت»

یمانیوں نے جیسے جوش و خروش سے یہ علم اٹھایا تھا، عبدالملک نے اسی طرح کی قبائلی عصبیت، اور جوش و ولولہ اپنے لشکر میں بھی پیدا کر دیا، لوگوں نے واقعی اپنی نیام میں توڑ کر پھینک دیں، یمانی لشکر سامنے صف بستہ موجود تھا، اس پر بے جگری سے ٹوٹ پڑے، اور بڑی خون ریز لڑائی ہوئی، آخر یمانیوں کے قدم اکھڑ گئے، اور تھوڑی دیر میں مطلع صاف ہو گیا، اس جنگ میں بہت سے یمانی مارے گئے، لیکن قائدین لشکر ہاتھ نہ آسکے، لیکن اُدھر عبدالملک زخموں سے چور ہو گیا، اسی حال میں اپنے خیمہ میں واپس لایا گیا، عبدالرحمٰن کو اس کی اطلاع ملی، وہ اسی وقت عبدالملک کی عیادت کیلئے دوڑ آیا، اس کے زخموں سے خون جاری تھا، دوسری طرف تلوار سے بھی خون کے قطرے ٹپک رہے تھے، اور تلوار اس کے ہاتھ میں جم کر رہ گئی تھی،

عبدالرحمٰن اس منظر کو دیکھ کر بیحد متاثر ہوا، اور فرط محبت میں اس کی پیشانی چوم لی، اور تبریک و تہنیت کے ساتھ اس کے خدمات کے اعتراف میں اس سے کہا «

«میں نے اپنے لڑکے اور ولیعہد ہشام کو تمہاری فلاں لڑکی کے حبالہ عقد میں دیا، اور اس لڑکی کو جہیز میں یہ دیا، اور یہ دیا، اور تمہارا، اور تمہاری دوسری اولاد کو یہ، اور یہ، جاگیریں دیں، اور تمہیں وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا»

یمانیوں کی صف آرائی | اس کے بعد دوسرے سال ۱۵۶ھ میں یمنی قائدین عبدالغفار

ابن حمید، عمرو بن طالوت، کلثوم بن یحصب، اور حیات بن ملابس نے بڑے پیمانہ پر فوجی تیاری کی، اس مرتبہ یمانیون کے پہلو بہ پہلو قبائل بربر بھی تھے، فوج لیکر قرطبہ کی طرف بڑھے، عبد الرحمن عیسائیون کی جارحانہ کاروائیون کو روکنے کیلئے سرحد پر گیا ہوا تھا، قصر قرطبہ مین شہید جو وزارت کے عہدہ پر مامور تھا، اس کی نیابت کررہا تھا، شہید نے باغیون کے اجتماع کی خبر بھیجی، وہ قرطبہ لوٹ کر آیا، اور رصافہ مین چند گھنٹون کے لئے ٹھرا، شہید نے کہا، قصر مین چل کر رات آرام سے بسر کرلی جائے، عبد الرحمن نے جواب دیا کہ "ایک شب کی آرام طلبی کیا فائدہ پہنچا سکتی ہی" اگر وہ مہم جو سامنے ہی سر نہ کرلی جائے، چنانچہ اسی وقت وہ فوج لیکر قرطبہ سے روانہ ہوگیا، اس کے لشکر مین نیس اشبیلی بھی تھے، جن مین وہاب کلبی، ابن خشخاش وغیرہ امتیاز رکھتے تھے، عبد الرحمن نے روانگی سے پہلے ان سب کو گرفتار کرکے قید کرادیا، اس کے بعد کوچ کا حکم دیا،

ادھر باغیون نے اس کے کوچ کی خبر سن کر صوبہ قرطبہ ہی مین دریاے میسر[1] کے کنارے اسی نام کے ایک قلعہ کو اپنی چھاونی بنایا، اور اس کے گرداگرد خندقین کھود کر اس کو مستحکم کرلیا، عبد الرحمن نے اس قلعہ کے قریب ایک گاؤن بنش کے ایک حصّہ مین جو رگا کنہ کے نام سے موسوم تھا فوج لیکر اترا، پھر صف بستہ ہوکر لڑائی شروع ہوگئی، چند دنون لڑائی کا سلسلہ جاری رہا،

عبد الرحمن ایک دن دشمنون کا سراغ لگانے کے لئے	عربون اور بربرون مین نفاق انگیزی

[1] مجموعہ اخبار کے نسخہ مین میسر چھپا ہی، افتتاح اندلس مین "منبس" اور "منبس" ہے اس کے مترجم نے اشتباہ کے ساتھ Bembeyan لکھا ہے، جس کو عرب جغرافیہ نویس "بنید ر" لکھتے ہین، شریف ادریسی نے اس نام کے قلعہ کا بھی تذکرہ کیا ہی، غالب گمان ہی کہ یہی قلعہ مقام جنگ تھا،

خود اپنے چند معتمد موالی اور رفقاء کو ساتھ لیکر نکلا، اور دشمنون کے لشکر مین بربرون کو اپنی زبان مین باتین کرتے ہوئے سنا، اس علاقہ مین بربرون کی وسیع آبادی تھی، وہ سب کے سب باغیون کے ساتھ ہو گئے تھے، شاہی لشکر مین بھی مغربی اندلس کے بربری قبائل موجود تھے، اس نے واپس آکر اپنے بربری موالی بنو خلیع، بنو وانسون اور بنو ہیمون کے سربرآوردہ لوگون کو بلایا، اور باغی لشکر کے بربرون کے متعلق ان سے گفتگو کی کہ انھین سمجھایا جائے کہ اگر عرب غالب آگئے اور موجودہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا، تو ان کی حکومت کے زمانہ مین بربرون کا زندہ رہنا دشوار ہو جائیگا، چنانچہ بنو ہیمون نے ان سے مراسلت کی، پھر وقت طے کر کے رات کی تاریکی مین یہ لوگ باغی لشکر کے قریب گئے، ان سے بربری زبان مین مفصل گفتگو کی، اور انھین باغیون کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کر لیا، اور اس سازش کو کامیاب بنانے کیلئے دوسرے دن میدان جنگ کے متعلق بھی چند باتین طے کر لی گئین،

دوسرے دن بربرون نے اپنے عرب ساتھیون سے کہا کہ وہ بغیر گھوڑے کے اچھی طرح نہین لڑ سکتے، عربون کو ان کی خاطر منظور تھی، عرب سوار اپنے گھوڑون سے اتر کر پیادہ ہو گئے، اور اپنے گھوڑے بربرون کے سپرد کر دیئے، جب لڑائی شروع ہوئی تو شاہی لشکر نے بربری جماعت کی طرف رخ کیا، اور بربر شکست کھاتے ہوئے پیچھے ہٹتے گئے، بربرون کا پسپا ہونا تھا کہ عربون کے قدم بھی اکھڑ گئے، فوج مین بھاگڑ مچ گئی، پھر بربر سوار اپنے گھوڑے بڑھاتے شاہی لشکر مین چلے آئے، اور عرب پیاہی بڑی بیدردی سے بڑی تعداد مین قتل کر دیئے گئے، چنانچہ بیس ہزار عرب اس لڑائی مین کام آئے، ابن القوطیہ کہتا ہے "وادی منبس کے پیچھے وہ گڑھا جس مین ان کے سر جمع کئے گئے تھے، ہمارے زمانہ تک مشہور تھا"

اس جنگ کے خاتمہ پر یمانیون کی قوت ہمیشہ کے لئے اندلس مین ٹوٹ گئی، حیات بن

ملابس وغیرہ لڑائی مین کام آئے، عبد الغفار کسی طرح فرار ہو کر جان بچانے مین کامیاب ہو گیا، لیکن اس کے بعد اس نے اندلس کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہدیا، وہ سمندر عبور کر کے مشرق مین چلا آیا، اور یہین اس نے اپنی باقی زندگی گذار دی،

عبد الرحمٰن اپنے فتح مند لشکر کے ساتھ قرطبہ واپس گیا، اور اس کی فوج کے جو نبیس اشبیلی قیدخانہ مین تھے، انھین قتل کرا دیا، اور دوسری طرف اس نے بربر قبائل اور موالی اور غلامون کو پہلے سے زیادہ اپنے قریب اور دار السلطنت کے امور مین شریک کر لیا، اور اس کی فوج مین اسلحہ سے آراستہ چالیس ہزار سپاہ تیار ہو گئی، [1]

چھوٹی چھوٹی چند اور بغاوتین

اسی زمانہ مین چند اور باغی ملک کے مختلف گوشون مین تھے، ان مین سے چند دوسرے بربر قبیلے ابراہیم بن شجرہ اور بربنسی مردانی کی سرکردگی مین جمع ہوئے تھے، جس وقت وجیہ غسانی کی جمعیت منتشر کرنے کیلئے عبدوس کو بھیجا گیا تھا، اسی وقت بدر کو فوج کا ایک دستہ دے کر ابراہیم بن شجرہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا، چنانچہ بدر نے بھی ایک لڑائی مین ابراہیم بن شجرہ کو شکست دی اور وہ قتل کیا گیا، [2]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۴، [2] ابن القوطیہ ص ۳۱، ۲، ۳ مجموعہ اخبار ص ۱۰۷، ۱۰۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، نفح الطیب ج ۲ ص ۶۷، ۳، ۷، سنہ ۱۵۶ھ کے واقعات کی تفصیل ابن اثیر مین ہی، اور سنہ ۱۵۷ھ کی آخر الذکر لڑائی کا صرف اجمالی ذکر ہی، اسی طرح ابن خلدون مین ذکر آیا ہی، ابن القوطیہ اور مجموعہ اندلس مین صرف آخر الذکر لڑائی کے واقعات ہین، بظاہر دونون تفصیلات ایک ہی موقع کیلئے متضاد بیانون کیساتھ نظر آتی ہین، مگر ابن اثیر کے اس تصریح سے کہ سنہ ۱۵۷ھ مین دوسری جنگ ہوئی اور اس مین خاتمہ ہوا، تطبیق کی یہی صورت سامنے آئی جو متن مین درج ہی، اور قرائن سے بھی صحیح معلوم ہوئے، مجموعہ اخبار مین عبد الغفار کا نام عبد الغافر ہی، ابن القوطیہ نے میدان جنگ مین اس کے قتل کا بھی تذکرہ کیا ہی، مگر صاحب مجموعہ نے وہ تفصیل درج کی ہی جو متن مین کی گئی، (باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۱ پر)

رماحس بن عبد العزیز کنانی جزیرہ خضرا کا والی تھا، اسی زمانہ میں اس نے بغاوت کی، دوشنبہ کو اس نے اپنی بغاوت کا اعلان کیا، جمعہ کو اس کی خبر قرطبہ پہنچی، پنجشنبہ کے دن عبد الرحمن فوج لیکر روانہ ہوا، ابھی بغاوت کو دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ سواروں کی آمد کی خبر ملی، یہ اس وقت حمام میں تھا، وہاں سے نکل کر زنان خانہ میں گیا، اور اہل وعیال کو ساتھ لیکر ایک جہاز پر سوار ہو گیا اور اندلس کی سکونت ہمیشہ کے لئے ترک کرکے ابوجعفر منصور کے پاس بغداد میں چلا آیا، اور یہیں سکونت اختیار کرلی[۱]

قائد سلمی کی بغاوت کا واقعہ اس سے زیادہ عجیب ہے، اس کو عبد الرحمن کے دربار میں منزلت حاصل تھی، وہ ایک دن نشہ میں سرمست تھا، رات گئے قرطبہ سے باہر نکلنا چاہا، باب قنطرہ پر آیا، شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے، اس نے زبردستی پھاٹک کو کھولنا چاہا، دربان نے مزاحمت کی، اس نے دربان پر تلوار چلادی، حادثہ کی اطلاع پولیس کے افسر اعلیٰ عبدی کو ملی، اس نے اس کی حالت دیکھی، اور اس کو وہاں سے اپنے پاس لے گیا واقعہ کی تفصیلات عبد الرحمن تک پہنچ چکی تھیں، صبح ہوئی تو اپنے کیئے پر پچھتایا، شرم وندامت اور عبد الرحمن کے خوف سے قرطبہ سے نکل پڑا، طلیطلہ میں حکومت کے مخالفین موجود تھے، یہاں پہنچا، اور جمعیت فراہم کرکے اسی کے قریب ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا، عبد الرحمن نے اس کی سرزنش کیلئے حبیب بن عبد الملک قرشی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، تو سلمی نے مبارزت طلبی کی، وہ اندلس کے مشہور شجاعوں میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۰) ابن اثیر نے بھی اجمالاً لکھا ہے کہ وہ جنگ میں مارا نہیں گیا، [۲] مجموعۂ اخبار اندلس ص ۱۱۱، ۱۱۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳ [۱] ایضاً نفح الطیب ج ۲ ص ۷۳، نفح الطیب میں رماحس کے بجائے "زماحس" چھپا ہے، اور سنہ ۱۶۳ھ کا واقعہ لکھا ہے، یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ المنصور کا سال وفات اس سے پہلے ہے،

گنا جاتا تھا، شاہی لشکر سے ایک حبشی غلام مقابلہ کیلئے نکلا، اور ان دونوں نے ایک دوسرے پر ایسا بھرپور وار کیا کہ دونوں کی لاشیں میدان میں تڑپنے لگیں، اس کے قتل کے بعد حبیب بن عبد الملک فوج لیکر واپس آگیا، یہ واقعہ ۱۶۳ھ میں پیش آیا،[1]

اموی شاہزادوں کا خروج

اب اندلس میں امویوں کی مستحکم سلطنت قائم ہو چکی تھی، اموی شاہزادے بھی ناز و نعم سے زندگی گذار رہے تھے، اور اموی خانوادہ کی نسبت سے عوام میں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، ان میں اگر عبد الملک مروانی جیسے جان نثار موجود تھے، جو اس سلطنت کو عبد الرحمٰن کی شخصی سلطنت کے بجائے، اس کو مشرق کی حکومت کے زوال کا بدل تصور کرتے تھے، اور یکجہتی سے اس کی بنیاد کو مستحکم کرنا چاہتے تھے، تو دوسری طرف بعض ایسے نوجوان بھی سامنے آئے، جن کے دل میں سلطنت کی ہوس پیدا ہوئی، اور ملک کے ممتاز اکابر سے ساز باز کر کے عبد الرحمٰن کے خلاف خروج کرنے کا ارادہ کیا،

چنانچہ اسی سال ۱۵۶ھ میں عبد الرحمٰن کے ایک چچازاد بھائی یحییٰ بن یزید بن ہشام معروف بہ یزیدی اور اس کے بھتیجے عبید اللہ بن ابان بن معاویہ بن ہشام نے عبد الرحمٰن کی سلطنت کو الٹنا چاہا، اور ان میں سے ایک نے البیرہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ میں، اور دوسرے نے کسی اور مقام پر بغاوت کا علم بلند کرنا چاہا، اور انھیں ان ارادوں میں ابو عثمان سے جو قیام سلطنت میں عبد الرحمٰن کا دست راست اور وزارت کے عہدہ پر سرفراز تھا خاص مدد ملی کہا جاتا ہے کہ عبد الرحمٰن کی نظر التفات ابو عثمان سے پھر گئی تھی اس لئے اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے اثر و رسوخ کو عبد الرحمٰن کے سامنے دکھانا چاہا؛ دوسرے عمائدین سے ابن دیوان

[1] مجموعہ اخبار ص ۱۰۲، ۱۰۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳، ابن اثیر ج ۶ ص ۴۰،

جیشانی، ابن یزید بن یحییٰ الیحیبی وغیرہ اس سازش میں شریک تھے، لیکن اتفاق سے عبید اللہ کا
ایک غلام اس سے پھوٹ گیا، وہ رات کے وقت چھپ کر قلعہ سے باہر نکلا، اور قرطبہ پہنچکر
قصر حکومت میں آیا، عبد الرحمٰن ان دنوں وادی شوش میں شکار کیلئے گیا ہوا تھا، بدر یہاں
نائب حاکم تھا، اس نے اس کی اطلاع کیلئے پیغامبر بھیجا، عبد الرحمٰن نے وہیں سواروں
کے افسر ہولی سماعہ کو اور پیادہ فوج کے افسر عبد الحمید بن غانم کو طلب کیا، اور ان میں سے
اول الذکر کو یحییٰ کو اور آخر الذکر کو عبید اللہ کو گرفتار کرنے کے لئے فوج کا ایک ایک
دستہ دے کر بھیجدیا، ان لوگوں نے ابھی تک اپنی تیاریاں مکمل نہیں کی تھیں، چنانچہ آسانی
سے قبضہ میں آگئے، اور قرطبہ لے آئے گئے، اور قید کردئیے گئے، اس کے بعد ان کے
مددگاروں کو گرفتار کرلیا گیا، جب سب لوگ قبضہ میں آگئے، تو سب کو قتل کرا دیا،
ان کی لاشیں رصافہ سے جہاں قتل کئے گئے تھے گھسیٹ کر باہر لائی گئیں، اور عبرت
کے لئے بازار میں گھسیٹی گئیں[1]، لوگوں نے کہا ابو عثمان بھی اس سازش میں شریک
تھا، اور اسی کے ہاتھوں میں تمام امور سلطنت کی انجام دہی تھی، عبد الرحمٰن نے کہا "وہ اس
کا ابو سلمہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ لوگ اس کے متعلق بھی وہی باتیں کہیں، جو بنو عباس کے متعلق

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۹، ۱۱۰، و نفح الطیب ج ۲ ص ۱۰۷۲، ان دونوں کے بیانوں میں کچھ فرق ہے،
نفح الطیب میں یحییٰ بن یزید کا نام عبد السلام مکتوب ہے، اور یہ واقعہ ۱۶۳ھ کا لکھا ہے، صاحب مجموعہ نے
۱۵۶ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے یہ بیان قابل ترجیح اس لئے معلوم ہوا کہ واقعہ میں بدر کا قصر میں مقیم
ہونا دکھایا گیا ہے، اور ابن اثیر کی تصریح کے مطابق بدر ۱۵۶ھ میں مغضوب ہو کر قرطبہ سے جلا وطن کیا
جاچکا تھا (ابن اثیر ج ۶ ص ۶) مقری نے بدر کے مغضوب ہونے کے سال کی تعیین نہیں کی ہے، یہ واقعہ
۱۵۶ھ کے بعد کا نہیں ہوسکتا، ورنہ وہ تفصیلات صحیح نہ ہونگی،

ابو سلمہ کے بارے میں کہتے ہیں لیکن میں اس کو عنقریب ایسی سزا دوں گا، جو قتل سے زیادہ سنگین ہوگی چنانچہ اس کے ظاہری مراتب کو برقرار رکھ کر نگاہ التفات ہٹالئے رکھا، اور تہدید و وعید سے اس کو روحانی اذیت میں مبتلا رکھا،

مغیرہ بن ولید کی سرکشی اور قتل

اس کے بعد ۱۶۷ھ میں اس کے ایک سگے بھتیجے مغیرہ بن ولید بن معاویہ کے دماغ میں بغاوت کا سودا سمایا، اس کی ساز باز ھُذیل بن صمیل بن حاتم کے بیٹے ہذیل سے تھی، لیکن ان لوگوں کے عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کی خبر عبد الرحمن کو مل گئی اس نے ان دونوں کو مع ان کے رفقاء کے گرفتار کرا کر قتل کرادیا،

عبد الرحمن اکثر کہا کرتا تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کرنے کے بعد مجھ پر جو سب سے بڑا انعام فرمایا، وہ ہمارے اقارب کا مجھ تک آجانا ہے، اور میرا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، ان کی نگاہوں میں میری منزلت کا ہونا، اور اس سلطنت کے حاصل کرنے میں ان کا شریک نہ ہونا ہے، اس لئے وہ اعزہ کی طرف سے اس قسم کی بے وفائیوں اور ان کے پاداش میں ان کے سزا کو پہنچنے پر اس کو رنج ہوتا تھا، چنانچہ مغیرہ کے قتل کے بعد بھی وہ شدت غم سے سر جھکائے تھا کہ اس کے بعض مقربین اس کے پاس پہونچے، اس نے سر اٹھایا، اور فرط غم میں کہا کہ "تم اس حالت پر تعجب نہ کرو، خداوند تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان فرمایا، اور جان جوکھم میں ڈال کر ہم اپنے مطلوب تک پہنچے، ہم نے ان اعزہ کو اپنے پاس بلایا، انھیں ان نعمتوں میں شریک کیا، اور انہوں نے ہمارے اوپر اپنی تلواریں سونت لیں، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے، اس میں وہ جھگڑنے لگے، اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے کفران نعمت پر ذلیل و خوار کیا، اور جب ہمیں ان کے رازوں کی اطلاع ہوگئی تو ان کے سبقت کرنے سے پہلے ہم نے ان پر

جلدی کی، اب ہمیں ان سے اور انھیں ہم سے بدگمانی ہو چکی، اب ہمیں ان کی طرف سے اس زیادہ کی توقع ہے، جو کچھ کہ پیش آچکا ہے، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ خیال مجھے اپنے بھائی اور اس نامراد کے باپ کا ہے، اب میرے لئے کیسے ممکن ہے کہ میں ان کے بیٹے کو قتل کر کے قطع رحمی کرنے کے بعد کھلے دل سے ان سے مل سکوں، اب میری اور ان کی آنکھیں کیسے برابر ہوں گی، ابھی ان کے پاس جاؤ، اور ان سے میری طرف سے معذرت کرو اور یہ پانچ ہزار دینار لیتے جاؤ، انھیں دیدو کہ انھیں لے کر وہ اس جزیرہ سے چلے جائیں اور جہاں مناسب سمجھیں قیام کریں،

پیامبر نے عبد الرحمن کے پیغام کو خوش اسلوبی سے ولید تک پہنچا کر دینار اس کے حوالے کئے، وہ عبد الرحمن کی گفتگو اور اس طرز عمل سے متاثر ہوا، عبد الرحمن کی ستائش کی، اور اپنے مقتول لڑکے کو مورد الزام قرار دے کر پیغامبر سے کہا کہ جا کر عبد الرحمن سے کہدے قضا و قدر کے آگے اس نے سر جھکایا، وہ اندلس کو الوداع کہتا ہے، اور مغرب اوسط کو اپنا وطن بناتا ہے، اس کے بعد اس نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اندلس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدیا،

پیغامبر نے ولید کی گفتگو عبد الرحمن سے نقل کی، تو اس نے کہا، خدا کی قسم اگر اس کیلئے ممکن ہو کہ وہ میرا خون پی سکے، تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے معاف نہیں کرے، اللہ کا شکر ہے ہم نے ان لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کا قصد کیا تھا، اور وہ جس برتاؤ سے ہمارے ساتھ پیش آنا چاہتے تھے، خدا نے اس میں ان کو ذلیل و خوار کیا، [1]

باغیوں کا ایک نیا مرکز سرقسطہ

اس وقت تک جتنی بغاوتیں اٹھی تھیں، وہ اندلس کے وسطی،

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۷۱، ۷۳،

جنوبی اور مغربی حصوں میں تھیں، ابھی تک شمالی مشرقی گوشہ میں خاموشی طاری تھی، برشلونہ، جرندہ سرقسطہ وغیرہ میں سلیمان[1] بن یقظان اعرابی اور حسین بن یحییٰ انصاری اپنا تسلط جمائے تھے، سلیمان ابن علقمہ کے تحت جرندہ اور برشلونہ کا بااثر والی تھا، اور حسین بن یحییٰ کو ابتداً طلیطلہ اور مشرقی اندلس میں حکومت قائم کرنے کیلئے مامور کیا تھا، لیکن ان لوگوں کے تعلقات اموی حکومتوں سے صحیح معنوں میں قائم نہ ہوسکے تھے، اور گویا ابھی تک ان لوگوں نے عبدالرحمٰن کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا، لیکن اندلس کے وسطی، جنوبی اور مغربی حصوں میں باغیوں کا قلع قمع جس طرح کیا گیا تھا، اس سے ان کو اپنی بغاوت کے کامیاب ہونے کی توقع بھی نہیں تھی، اس لئے انھیں کسی بیرونی امداد کے لینے کا خیال پیدا ہوا،

شارلیمین کی فوجکشی اور بربادی اس زمانہ میں فرانس میں شارلیمین قوت پکڑ رہا تھا، وہ چھوٹی چھوٹی خودمختار حکومتوں کو ختم کرکے اپنی شہنشاہی کے قائم کرنے کی فکر میں تھا، بیرونی ممالک سے اس کے تعلقات بڑھ رہے تھے، مشرق کی خلافت عباسیہ سے اس کے باضابطہ تعلقات اگرچہ ۱۸۰ھ میں قائم ہوئے لیکن ہارون رشید سے ابتدائی مراسلت غالباً ہوچکی تھی، لیکن اس وقت تک اس نے اندلس کی اموی سلطنت کو تسلیم نہیں کیا تھا، سلیمان بن یقظان نے ۱۶۰ھ میں اس سے سازباز کی، اس کو اندلس کی اموی حکومت کے ختم کرنیکی دعوت دی، اور سرقسطہ پر قبضہ کرا دینے کا وعدہ کیا،

چنانچہ ۱۶۱ھ میں وہ ایک بڑی فوج لیکر اندلس آیا، سلیمان بن یقظان نے اس کا خیرمقدم کیا، اور اس کی فوج کے ساتھ سرقسطہ روانہ ہوگیا، لیکن یحییٰ بن حسین انصاری سلیمان کے اس اقدام سے متفق نہ تھا، اس نے شارلیمین کے پہونچنے سے پہلے سرقسطہ پہونچکر اس پر

[1] ابن قوطیہ نے اس کا نام مطرف بن ابی لکھا ہے، ص ۳۲،

قبضہ کرلیا، اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا،

شارلیمین نے یہان آکر یہ صورت حال دیکھی تو اس کو بہت ناگوار گذرا، اس نے اس کو سلیمان کی سازش پر محمول کیا، اور اس کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا،

مطرح اور عیشون، سلیمان کے لڑکے تھے، وہ باپ کی رہائی کیلئے فوج کا ایک دستہ لیکر اثنائے راہ مین شارلیمین کی فوج پر جھپٹ پڑے، اور باپ کو قید سے چھڑا لائے، اس کے ساتھ واپسی مین فرنکس کی اس فوج پر بشکنس نے حملہ کیا، اور شارلیمین کی فوج کا بڑا حصہ غارت ہوگیا، یہ لڑائی پمپلونہ سے بیس میل کے فاصلہ رونسیو پلے مین جو نبرہ (نوار) کی وادی ہے، برپا ہوئی، اور اس وادی کو بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہوئی، حملہ آور دن مین مسلمان اور علاقہ نوار کے عیسائی باشندے تھے، شارلیمین کی فوج کا عقبی حصہ تباہ ہوگیا، اور بڑے بڑے نامور کا جنرل اس لڑائی مین کام آئے، جس مین شارلیمین کا بھتیجا رولینڈ بھی تھا، یورپ کے شاعرون نے رولینڈ کو ایک پر اسرار شخصیت کا ہیرو بنا لیا، اور جوشیلے گیت لکھے جو صدیون تک یورپ مین فوجی ترانہ کے طور پر گائے جاتے رہے، جن مین بیشمار مبالغہ آمیز حکایتین اور افسانے درج ہین، شارلیمین کو یہ ایسا سبق ملا کہ اس کے بعد اس نے براہ راست اندلس پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کی، اور وقتاً فوقتاً اپنی باجگذار ریاستون کے حکمرانون سے حملے کراتا رہا،

شارلیمین کی واپسی کے بعد یحییٰ بن حسین اور سلیمان بن یقظان کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہین رہا تھا، چنانچہ ان لوگون نے بہین مقیم ہو کر اموی حکومت کے خلاف اپنی تیاریان شروع کردین،[1] پھر سلیمان برشلونہ واپس چلا گیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۷، انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۲۹۸ (شارلیمین) طبع یازدہم، اسٹوری آف دی نیشنز (اسپین) ج ۳۶، ص ۳۲،

افریقی فوج کی حملہ آوری اور عباسی خلافت کا احیاء

اندلس کے شمال مشرقی حصہ میں باغیوں کی کامیابی دیکھ کر افریقہ کے بعض نوجوانوں کو بھی اندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ ۱۶۱ھ مطابق ۷۷۸ء میں عبد الرحمٰن بن حبیب فہری معروف بہ صقلبی بربروں کی ایک فوج تیار کر کے اندلس آیا، اور اندلس کے جنوب مشرقی ساحل (مرسیہ) میں اترا اور یہاں بلا مزاحمت قابض ہو گیا، اور اندلس میں خلیفہ مہدی عباسی کی طرف سے عباسی علم لہرا دیا، اس کے بعد اس نے مشرقی اندلس کے باغیوں میں سے سلیمان بن یقظان کو عباسی دعوت کے قبول کرنے کا پیغام دیا، لیکن سلیمان نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، صقلبی اس جواب سے مشتعل ہو گیا، اور وہ اموی سلطنت کے خلاف کوئی جارحانہ قدم اٹھانے کے بجائے، سلیمان کا محاصرہ کرنے کے لئے برشلونہ چلا گیا، لیکن محاصرہ جاری نہ رکھ سکا، سلیمان نے اپنے سخت حملہ سے اس کو ایسی شکست دی کہ وہ تدمیر واپس چلا آیا، اب عبد الرحمٰن کو بھی اس کی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا، وہ فوج لیکر تدمیر آیا، ساحل پر اس کے جو جہاز کھڑے تھے ان کو جلا ڈالا، صقلبی کی فوجی قوت سلیمان سے مقابلہ کرنے میں پہلے کمزور ہو چکی تھی، جہازوں کے جل جانے سے ان لوگوں میں دہشت پھیل گئی، اس لئے شاہی لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بلنسیہ کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے، عبد الرحمٰن نے اس تعاقب میں وقت گذارنا مناسب نہ سمجھا، اور صقلبی کے سر کی قیمت ایک ہزار دینار مقرر کر دی، چنانچہ بربری قبیلہ برانس میں سے ایک شخص جو ادھر بیکار رہنے والا تھا، صقلبی کے پاس پہنچ گیا، اور اس سے تعلقات پیدا کر کے اس کا اعتماد حاصل کر لیا، پھر کچھ دنوں کے بعد موقع پا کر ۱۶۲ھ میں اس کو قتل کر ڈالا، اور اسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا سر لئے عبد الرحمٰن کے پاس چلا آیا، عبد الرحمٰن نے ایک ہزار دینار اس کو عطا کئے[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۶، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۰، ۱۱۱ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳ (باقی حاشیہ ص ۲۹۹ پر)

شام پر حملہ آوری کا ارادہ: اندلس پر عباسی نشان وعلم کے تحت جو حملے ہوئے ان میں خلفائے عباسیہ نے اگرچہ کوئی براہ راست شرکت نہیں کی تھی، مگر یہ دونوں حملے ان کی تائید اور شہ سے ہوئے تھے، اور بعض مغربی مورخین نے شارلیمین کے حملہ کو بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی قرار دیا ہے، لیکن عرب مورخین نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے، تاہم اس کو اندلس پر نگاہ اٹھانے کی زیادہ جرات اسی لئے ہوئی کہ بنو عباس بھی اس اموی حکومت کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے، اس لئے عبد الرحمن کے دل میں بھی شام پر حملہ آور ہو کر عباسی سلطنت کے ختم کر دینے کا خیال پیدا ہوا، اور اس نے ۱۶۳ھ میں اپنے اس ارادے کا اعلان کرکے فوجی تیاریوں میں مشغول ہو گیا،

لیکن ابھی اس نے کوچ نہیں کیا تھا کہ سرقسطہ کے نواح میں حالات زیادہ خراب ہو گئے، اور ملک کے مختلف گوشوں میں خلافت عباسیہ کے جو حامی موجود تھے انھوں نے بھی سر اٹھایا، عبد الرحمن نے یہ سیاسی فضا دیکھ کر شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ چھوڑ دیا، اور اپنی اسی طاقت سے پورے اندلس میں کامل امن وامان قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا،

اندلس کے باغیوں کے خلاف مہمیں

چنانچہ اسی سال کچھ دنوں بثنیۃ قائد ثعلبہ کی سرکردگی میں، سرقسطہ کو سر کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی تھی حسین اور سلیمان دونوں مل کر شہر کی مدافعت کر رہے تھے، وہ شہر سے نکل کر معرکہ آرا ہوتے اور واپس چلے جاتے تھے چند دنوں کے بعد ان لوگوں نے عارضی طور پر لڑائی بند کرنے کا فیصلہ کیا، اور اہل شہر کو سمجھایا کہ فوجی تنظیم نئے سرے سے کر لی جائے، تو پھر حملہ کا آغاز کیا جائے، لڑائی بند ہو گئی

(بقیہ حاشیہ ص ۲۹۸) نفح الطیب ج ۲ ص ۶۳، ابن خلدون نے سلیمان بن یقظان کو برشلونہ کا عامل لکھا حالانکہ ابھی تک اس نے اطاعت قبول نہیں کی تھی،

سے ثعلبہ بھی اپنے خیمہ مین مطمئن ہو کر بیٹھ رہا، سلیمان نے موقع پا کر ثعلبہ کے خیمہ پر چھاپہ مار کر اس کو گرفتار کر لیا، اور خیمہ کو لوٹ لیا، اور فوج بھی منتشر ہو گئی،

اس کے بعد سلیمان نے عبد الرحمٰن کے متوقع حملہ کے خوف سے اس نے پھر شارلیمین سے ساز باز کی، اس کو سرقسطہ بلایا، اور شہر اور ثعلبہ کو اس کے حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا،

چنانچہ شارلیمین دوسری مرتبہ اپنی فوج لیکر سرقسطہ آیا، شارلیمین سے مدد لینے مین حسین اور سلیمان پہلے بھی ہم خیال نہ تھے، حسین نے اس مرتبہ پھر اس کی مخالفت کی، اور اپنی فوجی طاقت سمیٹ کر شہر مین محصور ہو گیا، ابتدا شارلیمین اور حسین کے لشکر مین مقابلہ ہوا، بالآخر سلیمان نے ثعلبہ کو شارلیمین کے حوالہ کر دیا، اور اس کو اس توقع کیساتھ واپس ہو جانے پر آمادہ کر لیا کہ عبد الرحمٰن سے ثعلبہ کے فدیہ مین گرانقدر رقم وصول ہو جائے گی، جو اس مہم کا ایک گونہ صلہ ہو گا،

عبد الرحمٰن ثعلبہ کی گرفتاری اور اس مہم کی بربادی سے متاثر ہوا، اور اس نے انہی حالات کے باعث شام کی مہم کا ارادہ فسخ کر دیا، لیکن اس نے ثعلبہ کی رہائی کے متعلق فرانس کی حکومت سے کوئی سلسلہ جنبانی نہین کی جس سے شارلیمین کو اس قیدی کے غیر اہم ہونے کا خیال ہوا، اور اس نے کچھ مدت گذرنے پر بغیر کسی فدیہ کے اس کو آزاد کر دیا، ادھر حسین دودلگی سے عاجز آچکا تھا، اس نے سلیمان کو راہ سے ہٹانا چاہا، چنانچہ جمعہ کے دن جامع مسجد مین اس پر قاتلانہ حملہ کیا، وہ تہ تیغ ہوا، اور سرقسطہ کی حکومت تنہا حسین کے ہاتھون مین آگئی اور سلیمان کے لڑکے باپ کے قتل ہونے کے بعد اربونہ کی طرف بھاگ گئے،

بغاوتون کا عام استیصال

ادھر عبد الرحمٰن شام کے حملہ کا ارادہ ترک کر چکا تھا، اس کے پاس اس وقت غیر معمولی فوجی طاقت بھی جمع ہو گئی تھی، اس لئے اس نے تمام بغاوتون کو بیخ د

بن سے مٹانے کیلئے فوج کو مختلف حصّون مین تقسیم کرکے ان کو اپنے لڑکون کی سرکردگی مین دیا، اور خود ایک بڑا لشکر لیکر سرقسطہ روانہ ہوا، اور لڑکون کو ہدایت کی کہ وہ جابجا باغیون اور مخالفون کی سرکوبی کرتے ہوئے بڑہتے چلے آئین، اور اس سے سرقسطہ مین آکر مل جائین،

عبد الرحمن نے سرقسطہ کے سامنے آکر ڈیرے ڈال دیئے، ادھر عیسون بن سلیمان اپنے باپ کے قاتل کی فکر مین تھا، اتفاق سے ایک دن وہ دریا کے کنارے کھڑا تھا، کہ اس کے باپ کا قاتل شہر سے نکلتا دکھائی دیا عیسون گھوڑے پر اس کے پیچھے پیچھے ہولیا، جب کچھ دور نکل گیا تو اس نے اس کو قتل کرڈالا اس واقعہ کی خبر عبد الرحمن کو ملی، اس نے عیسون کو لشکر مین شریک ہونے کی دعوت دی جس کو اس نے قبول کیا، اور عبد الرحمن کے پاس چلا آیا، اس کے آجانے سے سرقسطہ کے اندرونی حالات کا پتہ چلا کہ شہر مین اطاعت قبول کرنے کی خواہش رکھنے والے لوگ بھی موجود ہین،

اس اثنا مین عبد الرحمن کے لڑکے ملک کے گوشہ گوشہ مین پہنچے اور مخالفون کا قلع قمع کیا، جن لوگون نے اطاعت قبول کی، انھین امان دی، اور آیندہ حفاظت کی مناسب تدبیرین اختیار کین، جن لوگون نے مقابلہ کیا، انھین زیر کرکے گرفتار کیا، اور اپنے ساتھ سرقسطہ لائے، عبد الرحمن کو اطلاع دی کہ اب تک ملک مین کامل امن وامان قائم ہے، اب سرقسطہ کے میدان مین عبد الرحمن کی عظیم الشان طاقت موجود تھی، اس نے محاصرہ مین ایسی سختی برتی کہ سرقسطہ والے پریشان ہوگئے، پھر ملک کے مختلف گوشون سے مشہور قائدون اور سردارون کے گرفتار ہوکر آنے سے بھی سرقسطہ والون پر رعب طاری ہوا، چنانچہ حسین نے اطاعت قبول کرنے کیلئے صلح کی درخواست کی، عبد الرحمن نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس کے لڑکے سعید کو یرغمال بنالیا،

سرحد پار کی مہم سرقسطہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس لشکر کیساتھ عیسائی ممالک پر تاخت کرنے کے لئے سرحد عبور کرکے چلاگیا، اور کچھ دنون بعد قرطبہ واپس آیا،

سرکشون کا قتل قرطبہ پہونچکر اس نے دو قائدین کو ان کے جرمون کی پاداش مین قتل کی سزا دی، ان مین ایک قائد وہب اللہ بن میمون سے شوخی سرزد ہوئی تھی اور اس نے ایک دوسرے فوجی افسر کو قتل کرڈالا تھا، پھر عیسائی ممالک کے حملہ سے واپسی مین عیسون بن سلیمان کا طرز عمل بھی کچھ ناروا رہا تھا، عبدالرحمن مصلحۃً ان موقعون پر خاموش رہا تھا، قرطبہ آنے کے بعد ان دونون سے باز پرس کی، اور قتل کرا کر لاشین گھسیٹ کر صلیب دینے کی جگہ لے جائی گئین، اور صلیب پر لٹکادی گئین،

سرقسطہ کی نئی بغاوت سرقسطہ کے والی حسین کی اطاعت چند روزہ ثابت ہوئی، دوسرے ہی سال ۱۶۵ھ مین وہ پھر باغی ہو گیا، اس کا لڑکا سعید یرغمال بننے کے دوسری ہی دن حیلہ جوئی سے شاہی لشکر سے فرار ہو چکا تھا، اور سرقسطہ آنے کے بجائے کسی دوسری طرف نکل گیا تھا، کچھ دنون کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس سرقسطہ پہنچ گیا تھا، اس لئے حسین کی یہ بغاوت کچھ خلاف توقع بھی نہین تھی، عبدالرحمن نے اس کے مقابلہ کیلئے غالب بن ثمامہ بن علقمہ کو بھیجا، وہ بڑی فوج لیکر گیا تھا، حسین کیلئے ان کا مقابلہ دشوار ہوا، مختلف لڑائیان ہوئین جن مین حسین کو شکست ہوئی، اور اس کے بہت سے آدمی گرفتار کرلئے گئے، جن مین اس کا ایک لڑکا یحیی بھی تھا، غالب بن ثمامہ نے ان قیدیون کو قرطبہ بھیج دیا، جہان وہ قتل کئے گئے، اور وہ خود اپنی فوج کیساتھ سرقسطہ کا محاصرہ کئے رہا، دوسرے سال ۱۶۶ھ ۷۸۲ء مین عبدالرحمن خود فوج لیکر سرقسطہ گیا، اس مرتبہ اس نے سرقسطہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی قسم کھائی تھی چنانچہ یہان پہنچکر منجنیقین نصب کردین، اور نہایت شدت کا محاصرہ کرلیا، اہل شہر گھبرا اٹھے، انھون نے عبدالرحمن کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کیا، اور حسین کو گرفتار کرکے عبدالرحمن کے حوالہ کردیا اس کے بعد عبدالرحمن نے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شہر والون کو شہر سے جلاوطن کیا، فصیل کی دیوار رسماً توڑی، پھر اہل شہر کو شہر مین داخل ہونے کی اجازت دی، اور حسین کو قتل کرایا، اور اس کے ایک معتمد رفیق رزق برانسی کے ہاتھ پاؤن کٹوادیئے، اور وہ

ہلاک ہوگیا، اس کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا،[۵]

اب اندلس کی سرزمین تمام باغیون، اور سلطنت حاصل کرنیکا حوصلہ رکھنے والے سپہ سالارون سے خالی ہوچکی تھی، پھر اسی زمانہ یعنی ۱۶۴ھ مین شنت بریہ اور بلنسیہ کے بربر قبائل مین خانہ جنگی چھڑی[۱] جس کا سلسلہ ایک زمانہ تک قائم رہا، اور بہت سی لڑائیان لڑی گئین[۲] بعض مغربی مورخین نے عبد الرحمن کے خلاف بدگمانی کی ہو کہ اس نے ان جنگ جو قبیلون کو باہم لڑا دیا، اس کا کوئی اشارہ عرب مورخین کے بیانون مین موجود نہین تاہم عبد الرحمن نے ان مین مداخلت کرکے امن قائم کرنے کی بھی کوئی کوشش نہین کی، اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ بغاوتون کے فرو ہونے کے بعد جنگ جو قبیلے باہم نبرد آزما ہوگئے، اور سرقسطہ کے باغیون مین بھی پھوٹ پڑ گئی، اور سلیمان و حسین اپنی حکمت عملیون مین متحد نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے بدظن ہوئے اور ان کے باہمی اختلاف سے ان کی قوت کمزور ہوئی، اور عبد الرحمن نے آسانی سے ان کو زیر کرلیا، اسی طرح قبائل بربر جب خانہ جنگی سے تباہ ہوگئے تو ان کے ایک باقی ماندہ ممتاز قبیلہ نفزہ کی طاقت کو توڑنے کیلئے اس نے سخت گیری کی، ان مین سے بہت سے لوگون کو قتل کیا اور پورے قبیلہ کو زیر نگین کرلیا،

عبد الرحمن کی زندگی مین سب سے آخری بغاوت، یوسف فہری کے لڑکے ابو الاسود کے ہاتھون سے ہوئی، اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر گذر چکا، عبد الرحمن نے اس کا بھی خاتمہ کردیا، اب اندلس مین خواہ عرب ہون یا بربر ان مین سے کوئی بھی ایسا نہ تھا، جو قبیلہ کی آواز اٹھا کر لوگون کو اپنے گرد جمع کرلیتا یا عبد الرحمن کو خلافت عباسیہ کا باغی قرار دے کر عباسی علم بلند کرلیتا، اب اندلس کی فوجی طاقت اس کے گرد جمع تھی، موالی، غلامون اور بربرون پر مشتمل عظیم الشان وفادار لشکر تیار ہوچکا تھا، جو عبد الرحمن

---

[۱] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۳ تا ۱۱۶، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴، ۳۴، ۵۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳، ۱۲۴، [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۴، ۴۴

کے اشارہ چشم پر حرکت کرنے کیلئے منتظر رہتا تھا، اس طرح اگرچہ اندلس مین عبد الرحمن کی پوری زندگی بغاوتون کے فرو کرنے مین گذر گئی، مگر اس اثنا مین ایسی مستحکم حکومت قائم ہوگئی کہ اس کے جانشین فارغ البالی اور بڑی آسانی کیساتھ حکومت کر سکتے تھے،

عبد الرحمن اور ہسپانیہ حکومت جلیقیہ

عبد الرحمن کی سلطنت کے قائم ہونے کے وقت تک اسٹریاس مین عیسائیون کی حکومت جڑ پکڑ چکی تھی اور انفانسو اول اپنی حکومت کے زمانہ مین اندلس کے ایک وسیع علاقہ کو زیر نگین کر چکا تھا جس مین لیون، سمورہ، شلمنکہ، استورقہ اور قشتالیہ کے علاقے مسلمانون کے ہاتھون سے نکل کر عیسائیون کے قبضہ مین جا چکے تھے، اور وہ چوتھائی اندلس کے مالک بن چکے تھے، ادھر مسلمان خانہ جنگی مین مبتلا تھے، اور ان مقامون مین آباد مسلمان وہان کی سکونت چھوڑ کر اسلامی شہرون مین آچکے تھے، اس کے بعد جب عبد الرحمن کا دور آیا تو مسلمان اس طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی ساری کوششین اس کی حکومت کے قائم کرنے مین یا ختم کرنے مین لگی رہین، اس لئے حکومت اسٹریاس کو یہ موقع بھی مناسب ہاتھ آگیا، اور اس نے اپنی حدود حکومت مین مزید وسعت دی، چنانچہ سنہ ۱۴۱ھ کے حوادث مین انفانسو کی موت کے تذکرہ مین ابن اثیر اور ابن خلدون لکھتے ہین،

"اسی سال اذفنش شاہ جلیقیہ ہلاک ہوا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا تدویلیہ بادشاہ بنا، وہ اپنے باپ سے زیادہ بہادر اور ملک کے لئے بہتر سیاست دان تھا، اور ملک کا اچھا انتظام کرتا تھا، اس کے باپ نے ۱۰ سال حکومت کی، جب اس کا لڑکا بادشاہ بنا تو اس کی حکومت طاقتور ہوئی، اور سلطنت عظیم ہوئی، اس نے مسلمانون کو سرحدی ملکون سے نکال دیا، اور شہر لک، برتقال، شلمنقہ، شمورہ، ایلہ، شقوبیہ اور قشتالہ پر قبضہ کر لیا، اور یہ سب شہر اندلس کے ہین،

ابن خلدون لکھتا ہے:-

جب مسلمان عبد الرحمن کیساتھ اس کی حکومت کے ابتدائی زمانہ مین مشغول تھے،... تو فرویلہ بن اذفونش نے لشکر کشی کی، اور سرحدی شہرون پر دھاوے کئے، اور وہان سے مسلمانون کو خارج البلد کردیا، اور ان کو ان کے ہاتھون سے لے لیا، اور شہر لک، برتقال، سمورہ، سلمنقہ، قشتالہ اور سنقوبیہ کو لوٹا لیا، اور یہ شہر جلالقہ کی ملکیت مین داخل ہوگئے، یہان تک کہ المنصور نے ان کو فتح کیا،

اور یہی بیان مقری نے ابن حیان کے حوالہ سے نقل کیا ہے[۱]،

انفانسو اوّل کا انتقال ۷۵۷ء؁ ۱۴۰ھ مین ہوا، اس کا لڑکا فرو ایلہ اس کا جانشین ہوا، عرب مورخین نے جیسا کہ اوپر گذرا، اس کے تدبر، سیاست دانی اور دانائی کو سراہا ہے، لیکن عجیب اتفاق ہے کہ مغربی مورخین مین سے ہنری ایڈ روڈ ڈیلس نے جس نے اندلس کی عیسائی حکومت کی تاریخ پر مستقل کتاب لکھی ہے، اس کی مذمت کی ہے وہ لکھتا ہے،

"فرو ایلا جس نے ۶ سال[۲] حکمرانی کی ہے، وہ کسی اچھائی کیساتھ جانا نہین گیا، وہ ایک ظالم، سفاک اور مطلق العنان فرمانروا تھا، اس کے متعلق زمانہ حال کے عیسائی مورخین بیان کرتے ہین کہ اس نے عربون پر ایک بڑی جنگ مین فتح حاصل کی، لیکن عرب مورخین کی طرف سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے عظیم بادشاہ عبد الرحمن اوّل کا باجگذار تھا، لیکن یہ صرف یقینی ہے کہ فروایلا نے کچھ ایسے علاقے کھو دیئے جن کو اس کے باپ نے حاصل کیا تھا، اور پھر وہ اپنے ہی آدمیون کے ہاتھون ۷۶۸ء؁ ۱۵۱ھ مین مارڈالا گیا،"

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۳۰۸۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۲ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵ ۲؎ مصنف نے اس کی حکمرانی کا زمانہ صرف ۶ سال لکھا ہے اور زمانۂ حکومت ۷۵۷ء؁ سے ۷۶۸ء؁ ہے، یہ گیارہ سال ہوتے ہین ابن خلدون نے مدت گیارہ سال لکھی ہے (ج ۴ ص ۱۸۱) اور یہی صحیح ہے ڈیلس کے قلم سے گیارہ کے بجائے چھ نکل گیا ہے،

وٹیس نے زمانۂ حال کے عیسائی مورخین کے بیان کو قبول نہین کیا ہے لیکن واقعہ کے لحاظ سے وہی صحیح ہے گمان ہے کہ ان مورخین کے یہ بیانات ان عرب مورخین سے ماخوذ ہین جو اوپر نقل کئے گئے ہین، بلکہ ان بیانون کے مطابق سمورہ، شلمنکہ، استورقہ اور قشتالیہ بھی فرویلا ہی کے زمانہ مین مسلمانون کے قبضہ سے نکلے، جن کو وٹیس نے الفانسو اول کے فتوحات مین شمار کیا ہے جیسا کہ پچھلے باب مین گذر چکا ہے اس لئے وٹیس کے اس بیان کے لحاظ سے بھی فقط برتقال، اشقوبیہ اور ایلیہ ایسے شہر ہین جو فرویلہ کے زمانہ حکومت مین ایسے وقت مین مسلمانون کے قبضہ سے نکلے جب عبدالرحمن اندلس مین حکومت کے استحکام مین مصروف تھا، اور عرب مورخین کے بیان کے مطابق ان مین کا کوئی شہر المنصور کے زمانہ سے پہلے پھر مسلمانون کے قبضہ مین نہین آیا، اس لئے وٹیس نے اس کے زمانہ مین جس علاقہ کے مسلمانون کے قبضہ مین جانا بیان کیا ہے اس کے ذکر سے کم سے کم ہمارے پیش نظر عرب ماخذ خاموش ہین، ان ماخذ مین ۱۵۱ھ/۷۶۸ء تک عبدالرحمن کی حکومت جلیقیہ پر کسی حملہ کا تذکرہ موجود نہین، تاہم وٹیس کے بیان کے مطابق اگر کسی عرب مورخ کے بیان مین فرویلا کے عبدالرحمن کے باجگذار ہونیکا ذکر آیا ہو تو یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ عبدالرحمن نے داخلی بغاوتون کا مقابلہ کرنے کے لئے اس ہمسایہ عیسائی حکومت سے ایک دوسرے کی سرحدون کے احترام کرنے اور حکومت جلیقیہ کے عبدالرحمن کی یک گونہ سیادت قبول کرنے کا کوئی معاہدہ کر لیا ہو اور اسی سبب سے عبدالرحمن نے حکومت جلیقیہ پر کوئی فوجکشی نہ کی ہو، بلکہ ابن خلدون کے بیان کے مطابق نہ صرف ۱۵۱ھ/۷۶۸ء تک حکومت جلیقیہ پر کوئی فوجکشی نہین ہوئی، بلکہ ۱۶۷ھ/۷۸۳ء تک اس نے کوئی حملہ نہین کیا، اور اس اثنا مین جلیقیہ مین ایک سے زیادہ حکمران بدل گئے، عبدالرحمن نے اپنی ۱۶۷ھ/۷۸۳ء کے بعد ادھر توجہ کی، اور فتوحات حاصل کئے،

دوسری طرف وٹیس کے بیان سے بھی کم از کم اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس پورے زمانہ

تک ان دونون حکومتون کے تعلقات خوشگوار رہے، اور یک گونہ حکومت جلیقیہ پر اموی حکومت کی سیادت قائم رہی،

وہ لکھتا ہے،

"اس (فروایلا) کا جانشین اوریلو Aurelio، جو انفانسو اوّل کا بھتیجا تھا، اپنے ہمسایہ عربون سے مصالحت کے ساتھ رہا، جس سے یہ قابل یقین روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ درحقیقت عبد الرحمن کا باجگذار بن چکا تھا،

اس کے بھائی سیلو (Silo) کے متعلق جو ۷۷۴ء مین اس کا جانشین ہوا، اور جس نے ۹ سال حکمرانی کی، بہت کم حالات معلوم ہین، اس کے عہد حکومت مین حکومت کا پایہ تخت اسٹریا کی مغربی سرحد پر پرادیا مین منتقل ہو گیا۔"

اس کے موریگوٹ جو انفانسو اوّل کا ناجائز بیٹا تھا، بر سر حکومت آیا، اس کے متعلق بتاتا ہے

لہ انسائیکلوپیڈیا مین (اسپین) ج ۵ ص ۵۶۹ مین ان حکمرانون کا ایک نقشہ درج ہے، اس مین کہین کہین اسماء سنین اور رشتے مختلف درج ہین، وہ نقشہ ذیل مین پیش ہے،

۱ - پلایو	(Pelayo)	سنہ ۷۱۸ء - سنہ ۷۳۷ء	گاتھ کے بادشاہ کے طور منتخب ہوا
۲ - فاویلا	(Favila)	سنہ ۷۳۷ء - سنہ ۷۳۹ء	پلایو کا بھائی،
۳ - انفانسو اوّل	(Alphanso I)	سنہ ۷۳۹ء - سنہ ۷۵۷ء	پلایو کا داماد
۴ - فروایلا	(Froila)	سنہ ۷۵۷ء - سنہ ۷۶۸ء	انفانسو اوّل کا لڑکا، اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا
۵ - اوریلو	(Aurelio)	سنہ ۷۶۸ء - سنہ ۷۷۴ء	بھائی یا چچازاد بھائی
۶ - سیلون	(Silon)	سنہ ۷۷۴ء - سنہ ۷۸۵ء	اوریلو کا بہنوئی
۷ - موریگاٹ	(Maurecat)	سنہ ۷۸۵ء - سنہ ۷۸۹ء	انفانسو اوّل کا ناجائز لڑکا،

نے ایک عجیب روایت لکھ کر اس کی تردید کی ہے، وہ کہتا ہے،

"اس کی یادیر انی کیساتھ قائم ہو کیونکہ یہی وہ شخص ہے جو روڈریگو دی ٹولیڈو اور رزمیہ نظمون کے بیان کے مطابق عبد الرحمٰن کو ایک سو خوبصورت دوشیزہ لڑکیان سالانہ خراج مین دینے پر راضی ہوا تھا، تاکہ اس کے معاوضہ مین وہ ناروا طریقہ سے حاصل کئے ہوئے تاج کو بچانے کیلئے عربون کی مدد حاصل کرے، لیکن اس شرمناک معاملت کے متعلق مسلمان مورخین کی طرف سے کچھ نہین کہا گیا ہے جو ایک ایسے معاملہ پر مشکل سے خاموشی سے گذر سکتے تھے، طلیطلہ کے لاٹ پادری کے عہدہ اور روایت کے وزن کے برخلاف عبد الرحمٰن کی طرف سے جو ایک صاحب ذوق آدمی تھا، ایسی سخت گیری کا سرزد ہونا یا موریگیٹو کا اس قابل ہونا کہ وہ اپنی مختصر عملداری سے سالانہ ایک سو دوشیزہ لڑکیان فراہم کرسکا بعید از قیاس ہے، اسٹریاس کی دوشیزائین گرچہ حسن سیرت مین بہت ہی ممتاز تھین، لیکن وہ خوبصورت نہ تھین، یہ ہوسکتا ہے جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے کہ عربون سے یہ معاہدہ ہوا ہو کہ ان دونون سلطنتون کی معزز رعایا کے درمیان سلسلۂ ازدواج جاری کرنے مین حوصلہ افزائی کی جائے، یہ پالیسی عبد الرحمٰن کی روشن خیالی اور شریفانہ اخلاق کے مطابق ہوسکتی ہی، گرچہ متشدد عیسائیون کیلئے یہ بھی نفرت انگیز تھا،

۷۸۸ھ مین موریگیٹو کی وفات پر برموڈو اول جو انفانسو کا بھتیجا تھا تخت نشین ہوا، ؂[1]

ڈیٹس کے ان بیانون سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبد الرحمٰن کو اپنے پورے دور حکومت مین ہمسایہ عیسائی حکومت جلیقیہ سے کبھی بھی نبرد آزمائی کا موقع نہین آیا، اور صلحنامون کے ذریعہ سے ان دونون حکومتون کے خوشگوار تعلقات قائم رہے قریب قریب یہی اندازہ

[1] اسپین ڈیٹس اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۲ ص ۱۳۰، ۱۳۱

عرب مورخین کے بیانون سے بھی ہوتا ہی، ابن خلدون نے عیسائی فرمانروایان جلیقیہ پر ایک مستقل باب مین ان کے نامون اور عہد حکومت کی تفصیل کی ہے، لیکن موریگیتو کے زمانہ مین آکر لکھا ہے کہ اس زمانہ مین جب عبد الرحمن کو اس کی داخلی بدامنیون سے فرصت مل گئی، اور حکومت مستحکم بنیادون پر قائم ہو گئی، تو اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی چنانچہ لکھتا ہے،

"اس کے بعد فرویلا نے گیارہ سال فرمانروائی کی، اس اثنا مین اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی، اس مین اس کو عبد الرحمن کی اپنی حکومت کے ابتدائی انتظامون مین مشغول رہنے سے مدد ملی، چنانچہ اس نے لک، برتغال، سمورہ، شلمنکہ، شقوبیہ اور قشتالہ پر قبضہ کر لیا، جو کہ فتح اسلامی سے اس وقت مسلمانون کے ہاتھ مین تھے، اس کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا شیلون (اریلیو) دس سال تک حکمران رہا، پھر اس کا انتقال ہوا تو لوگون نے اذفونس (سیکو) کو حکمران بنایا، پھر سمول ماٹ (ماوریگیتو) اس پر ٹوٹ پڑا، اور اس کو قتل کر دیا، اور اس کی جگہ سات برس حکمران رہا،

اسی کے بعد عبد الرحمن کی سلطنت اندلس مین مضبوط ہو گئی، اس نے اپنی فوجین سرزمین جلیقیہ پر بھیجین جو کامیاب ہوتی گئین، اور مال غنیمت اور قیدی حاصل کئے[1]"

ابن خلدون کے آخری بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماؤریگیتو کے زمانہ مین اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی تھی، گمان ہے کہ عبد الرحمن اور ماؤریگیتو سے پیشتر حکمران جلیقیہ کے درمیان جو دوستانہ معاہدہ تھا، ماؤریگیتو کی طرف اس کو ابتداً قبول نہین کیا گیا، اور اس اثنا مین عبد الرحمن ہر قسم کی داخلی بدامنیون سے رستگاری حاصل کر چکا تھا اس لئے اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی اور پھر

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۸۰، ابن خلدون کے اس نسخہ مین نام اور سنین بہت غلط چھپے ہین، اس لئے نامون کے آگے قوسین مین اصل نام رکھ دیئے گئے، اور سنین حذف کر دیئے گئے ہین،

ان دونون مین وہ معاہدہ مرتب ہوا جس کا تذکرہ ویٹس نے کیا ہے، ویٹس کے اس بیان پر مقری کے ایک اجمالی بیان سے بھی روشنی پڑتی ہے جس مین اس نے معاہدۂ صلح کے انجام پانے کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے،

"عبد الرحمٰن نے قارلہ شاہ افرنج کو مخاطب کیا، وہ بڑے سرکش فرنگیون مین سے تھا، ابتدا" اس نے سرکشی اختیار کی، عبد الرحمٰن نے اس کو زچ کیا تو بالآخر وہ جھکنے پر مجبور ہوا، اور عبد الرحمٰن کو صلح کرنے اور مصالحانہ تعلقات قائم کرنے کا پیغام دیا، چنانچہ صلح منعقد ہوگئی، اور مصاہرت کے تعلقات قائم نہین ہوئے"[1]

عجب کیا ہو کہ ویٹس کے بیان مین دوشیزہ لڑکیان پیش کرنے کی جو داستان آئی ہے، اس کی اصلیت مین اسی قدر واقعہ ہو جس کا تذکرہ مقری کے بیان مین آیا ہے،

بہرحال یہ عبد الرحمٰن کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے نازک موقع پر جب اس کو ملک مین قدم قدم پر بغاوتون کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ایک ہمسایہ قوی دشمن سے اس کے تعلقات خوشگوار رہے، اور اس کو عبد الرحمٰن کے حسن تدبر اور دانائی کی ایک نشانی قرار دیا جا سکتا ہے،

دوسری ہمسایہ عیسائی حکومتین	دوسری طرف شمالی اندلس مین سرحدی مقامون پر جو پہاڑیان تھین،

ان کے آس پاس کے عیسائیون نے اطاعت قبول نہین کی تھی اور شمال مین پہاڑیون کے لمبے سلسلہ کو اپنا مامن بنا لیا تھا، اس سلسلہ کے وسط مین باسک کوہ پائیرنیز کے ہر دو جانب آباد تھے اس مین مرکزی مقام بسکے جہان خلیج بسکے واقع ہے، اور صوبہ البہ جو پائیرنیز کے مغربی حصہ کے جنوب مین واقع ہے اور اس کے شمال مین بسکے ہے، اور صوبہ وزکا ماہے، جو بعد مین حکومت نوار کے تحت چلا گیا تھا، اسی علاقہ کو عرب نبسکنس سے موسوم کرتے ہین، انھون نے اپنی آزادی گانٹھ کے

[1] نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۵۵

زمانہ سے برقرار رکھی تھی، مسلمانون نے بھی ان پر بارہا حملے کئے مگران کے علاقہ پر مستقل قبضہ نہ ہوسکا، علاقہ لشکنس سے مشرق مین کوہ پائیرنیز سے ملحق ایک دوسرے قطعۂ اراضی پر بعض دوسری قومین آباد تھین، ان کی آزادی بھی پہاڑیون کے دامن مین برقرار رہی، مسلمان ان علاقون مین بھی آئے گئے، وقتی فتوحات بھی حاصل کین مگر مستقل قبضہ ان پر قائم نہ رہ سکا، ان کے رہبرون مین گرکی جیمینیز اور ابنگوارسٹا شہرت رکھتے ہین،

اسی طرح پائیرنیز کے انتہائی شرقی کنارے پر فرنیکس نے بود و باش اختیار کی تھی، اور مرسا ہسپانیکا مین حکومت کی تاسیس کرلی تھی اور نوابون کی حکمرانی جاری تھی،

اندلس کی شمالی سرحد پر یہی تین جداگانہ ہمسایہ عیسائی حکومتین قائم تھین، عبدالرحمن کے زمانہ مین شارلیمین کے حملے اکثر ان پر ہوتے رہتے تھے اور سیکسن کی لڑائیون کا مستقل سلسلہ جاری تھا، اس لئے جب سرقسطہ مین ناکام ہونے کے بعد شارلیمین واپس جانے لگا تو رولینڈ کی قیادت مین ان لوگون نے حملہ کیا، اس علاقہ مین مسلمان بھی شہری زندگی گذارتے تھے، وہ بھی اس حملہ مین ان کے شریک ہوئے، پھر سلیمان اعرابی کو آزاد کرانے کے لئے اس کے لڑکون نے اس پر چھاپا مارا تھا، شارلیمین ان حملون کی تاب نہ لاسکا تھا، اور اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہوگیا تھا،[1]

عبدالرحمن کے تعلقات بھی ان ہمسایون سے کچھ خوشگوار نہ تھے، وہ لوگ اسلامی سرحدون کو لوٹتے رہتے اور مختلف موقعون پر چھاپے مارتے تھے اگرچہ عبدالرحمن کے لئے یہ حکومتین متحارب

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، ی فرینکس مصنفہ لوئیس سرجنٹ اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۸ ۴ ص ۲۳۰، ۲۳۲، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا یازدہم (اسپین) ج ۲۵ ص ۵۱ و ایضاً ج ۳ ص ۸۵۴ (بسکے) و اسپین دیٹس، اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج ۳۶ ص ۳۱ تا ۳۶،

تھیں اور قانون اسلام کے رو سے دار الحرب کا حکم رکھتی ہیں، ان پر حملے کئے جا سکتے تھے اور ان کے حملوں کا جواب دیا جا سکتا تھا، لیکن عبد الرحمٰن نے داخلی بغاوتوں کو کامل طور پر فرد کرنے سے پہلے ان ملکوں کی طرف رخ نہیں کیا، ۱۶۴ھ میں جب سرقسطہ مطیع ہو گیا، اور پورے ملک میں کوئی ایک چپہ بھی کسی باغی کے قبضہ میں نہیں رہ گیا تو اس نے ان حکومتوں کی طرف توجہ کی، اور سرقسطہ کے مطیع کرنے کے بعد قرطبہ جانے کے بجائے اس نے شمالی اندلس کے ان ہی حلقوں کی طرف رخ کیا، اور نمایاں کارنامے انجام دیئے،

چنانچہ سب سے پہلے شمالی اندلس کے صوبہ لوگرونو کے مشہور شہر قلہرہ پہنچا، جو دریائے سیڈا کوس کے بائیں کنارے آباد تھا، یہاں بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، اس کے بعد ایک شہر پر جس کا نام ابن اثیر نے فکیرہ لکھا ہے قبضہ کیا، اور اس نواح کے قلعوں کو مسمار کر دیا، اسی کے ساتھ نبلونہ (پمپلونا) پر تاخت کی، جس پر عربوں کا قبضہ رہ چکا تھا،

اس کے بعد حکومت بشکنس (باسک) کے حدود میں داخل ہوا، اور ایک قلعہ جس کا نام حصن شمین بتایا گیا ہے، قابض ہوا، اس کے بعد اس نواح کے دو سرداروں کے نام عرب مورخین نے لئے ہیں، جن کے حدود حکومت پر تاخت کی گئی، ان میں سے ایک کا نام ملاوون ابن اعلال لکھا ہے، جب اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو قلعہ کو چھوڑ کر لوگ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے، جو باقی رہ گئے تھے انھوں نے مزاحمت کی اور مارے گئے، پھر یہ قلعہ قبضہ میں آ گیا، اور برباد کر دیا گیا، اسی طرح کاؤنٹ آف سرڈین کی عملداری پر حملہ کیا گیا، عرب مورخین اس کو ابن بلسکوہ لکھتے ہیں، اس نے مصالحت کی درخواست کی، چنانچہ اس نے جزیہ ادا کرنا منظور کیا، اور اس کی وفاداری کو قائم رکھنے کیلئے اس کے لڑکے کو یرغمال کے طور پر لے لیا گیا، اور اس مہم کو انجام دینے کے بعد قرطبہ لوٹ آیا،[۱]

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۱ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۴، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۴، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۰۴،

ولایت اربونہ | اربونہ ناربون میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی، البتہ اُسر قسطہ وغیرہ کے زیر اقتدار نہ رہنے کی وجہ سے اس دور دراز صوبہ پر قبضہ کھنا بھی عبدالرحمٰن کیلئے دشوار تھا، لیکن یہاں کی آبادی امن پسند تھی، اس لئے ان لوگوں نے سرکشی اختیار نہیں کی، عبدالرحمٰن نے ابتدا عبدالرحمٰن بن عقبہ کو یہاں کا والی بنایا تھا، پھر شاید اس صوبہ سے مرکزی حکومت کا تعلق منقطع ہوگیا تھا، مگر جلد ہی پھر تعلقات استوار ہوگئے چنانچہ ۱۶۹ھ یا ۱۷۰ھ میں عبدالواحد ابن مغیث نے اس صوبہ کو دوبارہ عبدالرحمٰن کی اطاعت میں داخل کیا، وہی یہاں کا والی مقرر کیا گیا، اس نے یہاں کے محاصل کا خمس عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا، جو اس قدر کثیر مقدار میں تھا کہ وہ قرطبہ کا پل اور جامع مسجد کی تعمیر میں لگایا گیا[1]،

وفات | عبدالرحمٰن نے ملک میں مستحکم حکومت قائم کرکے ۵۸ سال کی عمر میں بماہ ربیع الاول ۱۷۱ھ ۷۸۸ء وفات پائی اس کے بیٹے عبداللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قرطبہ کے قصر میں تدفین عمل میں آئی،

اولاد و جانشین | عبدالرحمٰن کی بیس اولادیں تھیں جن میں گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں، بیٹوں میں سلیمان، ہشام اور عبداللہ ہوشمند اور صاحب اقتدار تھے، اس کی زندگی میں امور سلطنت میں حصہ لیتے ہے،

ان میں سب سے بڑا لڑکا سلیمان تھا، یہ وہی بچہ ہے جو عباسیوں کے غلبہ کے وقت گاؤں میں سیاہ عباسی پرچم کو آتے دیکھ کر مکان کے اندر آکر دہشت سے عبدالرحمٰن کے سینہ سے چمٹ گیا تھا، اس وقت وہ چار سال کی عمر کا تھا کہ عبدالرحمٰن اس کو چھوڑ کر مغرب چلا آیا تھا، اندلس میں حکومت کے قائم ہونے کے بعد اس نے اس کو ۱۴۷ھ ۷۶۴ء میں شام سے بلوا لیا تھا،

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۰، ۳۴،

لیکن اندلس آنے کے بعد اس نے اپنے نومولود لڑکے ہشام کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور اپنی نیابت اور قائم مقامی کے تمام فرائض اس کے سپرد کردیئے تھے، اس لئے سلیمان کے اندلس آنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں خوشگوار تعلقات قائم نہ ہوسکے، اور سلیمان کے دل میں ہشام کے خلاف جذبات پیدا ہوئے، اور عبد الرحمٰن کے علم میں بھی آئے، اس نے مختلف موقعوں پر ان دونوں کی صلاحیت، استعداد، اور علم و فضل کا امتحان لیا، ہشام کی تعلیم و تربیت محل میں ناز و نعم سے ہوئی تھی، اس لئے وہ قدرةً ہر موقع پر تفوق حاصل کرتا گیا، اس لئے عبد الرحمٰن نے اس کی ذاتی صلاحیتوں کا لحاظ رکھ کر اسی کو ولیعہد برقرار رکھا، اور عبد الرحمٰن کی وفات کے بعد ہشام ایک معمولی خانہ جنگی کے بعد اس کا متفق علیہ جانشین قرار پایا،[لہ]

عہد حکومت عبد الرحمٰن نہ صرف اندلس کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا بانی بنا بلکہ مغرب میں ایک ایسی نئی تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالنے والا ثابت ہوا، جو قرونِ وسطیٰ میں دنیا کی معیاری تہذیب کی حیثیت سے تسلیم کی گئی،

عبد الرحمٰن اور المنصور عباسی وہ جس بے سرو سامانی میں مشرق سے نکلا، اور جس اولوالعزمی سے اس نے سلطنت قائم کی اور آئے دن کی بغاوتیں جس کامیابی سے فرو کیں، ان کی سرگذشت اوپر گذر چکی، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں تک کی زبان سے خراج تحسین وصول کیا، خلیفہ المنصور عباسی سے بڑھ کر اس کا کون دشمن اور حریف ہوسکتا تھا، لیکن وہ کہا کرتا تھا،

"اگر ہماری سلطنت اس سخت گیری اور اس کی بقا کی تائید ی قوتوں سے قائم رہ جائے تو تعجب نہ کرو، اصلی تعریف کا مستحق تو وہ یگانہ فرزانہ قریشی نوجوان ہے، جو اپنے اہل و عیال

لہ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۴۴ و ج ۶ ص ۴، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، اس نے سال وفات ۱۷۲ھ لکھا ہے ابن اثیر نے بھی بطور ایک قول کے نقل کیا ہے، لیکن ۳۳ سال ۱۳۹ھ سے آغاز اور ۱۷۱ھ پر (باقی حاشیہ ص ۳۱۵ پر)

سے جدا ہوا، اور مصائب کی پرواہ نہ کی، وہ اپنی دھن کا پکا تھا، یہاں تک کہ اپنی عزت کی گھاٹیوں پر چڑھنے کیلئے اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا، ایک دور دراز جزیرہ میں جا نکلا وہاں صف بستہ فوجیں اس کے مقابلہ کیلئے موجود تھیں، مگر اس نے اپنی ہمت و فرزانگی سے انھیں شکست دی، اپنے حملوں سے ان کی صفیں ایک دوسرے پر الٹ دیں، اور اپنی سیاست و دانائی سے ملک کے بسنے والوں کے دل موہ لئے، اور ملک کے اکابر اس کے فرمان کے تابع ہوگئے، اور سارے ملک پر اس کی بادشاہی قائم ہوگئی، وہ شخص اپنے دشمنوں کیلئے مجسم قہر ہے، اپنے عہد کا پکا ہے، اپنی سرحد کے پاس کسی کو پھٹکنے نہیں دیتا، لوگ اس سے محبت بھی کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں، وہ جوان ہے اور جوان ہمت ہے، اگر کوئی اس کی مدح میں قصائد پڑھے تو اس کو جھوٹا نہ سمجھو،[1]

المنصور نے ایک مرتبہ رفقائے مجلس سے پوچھا "صقر قریش" (قریش کا باز) کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت امیر المومنین ہیں، جس نے ملک کو فرمانبردار کیا، فتنوں کو دبایا، نقائص کو دور کیا، اور دلوں پر حکمرانی کی"؛ المنصور نے کہا، "تم لوگوں نے کچھ بھی نہ کہا"، پھر لوگوں نے کہا تو کیا معاویہؓ ہیں؟ المنصور نے جواب میں نفی کی تو لوگوں نے عبد الملک بن مروان کا نام لیا، المنصور نے پھر انکار کیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ پھر کون ہو سکتا ہے؟ المنصور نے جواب دیا،

"صقر قریش عبد الرحمٰن بن معاویہ ہے جو نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار سے اپنی حیلہ گری کے ذریعہ بچ نکلا، چٹیل میدان کو عبور کیا، سمندر پر سوار ہوا، یہاں تک کہ ایک اجنبی ملک میں داخل ہوا، اور شہروں پر شہر بسائے اور فوجوں پر فوجیں ترتیب دیں، اور اپنی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۱۴) اختتام بالکل کر لیتے ہیں، مقری نے ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۱ھ تاریخ وفات لکھی ہے، (ج ۲ ص ۳۰۷) [1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵،

تدبیر کی خوبی اور عزم کی پختگی سے اپنی کھوئی ہوئی حکومت دوبارہ قائم کرلی، معاویہؓ ایک ایسی سواری پر سوار ہوئے، جس پر عمرؓ و عثمانؓ نے ان کو سوار کیا، اور وہ اس سواری کو بہت مطیع بنا چکے تھے، عبد الملک کے لئے اس سے پہلے بیعت لی جا چکی تھی، اور "امیر المومنین" تو اپنے آل و عترت کی طلب دعوت اور اپنے ماننے والے گروہ کے اجتماع سے کامیاب ہوا، لیکن عبد الرحمٰن، تو وہ اپنی ذات سے یگانہ و تنہا تھا، صرف اس کی رائے اس کی مؤید، اور اس کا عزم اس کا رفیق تھا،[1]

المنصور و عبد الرحمٰن کی تعریف میں رطب اللسان تھا، اور مورخین نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا مماثل قرار دیا ہے، مقری لکھتا ہے،

"الداخل اپنے عزم و مضبوطی اور ضبط مملکت میں ابو جعفر المنصور پر قیاس کیا جاتا تھا، اس میں بھی دونوں ملتے تھے کہ دونوں کی مائیں بربری تھیں، اور دونوں نے اپنے بھتیجوں کو قتل کرایا، المنصور نے ابن السفاح کو، اور عبد الرحمٰن نے اپنے بھتیجے مغیرہ بن ولید بن معاویہ کو،[2]

ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

"ابن حیان نے اس کو نوادر میں شمار کیا ہے کہ ابو جعفر منصور اور عبد الرحمٰن مردانگی سے دوسروں پر غالب آئے، مفاسد کو بیخ و بن سے اکھیڑنے، سخت دلی برتنے، اور سخت سے سخت کام کر گذرنے پر جری ہونے میں دونوں ایک دوسرے کے مماثل تھے،"

کامیابی کے اسباب اندلس میں عبد الرحمٰن الداخل کی کامیابی میں اس کے عزم، تدبر و دانائی اور اصابت رائے کے ساتھ وقت، زمانہ اور ماحول سے بڑی مدد ملی، یوسف اپنی حکومت کو خانوادہ امویہ کی نیابت سمجھتا تھا، اس کے جد حضرت عقبہ بن نافع فہری اور خلفائے امویہ میں

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۸، ۱۱۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲ [2] نفح الطیب ج ا ص ۷۶،

جو تعلقات تھے، ان پر اس کو ناز تھا، اس لئے وہ اندلس مین بنو امیہ کو اپنے معتمدین مین شمار کرتا تھا،

اسی زمانہ مین خانوادۂ امویہ کو زوال آیا، مشرق مین ان پر جو مظالم ڈھائے گئے، ان کی داستانین

اندلس بھی پہونچین، مغرب والون کو ان سے کوئی خلش نہ تھی، وہ ان کو صرف مذہبی پیشوا جانتے تھے،

اور ان کی فتوحات کے معترف تھے، اس لئے مظالم کی ان داستانون سے اندلس مین ان کی طرف سے

عام ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا، اگر یوسف کے علم مین واقعات اس وقت آجاتے جب صمیل کے

علم مین آئے تھے تو عبد الرحمن کی کامیابی مشتبہ ہو جاتی، لیکن اس کی خوش قسمتی تھی کہ صمیل و یوسف

مین وقتی شکر رنجی سے اس کو فائدہ پہنچ گیا، پھر یمانیون کے عبد الرحمن کے زیر اثر آجانے سے اس کو

اندلس مین عسکری تفوق حاصل ہو گیا، اور اس کامیابی کے مواقع پیدا ہوئے،

قیام حکومت کے بعد یمانیون اور حکومت کے قیام مین ہاتھ بٹانے والون کے اثرات قدرۃً

بڑھے ہوئے تھے، عبد الرحمن کے دامن پر ذاتی حیثیت سے جو بھی دھبہ لگایا جائے، مگر حکومت کے

استحکام و بقا کے نقطۂ نظر سے ان کے اثرات سے آزاد ہونا اس کے اور اس کی حکومت کے لئے

غیر معمولی طور پر مفید ہوا، خصوصاً اس لئے کہ اس نے رفتہ رفتہ موالی اور غلامون کی عظیم الشان

فوج تیار کر لی، اور پھر انہی عربون کی طاقت کو جن کے سپاہیانہ جوہر سے اس نے حکومت قائم

کی تھی، الگ الگ میدان مین توڑا، اور بڑی مشقتین اٹھا کر پورے اندلس مین ایک سرے سے

دوسرے سرے تک کامل امن و امان قائم کیا، اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو قیام

حکومت کا کام پورے طور پر ہو چکا تھا،[1]

عبد الرحمن نے قصر حکومت مین ہوش سنبھالا تھا، حکومت کے طور و طریق سے آگاہ تھا، مشرق کے

وہ افاضل جو بنو امیہ سے تعلق خاطر رکھتے تھے، وہ بھی اس کے گرد جمع ہو گئے، اور امور مملکت مین

[1] نفح الطیب مقری ج ۱ ص ۱۵۶،

اس کا ہاتھ بٹایا، اُسے جب فوجی مہموں سے فرصت ملتی تو حکومت کے نظم ونسق سنبھالنے اور ملک کو عمرانی ترقی دینے میں وقت صرف کرتا تھا، مقری ابن حیان کے حوالہ سے لکھتا ہے

"ابن حیان کہتا ہے کہ جب الداخل نے اندلس جیسے دور افتادہ خطہ کو شاہی آراستگی سے خالی پایا تو اس کے باشندوں کو سلطانی اطاعت کا خوگر بنایا، شاہانہ طور طریق کا انھیں عادی بنایا، انھیں آداب سلطانی سکھائے، اور انھیں ایک شاہراہ پر لاکر کھڑا کر دیا، پھر اس نے تنظیم شروع کی چنانچہ حکومت کے دواوین قائم کئے، محل کھڑے کئے، عطایا مقرر کئے، جھنڈے بلند کرکے صاحب جیش مقرر کئے، لشکر ترتیب دیئے، حکومت کی تعمیر کا یہ محل آسمان تک پہونچا، اور زمین میں اس کی بنیادیں مستحکم ہوگئیں،

اس کا اعتراف بڑے بڑے بادشاہوں نے کیا، وہ اس کے قریب آنے سے لرزنے لگے اور اس کی سرحدوں کا احترام کرنے لگے یہاں تک کہ پورا اندلس اس کا مطیع ہو گیا، اور یہاں اس کی حکمرانی مستحکم ہو گئی[1]

حکومت کے مختلف شعبے اور صوبوں کی تقسیم

عبد الرحمن نے ملک کو چھ صوبوں میں تقسیم کیا، جہاں اس کے گورنر رہتے تھے، اور وہی سپہ سالار بھی ہوتے تھے، پھر اُن کے ماتحت وزراء و عمال تھے، اسی طرح محکمہ پولیس، قضاء (عدالت) اور قید خانہ کا انتظام جداگانہ تھا، ان سب کا تعلق پایۂ تخت سے تھا، جہاں وہ اپنی کارگذاریاں بھیجتے، اور مرکز سے ان کی نگرانی کی جاتی،

مرکزی حکومت کے عہدہ دار اور محکمے

مرکزی حکومت چند شعبوں میں منقسم تھی، اور ممتاز عہدہ داروں میں حاجب، وزیر، کاتب، قاضی، صاحب شرطہ (پولیس افسر) سپہ سالار اور قاضی عساکر تھے، ان کا علیحدہ علیحدہ دفتر قائم تھا،

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵،

حجابت - حجابت کے عہدہ پر سب سے پہلے تمام بن علقمہ جو اس کے موالی میں سے تھا سرفراز کیا گیا، پھر یوسف بن بخت فارسی جو عبد الملک بن مروان کے موالی میں سے تھا، اس عہدہ پر آیا، بلکہ یہ عہدہ اس کے خاندان میں کچھ دنوں وراثتہً باقی رہا، پھر عبد الکریم بن مہران جو حارث ابن ابو شمر غسانی کی اولاد میں سے تھا اس عہدہ پر آیا، پھر عبد الرحمٰن بن مغیث بھی اس عہدہ پر مامور کیا گیا، اس کا باپ مغیث قرطبہ کا فاتح تھا، پھر منصور خصی مامور ہوا، یہ سب سے پہلا خصی تھا جو بنو امیہ کے دربار میں حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

وزراء - اگرچہ عبد الرحمن نے وزیر کا لقب عہدہ کی حیثیت سے مقرر نہیں کیا، لیکن وزارت کے سارے کام، اور اہم امور میں مشورت کی خدمت کیلئے چند عمائد مخصوص تھے، اور مورخین نے ان ہی کے نام وزیر کی حیثیت سے لکھے ہیں، وہ ابو عثمان (بانی دولت) عبد اللہ بن خالد (قیام الحکومت میں دست راست) ابو عبدہ جو پہلے اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا، شہید بن عیسیٰ بن شہید جو معاویہ بن مروان بن حکم کے موالی میں سے تھا، عبد السلام بن بسیل رومی، جو عبد اللہ بن معاویہ کا موالی تھا، ثعلبہ بن عبید بن نظام جذامی جو پہلے سرقسطہ کا والی تھا، اور عاصم بن مسلم ثقفی جو اس کے جان نثاروں میں سے تھا، اور مروانی جیسے سب پر تقدم حاصل تھا، اس کے معتمد رفقاء تھے،

کتاب کتابت کی خدمت ابتداً ابو عثمان اور عبد اللہ بن خالد نے انجام دی، جب حکومت کے شعبے اور مناصب قائم کئے گئے تو سب سے پہلا کاتب امیہ بن یزید مقرر کیا گیا، یہ معاویہ بن مروان کے موالی میں سے تھا، اور یوسف فہری کے زمانہ سے اس عہدہ پر مامور تھا، عبد الرحمٰن نے بھی اس کو اس خدمت پر مامور کر لیا، اور اس کے خاص مشیروں میں شمار کیا جانے لگا، اہم امور میں وہ اس سے بھی مشورہ کرتا، اور اس کی رائیں بڑی صائب نکلتی تھیں، اور عبد الرحمٰن اس کی

رایون کو فضیلت دیتا تھا، لیکن آخر زمانہ مین عبد الرحمٰن کیساتھ اس کی وفاداری قائم نہ رہ سکی، اور یزیدی کی باغیانہ سرگرمیون مین درپردہ یہ بھی شریک تھا، مگر یزیدی کے فتنہ کے خاتمہ سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا،

قضاء۔ اندلس مین قضا کے دو منصب تھے، ایک "قاضی الجماعت" کہا جاتا تھا، اور دوسرا "قاضی عساکر"، "قاضی الجماعت" یعنی ایک عدالت شہری آبادی کیلئے تھی، دوسری خاص صیغۂ فوج کیلئے، قاضی الجماعت کے عہدہ پر یوسف کے زمانہ سے یحییٰ بن یزید یحصبی مامور تھے، اس دور کے برگزیدہ بزرگون مین سے تھے، عبد الرحمٰن نے ان کو اس عہدہ پر برقرار رکھا[1]،

"قاضی یحییٰ بن یزید یحصبی نے جب وفات پائی تو قاضی قرطبہ کے عہدہ کیلئے کسی موزون شخص کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی عبد الرحمٰن نے اپنے وزراء اور اپنے دونون بیٹون سلیمان اور ہشام کو مشورہ کیلئے طلب کیا، عبد الرحمٰن نے مجلس مشورت مین اس مسئلہ کو پیش کیا، سلیمان اور ہشام نے کہا "ہم لوگ المدور کے ایک بزرگ سے واقف ہین، وہ شامی عربون مین سے ہین، وہ صاحب فضل وصلاح و برگزیدہ بزرگون مین سے ہین، ان کا نام مصعب بن عمران ہمدانی ہے" وزراء نے بھی اس بیان کی تصدیق کی، اور عبد الرحمٰن نے انھین اس منصب کیلئے نامزد کردیا،

اس کے بعد شیخ مصعب بن عمران طلب کیے گئے، جب وہ عبد الرحمٰن کے سامنے آئے اور اس نے قضاءت کا عہدہ ان کے سامنے پیش کیا، تو انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا، عبد الرحمٰن کیلئے اپنی مخالفت کا برداشت کرنا بڑا دشوار تھا، وہ شدت غضب مین اپنی مونچھون کو بل دینے لگا، اور یہ اس کی انتہائی برہمی کی علامت تھی، لیکن خیریت گذری کہ یہ غصہ اس کی برداشت سے باہر نہین ہوا، اور صرف اسی قدر کہنے پر اس نے اکتفا کیا کہ اچھا تو پھر تمھارے متعلق مشورہ

[1] نفح الطیب ج ا ص ۲۲،

دینے والون پر خدا کی لعنت اور اس کا غضب ہو"

شیخ مصعب بن عمران کے صاحب صلاح وخیر ہونے کی یہ نشانی تھی کہ انھون نے اسی طرح اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کیا، جیسے المنصور کی پیشکش کو امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رح نے رد کردیا تھا، اور عبدالرحمن کو المنصور پر یہ فضیلت رہی کہ غصہ مین امام اعظم رح کی طرح شیخ مصعب ابن عمران کو کوئی سزا دینے کے بجائے وہ اپنے ہی لڑکون کو برا بھلا کہہ کر رہ گیا،

شیخ مصعب بن عمران کے انکار سے شیخ ابوعمرو بن معاویہ بن صالح حمسی کا آفتاب اقبال بلند ہوا، عبدالرحمن کو ان پر بڑا اعتماد تھا، یہ اندلس کے شامی عربون مین ممتاز فقہاء مین سے تھے، عبدالرحمن نے ان کو اس سے پہلے نادسفر دیکر شام بھیجا تھا کہ وہان سے وہ ان کی دونون بہنون کو اپنے ساتھ اندلس لے آئین، یہ شام سے واپس آچکے تھے[1]، عبدالرحمن نے ان کو طلب کیا، اور اسی وقت قضارت کا عہدہ ان کے سپرد کردیا، اور عبدالرحمن کے زمانہ مین آخر وقت تک یہی اس عہدہ پر مامور رہے[2]،

قاضی عساکر کے عہدہ پر جدار بن عمرو مامور تھے[3]،

---

[1] ان بہنون نے عبدالرحمن کی دعوت قبول نہین کی، اور یہ کہلا بھیجا کہ اب وہ شام مین امن وعافیت سے ہین اس لئے سفر کے خدشات مین اب پڑنا مناسب نہ ہوگا، چنانچہ معاویہ بن صالح اندلس واپس چلے آئے تھے [2] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۷، ۴۴، مقری نے معاویہ بن صالح کے بعد عمر بن شرحبیل پھر عبدالرحمن بن طریف کے نام قاضی قرطبہ کی حیثیت سے لکھے ہین، اس اجمالی ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون بھی عبدالرحمن کے عہد مین قضارت کے عہدہ پر مامور ہوئے مگر یہ ابن القوطیہ کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ معاویہ بن صالح ہشام کے عہد کے پہلے سال تک تاحیات قاضی رہے، اس لئے ممکن ہے کہ یہ دونون امیر عبدالرحمن کے زمانہ مین کسی اور شہر کے قاضی مقرر ہوئے ہون، قرطبہ کے قاضی کی حیثیت قاضی القضاۃ کو سمجھنا چاہیئے، اس عہدہ پر آخر وقت تک (باقی حاشیہ ص ۳۴۲ پر)

یہ قضاۃ زیادہ تر مالی معاملات کے فیصلے کرتے تھے، اس کے ساتھ انھین ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کا حق حاصل تھا، لیکن عدالت کے جداگانہ انتظام کے باوجود عبد الرحمن چند خاص اوقات مین فریادرسی کیلئے خود بھی بیٹھتا تھا، اس تک پہونچنے کیلئے عام اجازت تھی، کمزور سے کمزور انسان بغیر کسی دشواری کے اس کے پاس پہنچ جاتا تھا، اس لئے لوگ براہ راست بھی اس کے یہان پہنچتے، اپنے معاملات پیش کرتے، اور انصاف کے خواہان ہوتے، وہ مقدمات کے فیصلے کرتا، اور کبھی فریقین مین صلح کرادیتا،

عوام کے لئے عبد الرحمن کے قصر کا دروازہ صرف کھلا نہ تھا، بلکہ وہ آزادی سے عام مجمعون مین شریک ہوتا، اور لوگون سے عمومیت کے ساتھ خلا ملا رکھتا تھا، اس کے اس طرز زندگی سے لوگ زیادہ جری ہوگئے تھے، اور راہ چلتے روک کر فریادرسی چاہتے، چنانچہ ایک مرتبہ وہ کسی کے جنازہ کی شرکت سے واپس آرہا تھا، اثنائے راہ مین ایک شخص آگے بڑھا، اور راہ روک کر کہنے لگا، "خدا امیر کا بھلا کرے، آپکے قاضی نے مجھ پر ظلم کیا ہے، مین آپ سے ظلم کی فریاد کرتا ہون، عبد الرحمن نے جواب دیا کہ "اگر تم نے سچ کہا تو انصاف کیا جائے گا، اس پر اس نے عبد الرحمن کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا "یا امیر مین آپ سے درخواست کرتا ہون خدا کی قسم مین اس جگہ سے آپ کو بڑھنے نہ دون گا، تا وقتیکہ آپ قاضی کو میرا انصاف کرنے کا حکم نہ دیدین" عبد الرحمن نے پیچھے پھر کر دیکھا تو اس کے خدم و حشم مین سے تھوڑے سے لوگ اس کے ساتھ تھے، چنانچہ اس نے قاضی کو بلایا، اور اس کے معاملہ مین مناسب فیصلہ کرنیکا حکم دیا،

قصر مین لوٹنے کے بعد اس کے بعض حشم جو اس کے اس عمومیت سے نکلنے کو پسند نہ کرتے تھے، انھون نے کہا "خداوند تعالیٰ امیر کی عمر دراز فرمائے، اس کثرت سے نکلنا بادشاہون کو زیبا

(بقیہ حاشیہ ص ۳۲۱) معاویہ بن صالح ہی مقرر رہا، [۳] نفح الطیب ج ۲ ص ۷۲،

نہین، اس طرح وہ عوام کی نگاہ مین سبک ہو جاتے ہین، لوگ ایک قسم کی طبیعت کے نہین ہوتے، لوگون مین نامناسب جرأتین پیدا ہو جاتی ہین،

عبد الرحمن نے اس مشورہ کو قبول کو کیا، اور اس دن سے عمومیت کے ساتھ عوام سے جلا ملا کر نے سے اجتناب کرنے لگا، اور محفلون اور مجلسون کی شرکت کے لئے ہشام کو مامور کر دیا،[1]

عبد الرحمن نے فوج کی تنظیم پر بڑی توجہ کی، پے در پے بغاوتون کے باعث عربون پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا اس لئے بربریون اور غلامون کی عظیم الشان فوج تیار کر لی، بربر دن اور موالی کی فوج کے تیار ہونے سے پہلے فوج کی تقسیم قبائلی تھی، ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت امیر کے حکم کی تعمیل مین حاضر ہوتا تھا، لیکن عربون کی بغاوتون سے اس کو جب تلخ تجربے ہوئے تو اس نے اس نظام کو بدل دیا، اور سرکاری فوج کی تعداد مین اضافہ کرنے لگا، چنانچہ جب وہ البیرہ سے بیعت اطاعت کے بعد روانہ ہوا تھا، اس کے پاس چھ سو سوار تھے آگے چل کر سوارون کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی، پھر اسی مناسبت سے پیدل سپاہ کی تعداد کو قیاس کرنا چاہیئے،[2] سپاہ ان ہی دو صنفون پیدل اور سوار مین تقسیم تھی، پیدل سپاہ کے افسر اعلیٰ (صاحب الرجالہ) کی حیثیت سے عبد الحمید بن غانم کا نام آتا ہے، اور سوارون کا افسر (صاحب الخیل) مولیٰ اسماعہ تھا،[3]

سپہ سالاری کے عہدہ پر بدر، تمام بن علقمہ، حبیب بن عبد الملک قرشی اور عاصم بن مسلم ثقفی وغیرہ کے نام ملتے ہین، کبھی کسی وزیر یا حاجب کی سرکردگی مین بھی فوج بھیجی جاتی، اور بیشتر موقعون پر عبد الرحمن خود فوج کی قیادت کرتا، اور معرکے سر کرتا تھا،

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۶ و ج ۲ ص ۶۷، ۶۸ [2] نفح الطیب ج ۲ ص ۷۴، [3] مجموعہ اخبار

اندلس کی حکومت کا بحری بیڑا پہلے سے موجود تھا، عبد الرحمٰن نے اس موقع پر جب اس نے شام پر حملہ آوری کی تیاری کی تھی، بحری بیڑے کو بھی مستحکم کیا تھا، جس نے آگے چل کر غیر معمولی ترقی حاصل کی،

جیسغہ فوج میں تولیت لوائیھی اس زمانہ میں ایک مستقل اعلیٰ منصب تھا، عبد الرحمٰن کے عہد حکومت میں ابو سلیمان داؤد انصاری علمبردار تھا، اس کے انتقال کے بعد تولیت لواء کا منصب خاندانی قرار پایا، چنانچہ اس کا بیٹا محمد بن عبد الرحمٰن کے زمانہ تک اس منصب پر مامور رہا، [1] فوج کے لئے رسد مہیا کرنے کے لئے ایک مستقل افسر تھا، جو "صاحب ارزاق الاجناد" کہا جاتا تھا، [2]

محکمہ شرطہ (پولیس) مستقل طور پر قائم تھا، عبد الرحمٰن کے زمانہ میں عبدی اس محکمہ کا افسر اعلیٰ تھا اس محکمہ کے فرائض تقریباً وہی تھے جو اس زمانہ میں پولیس کے ہوتے ہیں،

نقش خاتم، عبد الرحمٰن نے سرکاری کاغذوں اور دستاویزوں پر مہر کرنے کیلئے اپنا نقش خاتم باللہ یثق عبد الرحمٰن وبہ یعتصم تیار کرایا تھا،

عبد الرحمٰن نے حکومت کے مختلف شعبوں کے دیوان ودفاتر قائم کر کے حکومت کو ایک نظم کے ساتھ چلایا، اس کے علاوہ اس نے قرطبہ کی تعمیری ترقی پر بڑی توجہ کی، قصور، ایوان، محلات، باغات، مساجد، حمام، شہر پناہ اور پل تعمیر کرائے، چنانچہ قرطبہ کی تعمیری تجدید وتزئین وآرایش کے متعلق مقری اجمالی طور پر لکھتا ہے،

"بعض مورخین نے عبد الرحمٰن الداخل کے سوانح حیات میں لکھا ہے کہ جب اس کی حکومت قائم ہو گئی تو اس نے قرطبہ کی عظمت بڑھانا شروع کیا، چنانچہ اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا، اس کی

---

[1] نفح الطیب ج ۲ ص ۷۵، [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۹۷

عمارتوں کی تجدید کی، اس کو فصیلوں سے مستحکم کیا، قصر حکومت اور جامع مسجد کی تعمیر کی، اس کے رقبہ کو بڑھایا، محلوں کی مسجدوں کو درست کرایا، پھر شہر رصافہ کو اپنی نزہت گاہ کے طور پر تعمیر کیا، اور اس میں ایک خوبصورت قصر تعمیر کیا، اور وسیع باغ لگایا، اور اس میں عجیب و غریب پودے، اور بہترین درخت شام اور دوسرے ممالک سے منگا کر نصب کر دیئے،[1]

فصیل قرطبہ کی تعمیر | قرطبہ کی فصیل کی تعمیر ۱۵۵ھ میں عین اس زمانہ میں انجام پائی جب اندلس میں پے در پے بغاوتیں برپا تھیں، اس لئے اس کی تعمیر دار الحکومت کو باغیوں سے محفوظ رکھنے ہی کے لئے عمل میں آئی تھی، اور اسی وجہ سے اس کی تعمیر میں استحکام و پائیداری کا لحاظ رکھا گیا ہوگا، قرطبہ کی یہ فصیل پہلے زمانہ سے موجود تھی، امتداد زمانہ سے اس کا استحکام باقی نہیں رہا تھا، اس لئے ولاۃ کے زمانہ میں ایک سے زیادہ ایسے موقعے آئے جب باغی شہر میں گھس پڑے، عبد الرحمن کو بھی اسی فصیل کے کام نہ آنے سے مدد ملی تھی، اور دریا کو عبور کرتے ہی وہ شاہی محل تک پہنچ گیا تھا، عبد الرحمن کے استیلا کے بعد یوسف کا لڑکا ایک مختصر دستہ کے ساتھ بلا مزاحمت قصر حکومت تک پہنچ گیا تھا، اور قائم مقام والی کو گرفتار کر لیا تھا،

عبد الرحمن نے ان ہی وجوہ سے فصیل کی تعمیر پر سب سے پہلے توجہ کی، اس میں حسب ضرورت دروازے لگوائے، مجموعی طور پر سات یا آٹھ دروازے تھے، جو رات آتے ہی بند کر دیئے جاتے تھے، اور دروازوں پر پاسبان مقرر کئے گئے،

قصر شاہی | قرطبہ کا قصر شاہی جس کو "بلاط زریف" اور "قصر حکومت" بھی کہتے تھے، عہد قدیم سے قائم تھا، گاتھ فرمانروا جب قرطبہ آتے تو اس میں ٹھہرتے تھے، رزریق آخری مرتبہ جب [illegible] نے تیاری کی تھی، اس لئے مسلمان

اس کو "بلاط رزیق" بھی کہتے ہیں، اس میں یونانیوں، رومانیوں اور گاتھون کے دور کے آثار موجود تھے، اسلامی دور کے آغاز کے بعد بھی قصر اندلس کے حکمران کا مستقر قرار پایا، عبد الرحمن نے بھی اسی میں سکونت اختیار کی، اور اسی لحاظ سے مسلمان اس کو "قصر حکومت" بھی کہتے تھے،

اس قصر میں بنو امیہ کے دور کی بہترین یادگاریں ہیں، انھوں نے اس میں عجیب وغریب اضافے کئے، عرب مورخین ابن اثیر، ابن خلدون اور مقری نے اس قصر کی تعمیر کا تذکرہ جس انداز میں کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبد الرحمن نے اس کی از سر نو تعمیر و تجدید کی تھی[1]

رُصافہ | عبد الرحمن اس قصر میں تھوڑے دنوں مقیم رہا، اس کے بعد اس نے اپنی سیر و تفریح کے لئے قرطبہ سے قریب جانب مغرب ایک نزہت گاہ بنوائی، اور اس کا نام اپنے دادا ہشام کی سیرگاہ کے نام پر رصافہ رکھا، یہ ایک بڑا پُر فضا باغ تھا، اس کو اس نے بڑی دلچسپی سے آراستہ کیا، دور دور ملکوں دمشق و بغداد سے طرح طرح کے خوشنما درختوں اور لذیذ پھلوں کے پودے، بیج اور گٹھلیاں منگوا کر اس میں نصب کرائیں، اور بڑے اہتمام سے ان کی پرداخت کرائی اور چند سال کے اندر قسم قسم کی ترکاریاں، اور خشک و تر میوے اندلس میں اپنی فصل پر تیار ہونے لگے، مقری ابن سعید کی کتاب المغرب کے حوالہ سے لکھتا ہے،

"قرطبہ کی نزہت گاہوں، اور عمارتوں کا تذکرہ، نظم و نثر کے ذریعہ اس قدر زبانوں پر رہا، کہ اس کا احاطہ کرنا دشوار ہے، خلفائے مروانیہ کی نزہت گاہوں اور سیرگاہوں میں ایک قصر رصافہ ہے،

اس قصر کو عبد الرحمن بن معاویہ نے اپنے ابتدائی زمانہ میں اپنی سیر و تفریح اور قیام کیلئے

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۹ ۔ ۴۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۱، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵،

تعمیر کرایا تھا، وہ اپنے اوقات کا بڑا حصہ رصافہ کے باغ میں گذارتا تھا جس کو اس نے شمالی قرطبہ میں مائل بہ مغرب تیار کرایا تھا، یہاں اس نے ایک خوبصورت قصر بنوایا تھا، ایک وسیع باغ لگوایا تھا جس میں عجیب و غریب پودے، اور بہترین درخت مختلف ملکوں سے منگا کر نصب کرائے تھے، درختوں اور پودوں کو حاصل کرنے کے لئے اس کے قاصدوں نے دور دور کا سفر کیا تھا، اور بہترین قسم کی گٹھلیاں اور بیج لیکر واپس آتے تھے چنانچہ خاص اہتمام پرداخت اور حسن ترتیب سے چند ہی دنوں میں اعلیٰ درجہ کے درخت اس باغ میں تیار ہوگئے، اور نہایت نادر ہوئے، چند ہی دنوں میں پورے اندلس میں پھیل گئے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے،

اس سیرگاہ کا نام "رصافہ" اپنے دادا ہشام کی سیرگاہ کے نام پر رکھا تھا، کیونکہ شام کی اس سیرگاہ کی یاد اور اس کی کشش اس کے دل میں باقی تھی، اس لئے وہ اندلس کے اس رصافہ میں اپنے اوقات کا بڑا حصہ گذارتا، اور اس تعلق سے اس کے دل میں اس مقام کی طرف سے ایک قسم کی کشش قائم ہوگئی تھی"

عبد الرحمٰن کی بہن ام اصبغ اس کے لئے شام سے میووں کے تحائف بھیجا کرتی تھی، اور اس کے بھیجے ہوئے پودے، درخت اور بیج بھی اس باغ میں خاص طور پر لگائے گئے تھے رصافہ کا ایک انار "رمان سفری" کے نام سے اس زمانہ میں بہت مشہور تھا، یہ اپنی مٹھاس اور رس کی زیادتی، اور دانوں کی دبازت اور خوش رنگی و خوبصورتی میں سارے اندلس میں مشہور تھا، عبد الرحمٰن نے اپنی بہن ام اصبغ سے کچھ میوے شام سے منگائے تھے، ان ہی میں انار بھی تھے، عبد الرحمٰن نے یہ میوے چند معززین کو تحفہ میں بھیجے تھے جن میں سفر بن زید کلاعی بھی تھے، وہ انار کو لیکر اپنے وطن کورہ ریہ میں آیا، اور اس کے بیج کو بڑے اہتمام سے

بو دیا، زمین موافق نکلی، اور پودا نکل آیا، اس نے بڑے اہتمام سے اس کی پرداخت کی، جب درخت بار آور ہوا تو پہلا پھل وہ عبدالرحمٰن کے پاس تحفہ میں لایا، عبدالرحمٰن ان انارون کو رصافہ شام کے انارون کے مانند پاکر بہت خوش ہوا، کلاعی نے پورا واقعہ سنا دیا، اس سے اس کو اور بھی مسرت ہوئی، اس کے اس دلچسپی سے درخت اگانے اور بار آور کرنے پر اس کی ستایش کی، اور اسے انعام واکرام سے خوش کیا، پھر اسی درخت کے بیج لیکر رصافہ مین پودے لگوائے اور اس کے درخت پھیل گئے، اور اس باغ سے دوسرون نے اس کے پودے لئے اور درخت نصب کئے، یہان تک کہ گھر گھر پھیل گئے، اور اسی مناسبت سے اس کو رمان سفری کہنے لگے[1]،

مسجد جامع | مسلمانون نے قرطبہ کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ کے اس اسوہ کی تقلید مین جو انھون نے دمشق مین اختیار فرمایا تھا، یہان کے بڑے گرجا شنت بنجنت کے نصف حصہ کو لیکر جامع مسجد بنا لیا تھا، اور نصف گرجے کو اپنے حال پر باقی چھوڑ دیا تھا، باقی دوسرے گرجون کو مسمار کرا دیا تھا، لیکن جب قرطبہ مین مسلمانون کی آبادی بڑھی تو اس جامع مسجد کی وسعت نمازیون کے لئے تنگ ہونے لگی، تو بعد کے والیون نے بالائی منزل پر منزلین بنائین، اس طرح اس مین نمازیون کیلئے گنجایش نکلتی گئی، لیکن بالائی منزلون پر جانے کے لئے بڑا پرپیچ راستہ اختیار کرنا پڑتا، اور نمازیون کو بڑی دشواری پیش آتی تھی، اس لئے عبدالرحمٰن نے اپنے زمانہ مین اس جامع مسجد کو وسیع کر کے ازسرنو بنانا چاہا، لیکن بڑی دشواری زمین کی تھی، کلیسا اپنی جگہ قائم تھا، اس زمین پر قبضہ کرنا خلاف معاہدہ ہوتا، اور عیسائیون کا از خود دینا۔ ۔ ۔ ممکن نہ تھا، آخر عبدالرحمٰن نے ممتاز عیسائیون کو بلا کر اس مسئلہ پر ان سے مشورہ کیا، اور اس زمین کو گرانقدر قیمت پر

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸،

خریدنا چاہا ان لوگون کو شرائط صلح کا علم تھا، اور مسلمانون کی دینداری سے اپنی جگہ یقین تھا کہ وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کر سکین گے اس لئے ان لوگون نے صاف طور پر کسی دام پر بھی اس کو الگ کرنے سے انکار کر دیا،

اب اس گتھی کا سلجھنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا کہ ان لوگون نے خود باہم مشورہ کیا، اور ایک ایسی صورت اختیار کرنا چاہی جو ان کے مذہبی نقطۂ نظر سے بھی مستحسن سمجھی جائے، چنانچہ ان لوگون نے عبد الرحمٰن سے کہا کہ اگر اس کلیسا کے عوض انھین قرطبہ اور اس کے حوالی کے تمام مسمار شدہ کلیساؤن کو بنانے کی اجازت دی جائے تو وہ اس کلیسا سے دست بردار ہو سکتے ہین، عبد الرحمٰن نے یہ شرط قبول کر لی، اور ان کلیساؤن کی دوبارہ تعمیر کی اجازت کے ساتھ اس زمین کی قیمت ایک لاکھ دینار بھی عیسائیون کے حوالہ کئے،

تخت بتخت کی یہ اراضی ۱۶۸ھ مین حاصل ہوئی، اسی وقت سے اس کی تعمیر شروع ہوئی، اور دو سال یعنی ۱۷۰ھ مین نہایت خوبصورت اور عالی شان مسجد اس حد تک تیار ہو گئی کہ اس مین نماز ادا کی جا سکے، اس کی تعمیر پر اس کے ہاتھون سے اسی ہزار دینار صرف ہوئے تھے، جامع قرطبہ عبد الرحمٰن کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی، اگرچہ وہ اس کی زندگی مین مکمل نہ ہو سکی، تاہم اسنے اس میں نماز جمعہ ادا کی اور اس کے منبر پر خطبہ دیا،

جب عبد الرحمٰن کی پرشوق نگاہین اس خوبصورت مسجد کے مینارون پر جاتین تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلتا کہ "یہ مسجد ایک خلیفہ چاہتی ہے" یہی عبد الرحمٰن کا آخری مطمح نظر تھا، گرچہ اس نے خود اپنے لئے صرف "امیر" سے زیادہ کوئی لقب اختیار نہین کیا، لیکن اس کے جانشینون مین

گیبن[1]، اور اندلس مین اموی سلطنت وخلافت صدیون تک بڑی شان سے قائم رہی،

علم وفضل اور شعراء وعلماء کی قدردانی

عبدالرحمٰن صاحب علم وفضل تھا، ادب وشعر کا صحیح مذاق رکھتا تھا، مشرق کی یاد اس کے دل سے محو نہین ہوئی، اس کی یاد مین بڑی پر اثر نظمین اس نے لکھی تھین، دربار مین شعراء وعلماء کا اجتماع رہتا، اور علم وادب کی مجلسین گرم رہتین، خلعت وخاصے عطا کئے جاتے، اور شعراء منہ مانگی مرادین پاتے،

مشرق کی یاد مین ایک سے زیادہ پر اثر نظمین اس زمانہ مین لوگون کی زبانون پر تھین، ایک سفر مین رصافہ مین کھجور کے ایک تنہا درخت پر اس کی نظر پڑی، اور بیساختہ یہ اشعار اس کی زبان سے نکلے،

تبدّت لنا وسط الرصافة نخلة　　　تناءت بارض الغرب عن بلد النخل

رصافہ کے وسط مین کھجور کا ایک تنہا درخت نظر آیا، جو نخلستان کی آبادی سے جدا ہو کر مغرب کی زمین مین آگیا ہے،

فقلت شبیھی بالتغرّب والنوی　　　وطول التنائی عن بنی وعن اھلی

مین نے اس سے کہا کہ تو غریب الوطنی اور جدائی، اور بال بچون سے طول فراق مین میرے مشابہ ہے

نشأت[2] بارض انت فیہ غریبة　　　فمثلک فی الاقصاء والمنتای مثلی

تو نے ایسی سرزمین مین نشو ونما حاصل کی جہان تو بالکل ہی پردیسی ہے، تیری مثال اپنے وطن سے دور دراز مقام پر جدا کر دئیے جانے مین میری مانند ہے

عبدالرحمٰن کو اپنی بہنون سے بڑا انس تھا، مراسلت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، عبدالرحمٰن کبھی نظم مین اپنے جذبات کی ترجمانی کرتا، اور ان کو بھیجا کرتا، بعض نظمین مورخین نے محفوظ رکھی ہین، وہ شوق وطن اور درد فراق سے مملو ہین، اور شیرینی، برجستگی اور فصاحت وبلاغت کا نمونہ سمجھی جاتی ہین[3]،

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۲۳ و ۲۵۵، ابن اثیر ج ۵ ص ۲۷۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۱ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۷، و نفح الطیب ج ۲ ص ۶۷، [3] نفح الطیب ج ۲ ص ۷۰،

علم ادب

مقری نے ابن حیان سے نقل کیا ہے کہ لوگ دور دور سے قرطبہ آتے، اور قصر میں مہمان ہوتے، اور امیر کی مجلس میں بیٹھتے تھے ان مجلسوں میں لوگ عبد الرحمن کی شیریں کلامی سے جو فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہوتی، خوش وقت ہوتے تھے، اور موقع موقع سے عبد الرحمن لوگوں کو خلعت، خاصے اور عطایا سے سرفراز کرتا، اور لوگ یہاں سے نہایت خوش و خرم اپنے وطن کو لوٹتے، اور امیر کی ستایش میں ان کی زبانیں خشک ہوتیں، اور ملک میں ہر طرف عبد الرحمن کی داد و دہش، قدر دانی، اور خوش گفتاری کا چرچا رہتا تھا، کبھی لوگ نظموں میں، کبھی فصیح و بلیغ مراسلوں میں عبد الرحمن کو خطاب کرتے، اور وہ اسی کے مطابق نہایت بلیغ جواب سے لوگوں کو خوش وقت کرتا، ایسی بعض نظمیں اور گفتگوئیں بھی مورخین نے محفوظ رکھی ہیں، مسہب میں ہے کہ عبد الرحمن کو بلاغت میں ایسا بلند درجہ حاصل تھا، جو بنو مروان میں بہت کم لوگوں کو نصیب تھا،[1]

عبد الرحمن اور اس کے بعد کے زمانہ میں جو ممتاز شعراء و ادباء گذرے ان کا تذکرہ علوم کی تاریخ میں تفصیل سے آئے گا، اس کے زمانہ میں شاعر اندلس کی حیثیت سے ابو المحشی کا نام لیا جاسکتا ہے، وہ عبد الرحمن کے دامن دولت سے وابستہ تھا، اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اتفاق کی بات اس نے سلیمان بن عبد الرحمن کی مدح میں کچھ اشعار کہے، سلیمان اور ہشام میں چشمک جاری تھی، ان اشعار پر شبہ ہوا کہ ان میں ہشام پر تعریض کی گئی ہے، اور محض اس جرم میں ہشام کے کسی ہوا خواہ نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروادی، اور وہ اندھا ہوگیا، عبد الرحمن نے اس واقعہ کو سن کر اس کو دربار میں بلوایا، اس نے اس کی شان میں ایک قصیدہ سنایا، اس قصیدہ سے عبد الرحمن پر بڑی رقت طاری ہوئی، اس نے خوش ہو کر دو ہزار دینار عطا کئے، پھر دونوں آنکھوں کی دیت میں علیحدہ رقم دی،

مشہور شاعر ابن ہانی نے اس قصیدہ کے اشعار کو سننے کے بعد کہا، یہی چیز ہے جس کو ہم شعرا چاہتے ہیں مگر حاصل نہیں ہوئی،

ہشام نے اپنے زمانۂ حکومت میں اس کو مزید انعام سے نوازا، اور اس کے سبب سے اس کی آنکھیں زائل ہوئی تھیں، اس لئے اس نے دوبارہ ان کی دیت دی[لہ]،

عبدالرحمٰن کے عہد میں اندلس میں ممتاز اہل علم و فضل جمع تھے جن سے علوم دین و علوم عرب کی شمع روشن تھی، عبدالرحمٰن ان سے ادب و احترام سے پیش آتا اور ان کی خدمات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا تھا،

شیخ غازی بن قیس شیخ غازی بن قیس المتوفی ۱۹۹ھ اندلس میں علم دین کے رکن اعظم و تحصیل علم کے پروانوں کی شمع تھے، وہ قرطبہ میں درس و تدریس کا شغل رکھتے تھے، پھر انھوں نے مشرق کا سفر کیا، جہاں اس زمانہ میں ائمہ فن کی مسند درس بچھی ہوئی تھی، چنانچہ امام مالک علیہ الرحمہ سے مؤطا سنی، نافع بن ابو نعیم سے قرأت قرآن کا فن حاصل کیا، اسی طرح امام اوزاعی اور ابن جریج وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، تحصیل علوم کے بعد عبدالرحمٰن کے عہد حکومت میں اندلس واپس آئے، قرطبہ ہی میں مستقل قیام اختیار فرمایا،

شیخ غازی بن قیس کو اندلس کے اہل علم میں دو حیثیتوں سے تقدم حاصل تھا، ایک تو ان ہی کے مقدس ہاتھوں سے مؤطا شریف پہلی مرتبہ اندلس میں داخل ہوئی، دوسرے حضرت نافع کی قرأت بھی پہلی مرتبہ وہی اندلس لائے،

انھوں نے علوم دین کیساتھ علوم عرب لغت اور نحو میں بھی کمال حاصل کیا، لغت کی تحصیل امام فن اصمعی اور اس کے ہم زمانہ معاصرین سے کی، چنانچہ زبیدی نے انھیں اندلس کے نحویوں میں شمار کیا ہے،

لہ افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۶،

صاحب دیباج المذہب لکھتا ہے،

یہ اندلس مین علم عظیم کے ساتھ لوٹے، اور ان سے اللہ تعالیٰ نے وہان کے باشندون کو نفع پہنچایا، یہ پہلے شخص ہین جھون نے مؤطا امام مالک اور قرأت نافع کو اندلس مین پہنچایا، یہ قرطبہ مین قرأت مین لوگون کے امام تھے، صاحب علم، صاحب فضل، دیندار، ثقہ، جرح سے محفوظ تھے، اور بہت زیادہ حدیثین بیان کین،[1]

ان کے تلامذہ مین ان کے صاحبزادے اور ابن حبیب وغیرہ ہین،

عبد الرحمٰن ان سے غایت درجہ عزت و احترام سے پیش آتا تھا، وقتاً فوقتاً ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا، اور نذر پیش کرتا، عہدۂ قضا بھی پیش کیا تھا، مگر انھون نے قبول نہین کیا،[1]

شیخ ابو موسیٰ | عبد الرحمٰن کے عہد حکومت کے دوسرے جلیل القدر صاحب علم و فضل ابو موسیٰ ہواری ہین، انھون نے بھی علوم کی تکمیل مشرق مین کی تھی، اور اس دور کے مشہور شیوخ سے فیوض حاصل کئے، علم دین کے ساتھ علم ادب مین بھی دستگاہ رکھتے تھے، ان کے فیض سے اندلس مین علوم کی ترقی ہوئی، ان کا قیام مورد رمین تھا، یہ جب کسی موقع سے قرطبہ آتے تو یہان کے مشائخ عیسیٰ بن دینار، یحییٰ ابن یحییٰ اور سعید بن حسان ان کے احترام مین فتویٰ دینا ملتوی کر دیتے تھے، اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے، عبد الرحمٰن کی نگاہون مین بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے، اور وہ ان سے عزت و احترام سے پیش آتا تھا،[2]

حلیہ و اخلاق و عادات | عبد الرحمٰن کا قد لمبا، جسم نحیف، گال پچکے اور ناک چپٹی تھی، اور ایک چشم واقع ہوا تھا، چہرہ پر ایک تل تھا، بال سنہرے تھے، اور گندھی ہوئی دو لٹین دائین بائین

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۳، دیباج المذہب ص ۳۱۹ بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۱۷۳

[2] افتتاح الاندلس ص ۳۵،

پچھلی رہتی تھیں،

مورخین نے اس کے اخلاق، عادات، فضل و کمال، دیانت و ہوش مندی کو بہت سراہا ہے، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ نہایت فصیح زبان آور، شاعر، بردبار، عالم، ہوش مند تھا، خروج کرنے والوں پر عجلت سے اٹھتا تھا، آرام نہ لیتا تھا، اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑتا تھا، اپنی رایوں پر مصر رہتا تھا، بہادر، سخی اور فیاض تھا، اکثر سفید لباس پسند کرتا تھا،

مقری کا بیان ہے جب وہ جہاز سے اندلس کی زمین پر اترا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی، اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "مجھے ایسی چیز چاہیئے جو عقل کو بڑھائے نہ کہ کم کرے" ایک موقع پر ایک خوبصورت کنیز پیش کی گئی تو اس نے کہا یہ دل اور آنکھوں کی طراوٹ ہے، اگر میں اس میں مشغول ہو جاؤں تو اپنے مطلوب کو چھوڑ دوں گا، اور اگر مطلوب کی فکر میں رہا تو اس کنیز پر ظلم ہو گا، اس لئے اس کو واپس لے جاؤ،،

اس میں خود اعتمادی کا جوہر تھا، اس کی سیاسی زندگی میں ایسے مختلف لمحے آئے، جب اس کو اپنے اسی وصف سے کامیابی حاصل ہوئی، وہ اپنے خلاف مزاج کوئی بات مشکل سے برداشت کر سکتا تھا، اس کے موالی بدر کو خیال ہو گیا تھا کہ حصول سلطنت میں وہ اس کا رہین منت ہے اس نے یہ توہین گوارا نہ کی، اور اسی لمحہ اس کو اپنے سے جدا کر دیا، بدر نے جرات کر کے معافی چاہی اور کچھ اور باتیں اس کی زبان سے نکلیں اس نے اس کو کہا کہ وہ اپنی زبان سے برباد ہوا، اور پھر اس کو ترک سکونت کر کے سرحد پر چلے جانے کا حکم دیدیا اور آخر وقت تک معاف نہیں کیا،

جب وہ قبائل بربر میں روپوش تھا، تو ایک موقع پر ایک بربری عورت نے اس کو

اپنے دامن میں پناہ دی تھی، وہ اندلس آئی تو عبد الرحمن نے مزاح سے کہا کہ جب میں تیرے دامن میں روپوش تھا، تو سخت بدبو آرہی تھی، اس نے برجستہ جواب دیا، اے امیر وہ خود تیری بدبو تھی، پریشانی میں تجھ کو اپنی خبر نہیں ہوئی، یہ جواب اس کو اگرچہ پسند آیا، مگر پھر اس کو کبھی اپنے سامنے نہیں آنے دیا،

مقری لکھتا ہے کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا، ان کی شکایتیں سنتا تھا، ان کے جھگڑوں کو چکاتا تھا، کھانے کے وقت مجلس میں جتنے لوگ موجود ہوتے سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا، پھر ابن حیان کا قول نقل کیا ہے کہ

عبد الرحمن بردبار، بہترین علم اور اعلیٰ ذہن رکھنے والا، پختہ ارادے کا مالک، اپنے عزم کو پورا کرنے والا، عجز سے بے نیاز، جلد کوچ کرنے والا، مسلسل حرکت میں رہنے والا، راحت پر پڑے نہ رہنے والا، تکلیف سے گھبرا نہ اٹھنے والا، اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑنے والا، ہر کام کو پورا کرنے والا، شجاع، بہادر، ہر معاملہ پر غور وفکر کرنے والا، بلیغ، بلند آواز، شاعر، احسان کرنے والا، فیاض، اور زبان آور تھا، وہ سفید لباس پہنتا اور سفید عمامہ باندھتا تھا اور اسی لباس کو ترجیح دیتا تھا، اس کے دوست اور دشمن سب ڈرتے تھے، لوگوں کے جنازہ کے ساتھ جاتا، جمعہ اور عیدین میں آتا، اور امامت خود کرتا تھا، منبر پر اور بڑے مجمعوں میں خطبے دیتا، اور میل جول رکھ کر سب کو اپنی طرف مائل رکھتا تھا،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷، و نفح الطیب ج ۲ ص ۶۹، ۷۰، ۷۹، ۸۴، و ج ۱ ص ۱۵۶، ۱۵۷،

ہشام اوّل

۱۷۱ھ - ۱۸۰ھ
۷۸۷ء - ۷۹۶ء

ہشام عبد الرحمٰن کا تیسرا بیٹا تھا، جو اس کے اوائل حکومت مین حلل نام کی ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوا تھا، اس کی کنیت ابوالولید تھی، اس کا بڑا بھائی سلیمان اور چھوٹا عبد اللہ تھا، جیسا کہ اوپر گذرا، عبد الرحمٰن نے اپنی زندگی مین اس کو اپنا ولیعہد اور جانشین نامزد کردیا تھا، اس کے بڑے بھائی سلیمان کو دلی ملال تھا لیکن عبد الرحمٰن بڑی احتیاط سے مختلف امتحانون اور آزمائشوں کے ذریعہ ان دونون مین موازنہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا، ہشام جب کسی مجلس مین آجاتا تو اپنے علم ادب، تاریخ، مذاکرات، اور بہادرون کے کارنامون اور تذکرون سے مجلس کو معمور کردیتا تھا، ہشام کی یہ ادائین عبد الرحمٰن کو دل سے بھاتی تھین، اس کے برخلاف سلیمان کے مجلس مین آتے ہی پراگندگی پھیل جاتی تھی، اور مجلس غیر سنجیدہ ہو جاتی تھی، رفتہ رفتہ عبد الرحمٰن کی نظرون مین ہشام کی وقعت بڑھتی گئی، اور سلیمان اس کی نظرون سے اترتا گیا، ایک مرتبہ اس نے ان دونون کا موازنہ کرنے کے لئے ہشام کے سامنے دو شعر پڑھے، اور پوچھا کہ یہ کس کے شعر ہین، ہشام نے کہا یہ امرؤ القیس کے ہین، اور ایسے معلوم ہوتے ہین کہ گویا یہ ہمارے امیر ہی کی شان مین کہے گئے ہین، عبد الرحمٰن نے ہشام کو سینہ سے لگا لیا، پھر دوسرے وقت ان شعرون کو سلیمان کے سامنے پڑھا، اس نے کہا، میرے پاس دوسرے ضروری کام ہین، عرب اشعار

یاد کرنے کی فرصت نہین،، عبدالرحمن یہ جواب سن کر خاموش ہوگیا، اور اس واقعہ کے کچھ دنون بعد اس نے ہشام کو اپنا جانشین نامزد کردیا، لیکن سلیمان اس فیصلہ سے مطئن نہین ہوا، اور آنے والے وقت کے انتظار مین رہا،

تخت نشینی | عبدالرحمن کی وفات کے وقت ہشام ماردہ کا اور سلیمان طلیطلہ کا والی تھا، قرطبہ مین ہشام کا چھوٹا بھائی عبداللہ موجود تھا، اس نے باپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور ہشام کی امارت کے لئے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی، اور اس کو سانحہ کی اطلاع بھیج دی، چنانچہ وہ اسی وقت ماردہ سے چل کھڑا ہوا، اور چھٹے دن قرطبہ پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھون مین لے لی،

برادرانہ جنگ | سلیمان طلیطلہ مین حکمران تھا، یہان کے لوگ عبدالرحمن کے زمانہ مین مشکل سے اس کے مطیع ہوئے تھے، سلیمان نے ہشام کے خلاف انھین استعمال کرنا چاہا، چنانچہ وہ ہشام کی مخالفت مین اس کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، دوسری طرف ہشام اپنے چھوٹے بھائی عبداللہ کو بھی خوش نہ رکھ سکا، اس نے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی تھی، اور امور مملکت مین صلاح ومشورہ مین شریک رہنے کا خواہشمند تھا،، لیکن ہشام کے طرز عمل کو دیکھ کر وہ خانہ نشین ہو گیا، اس کے بعد موقع پاکر وہ قرطبہ سے طلیطلہ بھاگا، ہشام نے اس کے تعاقب مین سوار دوڑائے، مگر وہ نکل بھاگا، اور سلیمان کے پاس پہونچ کر بغاوت کے منصوبہ مین اس کا شریک ہو گیا،

ہشام نے سلیمان اور عبداللہ کو پیش قدمی کرنے کا موقع نہ دینا چاہا، اس لئے وہ خود فوج لے کر گیا، اور شہر کا محاصرہ کرلیا، سلیمان نے یہان مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور

راستہ سے قرطبہ چلا گیا، ہشام کو قرطبہ والون پر اعتماد تھا، اس لئے اس نے طلیطلہ کا محاصرہ اٹھانا مناسب نہ سمجھا، ادھر سلیمان شقندہ پہنچا تھا کہ اہل قرطبہ اس کا راستہ روکنے کے لئے آگے بڑھے، دوسری طرف ہشام نے اپنے لڑکے عبد الملک کی سرکردگی مین اہل قرطبہ کی مدد کے لئے فوج بھیجی، سلیمان کی ہمت دو سمتون مین مخالفون کو دیکھ کر چھوٹ گئی، معمولی مقابلہ کے بعد وہ پسپا ہو گیا،

ادھر ہشام نے طلیطلہ کے محاصرہ مین دو مہینے کچھ دن سے زیادہ گذار دیئے مقابلہ کیلئے کوئی فوج نہ نکلی تو آس پاس کے درختون کو نقصان پہنچا کر قرطبہ لوٹ آیا، عبد اللہ نے چند مہینون مین ہشام کے ستارۂ اقبال کی درخشانی دیکھ لی، وہ سلیمان سے چھپ کر تدمیر چلا گیا تھا، اور ہشام پر بھروسہ کر کے امان طلب کئے بغیر بلا اطلاع قرطبہ چلا آیا، ہشام نے محبت سے اس کو سینہ سے لگایا، اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا،

اس کے بعد ہشام نے ۱۷۴ھ مین اپنے لڑکے معاویہ کی سرکردگی مین تدمیر فوج بھیجی، جہان سلیمان نے تھوڑی بہت فوج اکٹھا کر لی تھی، دونون فوجون مین مقابلہ ہوا، اور اس موقع پر بھی سلیمان نے شکست کھائی، اور بلنسیہ کے علاقہ مین بربرون کے درمیان جا کر پناہ لی، معاویہ تدمیر کے علاقہ مین غارت گری کر کے واپس چلا آیا،

سلیمان اسی علاقہ مین کچھ دنون روپوش رہا، اس کے بعد دونون بھائیون مین مصالحت ہو گئی، ہشام نے سلیمان کو اپنے اہل وعیال اور دولت و ثروت کو ساتھ لے کر اندلس سے چلے جانے کی اجازت دی، اس کے ساتھ باپ کے ترکہ مین حصہ رسدی کے طور پر ساٹھ ہزار دینار اس کو دیئے گئے، اور عبد اللہ نے بھی سلیمان کی رفاقت کی، اور دونون بھائی اپنے اہل وعیال و اموال کے ساتھ اندلس سے ترک سکونت کر کے مغرب مین آکر قبائل بربر کے ساتھ سکونت پذیر ہو گئے، اور اندلس مین برادرانہ جنگ

کا خاتمہ ہوگیا،

مشرقی اندلس مین بغاوت | ہشام جب تک سلیمان کا مقابلہ کرنے مین مصروف رہا، مختلف مقامون پر فتنہ پرواز جماعت کو بھی سر اٹھانے کا موقع ملا، مگر ہشام نے ان کی طرف توجہ نہین کی، چنانچہ عبدالرحمن کے زمانہ کے مشہور سرکش حسین بن یحییٰ انصاری کے لڑکے سعید نے اسی زمانہ مین ۱۷۲ھ مین اقلیم طرطوشہ کے ایک مقام شاغنت مین بغاوت کا علم بلند کیا، اور یمانیون کو شریک دعوت کیا، چنانچہ یمانی بڑی تعداد مین اس کے گرد جمع ہوگئے، اور اس نے کوچ کر کے طرطوشہ پر قبضہ کرلیا، اور یہان کے اموی عامل یوسف قیسی کو شہر بدر کردیا،

اگرچہ ہشام نے سلیمان کی مہم مین مصروف ہونے کی وجہ سے ادھر کوئی توجہ نہین کی، لیکن یمانیون کے خروج کی وجہ سے مضر ان کے مقابلہ مین جمع ہوگئے، اور موسیٰ بن خرزون کی سرکردگی مین ہشام کی اطاعت کا علم بلند کیا، اب سعید اور موسیٰ کی فوجون مین مقابلہ ہوا، موسیٰ نے فتح پائی، سعید قتل کیا گیا، اور طرطوشہ پر قبضہ کر کے وہ سرقسطہ مین داخل ہوا،

سعید کے مارے جانے کے بعد حسین بن یحییٰ کے ایک مولی جحدر نے علم بغاوت سنبھال لیا، پھر دوسری طرف سے عبدالرحمن کے زمانہ کے دوسرے مشہور سرکش سلیمان بن یقظان کے لڑکے مطروح نے برشلونہ مین خروج کیا، اس کے ساتھ بڑی جمعیت فراہم ہوگئی، موسیٰ پسپا ہو کر فرار ہوگیا، اور باغیون نے طرطوشہ، برشلونہ، سرقسطہ اور وشقہ وغیرہ مین اپنی حکومت قائم کرلی، اس طرح پورا مشرقی اندلس ہشام کے ہاتھون سے نکل گیا، اور وہان باغیون کی مستحکم متوازی حکومت قائم ہوگئی،

۱۷۵ھ مین ہشام کو سلیمان اور عبداللہ کی جلاوطنی کے بعد ان لوگون کی طرف

سے یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے سب سے پہلے اس علاقہ کو سر کرنے کی طرف توجہ کی چنانچہ اسی سال ایک عظیم الشان لشکر ابو عثمان عبید اللہ بن عثمان کی سرکردگی مین سرقسطہ بھیجا، ابو عثمان نے سرقسطہ کا محاصرہ کیا، مگر کامیابی نہین ہوئی، تو محاصرہ اٹھا کر سرقسطہ کے قریب ایک قلعہ طرسونہ مین آکر مقیم ہو گیا، اور یہان سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے سرقسطہ والون کی غارت گری کے لئے بھیجے ان لشکرون نے شہر کے آس پاس کی زراعت پر قبضہ کر لیا، اور اس کے ساتھ سختی سے سامان خوراک کی ناکہ بندی کی، کہ شہر کے اندر غلہ کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکے،

ابو عثمان ان ہی کوششون مین مصروف تھا کہ ادھر تائید ایزدی سے ایک دوسرا واقعہ پیش آگیا، مطروح سر شام اپنے شکاری باز لے کر شکار کے لئے نکلا، باز نے کسی چڑیا کو شکار کرکے گرایا، مطروح اس شکار کو اپنے ہاتھون سے ذبح کرنے کیلئے جھکا تھا کہ اس کے دو دغاباز ساتھی اس پر جھپٹ پڑے، اور اس کا سر کاٹ لیا،

قاتل مطروح کا سر ابو عثمان کے پاس لے آئے، اس کے بعد اس نے سرقسطہ والون کو خط لکھ کر اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی شہریون نے سپر ڈال دی، ابو عثمان فوج لیکر سرقسطہ مین داخل ہو گیا، اور اس نے مطروح کا سر اور سرقسطہ والون کی اطاعت قبول کرنے کی خوشخبری، ہشام کے پاس بھیجدی، اور پورا مشرقی اندلس ہشام کی اطاعت مین داخل ہو گیا[1]

بنو قسی کا اقتدار | اس کے بعد ہشام نے سرقسطہ کے ایک ذی مرتبہ عیسائی خاندان کی جس نے ایک زمانہ سے اسلام قبول کر لیا تھا، خدمات حاصل کین، یہ بنو قسی کے نام سے مشہور تھے ہشام نے ان کے قائد موسیٰ بن فرتون (Fortunio) کو سرقسطہ کا صوبہ دار بنایا، اور اس وقت

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۸۰ و ۸۳، ۸۴،

سے آیندہ تقریباً سو برس سے زائد مدت تک اس علاقہ میں بنو قسی صاحب اقتدار رہے آیندہ سو برس کی مدت میں یہ کبھی بنو امیہ کے خیر خواہ رہے اور کبھی ان سے باغی اور نبرد آزما رہے، جیسا کہ آگے چل کر مختلف فرمانرواؤں کے عہد میں ان کے جستہ جستہ حالات سامنے آتے جائیں گے، سرقسطہ سے یکسو ہونے کے بعد اب صرف طلیطلہ والے باقی رہ گئے تھے، سلیمان کے جلا وطن ہونے کے بعد ان کے لئے بھی اب کوئی سہارا باقی نہیں رہ گیا تھا چنانچہ ۱۷۵ھ میں انھوں نے اطاعت قبول کرنے کی درخواست کی ہشام نے ان کو امن کا پروانہ بھیجا، اور یہ علاقہ بھی زیر حکومت آگیا، اس کے بعد ۱۷۶ھ میں اس نے اپنے بیٹے حکم کو یہاں کا والی بنا کر بھیجا اس نے یہاں نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا، اور وہ یہیں مقیم ہو گیا[1]،

بربروں کی ایک بغاوت | اس کے بعد ہشام کے پورے زمانہ حکومت میں بربریوں کی بغاوت کا صرف ایک واقعہ پیش آیا، ورنہ پورا دور پورے امن و امان سے گذرا، بربروں نے ۱۷۸ھ میں تاکرنا میں بغاوت کا علم بلند کیا تھا، اور اس علاقہ میں انھوں نے بڑی سخت شورش مچائی تھی، جا بجا غارت گری کی اور راستے کاٹ دیئے تھے، ہشام نے عبد القادر بن ابان کو جو بنو امیہ کے والی میں سے تھا اس علاقہ کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا، عبد القادر نے بڑی سخت گیری سے اس بغاوت کا استیصال کیا، بہ کثرت بربری قتل یا گرفتار ہوئے، اور اس پورے علاقہ میں ایسی دہشت پھیلی کہ تاکرنا، اور اس کے آس پاس کی پہاڑیاں مسلسل سات برس تک غیر آباد اور سنسان پڑی رہیں، اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگ یہاں آباد ہوئے، اور امن و امان سے زندگی بسر کرتے رہے[2]،

۱۷۳ھ میں عیسائی حکومت جلیقیہ کے فرمانروا امور یگاٹ کا جس کو عرب مورخین مورناط

لکھتے ہین انتقال ہوا، اس کا جانشین برمند یعنی برموڈ اول ہوا، ابن اثیر کا بیان ہو کہ اس نے چند ہی دنون کے بعد حکومت سے کنارہ کش ہوکر راہبانہ زندگی اختیار کرلی، اور اپنے بھتیجے کو ۱۷۵ھ ۷۹۱ء مین انفانسو دوم کے لقب سے تخت نشین کردیا، وہ ہشام کا ہمعصر تھا، اس نے کامل پچاس برس حکمرانی کی، مغربی مورخین لکھتے ہین کہ اس کے دور حکومت مین عربون سے کوئی لڑائی نہین سنی گئی[1] لیکن عرب مورخین کے بیان کے مطابق ہشام کے دور حکومت مین اندلس مین کامل امن وامان کے قیام کے بعد عیسائی ممالک خصوصاً جلیقیہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ فوجکشی ہوئی، اور بالآخر دونون حکومتون نے ایک دوسرے کی سرحدون کا احترام کرنے کا عہد کیا، اور اس کے بعد عیسائی اس کے زمانہ مین پھر سر نہین اٹھا سکے،

چنانچہ ہشام کے عہد مین ۱۷۵ھ ۷۹۱ء مین سرقسطہ کے مطیع ہو جانے کے بعد ابوعثمان اس لشکر کو لیکر عیسائی ممالک کی طرف روانہ ہوا، اور البہ اور قسطالیہ کی عیسائی حکومتون کے حدود مین چھاپے مارے، جن مین بہت سے عیسائی مارے گئے، اور مال غنیمت ہاتھ آیا، اس کے بعد ہشام نے اسی سال حکومت جلیقیہ پر تاخت کرنے کے لئے یوسف بن بخت کو فوج دے کر بھیجا، اس زمانہ مین برمند تخت نشین تھا، اس نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا، اور شکست کھائی، اس لڑائی مین بھی بہت سے عیسائی مارے گئے، اس کے بعد البہ پر دوسرا حملہ ۱۷۶ھ ۷۹۲ء مین کیا گیا، یہ فوج عبد الملک بن عبد الواحد کی قیادت مین گئی تھی، یہ لشکر بھی کامیاب ہو کر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا،

یہ حملے خاص طور پر اس لئے کئے جارہے تھے کہ سرقسطہ کی بغاوتون کے سلسلہ مین چند اہم سرحدی مقامات اربونہ اور جرندہ وغیرہ عیسائیون کے قبضہ مین چلے گئے تھے، چنانچہ ابتدا ہی

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۸۲، اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۳۶ ص ۱۰۱،

قوت آزمائی کے بعد ۱۷۷ھ (۷۹۳ع) مین عبدالملک بن عبدالواحد ہی کی سرکردگی مین ایک مہم اور بھیجی گئی، اس نے اس مرتبہ مشہور شہر جرندہ کا محاصرہ کیا، اور پے در پے حملے کر کے اس کی فصیل اور برجون کو گرادیا، عیسائی حکمران شہر کو بے قابو دیکھ کر شہر کو چھوڑ کر اربونہ چلا گیا، چنانچہ مسلمان جرندہ مین داخل ہو گئے، اور اسلامی پرچم نئے سرے سے اس شہر پر لہرانے لگا،

اس کے بعد اربونہ کا رخ کیا گیا، یہان بھی کامرانی مسلمانون کے قدم چومنے کے لئے تیار تھی، چنانچہ یہ قدیم اسلامی شہر بھی نئے سرے سے مسلمانون کی حکمرانی مین داخل ہوا، اور یہان کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، اور اربونہ والون پر تعزیراً حکم عائد کیا گیا کہ شہر کی فصیل کے ملبہ کو قرطبہ پہنچائین، چنانچہ اس کے پتھر قرطبہ پہنچائے گئے، اور یادگار کے طور پر قرطبہ کے باب الجنان کے قریب ایک مسجد تعمیر کی گئی، تعمیر کے بعد بھی بہت سا ملبہ باقی رہ گیا،

اس کے بعد اربونہ کا خمس وصول کیا گیا، اور وہ کثیر تعداد مین تھا، یہ رقم جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر مین صرف کی گئی، اس کے بعد مسلمانون نے آس پاس کی عیسائی آبادیون پر چھاپے مارے، اور عیسائی بڑی تعداد مین مارے گئے، اور بے دریغ دولت ہاتھ آئی، قتل وغارت گری کا یہ سلسلہ چند مہینون تک جاری رہا، بہت سے قلعے مسمار کئے گئے، زراعتین جلائی گئین، انسان موت کے گھاٹ اتارے گئے، اور اس قتل ونہب کا ایسا سکہ ان لوگون کے دلون پر بیٹھا کہ پھر انھون نے مدت ہاے دراز تک اسلامی سرحد کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہین کی[1]

اس کے بعد ہشام نے عبدالکریم کو ۱۷۸ھ (۷۹۴ع) مین البہ کی طرف فوج لے کر بھیجا، اور دوسرا لشکر اس کے بھائی عبدالملک بن عبدالواحد کی سرکردگی مین جلیقیہ روانہ کیا، عبدالکریم بلغار کرتا ہوا جنوبی فرانس [illegible] مین داخل ہوا، یہان کے بعض مقامات مسلمانون کے

قبضہ مین رہ چکے تھے، جرندہ اور اربونہ (ناربون) کے مسلمانون کے قبضہ مین ہو جانے کی وجہ سے اس علاقے کے اہم راستے ان پر کھل گئے تھے، چنانچہ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھتا گیا، آگے چل کر ڈیوک آف تولوس ایک فوج کے ساتھ مزاحم ہوا، مگر اس نے بری طرح شکست کھائی، ڈیوک کے فرار ہونے کے بعد عبدالکریم مال غنیمت کے ساتھ بخیر و خوبی واپس لوٹ آیا، لوٹ آیا اس کے بعد اس نے جلیقیہ کا رخ کیا، اور اس کے دارالحکومت تک جا پہونچا، شہر کو نقصان پہونچایا، بعض کلیسے بھی برباد کئے، اور مال غنیمت لیکر واپس لوٹا، واپسی مین رہنما کی غلطی سے فوج راہ سے بھٹک گئی، اور اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، گھوڑے اور اسلحہ ضائع ہوئے، بہت سی جانین بھی تلف ہوئین، آخر بہ ہزار دشواری فوج کو راستہ ملا، اور باقی ماندہ سپاہ قرطبہ واپس آئی،

اس کے بعد ہشام نے دوسرے سال ۱۷۹ھ ۷۹۵ء مین پھر دو لشکر تیار کئے، ان مین سے ایک کو مشرقی اندلس کی سرحد کے پار بھیجا، یہ کامیابی سے آگے بڑھتا اور مال غنیمت حاصل کرتا گیا، لیکن واپسی کے وقت جب کہ یہ لوگ مال غنیمت سے لدے ہوئے تھے، عیسائیون کا لشکر مقابلہ مین آیا، اور کچھ مسلمان شہید ہو گئے، لیکن پھر حسن تدبیر سے وہ بچ کر بخیر و خوبی واپس آ گئے، اور بجز چند جانون کے اتلاف کے اور کوئی نقصان نہین پہونچا،

دوسرا لشکر عبدالملک کی سرکردگی مین جلیقیہ کی طرف بھیجا گیا تھا، عبدالملک تاخت کرتا ہوا، استرقہ تک پہنچ گیا، الفانسو دوم بھی غافل نہ تھا، اس نے پہلے سے مکمل تیاریان کر لی تھین، حکومت جلیقیہ کی پوری سپاہ کے علاوہ، حکومت بسکے، اور اس کے قریب کی دوسری عیسائی حکومتون کی فوج مدد کے لئے آئی ہوئی تھی، الفانسو اس متحدہ سپاہ کو لے کر آگے بڑھا، لیکن عرب مورخین کا بیان ہے کہ عبدالملک کا سامنا ہوتے ہی الفانسو پر ایسی

ہیبت چھائی کہ اس کے قدم اکھڑ گئے، وہ پیٹھ پھیر کر بے تحاشا بھاگا، عبد الملک نے اس کا پیچھا کیا اور بھاگنے والے عیسائیون مین سے جو ملتا گیا، اس کو قتل کرتا گیا، اس کے بعد مسلمان جلیقیہ کے پورے حدود حکومت پر چھا گئے، عیسائی بری طرح قتل کئے گئے، شہرون کو برباد کیا گیا، اور کثیر مال غنیمت جمع کیا گیا، اس دار وگیر مین مسلمان الفانسو کی حرم سرا تک پہنچ گئے، اور یہ افسوس ناک واقعہ ہے کہ اس کی حرم کی حرمت بھی قائم نہ رہ سکی[1]،

مسلمانون کے اس آخری حملہ کے بعد حکومت جلیقیہ اور آس پاس کی دوسری عیسائی حکومتون نے اسلامی حکومت اندلس کی برتری کے آگے سر جھکا دیا، اور الفانسو کو پھر کبھی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اسلامی سرحد کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ سکے، اور ہشام کے عہد کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی مسلمان مخیر نے کچھ رقم وقف کی کہ اس سے عیسائیون کے یہان سے مسلمان قیدیون کو فدیہ دے کر چھڑا یا جائے، مگر تحقیقات کے بعد کسی عیسائی حکومت کے قبضہ مین کوئی ایک مسلمان قیدی بھی نہ مل سکا، جس کو فدیہ دے کر چھوڑایا جاتا، کیونکہ عیسائی مسلمانون کو عموماً سرحدی شہرون پر چھاپے مار کر پکڑا کرتے تھے، ہشام کے زمانہ مین اسلامی حکومت کا ایسا رعب چھایا کہ وہ اسلامی سرحد کے پاس بھی نہین پھٹکتے تھے، اس لئے دشمنون کے قبضہ مین کوئی مسلمان قیدی نہ مل سکا[2]،

دنیا سے کنارہ کشی

ہشام نے اپنی خود اعتمادی، اور پختہ عزم سے چند سال کے اندر ملک مین ایسا امن وامان قائم کیا، جس کی نظیر اس سے پہلے نہین گذری تھی، مگر خود اس کی طبیعت پر جذبۂ یاس طاری تھا، جزیرۂ خضرا مین اس زمانہ مین ایک ماہر فن نجومی ضبی نامی تھا، اس نے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۹۹، و ۱۰۰، و نفح الطیب ج ۱ ص ۵۸ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۵ و اخبار الاندلس

دورِ حکومت کے آغاز مین اس نے اس کو بلا بھیجا، اور کہا کہ تم نے اپنے علم سے میرے متعلق بھی غور کیا ہوگا، تمھین قسم دیتا ہون کہ جو کچھ تمھین معلوم ہو، اسے بتا دو، ضبی نے حلف کے ساتھ معذرت پیش کی کہ وہ اس خدمت سے معاف رکھا جائے، ہشام نے اس کو واپس کر دیا، کچھ دنون کے بعد پھر بلا بھیجا، اور سنجیدگی کے ساتھ کہا کہ مین جو کچھ تم سے پوچھتا ہون، اس پر مجھے یقین نہین ہے، لیکن تم تخمینی طور پر کچھ میرے متعلق کہہ سکتے ہو، اس کو نہ چھپاؤ، مین تم سے وعدہ کرتا ہون کہ اگر خبر بد ہوگی تو بھی مین تمھین ویسے ہی داد و دہش سے خوش کرون گا، جیسے کہ کسی خوشخبری سننے کے موقع پر کر سکتا، ضبی نے ہشام کے اصرار سے مجبور ہو کر کہا کہ وہ سات آٹھ کے درمیان ہوگا،، مدعا یہ تھا کہ اس کا عہد حکومت سات آٹھ سال کے درمیان ہے،

ہشام نے یہ سنتے ہی سر جھکا لیا، پھر سر اٹھا کر کہا ضبی اگر یہ مدت خدا کے سجدے مین بسر ہوتی تو زیادہ بہتر تھا، اس کے بعد اس نے ضبی کو حسب وعدہ انعام و خلعت سے سرفراز کر کے واپس کیا، اور اس کے بعد وہ اپنا زیادہ وقت عبادت و ریاضت مین بسر کرنے لگا، [1]

وفات | ہشام نے ۳۹ سال ۴ ماہ کی عمر مین بماہ صفر ۱۸۰ھ مین وفات پائی، [2]

عہد حکومت | ہشام کا زمانۂ حکومت ۷ سال ۷ مہینے اور ۸ یوم بیان کیا جاتا ہے، [3] باوجودیکہ

---

[1] افتتاح الاندلس ص ۱۴، و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۷، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰، نفح الطیب (ج ۱ ص ۱۵۹) مین عمر ۴۰ سال ۴ ماہ بھی درج ہے، اس روایت کے مطابق تاریخ پیدائش ۸ شوال ۱۳۹ھ بیان کی جاتی ہے، مگر اس حساب سے اس کی عمر ۴۲ سال ۴ ماہ کی ہوتی ہے، ابن اثیر نے تاریخ پیدائش ۱۳۸ لکھی ہے اور وفات ۱۸۰ھ اور عمر ۳۹ سال ۴ ماہ، اس حساب سے سال پیدائش ۱۴۱ھ ہوتا ہے، گمان ہے کہ عمر ہی کے متعلق دو بیانون مین سے کوئی بیان صحیح ہے، اور سال پیدائش کوئی بھی صحیح نہین، اگر ۳۹ سال عمر تھی تو ۱۴۱ھ مین پیدا ہوا، اور ۴۰ سال تھی تو سال پیدائش ۱۴۰ھ تھا، [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰ نفح الطیب (ج ۱ ص ۱۵۹) باقی حاشیہ ص ۳۴۷ پر

یہ نہایت مختصر عہد حکومت ہے، لیکن یہ اندلس کے اموی دور میں نہایت اہم سمجھا جاتا ہے، ملک میں امن و امان کا قیام، سرحد کی عیسائی حکومتوں پر تفوق، عدل و انصاف و رعایا پروری اور احکام و قضایا، اور تحصیل وصول میں کتاب و سنت کی کامل پیروی اس کے عہد حکومت کی نمایاں خوبیاں ہیں، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ صاحب عمل و حزم، صائب الرائے، شجاع، عدل پرور، مخیر، ارباب خیر و صلاح کا دوست، دشمنوں کے لئے سخت گیر، اور جہاد کا شائق تھا، ..... اس کے زمانہ میں اسلام کو سربلندی اور کفر کو ذلت نصیب ہوئی، ...... اس کے فضائل بکثرت ہیں جنکو اہل اندلس نے بیان کیا ہے[۱]"

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"ہشام نے اپنی رعایا پر ایسی نظر توجہ رکھی جس کو کسی دیکھنے والے نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ ان سے نرمی، عدل اور خاکساری کے ساتھ پیش آتا تھا، مریضوں کی عیادت کرتا، اور جنازوں میں شریک ہوتا تھا، ..... اور اپنے لباس اور سواری میں اعتدال قائم رکھتا تھا[۲]"

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے،

"امیر ہشام بن عبد الرحمٰن صاحب خیر و فضل، سخی، کریم، اپنی رعایا کے ساتھ حسن سیرت سے پیش آنے والا، اور اپنی سرحدوں کی قلعہ بندی کرنے والا تھا[۳]"

مقری لکھتا ہے،

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴۶) میں زمانۂ حکومت کے متعلق بھی دو روایتیں ہیں، ۷ سال ۹ مہینے اور ۷ سال کی مدت جو عبد الرحمٰن کی اختلافی روایتوں سے پیدا ہوئی ہیں [۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱ و ۱۰۲ [۲] افتتاح

"صاحب خیر و صلاح تھا، بہ کثرت غزوات و جہاد کئے"[1]

ہشام اور امام مالک امام مالک رحمۃ اللہ اس کی سیرت و کردار سے متاثر تھے، اندلس کے مشہور صاحب علم زیاد بن عبد الرحمن لخمی ہشام کی امارت کے ایک سال کے بعد مشرق تشریف لے گئے، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے ان سے ہشام کے حالات دریافت فرمائے زیاد نے اس کے حسن سیرت و کردار کو بیان کیا تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ

"کاش اللہ تعالیٰ ہمارے موسم (حج) کو ایسے لوگوں کے ورود سے زینت دیتا"[2]

ہشام کی مماثلت حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے ہشام کے طریقۂ حکومت اور اس کی سیرت و کردار کی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی سیرت سے مثال دی جاتی ہے، ابن اثیر لکھتا ہے،

"اس کے فضائل کے بیان میں اہل اندلس نے اس حد تک کہا کہ وہ اپنی سیرت و کردار میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے مشابہ تھا"[3]

مقری لکھتا ہے،

"ہشام اپنی سیرت و کردار میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے نقش قدم پر چلتا تھا"

نظام حکومت ہشام کے عہد میں حکومت کا نظام وہی رہا جس کو عبد الرحمن الداخل نے قائم کیا تھا، اور مرکزی حکومت کے ممتاز عہدہ دار حجاب، وزراء اور کتاب بھی تقریباً وہی تھے جو الداخل کی وفات کے وقت اپنے عہدوں پر فائز تھے، صوبوں اور شہروں کے ولاۃ و عمال میں اس نے حسب ضرورت کبھی ردوبدل کیا، وہ عمالِ حکومت کے

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ [2] افتتاح الاندلس ص ۴۳، و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۰ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲

طریق حکومت اور رعایا کے ساتھ ان کے طرز عمل کی نگرانی کرتا تھا معتمد لوگون کو ان
اور شہرون مین بھیجتا، جو عمال کی روش کی تحقیقات کرتے، اگر مظالم ہوتے تو ان کا تدارک
کرتا، اور ایسے عمال کو ان کے عہدے سے ہمیشہ کے لئے برطرف کر دیتا تھا، چنانچہ مقری لکھتا ہے

"وہ معتبر لوگون کو صوبون (کورون) مین بھیجتا تھا، جو لوگون سے عمال حکومت کے حالات پوچھتے تھے، اور واپس آکر ہشام کو مطلع کرتے تھے، اگر کسی عامل کے متعلق کوئی نامناسب بات معلوم ہوتی تھی، تو اس کو موقوف کر دیتا تھا، اور اس کی زیادتی کا تدارک کرتا تھا، پھر اس عامل کو کسی عہدہ پر مامور نہین کرتا تھا،"

مجموعہ اخبار اندلس مین ہے،

اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ظالم عاملون اور کارکنون کو ظلم سے نہایت سختی سے روکتا تھا، ایک بار اس کی شاہانہ سواری نکلی تو ایک شخص اس کے بعض عاملون کے ظلم کی فریاد رسی کے لئے کھڑا ہو گیا، لیکن سواری کے ساتھ چلنے والے سپاہی بیچ مین کھڑے ہو گئے، اور ہشام کو اس کی فریاد سننے نہ دی، سواری کے جلوس مین ایک ایسا شخص تھا جو اس عامل پر مہربان تھا، وہ فریادی کی طرف جھپٹ کر آیا، اور اس کو اپنے خیمہ مین چھپا لیا، اور اس کے انصاف دلوانے کا وعدہ کیا، پھر عامل کو اس کا واقعہ لکھا، اور وہ اس کے راضی کرنے کے لئے آیا، یہان تک کہ وہ راضی ہو گیا، پھر ہشام سے اس فریادی کے فریاد کرنے اور اس تک نہ پہونچنے اور پلٹ جانے کا واقعہ بیان کیا گیا، تو اس نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی، باوجودیکہ اس سے کہا گیا کہ اس کے ... اس نے کہا کہ جب تک ظالم پر حق ثابت نہ کر لیا

جائے، مظلوم کا انصاف نہیں ہو سکتا، چنانچہ مظلوم کو بلوا بھیجا، اور کہا کہ بجز اس صورت کے کہ تجھ پر کوئی حد شرعی جاری کی گئی ہو، تجھ پر جو ظلم کیا گیا ہو تو اس کو با حلف بیان کر، چنانچہ وہ جو کچھ با حلف بیان کرتا گیا، وہ اس کا قصاص عامل سے لیتا گیا، اور یہ سزا اس کے عامل کے لئے تلوار اور کوڑے سے زیادہ موثر ثابت ہوئی، [۱]

صیغۂ محاصل میں بھی اس نے عبد الرحمٰن کے زمانہ سے مختلف روش اختیار کی، اس وقت تک شرعی محاصل کے علاوہ دوسرے ٹیکس بھی یہاں نافذ تھے، اس نے سب کو یک قلم موقوف کر دیا، اور کتاب و سنت کے مطابق صدقات و زکوٰۃ کی تحصیل کا حکم دیا اور اس کے لئے مصدق (زکوٰۃ وصول کرنے والے) خاص طور پر مقرر کئے، ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"تمام محاصل اس نے معاف کر دیئے، اور مصدق زکوٰۃ مقرر کئے [۲]"

ابن اثیر لکھتا ہے،

"اس کے بہترین اعمال میں یہ ہے کہ اس نے مصدق مقرر کئے، جو کتاب و سنت کے مطابق صدقات وصول کرتے تھے [۳]"

مقری لکھتا ہے،

"اس کے محاسن میں یہ ہے کہ اس نے کتاب و سنت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مصدق مقرر کئے [۴]"

فوج کا شعبہ الداخل کے مرتب کئے ہوئے نظام پر قائم تھا، ہشام کے زمانہ میں سپہ سالاری کی خدمت جن ممتاز اشخاص نے انجام دی ان میں، ابو عثمان، اور ہشام کے

---

[۱] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۱ [۲] فتتاح الاندلس ص ۲۲، [۳] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱ [۴] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹،

بیٹے عبد الملک، اور معاویہ وغیرہ ہین، ان مین سے ہشام کا اوّل الذکر لڑکا عبد الملک اپنی کسی ناروا حرکت سے معتوب ہوا، اور باپ نے اپنے بیٹے کو ۱۷۵ھ ۷۹۱ع مین قید خانہ مین ڈالدیا، اور حالت اسیری مین اپنی پوری زندگی ختم کر کے ۱۹۸ھ ۸۱۴ع مین وفات پائی،[۱]

عیسائی ممالک پر حملہ آوری کی خدمت عبد القادر بن ابان اور عبد الواحد بن مغیث (فاتح قرطبہ) کے دو بیٹون عبد الملک و عبد الکریم نے انجام دی، فوج کے متعلق جملہ ہدایات اور نگرانی کی خدمت ہشام اپنے متعلق رکھتا تھا، اور اسی لئے وہ کثیر الغزو والجہاد سے یاد کیا گیا ہے،[۲]

قضاۃ کے عہدہ پر معاویہ بن صالح سرفراز رہے، ہشام کے عہد مین انھون نے وفات پائی، تو ہشام نے مصعب بن عمران کو دوبارہ طلب کیا، یہ عبد الرحمن الداخل سے عہدۂ قضاء قبول کرنے سے انکار کر چکے تھے، پہلی مرتبہ انھین ہشام ہی کے مشورہ سے بلایا گیا تھا، اب اس عہدہ کے دوبارہ خالی ہونے پر اس نے پھر ان ہی کو طلب کیا، اور خلوت مین لے جا کر ان سے تہدید آمیز لہجہ مین کہا کہ جو کچھ مین کہہ رہا ہون اس کو قبول کر لو، ورنہ میرے طرز عمل سے اس طرز عمل کی کوئی حقیقت نہ رہ جائے گی، جو میرے والد کی طرف سے تمھارے ساتھ برتا گیا تھا، اور جس کی تلخی تم اب تک محسوس کرتے ہو، مین تمھارے ساتھ اس طرح پیش آؤن گا کہ نرمی اور انصاف کے نام میرے نام کے ساتھ مٹ جائین، حالانکہ مسلمانون کے معاملات کی اس طریقہ کی سربراہی سے صلاح و خیر پیدا ہونے پر مجھے دلی خوشی ہوتی ہے، اور اگر میرے سر پر آری بھی رکھ دی جائے تو مین بے وجہ تم سے کوئی تعرض نہ کرونگا،

مصعب ہشام کے طریق حکومت سے آگاہ تھے، طریق حکمرانی مین شریعت کے اتباع کا اہتمام رکھنا ایک ایسا وصف تھا کہ محتاط زندگی گذارنے والے اہل حق کے لئے امور مملکت مین شریک ہونے مین کوئی امر مانع نہ تھا، اس لئے مصعب ہشام کی اس تلخ گفتگو کے باوجود اس پیشکش کو رد نہ کر سکے کہ ہشام نے یہ تلخی بھی اپنی بات منوانے کے لئے نہین بلکہ مصعب کو عہدۂ قضاء پر لاکر مسلمانون کے لئے صلاح و فلاح کی راہ پیدا کرنے ہی کے لئے اختیار کی تھی، چنانچہ مصعب نے اس عہدہ کو قبول کر لیا، اور ہشام کے آخر عہد حکومت تک اس عہدہ پر وہی مامور رہے[1]،

محکمۂ قضا مین کتابت کا عہدہ بھی بڑی ذمہ داری کا سمجھا جاتا تھا، اور اس منصب پر قاضی اپنے کسی معتمد کو مامور کرتا تھا، چنانچہ قاضی مصعب بن عمران نے اپنے زمانہ مین اندلس کے مشہور اہل علم محمد بن بشیر معافری باجی کو جب کہ وہ مشرق کے سفر حج سے واپس آئے تو مامور کیا، اور آخر وقت تک وہی اس منصب پر فائز رہے[2]،

تعمیرات۔ ہشام کا زمانۂ حکومت اگرچہ صرف ۷، ۸ سال کے درمیان رہا، مگر اس مختصر مدت کے باوجود اس نے اندلس کی تعمیری ترقیون مین نمایان حصہ لیا، قرطبہ کی مشہور جامع مسجد جس کی تعمیر کا آغاز عبد الرحمٰن نے کیا تھا، اس کو اتمام تک پہنچایا، اس کے علاوہ چند دوسری مسجدین بھی تعمیر کرائین، اور ایک مسجد کی تعمیر مین اربونہ کا پورا خمس لگا دیا[3]،

قرطبہ کا پل جس کو سمح بن مالک خولانی نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانہ مین تعمیر

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۸، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ [3] افتتاح الاندلس ص ۴۳،

کرایا تھا، اس کو نئے سرے سے تعمیر کرایا، اس کی تعمیر کے بعد اس کے کانوں میں خبر پہنچی کہ اہل قرطبہ کا خیال ہے کہ اس نے اس پل کو اپنے سیر و شکار کی آمد و رفت کے لئے بنوایا ہے، تو اسی وقت اس پل پر سے نہ گذرنے کا عہد کیا، اور آخر وقت تک اس پر قایم رہا،[1]

علم و فضل | ہشام صاحب علم و فضل تھا، فقہ مالکی کا عالم اور اس کا قدر دان تھا، شعر و ادب کا بھی ستھرا مذاق رکھتا تھا، شعراء کو داد و دہش سے خوش رکھتا تھا، علماء و فقہا، قدر و منزلت کے ساتھ اس کی مجلس میں موجود رہتے تھے، اس کی مجلس علم و دانش کی مجلس سمجھی جاتی تھی، امام مالک رح کے علم و فضل کا مرتبہ شناس تھا، اس کی وجہ سے اندلس میں فقہ مالکی کو زیادہ فروغ ہوا، اس کے عہد کے ممتاز اہل علم میں عیسیٰ بن دینار، عبد الملک بن جبیب، یحییٰ بن یحییٰ، سعید بن حسان اور ابن ابو ہند وغیرہ ہیں، ابن لبانہ کہتا ہے،

"فقیہ اندلس عیسیٰ بن دینار ہیں، عالم اندلس عبد الملک بن جبیب، اور راوی اندلس یحییٰ بن یحییٰ،[2]

ہشام ان اکابر امت کی بڑی قدر کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ ابو ہند کے پاس سے گذرا، ابو ہند تعظیم میں کھڑے ہو گئے، اور سلام کیا، ہشام نے ان سے کہا "آپ کو امام مالک نے خوبصورت کپڑے پہنائے ہیں"[3]

حلیہ و اخلاق و عادات | ہشام کا رنگ سفید سرخی آمیز تھا، اور آنکھیں کچھ کجی کی طرف مائل تھیں،[4] اپنے اخلاق و عادات سے لوگوں میں ہر دلعزیز تھا، مریضوں کی عیادت کرنا اور جنازوں کے ساتھ جانا، اس کے معمولات میں سے تھا،[5] سخاوت اور فیاضی، اور عفو و

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ [2] ایضاً ص ۳۲۷، افتتاح الاندلس ص ۳۵، [3] افتتاح الاندلس ص ۴۴،

در گذر کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھا، وہ وزیر حکومت ثعلبہ بن عبید کے جنازہ کی شرکت کے بعد واپس آ رہا تھا، قبرستان کے قریب ایک گھر سے ایک کتا نکلا اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کی صدری پھاڑ ڈالی، اس نے عامل قرطبہ کو حکم دیا کہ اس کتے کے مالک پر ایک درہم طبل (خرابہ) جرمانہ کرے کہ اس نے ایسی جگہ کیون کتا پال رکھا ہے، جہان ایسے واقعات پیش آئین کہ مسلمانون کو تکلیف پہونچے، اس کے بعد وہ ثعلبہ بن عبید کے مکان پر تعزیت کے لئے پہنچا، وہان سے واپس ہوا تو کہا کہ اس کتے کے مالک کا جرمانہ معاف کر دیا جائے، کہ اس کو اس سے (اس سبب سے کہ اس کے کتے نے امیر پر حملہ کیا) زیادہ غم پہنچا ہے، جتنا کہ میرے کپڑے کے پھٹنے کا مجھے افسوس ہے[۱]،

ہشام کی زندگی کا نمایان پہلو، اس کا اتباع شریعت ہے، وہ خود بڑے صلاح و تقوی کے ساتھ زندگی گذارتا، عبادات مین وقت صرف کرتا، با جماعت نمازین پڑھتا، اور مسجدون کو معمور رکھنے کا اہتمام رکھتا تھا، مجموعۂ اخبار اندلس مین ہے،

"ہشام روپیون کی تھیلیان بھر بھر کر بارش کی اندھیری راتون مین مسجدون مین بھیجتا تھا، اور جو لوگ مسجد مین موجود ہوتے تھے، وہ ان کو دی جاتی تھین، اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسجدین آباد رہین[۲]"،

عبد الواحد مراکشی لکھتا ہے،

"وہ نیک سیرت تھا، عدل و انصاف کی جستجو مین رہتا تھا، مریضون کی عیادت کرتا تھا، جنازون مین شریک ہوتا تھا، بہت زیادہ خیرات تقسیم کرتا تھا، کبھی کبھی اندھیری رات مین جب کہ موسلا دھار پانی برس رہا ہوتا، وہ درہمون کی تھیلیان لیکر نکل جاتا تھا،

[۱] افتتاح الاندلس ص ۴۲ [۲] مجموعۂ اخبار اندلس ص ۱۲۰ و ۱۲۱،

اور بوڑھی اور مجبور پردہ نشین عورتون مین تقسیم کرتا تھا، اس کا یہی طریقہ اس کے وفات پانے تک قائم رہا[1]،

اولاد و جانشین | ہشام کے پانچ لڑکے تھے[2]، ان مین سے حکم کو اس نے اپنی زندگی مین اپنا جانشین بنا دیا تھا، جانشینی کی رسم کے موقع پر تمام صوبون کے ولاۃ و عمال اور معززین بلائے گئے، اور بیعت کی رسم انجام پائی، بیعت لئے جانے کے بعد اس نے حکم کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر کی،

"عدل و انصاف کرنے مین امیر و غریب کا امتیاز نہ کرنا، جو لوگ تمھارے دست نگر ہون، ان سے لطف اور نرمی سے پیش آنا، سب لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہین، اپنے صوبون اور شہرون کی حفاظت، وفادار اور تجربہ کار لوگون کے سپرد کرنا، تمھارے جو عمال رعایا کو تنگ کرین ان کو بے رحم ہو کر سزا دینا، اپنے سپاہیون پر اعتدال اور استقلال سے حکومت کرنا، یہ یاد رکھنا کہ انھین ہتھیار اس لئے دیئے جاتے ہین کہ وہ ملک کی حفاظت کرین، نہ اس لئے کہ ملک تباہ کر ڈالین، یاد رکھو ان کو تنخواہین وقت پر دیتے رہنا، اور ان سے جو وعدے کرنا، ان کو پورا کرنا، ہمیشہ اس کوشش مین رہنا کہ تمھاری رعایا تمھاری گرویدہ رہے کیونکہ ان کی محبت ہی سے تمھاری سلطنت کا قیام و دوام ہے، اگر وہ تم سے ڈرین گے تو تمھارے لئے خطرناک ہون گے، اگر وہ تم سے نفرت کرین گے تو یاد رکھو یہی تمھاری بربادی کا سبب ہوگا، ان لوگون کی حمایت و حفاظت کرنا، جو کاشتکار کہلاتے ہین، اور ہمارے لئے روٹی مہیا کرتے ہین، خبردار ان کی فصلین خراب

---

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۲ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱،

نہ ہونے پائین، اور ان کے جنگل اور چراگاہین تباہ نہ ہو جائین، ہر بات مین ایسا طرز عمل رکھنا کہ تمھاری رعایا تمھین دعائین دے، اور تمھارے زیر سایہ خوشی وخرمی سے اپنی عمرین گذار دے، یہی اور صرف یہی طریقہ ہے، جس سے تمھاری نیک نامی ہوگی اور تمھارا نام شان دار بادشاہون کی فہرست مین آجائے گا۔"[1]

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۴۴، اس تقریر کی زبان کہین کہین پہلی صدی ہجری کی زبان کے بجائے زمانہ موجودہ کی معلوم ہوتی ہے، نیز تقریر کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری و اطاعت اور طلب دعا کے بجائے "شان دار بادشاہون کی فہرست مین نام کے آنے کی تمنا" پر ہونا بھی قرین قیاس نہین، تاہم مجموعی حیثیت سے یہ تقریر ہشام کے احوال کے مطابق ہے اس لئے متن مین اس کو اخذ کر لیا گیا۔

حکم بن ہشام

۱۸۰ھ - ۲۰۶ھ
۷۹۶ء - ۸۲۱ء

حکم نے بائیس سال کی عمر میں حکومت کی زمام ہاتھ میں لی، اس کی کنیت ابو العاص تھی، اور اس کی ماں ام ولد، زخرف تھی[1]، عمر کا ابتدائی حصہ تعلیم و تربیت میں گذرا، ۱۸ سال کی عمر سے مملکت کے امور میں حصہ لینے لگا، ۱۷۶ھ ۷۹۲ء میں اندلس کے سرکش صوبہ طلیطلہ کا والی بنایا گیا،

اس کے بر سر حکومت آنے کے بعد اس کے بھائیوں سے اس کا کوئی اختلاف نہیں ہوا، لیکن اس کے دونوں چچا سلیمان و عبد اللہ، جو ہشام کے عہد میں ناکام ہونے کے بعد جلا وطنی کی زندگی گذار رہے تھے، پھر اندلس آکر اس سے بر سر پیکار ہوئے، اس کے ساتھ مشرقی اندلس کے شورش پسندوں کو بھی سر اٹھانے کا موقع مل گیا، انہیں دیکھ کر سرحد کی عیسائی حکومتوں کے حوصلے بھی بڑھے، وہ سرحدی شہروں پر چھاپے مارنے لگے، اور بعض شہروں پر مستقل قبضہ کر بیٹھے،

دوسری طرف حکم نوجوانی میں بر سر حکومت آگیا تھا، نوجوانی کی خام عقلی سے خام کاری ظاہر ہوئی، عیش و عشرت میں پڑ کر غیر محتاط زندگی اختیار کر لی، قرطبہ علم و عمل کا مرکز تھا،

---

[1] المعجب مراکشی ص ۱۲

علماے دین و صالحین امت یہان مجتمع تھے، عوام بھی اس کے پیش رو ہشام کے عہد کی مذہبی زندگی کو دیکھ چکے تھے، وہ خود لباس تقویٰ سے آراستہ تھا، علماؤ صلحا کے ذریعہ عام مسلمانون کو کتاب و سنت کے اتباع کی ہدایت کرتا تھا، اس لئے وہ حکم کی رندی و ہوسنا کی کی زندگی کو انگیز نہ کر سکے، ابتداً وعظ و تلقین سے اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی گئی، پھر رائے عامہ کا دباؤ ڈالا گیا، جب سب تدبیرین ناکام رہین تو اس کے معزول کئے جانے کی سازش تیار کی گئی، اور ناکام رہی،

ان ہی احوال کے لحاظ سے حکم کو اپنے دور حکومت مین بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، اپنے آدمیون سے نبرد آزما ہوا، ان کے قبضون کو ختم کر کے سرحد کی عیسائی حکومتون سے پے درپے لڑائیان کین، عام شہریون سے جنگ کی، علماء و صلحاے امت سے جنگ مول لی، حفاظت خود اختیاری کا اہتمام اس کو زیادہ سے زیادہ کرنا پڑا، اور وہ سخت گیری و تندخوئی کا خوگر ہوگیا، اپنی معتمد فوج اکٹھا کی قصر شاہی کے سامنے سوارون کے پہرے بیٹھائے، اور اس کو وہ روش اختیار کرنی پڑی، جو جابرہ سلاطین اپنی ذات کی حفاظت اور سلطنت کی بقا کے لئے کیا کرتے ہین، اس کا پورا عہد حکومت ان ہی واقعات سے لبریز ہے،

مشرقی اندلس مین بغاوت

حکم نے زمام حکومت ہاتھ مین لینے کے بعد جو پہلی فوجی نقل و حرکت کی، وہ اسی سال ۱۸۰ھ میں عیسائیون کے حدود حکومت پر فوجکشی تھی، لیکن مشرقی اندلس کی شوریدہ سر آبادی کی بغاوتون سے یہ کامیاب مہم ایک حملہ کے بعد ملتوی کر دی گئی، اور حکم نے اپنی ساری طاقت داخلی بغاوتون کے فرو کرنے مین لگادی،

یہ بغاوتین مشرقی اندلس مین رونما ہوئین، چنانچہ ۱۸۱ھ مین ابو الحجاج بہلول بن مرزوق پیش قدمی کر کے سرقسطہ پر قبضہ کر بیٹھا، اور عبیدہ بن حمید نے طلیطلہ مین خودسری اختیار کی،

اس اثنا میں حکم کا جلاوطن چچا عبد اللہ اندلس میں داخل ہوا، وہ اپنی پچھلی سرکشی کے زمانہ میں مشرقی و شمالی اندلس میں اپنی ہمنوا جماعت تیار کر چکا تھا، چنانچہ وہ پہلے بہلول سے آکر ملا اس نے شمالی اندلس کے زرخیز علاقہ بلنسیہ پر قبضہ کر لیا، بلنسیہ اس کا دار الحکومت قرار پایا، اس طرح اندلس کا وسیع علاقہ حکم کے دسترس سے باہر نکل گیا،

حکم نے سب سے پہلے ان میں سے طلیطلہ کی بغاوت پر توجہ کی، حکم کا ایک معتمد قاید عمروس ابن یوسف طلبیرہ کا والی تھا، حکم نے اس کو طلیطلہ پر فوجکشی کی ہدایت کی، چنانچہ وہ فوج لے کر طلیطلہ پہونچا، اور محاصرین و محصورین میں لڑائیاں شروع ہو گئیں، جن میں عمروس کے لشکر کو غلبہ ہوتا گیا، اسی اثنا میں عمروس نے طلیطلہ کے ایک صاحب اقتدار خانوادہ بنو مخشی سے ساز باز کر کے باغیوں کے سرغنہ عبیدہ کو قتل کرا دیا، اور بغاوت فرو ہو گئی، عمروس نے اس کے سر کو حکم کے پاس بھیج دیا، پھر بنو مخشی کے کچھ لوگ عمروس کے پاس طلبیرہ میں چلے آئے، اتفاق سے یہاں بنو مخشی سے بعض بربری قبیلوں کی دیرینہ مخالفت قائم تھی، یہ تازہ واقعہ اختلاف کا مزید موجب بنا، اور کشت و خون تک نوبت پہونچی، عمروس نے بنو مخشی کی حمایت کی، اور سات سو بربریوں کے سر قلم کرا دیئے اور ان کے سروں کو الحکم کے پاس بھیج دیا، اس واقعہ سے چند دنوں کے لئے اس نواح میں شورش دب گئی، اور عمروس نے اپنے لڑکے یوسف کو طلیطلہ کا والی بنا دیا، لیکن چند دنوں کے بعد یہ شہر فتنہ و فساد کا مرکز بن گیا،[1]

اس کے بعد ۱۸۲ھ میں حکم کا دوسرا چچا سلیمان بھی حکومت کا دعویدار بنکر طنجہ سے اندلس میں آیا، بربری قبائل سے اس کے تعلقات استوار تھے، اندلس کے بربری عمروس کے قتل عام کے بعد حکم سے برگشتہ ہو چکے تھے، بنز عربوں میں . . . . . سلیمان کے قدیم وفاداروں

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۸، ۱۰۹، و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۶

کی ایک جماعت موجود تھی، اس طرح اچھا خاصہ لشکر اس کے گرد فراہم ہوگیا، حکم اس کے مقابلہ کے لئے خود اپنی قیادت مین ایک بڑا لشکر لے کر قرطبہ سے آیا، دونون فوجون مین سخت مقابلہ ہوا، سلیمان شکست کھا کر اپنی فوج لیکر میدان سے بھاگا، حکم نے اس کا تعاقب کیا، دور جاکر ماہ ذی الحجہ مین دوبارہ مقابلہ ہوا، اس دوسرے میدان مین بھی سلیمان نے شکست کھائی، اور پہاڑیون مین روپوش ہوگیا، حکم اپنی فوج لیکر واپس چلا گیا،

اس کے بعد سلیمان نے فوج کو نئے سرے سے درست کیا، اور استجہ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا، حکم اس کی گھات مین لگا تھا، خبر سنتے ہی فوج لے کر دوڑا آیا، ۱۸۳ھ ۹۹ء مین تیسری مرتبہ مقابلہ ہوا، سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ ایک گاؤن مین محصور ہوگیا، حکم نے اس گاؤن کا محاصرہ کیا، لیکن سلیمان بچ کر نکل گیا، اور ایک دوسرے قریہ خریش مین جو صوبہ قرطبہ مین ایک مستحکم قلعہ تھا، پناہ گزین ہوگیا، اور حکم فوج لے کر اس وقت واپس چلا گیا، اس کے بعد وہ ۱۸۵ھ مین نئی فوج لیکر قلعہ خریش کے نواح مین آیا، اور سلیمان کے لشکر سے اس کا پھر مقابلہ ہوا، اور پھر اس نے شکست کھائی، اور ماردہ مین پناہ لینے کے لئے بھاگا، لیکن حکم کے لشکر نے اس کا تعاقب کر کے اس کو گرفتار کر لیا، اور حکم کے پاس لے آئے، حکم نے اسی وقت اس کو قتل کرا دیا، اور عبرت آموزی کے لئے اس کے سر کو قرطبہ بھیج دیا، سلیمان کے اہل وعیال سرقسطہ مین مقیم تھے، حکم نے ان کو امن کا پروانہ بھیج دیا، اور سب کو قرطبہ بلوا لیا،[1]

اس وقت کے خروج کرنے والون مین سب سے زیادہ اہمیت سلیمان کو حاصل تھی، وہ حکم کے باپ ہشام کا مقابل رہ چکا تھا، اور اسی وقت سے سلطنت کا دعویدار تھا، ملک کے اکابر اور عوام کی بھی ایک تعداد وقتاً فوقتاً اس کی ہمنوا رہی، اس لئے حکم نے اپنی پوری توجہ اسی طرف مبذول

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۱

رکھی، اور بالآخر چار سال کی دوڑ دھوپ کے بعد اس کو کامیابی حاصل ہوئی،

بنرحکم کی خوش قسمتی سے دوسری طرف، دوسرے خروج کرنے والوں کے درمیان ایک دوسری صورت حال قائم ہوگئی تھی، اس وقت شرقی اندلس کے اہم شہروں میں جو اسلامی آبادیاں تھیں، ان کے سردار وہاں کے حکمران بن بیٹھے تھے، سرقسطہ پر بہلول بن مرزوق کا قبضہ تھا، اشقہ یا وشقہ سرقسطہ سے ۳۵ میل پر ایک دوسری اہم آبادی تھی، یہاں عرب خانوادے آباد تھے، اور ایک قائد ابوعمران کو اقتدار حاصل تھا، بلنسیہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الداخل کے قبضہ میں تھا، اتفاق سے ۱۸۳ھ؁ / ۷۹۹ء میں ابوعمران اور بہلول میں اختلاف پیدا ہوا، اور نوبت جنگ تک نوبت پہنچی، عبداللہ اموی نے ابوعمران کا ساتھ دیا، اور بہلول نے بری طرح شکست کھائی، اس کے بہت سے آدمی مارے گئے،

اس کے بعد ۱۸۴ھ؁ / ۸۰۰ء میں عبداللہ اموی ابوعمران کے پاس وشقہ میں چلا آیا، اور کسی مہم کی تیاری میں تھا کہ بہلول بن مرزوق فوج لے کر وشقہ آگیا، اور شہر کا محاصرہ کرلیا، ابوعمران نے شکست کھائی، اور بہلول شہر میں داخل ہوگیا، عبداللہ اموی بچ کر بلنسیہ چلا گیا، اور یہیں قیام پذیر ہوگیا،

ادھر ۱۸۳ھ؁ / ۷۹۹ء میں قرطبہ میں سیلاب عظیم آیا، شہری آبادی اور مرکزی حکومت اس ناگہانی افتاد سے پریشان رہی، پھر ۱۸۵ھ؁ / ۸۰۱ء میں حکم سلیمان کی سرکوبی میں مصروف رہا، اس لئے اس نے اس طرف سرے سے کوئی توجہ نہیں کی، یہاں تک کہ خروج کرنے والوں میں باہم کشت و خون ہو کر ان کی قوت کمزور ہوگئی، پھر عبداللہ ۱۸۵ھ؁ / ۸۰۱ء میں اپنے بڑے بھائی کا آخری انجام بھی دیکھ چکا تھا، اس لئے اس نے خانہ نشین ہو کر فتنہ و فساد پر امن و امان کی زندگی

اختیار کرنے کو ترجیح دیا، اور بہ روایت ابن اثیر خود سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی، حکم نے اس کا آغاز کیا، اور قرطبہ کے مشہور اہل علم یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ نے اس صلح کے انجام دلانے میں مدد کی، اور دونون بھائیون کے دلون کو صاف کرا دیا، اور ان ہی اہل علم کے توسط سے صلح کے شرائط طے پائے، اور عبداللہ ۱۸۶ھ و ۸۰۲ء میں قرطبہ چلا آیا، سالانہ وظیفہ مقرر ہوگیا، اور اس کے لڑکے حکومت کے اہم منصبون پر مامور کر دیئے گئے[1]،

طلیطلہ کی اطاعت اس کے بعد حکم نے پوری توجہ سے اندلس کی سرزمین کو باغیانہ عناصر سے پاک کرنے کی تدبیرین کین، اس سلسلہ مین طلیطلہ کے باشندون کو زیر کرنے کا واقعہ سب سے اہم ہے، وسطی اندلس مین یہی شہر بغاوتون کا مرکز بنا ہوا تھا،

یوم الخندق طلیطلہ کا یہ واقعہ "یوم الخندق" کے نام سے مشہور ہے، جو ۱۹۱ھ میں پیش آیا، یہان عربون، بربرون، نومسلمون، اور عیسائیون کی مخلوط آبادی تھی، آئے دن فتنہ وفساد برپا کرنا ان کی زندگی کا مشغلہ بن چکا تھا، اس فتنہ پردازی مین یہان کے عیسائی اور وہ نومسلم جنھون نے عیسائیت سے اسلام قبول کیا تھا، پیش پیش تھے، انھین اپنے شہر کی قلعہ بندی اور اپنی دولت وثروت پر گھمنڈ تھا، اس لئے والیون کی اطاعت کرنے کے بجائے انھین اپنی مرضی کے مطابق چلانے پر مجبور کرتے اور معمولی معمولی باتون پر اطاعت سے منحرف ہو جاتے اور انھین مرکزی حکومت کی اطاعت کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ان مین سے ایک شخص غربیب طلیطلی اس عہد کے معروف شعراء مین سے تھا، اور غیر معمولی ذہانت کا مالک تھا، اہل طلیطلہ اس پر اعتماد رکھتے تھے، اور وہ حکومت کے خلاف ہوشیاری سے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۱۰، ۱۱۶، و ۱۰۷، مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے کہ سلیمان وعبداللہ نے شارلیمین اور دوسرے عیسائی حکمرانون سے امداد لی، اور عبداللہ حصول امداد کیلئے ان حکمرانون سے خود ملا (ج ۱ ص ۴۶۴) (باقی حاشیہ ص ۳۶۳ پر)

ساتھ ان کی رہنمائی کرتا تھا، جب تک وہ زندہ رہا، حکم اہل طلیطلہ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ کرسکا، حالانکہ وہ اس صورتِ حال سے عاجز آچکا تھا، بالآخر اس کے مرنے کے بعد اس نے انھیں مطیع کرنیکا فیصلہ کیا، اور سرحدی صوبہ کے والی عمروس بن یوسف کے ہاتھوں اس مہم کو انجام دینا چاہا، عمروس وشقہ کا ایک ذی اقتدار عیسائی نومسلم اور بنو امیہ کا دل سے وفادار تھا، سرحدی صوبہ مین امن و امان قائم کرنے مین اس سے مدد مل چکی تھی، حکم نے اس کو قرطبہ طلب کیا، اور بڑے اعزاز و اکرام سے اس کو اپنا مہمان بنایا، اور اس سے طلیطلہ کے باشندون کے معاملہ پر رازداری کے ساتھ گفتگو کی، عمروس اس مہم کے انجام دینے کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا، اور باہمی مشورہ سے ایک اسکیم تیار کی گئی، اور طلیطلہ کا والی بناکر اس کو بھیج دیا، اور اس کے معرفت وہان کے باشندون کے نام حسب ذیل پیغام بھیجا

"مین نے عمروس بن یوسف کو تمھارے لئے منتخب کیا ہے، جو تم ہی مین سے ہے، تاکہ تمھارے دلون کو پوری طرح اطمینان حاصل ہو جائے اور تم ہمارے جن عمال اور موالی کو ناپسند کرتے ہو ان کو وہان سے علیحدہ کرتا ہون مجھے امید ہے کہ میرے اس طرزِ عمل سے تم اپنے حق مین میرے مخلصانہ جذبات کو سمجھ سکو گے،

عمروس نے طلیطلہ پہنچ کر شہر کے باشندون کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا، رفتہ رفتہ اس نے خاندان امویہ کے خلاف اپنی رائین بھی بچا بچا کر ظاہر کین، شہر کے باشندے اس پر اعتماد کرنے لگے، اور رفتہ رفتہ اموی حکومت کے مقابلہ مین اس کو اپنا سرپرست اور رہنما تصور کرنے لگے،

طلیطلہ کا دار الحکومت اور سرکاری ملازمین کی سکونت گاہین شہری آبادی مین ملی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۶۲) لیکن ایسی کوئی روایت عربی ماخذ مین نظر سے نہین گذری،

جلی تھین جس کی وجہ سے وہ بغاوتون کے موقعون پر محصور ہو جاتے تھے، پھر ان سکونتی مکانون مین نہ جنگی استحکامات تھے، اور نہ فوج کے قیام کی ان مین گنجایش موجود تھی، اس لئے ایک جنگی قلعہ، فوجی چھاؤنی، اور سرکاری دفاتر کے لئے ایک علحدہ آبادی کی ضرورت تھی، عمروس نے طلیطلہ والون کو یہ کہکر اس پر آمادہ کر لیا کہ سرکاری عہدہ دارون اور عمال مین ایسے لوگ زیادہ ہین، جو شہری آبادی مین شر انگیزیان کرتے رہتے ہین، جس سے شہر والون کو تکلیف ہوتی ہی، اس لئے سرکاری عمال کے لئے ایک جداگانہ آبادی قایم کردی جائے تاکہ انہوں کے فتنہ پرداز موالی، شہری آبادی سے دور ہو جائین، اہل شہر نے اس تجویز کو پسند کیا، اور ایک پہاڑی پر جو جبل عمروس کے نام سے مشہور ہوئی، ایک مستحکم قلعہ جلد سے جلد تعمیر کرانا شروع کیا، اور ابھی عمارت پایہ تکمیل کو بھی نہ پہنچی تھی کہ وہ خود اور حکومت کا پورا عملہ وہان منتقل ہو گیا، اور اس کی اطلاع حکم کو بھیج دی، یہ سارے کام حکم ہی کے مشورہ سے انجام پائے تھے،

کچھ دن گذرنے کے بعد حکم نے سرحدی صوبہ کے والی کو در پردہ ہدایت بھیجکر ایک تحریر منگائی کہ عیسائی لشکر سرحد پر جمع ہو رہا ہے فوراً فوج بھیجی جائے، حکم نے بظاہر اسی مہم کے لئے بڑے اہتمام سے فوج جمع کی، اور ایک عظیم الشان لشکر اپنے لڑکے عبدالرحمن کی قیادت مین روانہ کردیا، فوج کے ہمراہ حکومت کے بعض ممتاز وزرا بھی تھے، لیکن انھین بھی اصل حقیقت سے آگاہ نہین کیا، ان کی شمولیت کی بظاہر وجہ یہ تھی کہ عبدالرحمن صرف چودہ برس کی عمر کا تھا، اس کی نگرانی کرنے اور صلاح و مشورہ دینے کے لئے ان کی ضرورت تھی، اس کے ساتھ ایک مکتوب اپنے بعض معتمدین کے حوالہ کردیا تھا کہ جب وزرا اور عمروس ایک جگہ جمع ہون تو یہ خط وزرا کے حوالہ کر دیا جائے،

سرحدی صوبہ کا راستہ طلیطلہ ہو کر گذرتا تھا، جب لشکر طلیطلہ کے قریب پہونچا تو

سرحدی والی کا ایک دوسرا قاصد آیا کہ عیسائیون کا لشکر منتشر ہوگیا ہے، اب فوج کی ضرورت باقی نہین رہی، اس مکتوب کے پہونچتے ہی عبد الرحمٰن طلیطلہ کے پاس ایک مقام جیارین مین ٹھہر گیا اس کے بعد اس خوفناک سازش کی مختلف تدبیرین بروے کار آنے لگین، چنانچہ جیارین مین فوج کے قیام کی خبر طلیطلہ پہنچی، تو عمروس نے شہر والون کے سامنے شاہزادے کی خدمت مین جا کر باریاب ہونے کا ارادہ ظاہر کیا، اس کے ساتھ اس نے طلیطلہ والون کو یہ بھی سمجھایا کہ سلطنت کا ولیعہد ہمارے شہر کے پاس مقیم ہے، اس کی پذیرائی ضروری ہے، اس لئے اس کے ساتھ شہر کے معززین کو بھی اس کی خدمت مین باریاب ہونا چاہئے، طلیطلہ والون نے اس مشورہ کو قبول کیا، اور شہر کے ممتاز معززین عمروس کے ساتھ لشکر گاہ مین آکر شاہزادے کی خدمت مین باریاب ہوئے، شاہزادے نے بھی ان امراء کی حیثیت کے مطابق ان کی قدر و منزلت کی اور رسمی باریابی پر تکلف اخلاق و مدارات کے ساتھ ختم ہوئی،

حکم نے اپنے معتمد خادم کی معرفت عمروس کے نام ایک خط بھی بھیجا تھا، اس نے لب کشائی کے بغیر اس مکتوب کو اس کی خدمت مین پیش کیا، اس مین اس سازش اور اس کے آئندہ طریق عمل کا مکمل نقشہ موجود تھا،

چنانچہ عمروس، وزراء سے تنہائی مین مشورہ کے لئے ملا، اس اثناء مین وزراء کے نام کا خط بھی معتمد خادم نے ان کے حوالہ کیا، اور وزراء اور عمروس نے سر جوڑ کر مشورہ کیا، اور طے پایا کہ شہر والون کو عبد الرحمٰن کو شہر مین مدعو کرنے پر آمادہ کیا جائے، عبد الرحمٰن اس دعوت کو اصرار کے بعد قبول کرے اور شہر مین فوج کے ساتھ داخل ہو،

... تجویز کے مطابق عمروس نے ... شہر کو علیحدہ لیجا کر عبد الرحمٰن

عظمت وشوکت کا اندازہ لگائے، اور اس سے آئندہ مواقع پر فائدہ اٹھایا جائے، اہل شہر نے اس مشورہ کو بھی قبول کیا، اور عبدالرحمٰن کی خدمت مین دوبارہ آکر اس کو شہر مین داخل ہوکر مہمانی قبول کرنے کی دعوت دی، عبدالرحمٰن نے تجویز کے مطابق پہلے انکار کیا، پھر وزرا اور عمائد لشکر کی تائید اور اہل شہر کے اصرار سے اس دعوت کو قبول کیا، اور یہ عظیم الشان لشکر شہر کی نئی سرکاری عمارت مین آکر ٹھہر گیا،

طلیطلہ مین آنے کے بعد پہلے دن عمروس کے اہتمام مین شہر کے معززین کی طرف سے مہمانون کی ضیافت کی گئی، اور دوسرے دن حکومت کی طرف سے اہل شہر کی ضیافت کا سامان کیا گیا، اور سرکاری عمارت کے اندرونی صحن مین کھانا پکانے کا اہتمام کیا گیا، شاہی ضیافت کے لئے شام کا وقت مقرر تھا، ایک خلق کثیر مدعو تھی، اس لئے یہ انتظام کیا گیا کہ مدعوین گروہ درگروہ صدر دروازے سے داخل ہون، ان کی سواریان پشت کے دروازے پر کھڑی رہین، وہ کھانے کے بعد پشت کے دروازے سے رخصت ہوجائین، مہمانون مین شہری و دیہی آبادیون کے تمام معززین تھے، چنانچہ مہمان ایک ایک گروہ مین محل مین داخل ہوتے گئے، محل کے وسط صحن مین ایک عمیق گڑھا کھودا گیا تھا، جلاد برہنہ تلوارین لئے کھڑے تھے، عبدالرحمٰن اسی کے قریب مہمانون کی پذیرائی کے لئے بیٹھا ہوا تھا، اہل شہر جوق درجوق شاہی ضیافت مین شریک ہونے کے لئے آتے گئے، آنے والون کی گردنین اوڑائی جاتی رہین، اور تڑپتا ہوا لاشہ اس گڑھے مین ڈھکیلا جاتا رہا، سر شام سے دوسری صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا، پانچ ہزار تین سو سے اوپر مقتولین کے لاشے گڑھے مین پہنچ گئے، طلوع صبح کے وقت آنے والون مین سے بعض لوگون کو شبہ ہوا کہ جو لوگ محل مین داخل ہوتے ہین، واپس آتے دکھائی نہین دیتے، ان لوگون نے سرکاری عمال سے

پوچھا، بتایا گیا کہ لوگ پشت کے دروازے سے واپس جا چکے ہین، دریافت کرنے والے پشت کے دروازے پر پہونچے، ادھر کوئی بھی نظر نہ آیا، پھر محل کی فضا پر نظر پہونچی تو بخارات چھائے ہوئے دیکھے، لوگ چیخ اٹھے کہ یہ باورچی خانہ کا دھوان نہین، خون سیال کے بخارات ہین اسی وقت شہر مین کہرام مچ گیا، السیف السیف کی آوازین بھی اٹھین مگر لبیک کہنے والا کوئی موجود نہ تھا، جن لوگون نے شور مچایا وہ بھی پکڑ کر قتل کئے گئے، روشناس اہل شہر مین سے جو قتل ہونے سے بچ رہے تھے، وہ بھی پکڑ کر قتل کئے گئے، پھر عام آبادی مین جو لوگ قتل ہونے سے باقی بچ گئے انھون نے گویا نئی زندگی پائی، مگر اب ان مین کوئی بھی ایسا باقی نہ رہ گیا تھا، جو حکومت کی مخالفت کا تخیل بھی اپنے ذہن مین لاسکتا، چنانچہ حکم نے اپنے دور حکومت کا بقیہ زمانہ کم سے کم اہل طلیطلہ کی طرف سے اطمینان سے گذارا، اور لوگون کے دلون پر حکومت کی ہیبت عبد الرحمن کے عہد تک قائم رہی، اس پورے زمانہ مین طلیطلہ مین حکومت کے خلاف کسی شورش کا کوئی واقعہ پیش نہین آیا،

مقتولین کی مجموعی تعداد ۰ ہزار سے متجاوز ہو گئی، عبد الرحمن اس خونین منظر کو شب بھر بیٹھا دیکھتا رہا ، تلوار کی چمک سے اس کی آنکھون مین غمزہ پیدا ہو گیا، جو تمام عمر باقی رہا،

ایک بغاوت کا نئے انداز سے خاتمہ

وسطی اندلس کے شہر جیان کے علاقہ مین بھی بغاوت کا ایک واقعہ رونما ہوا، اور حکم نے صرف حسن تدبیر سے دو دن کے اندر اس کا خاتمہ کر دیا، ان اطراف مین جابر بن لبید ایک ممتاز قائد تھا، اس نے فوجکشی کر کے جیان کا محاصرہ کر لیا، عامل جیان قلعہ بند ہو گیا، محاصرہ کی اطلاع حکم کے پاس پہونچی، وہ اس وقت بعد ان مین گھوڑ دوڑ کا تماشہ دیکھ رہا تھا، اس کے محل کے سامنے دریا کے کنارے دو ہزار گھوڑے ہمہ وقت تیار

کھڑے رہتے تھے اور سو سو گھوڑون پر ایک افسر مقرر تھا، جو عریف کہلاتا تھا، حکم نے خاموشی کے ساتھ ایک عریف کو اپنے پاس بلایا، اور رازداری سے اس کو ہدایت کی وہ اپنے سوارون کو لیکر فلان راستہ سے جیان چلا جائے، اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دے، سو سوارون کو بھیج کر وہ پھر کھیل دیکھنے مین مصروف ہو گیا، ایک گھنٹہ کے بعد اس نے ایک دوسرے عریف کو بلایا، اور اس کو بھی اسی طرح ہدایتین دیکر ایک دوسرے راستہ سے روانہ کر دیا، اسی طرح دس عریفون کو مختلف راستون سے پے در پے شام تک بھیجتا رہا، اور ان مین سے کسی کو دوسرے کی اطلاع نہ دی، دوسرے دن وہ لوگ یکے بعد دیگرے مختلف راستون سے پہونچتے رہے، یہ دیکھ کر ابن لبید بدحواس ہو گیا، ہر چہار طرف سے سوارون کو امنڈتے دیکھ کر نہ اس مین مقابلہ کرنے کی جرأت ہوئی، اور نہ محاصرہ اٹھا کر کسی طرف بھاگنے کا مناسب موقع مل سکا، چنانچہ جب وہ لوگ فرار ہوئے، تو شاہی سوارون نے ان کا پیچھا کیا، اور گھیر کر ان کو قتل کر ڈالا، اور تیسرے دن ان کے سر لیکر حکم کے پاس واپس آگئے،[1]

مغربی اندلس کی بغاوتین ماردہ، باجہ، مورور	حکم کے زمانہ مین مغربی اندلس مین شہر ماردہ بغاوت کا مرکز بنا، ایک قائد اصبغ بن عبد اللہ نے ۱۹۱ھ مین اہل شہر کی ہمنوائی سے اپنی خود

مختاری کا اعلان کر کے گورنر کو شہر بدر کر دیا، حکم اس بغاوت کی اطلاع پاتے ہی، فوج لے کر آیا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ سختی سے کئے تھا کہ دار الحکومت مین شورش پھیلنے کی اطلاع ملی، اس لئے شبانہ یوم چل کر قرطبہ واپس چلا گیا، اور اہل ماردہ کو اپنی بغاوت قایم رکھنے کا موقع مل گیا، اس اثنا مین طلیطلہ مین قتل عام کا وہ واقعہ پیش آیا، اس کا اثر ماردہ مین بھی قدرۃً پہونچا، اور لوگون کے دلون مین اطاعت قبول کرنیکا خیال پیدا ہوا، اس کے ساتھ حکم بھی پے درپے

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۹، ۱۳۰،

فوجی دستے بھیجا گیا، اصبغ کبھی اطاعت قبول کر لیتا، اور کبھی مقابلہ کرتا، یہی صورت حال ۱۹۲ھ / ۸۰۸ء تک قایم رہی، آخر اہل شہر بار بار کی فوجکشی سے تنگ آ گئے، اصبغ کے حامیوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی، یہان تک کہ خود اس کے بھائی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، بالآخر اس نے حکم کے پاس امان طلب کرنے کیلئے قاصد بھیجا، حکم نے اس کی معذرت قبول کی، اور وہ ماردہ کی سکونت ترک کر کے حکم کی خدمت مین قرطبہ چلا آیا،

لیکن اصبغ کے اطاعت قبول کر لینے کے باوجود ماردہ کی شورش رفع نہین ہوئی، کچھ دنون کے سکون کے بعد اہل شہر پھر بغاوت پر آمادہ ہو گئے، شہر کے استحکامات ایسے تھے کہ انھین اپنی باغیانہ سرگرمیون کے جاری رکھنے کا موقع مل جاتا تھا، حکم بھی ان سے غافل نہین رہا، وہ خود فوج لے کر آیا، اور فوجی کمک مسلسل بھیجتا رہا، یہ صورت حال ۱۹۳ھ / ۸۰۹ء سے ۱۹۶ھ / ۸۱۱ء تک قایم رہی، بالآخر اہل شہر نے اطاعت قبول کی،

حکم کے زمانہ مین مغربی اندلس مین بغاوت کا دوسرا مقام باجہ تھا، یہان حزم بن وہب نے ۱۹۱ھ مین خودسری اختیار کی تھی، یہ شہر پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (الشبونہ) سے جنوب مشرق مین ۹۵ میل کے فاصلہ پر آباد تھا، حزم ممتاز قائدین مین تھا، حکم اس کو اپنے مراسلون مین نبطی، لکھتا تھا جس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید نبطی عیسائی ہو، بہرحال اس نے باجہ مین بغاوت کا علم لہرایا اور فوجکشی کر کے پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (الشبونہ) پر قبضہ کرنے کے قصد مین تھا کہ حکم کو اطلاع ملی، اس نے اپنے بیٹے ہشام کی سرکردگی مین اس بغاوت کے استیصال کے لئے فوج بھیجی، ہشام نے سختی کے ساتھ محاصرہ کر لیا، محاصرہ کی سختیان اہل شہر کے لئے ناقابل برداشت ہوئین، تو باغی ہتھیار رکھ کر امان کے طالب ہوئے، ہشام نے امان

دی، اور فوج واپس چلی گئی،[۱]

اس کے بعد حکم کے آخر عہد حکومت میں ۲۰۲ھ ۸۱۷ء میں باجہ میں حکومت کا ایک نیا دعویدار پیدا ہوا، جو "ولد" کے نام سے معروف ہے، حکم نے پھر فوج بھیجی، شاہی لشکر نے باغیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا، چنانچہ شاہی لشکر شہر میں داخل ہوا، اور بغاوت کے سرغنہ "ولد" کو گرفتار کر لیا گیا،[۲]

مغربی اندلس کے تیسرے شہر مورور میں ۲۰۰ھ ۸۱۵ء میں ایک بربری نے سر اٹھایا، اس کے استیصال کئے جانے کا واقعہ اپنے طرز کا انوکھا ہے، ماردہ کے عامل نے حکم کو اس کے خروج کی اطلاع بھیجی، اور لکھا کہ اگر اجازت ہو تو فوجکشی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا جائے، حکم نے اس مکتوب کو پوشیدہ رکھا، اور فوج کے قاید کو طلب کیا، حکم اس وقت محل کے ایک صحن میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے فوجی سردار سے پوچھا کہ تم فلان کو جانتے ہو، اس نے اثبات میں جواب دیا، حکم نے کہا، میں اسی جگہ بیٹھا ہوں، تم فوراً جاؤ، اس کا سر میرے پاس لے آؤ، ورنہ اس کے عوض میں تمہارا سر لیا جائے گا، قائد یہ گفتگو سن کر سخت پریشان ہوا، اسی گھڑی قرطبہ سے چل کھڑا ہوا، مورور پہنچ کر اس بربری کے متعلق حالات دریافت کئے، تو لوگوں نے بڑی احتیاط سے اس کے حالات بتائے، یہ قائد بیحد متفکر ہوا، کہ ایسی سخت مہم، اور اتنی شدید وعید، اس کو حکم کی طبیعت کا اندازہ تھا کہ وہ جو کہتا ہے، پورا کرتا ہے، آخر جان پر کھیل کر اس کام کو پورا کرنے کی اس نے ہمت کی، اور حیلہ جوئی سے ایسی تدبیریں اختیار کیں کہ اس کا سر قلم کرنے میں کامیاب ہو گیا،

چوتھے دن سر لے کر قرطبہ واپس آیا تو حکم اسی صحن میں اسی جگہ بیٹھا تھا، اور غلاموں سے

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۸ [۲] ،، ص ۲۵۲،

معلوم ہوا کہ وہ اس دن سے سوائے وضو اور نماز کے کسی اور ضرورت سے نہین اٹھا، حکم اس کی کامیابی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، انعام سے سرفراز کیا، اور منصب مین ترقی دی،[۱]

حکم کے زمانہ کا یہ واقعہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ مغربی اندلس کے آخری جنوبی گوشہ کے ساحلی شہر جزیرہ خضرا مین ۱۹۱ھ کے بعد خارجیون کا ظہور عمل مین آیا، اور اس شہر مین خوارج کے عقائد کی اشاعت عام طور پر ہونے لگی، عباس بن ناصح شاعر نے ایک شعر مین حکم کو اس کی طرف متوجہ کیا، حکم یہ شعر سنتے ہی خارجیون کے استیصال پر کمربستہ ہوا، اور فوج لے کر خود جزیرہ خضرا پہونچا، اور اس عقیدہ کے قبول کرنے والون مین سے اکثر کو موت کی سزا دی،[۲]

حکم کی زندگی کے آخری سال مین موروری مین ایک شخص قعنب نے فتنہ انگیزی کی، اور ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ عرب موالی، غلام اور عیسائیون مین خانہ جنگی شروع ہو گئی، اس فتنہ کا استیصال عبد الرحمن ثانی کے آغاز عہد مین ہو سکا، اور قعنب یہان سے فرار ہو کر باروہ چلا گیا،[۳]

عیسائی حکومتون سے آویزش

ہشام کی وفات کے بعد ہی شارلیمین شاہ فرانس اور لوئی شاہ ایکوٹین نے اندلس کی اسلامی سرحدون مین پھر دلچسپی لینی شروع کی، چنانچہ لوئی نے اندلس کے شمالی مشرق کے مشہور شہر جرندہ پر قبضہ کر لیا،[۴]

حکم نے اس پر فوراً توجہ کی، عبد الکریم بن مغیث کی سرکردگی مین ایک طاقتور لشکر روانہ کیا، جس نے جرندہ پر دوبارہ قبضہ کیا، پھر عبد الکریم نے فوج کو عیسوی حکومت کے حدود مین داخل ہو کر مختلف دستون مین تقسیم کر کے پھیلا دیا، جس نے پورے سرحد کی

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۳ [۲] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۱، ۱۳۲ [۳] افتتاح الاندلس ص ۵۹، ۶۰ [۴] ایضاً ص ۲۳ [۵] ابن اثیر

ملک میں ایک قیامت برپا کردی، لوگ کثرت سے قتل کئے گئے، اور شہروں کو لوٹا مارا، اور جلا جلا کر تباہ و برباد کیا،

اسی سلسلہ میں فوج کا ایک دستہ خلیج بسکے کو عبور کر کے فرانس پہونچا، عیسائیوں نے خلیج کو ناقابلِ عبور سمجھ کر آس پاس کی آبادیوں سے قیمتی ذخائر یہیں کسی شہر میں محفوظ رکھ دئیے تھے، اور عورتوں اور بچوں کو بھی یہیں پہنچا دیا تھا، لیکن حسن اتفاق سے خلیج کا پانی اتر گیا تھا، فوج کو جانے کا راستہ مل گیا، اور یہاں بیشمار دولت ہاتھ آئی، اور بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، فوج کا یہ دستہ یہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آکر عبد الکریم کے پاس چلا آیا،

اس کے بعد ایک مقام پر عیسائیوں کے اجتماع کی خبر ملی، عبد الکریم نے ادھر رخ کر کے ان کے سروں پر آپہونچا، اور زیر کر کے ان کے خیمہ و خرگاہ کو چھین لیا[1]،

اس حملہ میں کوہ پائرنیس کے اُس پار کی عیسائی آبادی اور جنوبی فرانس کو اس طرح برباد کیا گیا کہ اگر اندلس میں عبد اللہ و سلیمان نے خانہ جنگی نہ شروع کر دی ہوتی تو پھر عیسائیوں کو کسی جارحانہ حملہ کا حوصلہ نہ ہوتا، لیکن جب اندلس میں عبد اللہ و سلیمان نے خروج کیا، اور جا بجا بغاوتیں اٹھیں، تو بقول عرب مورخین عیسائیوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا، اور وہ اسلامی شہروں پر جا بجا حملے اور لوٹ مار کرنے لگے، لیکن حکم نے ان جارحانہ حملوں کا کوئی جواب نہیں دیا[2]،

شارلیمین شاہ فرانس نے ۱۸۰ھ (۷۹۶ء) میں فرانس پر مسلمانوں کے جارحانہ حملہ سے سبق لیا، اس کو اپنے پچھلے تجربہ سے پھر کبھی اندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال نہیں ہوا، اس کے ساتھ اس نے فرانس کو مسلمانوں کے جارحانہ حملوں سے بچانا چاہا، چنانچہ ۱۸۳ھ میں الفانسو سے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲ و ۱۰۳، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۴۴ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲،

اس نے دوستی کا معاہدہ کیا، اور لوئی شاہ ایکوٹین کے مشورہ سے کوہ پائیرنیس کے اس پار اسلامی اندلس کی سرحد سے ملی ہوئی سرزمین پر ایک نئی ریاست بفر اسٹیٹ کے طور پر قایم کی، اور اس سلطنت کا نام "اسپینش مارچ" رکھا، اور ایک فرانسیسی رئیس بوریل کو اس ریاست کا حکمران بنایا، اور اس کو لوئی شاہ ایکوٹین کی سیادت میں دے دیا، اس کے ساتھ جا بجا مناسب مقاموں پر مستحکم قلعے تعمیر کرائے، اور یہاں کی فوج نے خاص طور پر اسلامی اندلس کی سرحدوں پر چھاپے مارنا شروع کیا، بایں ہمہ حکم اپنی داخلی مصروفیتوں کے سبب سے اُدھر کوئی توجہ نہ کرسکا، اور ایک مدت تک اندلس میں سرحد کی اسلامی آبادیاں عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتی رہیں، انسائیکلوپیڈیا میں شارلیمین کے سیاسی تفوق کو دکھاتے ہوئے کہا گیا ہے،

"(خلافت عباسیہ سے تعلقات قایم کرکے) اس طرح اس کے اثرات ایشیا میں قایم ہونے کے بعد یورپ کا کوئی حصہ مشکل سے نکلے گا، جہاں شارلیمین کی قوت محسوس نہ کی گئی ہو، اس واقعہ ہزیمت (ہزیمت ۷۷۸ء) کے بعد اگرچہ وہ اسپین نہیں آیا، لیکن اس نے اس ملک کے حوادث سے اپنی گہری دلچسپی قایم رکھی، ۷۹۸ء میں اس نے الفانسو دوم شاہ اسٹریاس سے دوستی کا معاہدہ مکمل کیا، اور شاہ لوئی کی سرکردگی میں ایک باقاعدہ مہم کا ایسا سلسلہ جاری رکھا کہ "اسپینش مارچ" کی حکومت عالم وجود میں آئی، جو کہ کوہ پائیرنیس سے دریاے ابرو کے درمیان واقع تھی، اور جو ہیلونہ سے برسلونہ تک پھیلی ہوئی تھی، تاکہ عربوں کے حملوں کی مدافعت کرتی رہے"

اس نوزائیدہ سلطنت کے بڑے شہروں میں اوسونا، کارڈونا، ماتریسا وغیرہ تھے، ان میں سے کوئی بھی ساحل سمندر پر آباد نہ تھا، شارلیمین نے اسلامی اندلس کی داخلی پریشانیوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی سالانہ مجلس ٹولوس میں مشرقی اندلس کے مشہور ساحلی شہر برسلونہ پر قبضہ

کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ ۱۸۵ھ ۸۰۱ء مین عیسائیون کے متحدہ لشکر نے برشلونہ کا محاصرہ کر لیا، اور شاہ لوئی اپنی فوج لئے روسی لون مین ٹھہر گیا کہ اگر قرطبہ سے کوئی فوج اہل برشلونہ کی مدد کے لئے آئے تو اس کا راستہ روکا جائے، اور ادھر محاصر فوج نے بڑی سختی سے محاصرہ جاری رکھا، والی برشلونہ نے مدد کے لئے قرطبہ پیغام بھیجا، لیکن کوئی امداد نہ آسکی، اور محاصرے کی سختیان روز بروز بڑھتی گئین، شہر کا تعلق باہر سے بالکل منقطع ہو گیا، اور سامان خوراک کے ختم ہونے کے بعد چمڑے اور کوڑا کرکٹ کے کھانے تک کی نوبت آگئی، باین ہمہ مسلمان محصورین بڑی پامردی سے مقابلہ کرتے رہے، اور شہر سے باہر نکل کر حملہ آورون کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے، اس اثنا مین شاہ لوئی بھی قرطبہ کی طرف سے کسی مدد کے نہ پہونچنے سے مطمئن ہو کر اپنی فوج لے کر برشلونہ چلا آیا، اور محاصرین کی طاقت مین پہلے سے اضافہ ہو گیا، اور ادھر محصورین کی مصیبتون مین روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور شہر کی فصیل بھی جا بجا سے کمزور ہو گئی، آخر والی برشلونہ ایک خفیہ دروازے سے خود نکلا کہ قرطبہ پہنچ کر مسلمانون کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے کمک طلب کر کے لائے مگر اتفاق سے وہ گرفتار کر لیا گیا، بالآخر مسلمانون نے محاصرین سے صلح کا نامہ و پیام کیا، اور اس شرط پر کہ مسلمانون کو شہر سے ہجرت کر کے چلے جانے دیا جائے، شہر کے دروازے کھول دیئے، اور مسلمان برشلونہ مین اپنی املاک و جائداد اور ساز و سامان کو چھوڑ کر یہان سے ہجرت کر گئے،

مسلمان جب ترک سکونت کر کے شہر سے نکل چکے تو ان کی کمک کے لئے قرطبہ کی فوج آتی دکھائی دی، مگر یہ بعد از وقت تھا، چنانچہ سب لوگ قرطبہ واپس چلے گئے، برشلونہ کے سقوط کے بعد اس نوزائیدہ فرانسیسی سلطنت کا پایہ تخت یہی مقام قرار پایا، اور سلیمان و عبداللہ کی جنگ کی بدولت یہ زرخیز صوبہ مسلمانون

کے قبضہ سے نکل گیا[1]،

اس کے کچھ دنون کے بعد ۱۸۷ھ (۸۰۳ء) مین عیسائیون نے ایک دوسرے سرحدی شہر نطیلہ کا رخ کیا، اس شہر مین کچھ تعدار عیسائی بھی آباد تھے، یہ شہر عمروس بن یوسف کی ولایت مین تھا، اس کا نوجوان لڑکا یوسف یہان کا والی تھا، نطیلہ والون نے سرحد کے عیسائیون سے سازباز کر کے بغاوت کی، اور انھین بلا کر شہر کو ان کے سپرد کر دیا، عیسائیون نے یوسف کو گرفتار کر کے ایک مقام صخرۂ قیس مین لے جا کر رکھا، اور شہر پر قابض ہو گئے،

عمروس نے عیسائیون کی یورش اور لڑکے کی گرفتاری کی خبر سن کر پہلے سرقسطہ کو مستحکم کیا، اور فوج کی تنظیم کی کہ عیسائی اس شہر پر حملہ آور نہ ہونے پائین، پھر اپنے چچازاد بھائی کی سرکردگی مین لشکر عیسائیون کو نطیلہ سے نکالنے اور یوسف کو آزاد کرانے کے لئے روانہ کیا، چنانچہ عیسائی بڑی تعداد مین قتل کئے گئے، نطیلہ مین کامیاب ہونے کے بعد وہ صخرۂ قیس پہنچا، یہان بھی سخت مقابلہ ہوا، اور مسلمانون نے غلبہ حاصل کر کے یوسف کو آزاد کرا دیا، عیسائی شکست کھا کر صخرۂ قیس سے بھاگے، اور یوسف گم گشتہ اپنے باپ سے آ کر ملا گیا اور کچھ دنون کے لئے اس علاقہ کے عیسائیون کے دلون پر عمروس کی دھاک جم گئی، اور انھین سر اٹھانے یا پیش قدمی کرنے کا حوصلہ نہین ہوا[2]

اس کے بعد ۱۹۱ھ مین شاہ لوئی نے شمال مشرقی اندلس کے شہر طرطوشہ کی طرف پیش قدمی کی، حَکَم کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے سب سے بڑے لڑکے عبد الرحمٰن کو مقابلہ کے لئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۰۱، ۵۱۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۶، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۵۰۴، ۴۵۴، نفح الطیب ج ۱ ص ۵۹، ۲۶۰، انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۹۳۸ (نشار لیمین)، طبع یازدہم،

[2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۸،

بھیجا، عبد الرحمٰن نے لوئی کے طرطوشہ پہنچنے سے پہلے اسی کے حدود حکومت میں اس کو روک لیا، دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا، لوئی نے شکست کھائی، بہت سے عیسائی قتل کیے گئے بہت سے گرفتار ہوئے، اور خیمہ و خرگاہ ہاتھ آیا[1]

حکم نے برشلونہ کے واقعہ سے سبق حاصل کرکے عجلت کے ساتھ یہ مہم روانہ کردی تھی، سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی زیادتیاں اسی طرح جاری تھیں، اور قتل و غارتگری کی مسلسل وارداتیں ہو رہی تھیں، لیکن حکم کو داخلی بدامنیوں سے فرصت نہ تھی کہ ادھر توجہ کرسکتا[2]،

۱۹۶ھ میں اتفاقی طور پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے حکم کی توجہ ادھر مبذول ہو گئی، ایک اندلسی شاعر عباس نامی نے اس کے سامنے ایک قصیدہ پیش کیا کہ اس نے ایک عورت کی فریاد سنی جو امیر کا نام لے کر اس کی دہائی دے رہی تھی، حکم نے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قافلہ کے ہمراہ تھی، جس پر دشمنوں کا ایک دستہ حملہ آور ہو گیا، سب لوگ قتل کئے گئے اور وہ زندہ گرفتار کرلی گئی، اس وقت اس نے یہ فریاد کی "حکم تیری دہائی ہے، تو نے ہمیں بھلا دیا، ہم بیوہ و یتیم ہو گئے"، حکم یہ سنکر بہت متاثر ہوا، اور جہاد کا اعلان کرکے کوچ کا حکم دیا، وادی الحجارۃ کے پاس وہ واقعہ پیش آیا تھا چنانچہ اسی سمت روانہ ہو کر عیسوی حکومت کے حدود میں داخل ہوا، متعدد قلعے فتح کئے، بہت سے شہروں کو لوٹ لیا، بہت سے لوگ قتل کئے گئے، اور بہت سے گرفتار کئے گئے، جن میں عورتیں بھی تھیں،

اس کے بعد قیدیوں کا تبادلہ کیا گیا، وہ فریاد کرنے والی عورت تبادلہ میں واپس

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۸ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۶۳،

آئی، تبادلہ کے بعد جو قیدی باقی بچ گئے وہ قتل کر دیئے گئے، اس طرح اس نے اپنے غصہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کی، واپسی کے بعد حکم نے سرحد والون اور خصوصاً اس عورت سے پوچھا کہ تم لوگون نے حکم کو فریاد کے لئے پکارا تھا؟ لوگون نے اثبات مین جواب دیا اور اس کے حق مین دعائین کین، اس کے بعد حکم قرطبہ واپس چلا گیا[۱]،

اس مہم سے عیسوی شہرون پر حکم کے مہم کی ابتدا نئے سرے سے ہوئی، چنانچہ اس کے بعد اس نے پے درپے مہمین بھیجنا شروع کین، اور لڑائیون کا خشکی وسمندر مین ایک طویل سلسلہ جاری ہوگیا، چنانچہ اس کے بعد ۲۰۰ھ/۸۱۵ء مین ایک عظیم الشان مہم عبد الکریم بن معیث کی سرکردگی مین بھیجی گئی، عبد الکریم فوج لیکر گیا، اور جنوبی فرانس کے وسط مین قیام اختیار کرکے جابجا اپنی فوجین پھیلا دین، جنھون نے قتل وغارتگری کا ایک طویل سلسلہ جاری کیا، بہت سے قلعے مسمار کر ڈالے، ایک مقام کو برباد کرکے دوسرے مقام پہنچتا، اور عیسائیون کے لئے سر چھپانا مشکل ہوگیا، یہ حال دیکھ کر عیسائی حکمرانون نے اس علاقہ کے سب حکمرانون کو حالات کی اطلاع دی، اور عیسوی لشکر ہر سمت سے امنڈ آیا، اور ایک جگہ جمع ہوگیا اور دریا ابرو کے اس پار اسلامی لشکر تھا، اور عیسائیون کا لشکر اس پار جمع تھا، اور مسلمانون کو دریا عبور کرنے سے روک رہا تھا، یہ دیکھ کر عبد الکریم سیاسی چال سے پیچھے ہٹ آیا، عیسائی سمجھے کہ ان کے قدم اکھڑ گئے، چنانچہ وہ لوگ دریا کو عبور کرکے اس پار آگئے، اس کے بعد مسلمان ان پر جھپٹ پڑے، اور بیدریغی سے قتل عام شروع کر دیا، عیسائی پسپا ہو کر دریا کے ساحل پر پہونچے، اور وہ بھاگنے کی کوشش مین تھے، اور مسلمان انھین قتل اور گرفتار کر [illegible] بچ کر [illegible] سکے وہ محفوظ رہے، باقی بہت لوگ گرفتار ہو گئے

جن مین بڑے بڑے نامی سردار، اور مذہبی پیشوا بھی تھے،

اس کے بعد دریا کے اس پار عیسائیون نے پھر اپنی منتشر جمعیت فراہم کی، اور مسلمانون کو دریا عبور کرنے سے روکنے کے لئے کھڑے رہے، اور لڑائی کا سلسلہ روزانہ جاری رہا، ۱۳ دن اسی طرح گذرے، یہان تک کہ دریا چڑھ آیا، اور اس کا عبور کرنا ممکن ہوگیا، اس کے بعد عبد الکریم اپنا لشکر لیکر، ذی الحجہ ۲۰۰ھ مین قرطبہ واپس چلا آیا،[۱]

حکم کے عہد مین عیسائیون سے یہ آخری لڑائی تھی، اس کے بعد کسی لڑائی کا تذکرہ عرب مورخین کے یہان موجو نہین، اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے بیان کے مطابق شارلیمین اور حکم مین دوستانہ معاہدہ ہوگیا، اور ان دونون کے حالتِ جنگ مین ہونے کی کیفیت باقی نہین رہی، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین ہے،

"عربون اور فرینک سے لڑائی کا طویل سلسلہ خشکی وتری دونون طرف سے جاری رہا، یہان تک کہ ۸۱۰ء مین شارلیمین اور الحکم شاہ قرطبہ کے درمیان معاہدہ صلح انجام پایا"[۲]

حکم کی اخلاقی بے راہ روی کے خلاف قرطبہ مین ہنگامہ

حکم، ہشام اول کا جانشین تھا، ہشام کے مختصر دور حکومت مین لوگون کے دلون مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے دور حکومت کی یاد تازہ ہوگئی تھی، اور کتاب وسنت کا اتباع اس کے عہد کا درخشان کارنامہ تھا، وہ خود صلاح وتقویٰ کی زندگی گذارتا، اور رعایا مین دین کے اوامر ونواہی کی پیروی کرنے کا ذوق پیدا کرتا، علماے دین کی قدر ومنزلت کرتا، اور ان کے ذریعہ سے علم دین کی اشاعت ہوتی، اور چند ہی دنون مین قرطبہ علم دین کا مرکز اور علماء، فضلاء، اور صلحاء کا مسکن بن گیا تھا

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۳، ۲۲۴، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹ [۲] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۵ ص ۹۳۸ (شارلیمین) طبع یازدہم،

لیکن حکم نے زمام حکومت سنبھالنے کے بعد جہاں سیاسی حیثیت سے کامیابی کیساتھ حکمرانی شروع کی، وہاں خود ذاتی طور پر ایسے عادات وخصائل کا مرتکب ہوا، جو ہشام جیسے متقی ومتبع سنت فرمانروا کے جانشین کے شایانِ شان نہ تھا، چنانچہ وہ شراب نوشی اور عیش وعشرت کے دوسرے معاصی کا علانیہ ارتکاب کرنے لگا،

اندلس کی اسلامی سرزمین اسلامی علوم کا مخزن بن چکی تھی، موطا کے رواۃ اور امام مالکؒ کے ارشد تلامذہ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی وغیرہ اس دور میں اپنی مسند درس بچھائے تھے، یہ وہ لوگ تھے جن سے سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن بھی عزت واحترام سے پیش آتا تھا، ان لوگوں نے حکم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی، مگر وہ اپنی بے راہ روی میں اپنی حد سے تجاوز کرتا گیا، رفتہ رفتہ اس کی اس آزادانہ روش سے قرطبہ کے عوام وخواص میں سخت برہمی پھیلی، لوگ اس کے معاصی پر علانیہ نفرت کرنے لگے، اور جذبۂ نفرت اتنا بڑھا کہ ۱۸۷ھ میں ایک مرتبہ وہ عوام کے سامنے نظر آیا، لوگوں نے اس کے خلاف نعرے لگائے، اور اس پر پتھر برساتے ہوئے اس کا پیچھا کیا، اور محل میں گھس کر اس کو قتل کر دینا چاہا کہ محل کی محافظ فوج سامنے آگئی، اور مجمع پر قابو حاصل کر لیا، اور حالات سکون میں آگئے،

خلع کی ایک کوشش اور اس کی ناکامی

قرطبہ کے ممتاز علماء وصلحاء نے حکم کے فسق وفجور کی زندگی سے تنگ آکر اس کی بیعت سے خلع کرنا ضروری قرار دیا، اور ایک اموی شاہزادے محمد بن قاسم معروف بابن الشماش پر جو منذر بن عبدالرحمٰن الداخل کی اولاد میں سے تھا، نگاہ انتخاب گئی، لوگوں نے اس نوجوان شاہزادے کا عندیہ لیا، اور اس کو ہمنوا بنا کر اپنا رازدار بنا لیا، اور حکم کو معزول کر کے اس کی بیعت لینے کا ارادہ ظاہر کیا، اس نے تفصیلی

گفتگو کرلی جائے، اور دوسرے دن جمعہ کے روز حکم کو معزول ہونے اور اس کی بیعت کے لئے جانے کا اعلان کر دیا جائے،

لیکن اس اموی شاہزادے نے علما و صلحاء کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھایا تھا، اس نے ایک طرف علماء سے اپنی گفتگو جاری رکھی، اور دوسری طرف حکم کی نظرون مین منزلت حاصل کرنے کے لئے، اس کو سازش کی اطلاع کر دی، حکم کو اس کے بیان کا اعتبار نہ آیا، اس نے کہا، تم مجھے اعیانِ شہر کی طرف سے بدگمان کرنا چاہتے ہو، پھر قسم کھا کر کہا اس کو تمھین پایہ ثبوت تک پہنچانا ہوگا، ورنہ تمھاری گردن اڑا دون گا، اس نے کہا، آپ اپنے کسی معتمد کو میرے پاس فلان رات کو بھیج دیجئے، چنانچہ حکم نے موعودہ شب مین اپنے وفادار غلام برنت اور کاتب ابن الخدا کو محمد بن قاسم کے محل مین بھیجدیا، اس نے ان لوگون کو اوٹ مین اس طرح بیٹھا دیا کہ کمرے کی آواز وہان پہنچ سکے، اور ان پر کسی کی نظر نہ پڑے،

اس اثنا مین مقررہ وقت پر قرطبہ کے علماء و صلحاء، ابن قاسم کے محل مین جمع ہوئے، اس نے ان سے مصنوعی گفتگو شروع کی، اثنائے گفتگو مین یہ معلوم کرنے کے لئے کہ قرطبہ کے علماء و اعیان، واقعی اس کی حمایت کے لئے تیار ہین، اس نے ان مین سے ہر ایک کا نام فرداً فرداً دریافت کرنا شروع کیا، اور علماء اثبات مین جواب دیتے گئے، اور ادھر کاتبِ تقدیر ان کے نامون کو فہرست مین درج کرتا گیا، جب نامون کی تعداد غیر معمولی حد تک پہنچ گئی، اور قرطبہ کے معزز علماء مین سے مشکل سے کوئی ایسا بچا ہو جس کا نام اس فہرست مین نہ آگیا ہو، تو کاتب کو خطرہ گذرا کہ کہین اس کا نام بھی ان لوگون کی زبان پر نہ آجائے، اس نے قلم چلانے مین اس کی آواز تیز کر دی، حاضرین قلم چلنے کی آواز سن کر فریب سے مطلع ہو گئے، اسی وقت مجمع مین انتشار پیدا ہوا، اور یہ کہتے ہوئے کہ دشمن خدا تیرے یہ

کرتوت ہین، وہان سے عجلت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، اور اسی وقت جس کو فرار ہونے کا موقع مل سکا، وہ فرار ہو گیا، ورنہ دوسری صبح تک ان مین سے جو اپنے گھر پر موجود رہ گیا، وہ گرفتار کر لیا گیا، حکم کے دسترس سے باہر ہو جانے والون مین شیخ عیسیٰ بن دینار، اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے نام خاص طور پر لئے گئے ہین، اور اکابر مین جو حکم کے ہاتھ لگ گئے ان مین ممتاز علماء مین سے یحییٰ بن نضر یحصبی، موسیٰ بن سالم خولانی، اور موسیٰ بن سالم، ابن ابی کعب، اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے سگے بھائی اور ابو یحییٰ زکریا بن مطر غسانی جو حضرت امام مالکؒ اور حضرت سفیان کے ارشد تلامذہ مین تھے، اور اندلس مین دین کے ستون سمجھے جاتے تھے، اور اسی طرح دیگر علماء جن کی مجموعی تعداد ۷۲ تھی، چند دنون کے بعد شاہی محل کے سامنے انھین سولی پر چڑھا دیا گیا، اور سرزمین اندلس ان اکابر اہل علم کے فیوض و برکات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی،

قرطبہ مین قتل عام

قرطبہ کی اس سانحۂ عظمیٰ سے حکم اور مسلمانان قرطبہ کے درمیان اختلاف کی ایک ایسی خلیج حائل ہو گئی جو ان دونون مین سے کسی ایک کے فنا ہو جانے کے بعد ہی ہٹ سکتی تھی، حکم نے اس سانحہ کے بعد شاہی محل کی حفاظت کرنے والی فوج کی تعداد زیادہ کر دی، دو ہزار سوار محل کے سامنے ہمہ وقت تیار کھڑے رہتے تھے، فوج شاہی محل کو گرداگرد گھیرے رہتی تھی، اور شہری آبادی کا کسی مسلح باضابطہ فوج سے مقابلہ کرنا بہت دشوار تھا، اس لئے اہل شہر کسی ایسے موقع کے منتظر رہے کہ حکم کسی مہم مین جائے، قرطبہ شاہی فوج سے خالی ہو اور وہ اس کے دروازے حکم کے لئے بند کر دین،

چنانچہ ۱۹۱ھ مین حکم لشکر لے کر ماردہ کی بغاوت فرو کرنے کے لئے گیا ہوا تھا کہ اہل

لگے گی، اس اثناء مین یہان بغاوت کو کامیاب بنانے کے وسائل اختیار کرلئے جائین گے، لیکن حکم نے قرطبہ کی بغاوت کی اطلاع پاتے ہی، ماردہ کی مہم کو ناتمام چھوڑ دیا، اور بڑی تیز گامی سے صرف تین دن کے اندر فوج لے کر قرطبہ واپس چلا آیا، بغاوت پر قابو حاصل کیا، شورش کنندون مین کچھ لوگون کو گرفتار کرکے سولی پر چڑھا دیا، اس طرح وقتی طور پر سکون تو پیدا ہوا، لیکن طبائع کا اشتعال باقی رہا،

لوگ حکم کی شاہی فوج کے ہر فرد کو بڑی حقارت سے دیکھتے، اور شہریون اور فوجیون مین جذبۂ عناد ترقی پاتا رہا، راستہ گلی مین کوئی فوجی مل جاتا تو اس کو ستانیکی کوشش کرتے، گالی گلوج کی نوبت پہنچتی، یہان تک کہ لوگ میناروں پر چڑھ کر اذان کے بعد "الصلوٰۃ یا مخمور" کی ندا بلند کرتے، کبھی کوئی جری حکم کے روبرو یہی ندا بلند کردیتا،

حکم بھی اپنی حفاظت .... سے غافل نہ تھا، وہ مسلح غلامون کی فوج مین روز بروز اضافہ کرتا گیا، قرطبہ کی قلعہ بندی اس طرح کرائی کہ مخالف گروہ کے محلے ربض قرطبہ یعنی حوالی قرطبہ بن گئے، اپنی محفوظ حدبندیون کے گرد گہری خندقین کھدوائین، حکم کی ان تدبیرون سے اہل شہر مین مزید اشتعال پیدا ہوتا گیا، اور ادھر حکم کی دشمنی بھی اہل شہر سے بڑھتی گئی، مختلف ذریعون سے انھین پریشان کرتا، چنانچہ اب تک صرف پیداوار کا عشر وصول کیا جاتا تھا، اس نے ایک جدت یہ کی کہ غلہ کا ہر ذخیرہ ..... جو قرطبہ مین باہر سے لایا جاتا، اس مین سے بھی دسوان حصہ سرکاری محصول مین لے لیا جاتا، اہل قرطبہ نے قدرتًا اس نئے ٹیکس کو ناپسند کیا، اس پر کچھ شورش پیدا ہوئی تو شہریون مین سے جو لوگ پیش پیش تھے ان مین سے دس آدمیون کو گرفتار کرکے سولی پر چڑھا دیا، اس کے بعد آخری اشتعال انگیز واقعہ یہ پیش آیا کہ ماہ رمضان ۱۹۸ھ؁ ۸۱۴ء؁ مین ایک فوجی نے ربض

قرطبہ کے کسی صیقل گر کو اپنی تلوار صیقل کرنے کے لئے دی تھی، ان دونوں میں کسی بات پر جھگڑا ہوا، فوجی نے اشتعال میں اس صیقل گر کو قتل کر ڈالا، اس واقعہ سے مخالفت کی آگ ایسی بھڑکی کہ اس کے شعلوں سے قرطبہ کی شہری آبادی جل کر خاکستر ہوگئی، لوگ صیقل گر کا خون گرتے ہی "السلاح السلاح" پکارتے شاہی محل کی طرف دوڑ پڑے، اور ایک جم غفیر محل کی محافظ فوج پر حملہ آور ہوگیا، فوج نے بھی مقابلہ کیا، مگر اس مشتعل مسلح مجمع پر وہ قابو نہ پا سکی، اور پسپا ہوتی ہوئی محل کی طرف ہٹتی گئی، حکم قصر کے اندر بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا، اس کی رگوں میں بھی عربی خون تھا، بیتابی کے ساتھ مسلح ہوا، ہتھیار لگانے کے بعد مشک کی شیشی طلب کی، خادم حیران ہوا کہ اس وقت اس کا کیا موقع ہے، حکم نے جھڑک کر اس سے کہا "آج ہوت یا دشمنوں پر ظفر مندی کا دن ہے، اگر میں مارا گیا تو حکم کا سر مقتولین کے سروں میں سے کیوں کر پہچانا جائے گا، چنانچہ مشک کو انڈیل کر اپنے سر پر لگایا، اور فوج کے ایک مسلح دستہ کو ہمراہ لے کر میدان میں نکل آیا، اور جوش و خروش سے رن میں گھس پڑا، امیہ بن عبدالرحمن الداخل کا ایک مولی بزیع کسی جرم میں قید خانہ میں دوام حبس کی سزا بھگت رہا تھا، پیروں میں بھاری بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، جس وقت حملہ آور شاہی فوج کو پسپا کر رہے تھے، اس وقت وہ لڑائی کا نظارہ دیکھ کر قبائلی جوش و خروش سے دیوانہ ہوگیا، قیدخانہ کے محافظ سے منتیں کیں کہ لڑائی میں شریک ہونیکا موقع دیا جائے، اگر زندہ رہ گیا تو خود سے آکر بیڑیاں پہن لوں گا، چنانچہ پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں، وہ میدان میں کود پڑا، اور لاشوں پر لاشیں گراتا ہوا سب سے آگے نکل گیا،

حکم تھوڑی دیر اسی طرح لڑتا رہا، پھر اپنے چچازاد بھائی عبداللہ کے کان میں کہا کہ وہ

حملہ آورون کی پشت پر پہنچ گیا، اور پہلے ربض شہر کے محلون مین آگ لگادی، اور پھر عقب سے حملہ آورون پر ٹوٹ پڑا، حملہ آورون نے مڑکر دیکھا تو اپنے محلون سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور اپنے اہل وعیال کی فکر مین بدحواس ہوکر مڑ پڑے، اب میدان صاف تھا، فوج درندون کی طرح آگے بڑھی، اور شہر کے ان محلون پر ٹوٹ پڑی، اور مسلسل تین دن تک قتل عام، آتش زدگی اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھ کر ایک قیامت برپا کردی، قتل عام کا بازار ایسا گرم تھا، جو جہان ملتا قتل کیا جاتا، مکانات ڈھائے گئے، اور مسجدین مسمار کی گئین، تین دن مین ایسا بھیانک منظر پیدا ہوگیا کہ حکم نے خود سے وزراء سے مشورہ طلب کیا، لوگون نے کہا اس آبادی مین کا ایک متنفس بھی زندہ باقی نہ رکھا جائے، لیکن عبدالکریم بن عبدالواحد نے نشیب وفراز سمجھایا، اور قتل عام کے موقوف کئے جانیکا مشورہ دیا،

حکم نے اس کی رائے کو قبول کرکے تلوارین نیام مین کرائین، اور ان محلون کو تین دن کے اندر خالی کردینے کا حکم دیا کہ چوتھے دن جو ان محلون مین دکھائی دے گا، وہ قتل کردیا جائے گا،

اس ہنگامہ کے سلسلہ مین بھی علمائے قرطبہ نے اپنی فرض شناسی فراموش نہین کی، وہ عین ہنگامہ کے دن اپنے کو خطرہ مین ڈال کر مصالحت کا پیغام لیکر آئے تھے، اور صلح وآشتی سے اس ہنگامہ کو فرو کرانا چاہتے تھے، لیکن حکم کے جذبات مشتعل تھے، ان کو گرفتار کرکے قید کرادیا، رات کی تاریکی مین ان کو قید خانہ سے اپنے پاس بلوایا، جدیر، جو بنو جدیر کا مورث اعلیٰ تھا، یہان دربان مقرر تھا، حکم نے اس کو ان بے گناہون کی گردن مارنے کا حکم دیا، جدیر کی دینی فرض شناسی بیدار ہوئی، اس نے جرأت سے کہا، آقا اس کو مین اپنے اور آپ دونون کے لئے برا سمجھتا ہون کہ مین اور آپ دونون جہنم کے درجون مین سے کسی

درجہ مین ہون، آپ میری طرف دوڑین اور مین آپ کی طرف دوڑون، یہ نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ آپ کو، حکم نے اس جواب کے باوجود اپنے حکم کے نفاذ پر اصرار کیا، لیکن جدیر انکار کرتا رہا تو اس کو اپنے پاس سے نکل جانیکا حکم دیا اور اس کے ساتھی ابن نادر کو بلوایا، اور اس کے ہاتھون ان مشائخ قرطبہ کو جام شہادت پلایا، ابن القوطیہ کہتا ہے کہ "شاید اسی وجہ سے بنو جدیر آج تک پھولتے پھلتے گئے" اور بنو نادر روز بروز پستی مین گرتے گئے"۔

بہرحال اب قرطبہ کے ان مصیبت زدون کی خفیہ جلاوطن ہونے کا حکم دیا گیا تھا، ایک علیحدہ داستان ہے، ایک ایسے موقع پر جب قتل عام خون ریزی اور عمارتون اور مسجدون کی آتشزدگی و مسماری کا بظاہر نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا، اس اعلان کے بعد سفاکون کے ہاتھ رک گئے۔

ان مصیبت زدون کے لئے یہ مہلت مغتنم ثابت ہوئی، لوگ اہل و عیال اور مختصر سامان کو ساتھ لیکر اندلس سے چل کھڑے ہوئے، لیکن ان کی مصیبت کا خاتمہ ابھی نہین ہوا تھا، شریر فوجی سپاہی اور لٹیرے مختلف کمینگاہون مین چھپ رہے، اور ان کے ساتھ مال و اسباب کی لوٹ مار کرتے رہے، جو سامان بچانے کی کوشش کرتا، جان سے مارا جاتا، آخر ان ہی مصیبتون کے ساتھ یہ اندلس سے ہجرت کر کے باہر نکلے، کچھ لوگون نے مغرب کے شہر فاس مین اقامت اختیار کی، اور کچھ لوگ بڑھتے ہوئے مصر چلے گئے،

جلاوطنون کی نوآبادی | ان مہاجرین کے قافلہ در قافلہ نے اجتماع کر کے ایک جماعت کی حیثیت اختیار کر لی، اور ان کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر گئی، ان لوگون نے اس اجتماع سے فائدہ اٹھایا، اس زمانہ مین مصر پر ایک قائد عبید اللہ بن السری خلافت عباسیہ سے

یہان کے مشہور شہر اسکندریہ پر قبضہ کر کے بود و باش اختیار کر لی،

یہ لوگ چند سال یہان مقیم رہے، یہان تک کہ ۲۱۲ھ مین عبد اللہ بن طاہر خلیفہ ہارون رشید کی طرف سے مصر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا گیا، اس نے عبید اللہ بن سری کے ہاتھ سے ملک کو نکال لیا، اس کے بعد اسکندریہ کا معاملہ زیر گفتگو آیا، اس وقت اندلسیون نے اپنے مین سے ایک شخص ابو حفص بلوطی کو اپنا قائد بنا لیا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے اس شہر کو خلیفہ کے عامل سے نہین چھینا ہے اس لئے وہ اس کا جائز حاکم ہے، بالآخر اس کی اطلاع ہارون رشید تک پہنچی تو اس نے ہرثمہ بن اعین حاجب کو اس قضیہ کا تصفیہ کرنے کے لئے بھیجا، ابن اعین نے آکر اسکندریہ پر ان لوگون کا قبضہ تسلیم کیا، اور معاوضہ مین خطیر رقم دے کر شہر کو دوبارہ خرید لیا، اور پھر انھین اجازت دی کہ یہ لوگ مصر یا جزائر مین سے جہان چاہین قیام اختیار کرین، ان لوگون نے جزیرۂ اقریطش (کریٹ) کو اپنے مستقر کے لئے پسند کیا، جو اس زمانہ مین مسلمانون کے قبضہ مین نہ تھا، چنانچہ اس جزیرہ پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گئے، اور پوری جماعت یہین آکر مقیم ہو گئی، اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی، اور ابو حفص عمر بلوطی اور اس کے بعد اس کی اولاد یہان حکمرانی کرتی رہی، یہان تک کہ ایک زمانہ کے بعد اس جزیرہ پر عیسائیون کا قبضہ ہو گیا،

قتل عام کے بعد | حکم نے قرطبہ کی بربادی کے بعد اطمینان کا سانس لیا، جن لوگون نے نمایان کارگذاریان دکھائی تھین، انھین انعامات سے سرفراز کیا، بزیع کی سزائے قید موقوف ہوئی، اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، وفور مسرت سے واقعہ ربض پر خود اس نے ایک طویل رجزیہ نظم کہی، یہ نظم مورخین نے محفوظ رکھی ہے، یہ اس کے مفاخر مین شمار کی جاتی ہے،[1]

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۵۰، ۵۱، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۰۹، ۲۱۱، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۱، دباقی حاشیہ ص ۲۸۶]

انفعال و توبہ و ندامت | کچھ دنوں کے بعد حکم کا غصہ فرو ہوا، اور جوش و اشتعال میں اس سے جو کچھ سرزد ہو چکا تھا، اس پر وہ ندامت کے آنسو بہاتا رہا، اس سلسلہ میں اندلس کے مشہور فقیہ طالوت بن عبد الجبار معافری کا واقعہ ذکر کے قابل ہے، وہ اندلس کے جلیل القدر فقہا میں تھے، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رح سے حدیث سنی تھی، اور مشرق کے دیگر ممتاز اہل علم سے فقہ کی تحصیل کی تھی، ربض کے واقعہ میں وہ بھی شریک تھے، لیکن انھیں اندلس سے جلاوطن ہونے کا موقع نہ مل سکا، اور وہ اپنے گھر سے فرار ہو کر ایک یہودی کے یہاں روپوش ہو گئے، وہ بڑی عزت کے ساتھ ان کی مدارات کرتا رہا، جب فتنہ دب گیا، اور ایک سال میں حالات پرسکون ہو گئے، تو وہ یہودی کے یہاں رہتے رہتے گھبرا گئے، اس سے مشورہ کیا کہ وزیر ابو البسام ان کے شاگردوں میں ہے، اس سے مل کر وہ حکم سے اپنے معاملہ کی صفائی کرائیں، یہودی نے ادب سے مخالفت کی، اور قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ وہ بقیہ عمر اس کے ساتھ گذاردیں، اس کے لئے باعث فخر ہے، کچھ بھی بار خاطر نہ ہوگا، کیونکہ ابو البسام سے توقع نہیں کہ وہ صفائی کرا سکے، لیکن طالوت اپنی رائے پر قائم رہے، اور اس سے اجازت لے کر رازداری کے ساتھ شب کے وقت ابو البسام سے آکر ملے، اس نے پوچھا "اب تک کہاں رہے" انھوں نے کہا "ایک یہودی کا مہمان تھا" ابو البسام نے ان کو تسکین دے کر ٹھہرا لیا، اور کہا "امیر خدا اس کو باقی رکھے، اپنے کئے پر پشیمان ہے" صفائی ہو جائے گی، جب صبح ہوئی تو ان کی نگرانی کا انتظام کر کے وہ قصر شاہی میں آیا، اور اس نے مزاج

(بقیہ حاشیہ ص ۳۸۶) و ۱۳۲، نفح الطیب مقری ج ۱ ص ۹ ۱۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۶ و ۱۲۷، واقعات کی تفصیلات میں بعض جزئی اختلافات بھی ہیں، متن میں جو کچھ اخذ کیا گیا ہے، وہ ان اختلافات سے دامن بچا کر

کے انداز مین پوچھا" ایسے فربہ بھنڈھے کے متعلق کیا رائے ہے جس کو سال بھر تک پال کر تیار کیا گیا ہو"، حکم نے کہا" اس کا گوشت ثقیل ہوگا، صحرائی کا گوشت ہلکا اور لذیذ ہوتا ہے" اس نے کہا" میری مراد اس سے دوسری ہے" طالوت میرے پاس ہے"، حکم نے پوچھا" ان کو پکڑنے مین کیسے کامیاب ہو گئے"، اس نے جواب دیا کہ" مین لطف وکرم سے اس کو لے آیا، حکم نے طالوت کو حاضر کرنے کا حکم دیا، چنانچہ حکم کے سامنے ان کے لئے کرسی بچھائی گئی، اور وہ اس پر لاکر بیٹھائے گئے، جس وقت حکم کا سامنا ہوا، خوف ودہشت سے کانپ اٹھے، حکم نے کہا،

طالوت! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمھارے والد یا تمھارا لڑکا اس محل کا مالک ہوتا تو کیا وہ اس اعزاز واکرام سے کچھ زیادہ کرسکتا، جو مین تمھارے ساتھ کرتا رہا ہون، کیا کبھی کوئی ایسی ضرورت ہوئی ہے جس کو تم نے اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے چاہا ہو، اور مین نے دوڑ کر پورا نہ کیا ہو، کیا بارہا مین تمھاری بیماریون مین تمھاری عیادت کے لئے نہین گیا، کیا جب تمھاری بیوی کا انتقال ہوا تو مین تمھارے دروازے پر نہین پہونچا، مین اس کے جنازہ مین ربض سے قبرستان تک پیدل نہین گیا، پھر پیدل ہی تمھارے ساتھ واپس نہین آیا، یہان تک کہ مین تم کو تمھارے گھر تک پہنچا آیا، لیکن تمھاری مرضی یہ رہی کہ تم نے میرا خون بہانا چاہا، میری بے عزتی اور بیحرمتی کرنی چاہی، آخر مین حکم نے یہ کہا،

مین اب تمھین بتانا چاہتا ہون کہ جس نے مجھے تمھاری طرف سے غضب بناد یا تھا، اب اس نے تمھاری طرف سے غصہ کے جذبہ کو پھیر دیا ہے، پس اب اللہ کی امان مین لوٹ جاؤ، مین نے تمھاری نیکیون کو نظرانداز نہین کیا ہے، مین اب زندگی بھر تمھارے لئے کوئی برائی نہ چاہون گا، کاش کہ وہ سب جو کچھ گذرا، وہ نہ پیش آیا ہوتا،"

اس موقع پر طالوت کی زبان سے بھی یہ نکلا کہ "اگر وہ نہ ہوتا تو تمھارے لئے بہتر ہوتا"
اس کے بعد حکم نے طالوت سے پھر پوچھا کہ "ابو البسام تمھیں کہاں پا گئے" طالوت نے جواب دیا کہ "انھوں نے مجھے نہیں پایا، بلکہ میں خود ان تک اس لئے پہنچا کہ میرے ان کے درمیان دیرینہ مراسم تھے" حکم نے پھر پوچھا کہ "ایک سال تک کہاں رہے" طالوت نے کہا "ایک یہودی کے پاس روپوش تھا"

اس کے بعد حکم وزیر ابو البسام کی طرف متوجہ ہوا اور زجر کے ساتھ کہا کہ "یہودیوں میں کے ایک شخص نے اس کی صرف اس لئے حفاظت کی کہ وہ ان کے دین و علم کا مقام شناس تھا اور خود اور اس کے اہل و عیال جان و مال سے اس کی خدمت کرتے رہے اور تم مجھے اس چیز پر جس پر میں نادم ہو چکا ہوں، دوبارہ برانگیختہ کرنے آئے" اس کے بعد اس کو دربار سے فوراً نکل جانے کا حکم دیا، اور کہا کہ "آیندہ میں تیرا چہرہ کبھی نہ دیکھنے پاؤں" پھر اس کی معزولی کا اعلان کرکے اس کی وزارت کی مسند اٹھوا دی، اور رفتہ رفتہ اس کے خاندان پر زوال آگیا، طالوت جب تک زندہ رہے عزت و احترام کی زندگی گذارتے رہے، چند سال کے اندر ہی انھوں نے وفات پائی، اور حکم ان کے جنازے میں شریک ہوا، ربض کے اس حادثہ کا حکم کی زندگی پر گہرا اثر پڑا، اس واقعہ کے بعد ہی اس کو بیماریوں نے گھیر لیا، اور سات برس تک زندہ رہ کر توبہ و ندامت کے آنسو بہاتا رہا، ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"اس حادثہ کے بعد اس کو بیماریوں نے گھیر لیا، جس نے سات برس تک اس کا پیچھا کیا، جو کچھ اس کے ہاتھوں سے سرزد ہو چکا تھا اس پر توبہ و استغفار کرتا ہوا ساتویں

وہ قرآن مجید کی تلاوت میں رات گذار دیتا، یہاں تک کہ اس نے وفات پالی[1]،،

مقری لکھتا ہے؛

،،ابن حزم نے اس کے متعلق رائے ظاہر کی ہے کہ وہ گناہوں کو چھپا کر نہیں کرتا تھا، اور خون بہانے میں سفاک تھا، اسی وجہ سے فقہاء و صلحاء اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور ایک زیادہ مورخین کا بیان ہے کہ وہ آخر میں گناہوں سے بیزار ہوگیا تھا، اور توبہ کر لی تھی، اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے[2]،،

وفات حکم نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۰۶ھ کو ۵۲ سال کی عمر میں حسرت و ندامت کے ساتھ اس دار فانی کو الوداع کہا[3]

عہد حکومت حکم نے ۲۶ سال حکمرانی کی، یہ اندلس کا پہلا حکمران تھا جس نے فوج کے دستے شمار کے ساتھ بنائے، خدم و حشم بڑھائے، اپنے محل کی حفاظت کے لئے سوار کھڑے کئے، اور جابر بادشاہوں کی طرح شاہانہ زندگی اختیار کی، اس کے ساتھ ظلم و جور کو روکنا، ڈکیتی اور چوری کا انسداد کرنا، اور حکومت کے معاملات پر اپنی توجہ رکھتا تھا، ابن اثیر لکھتا ہے،

،،حکم صاحب عزم و مستقل مزاج تھا، وہ پہلا حکمران ہے جس نے اندلس میں ممالیک کی کثرت کر لی، اور اپنے دروازے پر سوار متعین کئے، اور جابر بادشاہوں کے مانند ہوگیا، اور وہ کاموں پر بذات خود توجہ دیتا تھا[4]،

ابن خلدون کہتا ہے،

،،اس نے ممالیک کثرت سے جمع کئے، سواروں کے دستے بنائے، اس کی سلطنت

---

[1] افتتاح الاندلس ص ۵۳، ۵۵، [2] المعجب مراکشی ص ۱۴، [3] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۰، [4] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۸، ۲۶۷، [5] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۰، [6] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲

نے ترقی کی، اور کاموں پر بذات خود توجہ رکھتا تھا، ...... فوجوں کے دستے بنائے، اسلحہ جمع کئے، تعداد کا شمار رکھا، خدم وخشم بڑھائے، اپنے دروازے پر سوار متعین کئے، ...... اس کے پاس چند دیکھنے والی آنکھیں تھیں، وہ لوگوں کے حالات سے اس کو مطلع کرتی تھیں، یہ وہی ہے جس نے اندلس کو اپنے جانشینوں کے لئے اچھی حالت میں سپرد کیا"[1]

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے،

"امیر حکم بن ہشام شجاع، صاحب عزیمت اور اپنی لڑائیوں میں کامیاب ہونے والا تھا، اس نے اندلس سے فتنوں کی آگ بجھادی اور نفاق کی بنیادیں اکھیڑ دیں، اہل کفر ہر طرف ذلیل ہوئے، وہ اپنی بہادری اور عزت نفس کے ساتھ حق کے سامنے جھکنے والا، اور انصاف کے لئے اس کا اطاعت کرنے والا، خود اپنی ذات کے لئے تھا، پھر اس کی اولاد اور خواص کا کیا شمار تھا، بہترین حکام کو منتخب کرتا تھا جو پاکبازی سے حکومت کرتے تھے، اور حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے"[2]

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

حکم بن ہشام اپنی رعایا کے لئے نیک سیرت تھا، حکام وعمال کا بہتر انتخاب کرتا، اور ان کو دغزاقوں سے محفوظ رکھتا تھا، اور پے در پے جہاد کرتا تھا،

نظام حکومت | حکم کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر عبد الکریم بن مغیث سرفراز تھا،

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

حکم کے امور سلطنت پر اس کی حکمرانی کے طویل دور میں عبد الکریم بن مغیث کو غلبہ حاصل رہا، اس کو عقل ودانش اور حسن رائے میں بلند مقام حاصل تھا[3]

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۵ و ۱۲۷ [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۴ [3] افتتاح الاندلس ص ۵۴

ولاۃ و عمال مین عمروس بن یوسف کو قدر و منزلت حاصل تھی، اور اس کے ہاتھون اہم خدمات انجام پائے، حکم صوبون اور شہرون کے ولاۃ و عمال مین ضرورت کے مطابق ردوبدل کرتا تھا، اور چھوٹے بڑے معاملات پر اپنی نظر رکھتا تھا، اور کچھ ایسے معتمد لوگون کو بھی رکھا تھا جو اس کو حالات سے آگاہ کرتے رہتے تھے اور مطلع ہو کر مظالم کا تدارک اور مظلوم کا انصاف کرتا تھا، ابن اثیر لکھتا ہے،

وہ مختلف امور پر خواہ وہ قریب کے ہوتے یا دور کے، وہ خود اپنی نظر رکھتا تھا، اور اس کے خواص مین چند ایسے معتمد لوگ تھے جو لوگون کے حالات سے اس کو باخبر رکھتے اور وہ مظالم کا تدارک کرتا اور مظلومون کے ساتھ انصاف کرتا تھا،[1]

چنانچہ حکم کی وفات سے کچھ دن پہلے ۲۰۶ھ مین البیرہ کے عامل ربیع کے متعلق شکایت پہنچی کہ اس نے یہان کے عیسائی ذمیون پر بے پناہ مظالم ڈھائے ہین اس نے تحقیقات کر کے اس کو گرفتار کیا، اور اس کے جرم کی پاداش مین اس کو انصاف پروری و عبرت خیزی کے لئے سولی پر چڑھا دیا،[2]

حکم کی مہر کی انگوٹھی مین "باللہ یثق الحکم و بہ یعتصم" منقوش تھا،[3]

جمعیۂ فوج حکم عربون پر اعتماد نہ کرنے اور غلامون کی فوج بڑھانے مین عبدالرحمٰن الداخل پر سبقت لے گیا، غلامون کی پانچ ہزار فوج دار السلطنت مین ہمہ وقت مستعد رہتی تھی،[4] ان کے علاوہ دو ہزار سوار دریا کے کنارے شاہی محل کے سامنے کھڑے رہتے تھے، ان سوارون کے مستعد رہنے کی تفصیل صاحب مجموعہ نے بیان کی ہے، لکھتا ہے،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۰ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۷۱ [3] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۰ [4] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۰ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۷

"اس کے دو ہزار سوار تھے، جو دریا کے کنارے قصر کے مقابل میں ایستادہ رہتے تھے، یہ سوار دو چھاؤنیوں میں رہتے تھے، اور ہر چھاؤنی میں دس دس "عریف" مقرر تھے، اور ہر عریف کے ماتحت سو گھوڑے تھے، وہی ان کی نگہبانی اور چارہ کا انتظام کرتے تھے، اور اگر کوئی گھوڑا معذور ہو جاتا تو اس کو اصطبل سے خارج کرکے نئے گھوڑے فوراً بدل کر دیتے تھے، تاکہ کوئی واقعہ پیش آجانے پر یہ سب ہمہ وقت تیار رہیں، اگر کوئی واقعہ پیش آجاتا تھا، تو یہ سب کے سب ایک شخص واحد کے مثل ل جاتے تھے"[۱]

اس کے ساتھ اسلحہ و دیگر فوجی ساز و سامان، اور فوج کے شمار و قطار کا خاص طور پر اہتمام کیا، فوج کی اعلیٰ کمان بیشتر موقعوں پر حکم خود اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا، کبھی اپنے ولیعہد عبد الرحمٰن کے سپرد کی اور کبھی وزیر اعظم عبد الکریم بن مغیث کے ہاتھوں میں دی،

اگر حکم نے غلاموں کی فوج تیار نہ کی ہوتی تو قرطبہ کی بغاوت کے موقع پر اس کا زندہ و سلامت رہنا ممکن نہ ہوتا، یا یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر اس نے فاسقانہ زندگی اختیار نہ کی ہوتی تو غلاموں کی اس عظیم الشان فوج کی ضرورت اس کو پیش نہ آتی،

بہرحال یہ لائق ذکر ہے کہ اس نے اپنی فوجی برتری سے خشکی و سمندر دونوں میں فرانس کے شہنشاہ شارلیمین کو شکست دی، اور اس کو حکومت عربیہ اندلس کو تسلیم کرنے اور اس سے معاہدۂ صلح منعقد کرنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اندلس کی یہ حکومت اس کے زمانہ میں دنیا کی ایک برتر حکومت تسلیم کی گئی،

صیغۂ محاصل حاصل میں اس نے کتاب و سنت کی پیروی کو قائم نہ رکھا اس لئے رائے عامہ اس کے خلاف ہو گئی منجملہ دیگر اسباب کے اس سبب سے بھی اس کے معزول کئے جانے کی

---

[۱] مجموعہ اخبار اندلس، ص ۱۲۹، ۱۳۰

تحریک اٹھی، اور قرطبہ کی وہ ہولناک بغاوت پیش آئی جس مین ہزارون مسلمان قتل اور خانمان برباد ہوئے،

صیغۂ قضاء . قضاءت کے عہدہ پر ابتداً مصعب بن عمران سرفراز رہے، یہ عدل انصاف، دیانت داری اور جرأت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے،

حکم کے ابتدائی دورِ حکومت مین ایک واقعہ پیش آیا جس سے وہ غیر معمولی طور پر متاثر ہوا، اور ان کی عظمت اس کی نگاہون مین بالا ہو گئی، کورۂ جیان کے ایک شخص کی ایک کنیز کو وہان کے عامل نے غصب کر لیا تھا، وہ عامل معزول کیا گیا تو وہ کنیز حکم کے پاس لائی گئی، اور محل مین داخل کر دی گئی، جس شخص کی لونڈی غصب کی گئی تھی، اس کو قاضی مصعب کی روش کا حال معلوم ہوا کہ وہ اپنے احکام وقضایا سے حکم اور اس کے خواص کے ہاتھون سے بھی رعایا کے حقوق دلانے مین پس وپیش نہین کرتے، اس امید مین وہ قرطبہ آیا، اور لونڈی کے متعلق سب واقعات قاضی سے بیان کئے، قاضی نے شہادتین طلب کین، جو شرعی اصول پر پوری اترین، اور اب شرعی حیثیت سے یہ ضروری ہوا کہ وہ لونڈی عدالت مین لاکر پیش کی جائے، اور اس کا بیان لیا جائے، چنانچہ قاضی مصعب نے قصرِ شاہی مین آکر باریابی کی اجازت چاہی، جب حکم کا سامنا ہوا تو قاضی مصعب نے کہا عوام کا انصاف اس وقت تک پورا نہین ہو سکتا جب تک خواص مین بھی اس کو نافذ نہ کیا جائے" اس کے بعد اس لونڈی کے مقدمہ کی پوری حالت بیان کی، اور پھر استدعا کی کہ یا تو اس لونڈی کو محل سے باہر عدالت مین بھیجا جائے تاکہ شریعت کی پابندی ہو، یا ان کو عہدہ قضاء سے معزول کر دیا جائے، حکم نے کہا "اس سے بہتر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کو اس کے مالک سے گرانقدر قیمت پر خرید لیا جائے" قاضی مصعب نے جواب دیا کہ مدعی اور شاہد

کورہ جیان سے حق طلب کرنے کے لئے آئے ہین، جب وہ آپ کے صحن سے حق کے حاصل کئے بغیر لوٹین گے تو کہنے والے کہہ سکتے ہین کہ بیچنے والے نے ایسی چیز بیچی جس پر اس کو قبضہ حاصل نہ تھا، اس لئے ضروری ہے کہ یا تو وہ لونڈی حاضر کیجائے یا امر قضاءت کو جس کو آپ پسند فرمائین اس کے سپرد فرمادین۔"

حکم نے قاضی مصعب کے بحث و عزم کو دیکھ کر لونڈی کو محل سے نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ اس کا بیان لیا گیا، اور وہ اپنے بیان کے مطابق اپنے مالک کے سپرد کردی گئی، اس کے بعد قاضی نے مالک کو ہدایت کی کہ اگر وہ بیچنا چاہے تو اپنے شہر مین لیجا کر بیچے تاکہ رعایا کے حقوق طلب کرنے اور ان کی بیع و شراء کے اس کے اختیار مین ہونے کی مثال قائم رہے۔

قاضی مصعب بن عمران نے جب وفات پائی تو حکم ان کی موت سے بہت ملول ہوا، اس کی ایک کنیز نے یہ واقعہ بیان کیا کہ جس رات کو قاضی کی وفات کی خبر اس کو ملی، آدھی رات گذرنے کے بعد اس نے دیکھا کہ اس کا بستر خالی ہے، کنیز اس کی تلاش مین نکلی تو دیکھا کہ قصر کے سامنے چبوترے پر وہ نماز پڑھ رہا ہے، وہ اس کے انتظار مین کچھ دور پر بیٹھ گئی، نماز کی حالت مین وہ سجدہ مین گیا، جو اتنا طویل ہوا کہ کنیز کی آنکھین لگ گئین، کچھ دیر کے بعد بیدار ہوئی تو اس کو اسی طرح سجدہ کی حالت مین پایا، پھر اس کی آنکھین دوبارہ لگ گئین، یہان تک کہ پو پھٹی، اور حکم نے اس کو بیدار کیا، کنیز نے اس سے پوچھا کہ وہ کس اضطراب مین بستر سے اٹھنے پر مجبور ہوا، تو اس نے جواب دیا کہ سخت مصیبت کا سامنا ہے، مین قاضی مرحوم کے ذریعہ رعایا کے امور کی طرف سے مطمئن تھا، اور اللہ نے مجھے اس طرف سے پورا اطمینان میسر فرمایا تھا، مجھ کو اب خطرہ گذرا کہ مجھے اس کا کوئی صحیح جانشین نہ مل سکے گا، اس لئے مین نے بارگاہ خداوندی

مین التجا کی کہ مجھے اسی کے مثل ایسا قاضی عطا فرما دے، جس کو مین اپنے اور لوگون کے درمیان واسطہ بنا سکون"

اس کے بعد اسی صبح کو اس نے وزراء کو مشورہ کے لئے طلب کیا کہ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جو اس عہدہ کو سنبھال سکے، اور ان امور کے انجام دینے مین اس سے مدد لے سکون، اس مجلس مین مالک بن عبد اللہ قرشی موجود تھے، انھون نے محمد بن بشیر باجی کا نام لیا، وہ مالک ابن عبد اللہ کے ساتھ باجہ مین کتابت کی خدمت انجام دے چکے تھے، اور انھین ان کے علم، فضل، اور زہد و ورع کا تجربہ حاصل تھا، حکم کے دل مین بھی بات اتر گئی، اس انتخاب کو اس نے پسند کیا، اور انھین بلا کر اس منصب کی ذمہ داری سپرد کردی[۱]،

قاضی محمد بن بشیر بن محمد معافری باجہ کے رہنے والے تھے، مصر کے اس خاندان سے تھے، جو دور ولایات مین، باجہ مین آباد ہو گیا تھا، انھون نے ابتداءً قرطبہ کے شیوخ سے علوم کی تحصیل کی تھی، پھر عباس بن عبد اللہ مروزی کے، جو ہشام کے عہد مین باجہ کا عامل تھا، کاتب مقرر ہوئے، نیز وہین دوسرے عامل مالک بن عبد اللہ کے کاتب رہے، اس کے بعد انھون نے مشرق کا سفر کیا، مصر مین علوم کی تحصیل کی، پھر امام مالکؒ کی خدمت مین مدینہ منورہ پہونچے، اور ان کے تلامذہ مین داخل ہوئے، حج سے واپس آنے کے بعد قاضی مصعب بن عمران ہمدانی نے ان کو اپنا کاتب مقرر کیا، اور ان کی وفات کے بعد اس مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے حکم کے عہد مین عہدہ قضا پر مامور ہوئے[۲]، اور قضاۃ کے فریضہ کو بڑی نیک نامی سے انجام دیا، ابن القوطیہ اور دوسرے مورخین نے ان کو بہترین قضاۃ مین شمار کیا ہے، صاحب مجموعہ کا بیان ہے

[۱] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۶، ۱۲۷ [۲] افتتاح الاندلس ص ۴۷، التکملہ لابن الابار ص ۹۰، ۹۱، ابن الآبار نے ابن القوطیہ کی روایت سے بعض ایسی باتین بھی درج کی ہین جو واقعۃً وقیاساً صحیح نہین ہین،

(دجب وہ اس عہدہ پر مامور ہوئے تو اپنے عدل وورع اور زہد سے اپنے پیشروؤن پر فضیلت لیگئے)
انھون نے اس منصب پر مامور ہونے کے بعد اپنی ہیئت و وضع مین کوئی تبدیلی نہین کی،
کہ ان کی سادگی مین کوئی فرق آتا، ایک خاص وقت پر مسجد مین جاتے اور مقدمات کے فیصلے
کے لئے بیٹھ جاتے، اس وقت وہ اس ہیئت کذائی مین رہتے کہ کسی اجنبی کے لئے ان کو قاضی
باور کرنا دشوار ہوتا تھا، لیکن جب مقدمہ کا فیصلہ کرتے تو اپنے فضل و ورع و زہد سے سب
لوگون مین ممتاز ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص قاضی کو دریافت کرتا ہوا مسجد جامع مین
آیا، وہ اپنے اسی لباس مین ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، آنے والا ایک حلقہ کی طرف گیا، اور
اس سے قاضی کے متعلق دریافت کیا، لوگون نے اس حلقہ کی طرف اشارہ کیا، جس مین قاضی
محمد بن بشیر موجود تھے، وہ یہان آیا، اور آثار شکوہ نہ دیکھ کر یہان سے اس حلقہ مین واپس گیا،
اور ان لوگون سے کہا کہ مین آپ لوگون کے پاس ایک بہتری چاہنے کے لئے آیا ہون، لیکن
آپ لوگون نے میرا مذاق اڑایا، اور ایک نیچے طبقہ کے آدمی کے پاس مجھے بھیج کر فریب دیا، ان
لوگون نے قسم کھا کر کہا کہ فریب نہین دیا گیا ہے، دراصل وہی قاضی ہین، ان کے پاس جانے کے
بعد اندازہ ہو گا کہ ان مین کیسے فضائل موجود ہین، چنانچہ وہ اجنبی دوبارہ وہان گیا، گفتگو شروع
کی، اور غیر معمولی خوشی کے ساتھ وہان سے اٹھ کر آیا، اور اس حلقہ کے لوگون کا شکریہ ادا کیا، اور
قاضی کے فضائل و مناقب کے بیان کی تصدیق کی،

حکم ان کے زہد و ورع اور عدل و انصاف پر بہت اعتماد رکھتا تھا، اور دل سے
قدر دان تھا، ایک مرتبہ ایک اموی عباس بن عبد اللہ قرشی پر کسی شخص نے ایک
جائیداد کے متعلق دعوی کیا، قاضی محمد بن بشیر نے مقدمہ کی تحقیقات کر کے اس کے موافق

اس کی ماتحتی میں با جو میں کتابت کر چکے تھے عباس سے بڑھ کر حکم کی بارگاہ میں کسی کو تقرب حاصل نہ تھا، اس کو قاضی کے فیصلہ سے سخت برہمی ہوئی، اور اس نے حکم سے ان کی شکایت کی، اور اس معاملہ کو اس حد تک اہمیت دی کہ قاضی کو برطرف کر دینے کا مطالبہ کیا، حکم نے کہا کہ اگر تمھارا بیان صحیح ہے اور قاضی نے تمھارے ساتھ ناانصافی کی ہے تو تم اس سے اس کے گھر پر جب کہ وہ مقدمات سننے کے لئے نہ بیٹھا ہو، جا کر ملو، اگر تم کو بطیب خاطر انھوں نے اپنے گھر پر بلا لیا، اور صفائی کے ساتھ تم سے ملے تو میں سمجھوں گا کہ تمھارا بیان صحیح ہے اور ان کو معزول کر دوں گا، عباس نے اس کا اثبات میں جواب دیا، اور قاضی کے گھر پر جا کر ان سے ملنے پر آمادہ ہو گیا، ادھر حکم نے بھی بعض غلاموں کو متعین کر دیا کہ وہ خاموشی سے دیکھے کہ قاضی کے گھر پر عباس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آتا ہے، چنانچہ عباس قاضی محمد بن بشیر سے ملنے کے لئے ان کے گھر پر روانہ ہوا، سڑک پر ازدہام تھا، مجمع کو طے کر کے وہ قاضی کے دروازہ پر آیا، اور دروازہ کھٹکھٹایا، ایک بڑھیا نکل کر باہر آئی، عباس نے اپنا نام بتایا، اور کہا کہ ملنے کی اجازت لے آؤ، قاضی محمد بن بشیر نے بڑھیا کو جھڑک کر جواب دیا کہ جا کر کہدے کہ اگر انھیں کوئی ضرورت ہے تو مسجد میں جائیں، حاجتمندوں کے ساتھ بیٹھیں، یہاں تک کہ میں وہاں پہنچوں، یہاں ملنے کا کوئی موقع نہیں ہے، عباس نے اصرار کیا تھا بار بار درخواست کی، لیکن قاضی نے کسی طرح اس سے مکان پر ملنا گوارا نہیں کیا، اور عباس کو ناکام لوٹنا پڑا،

حکم کے غلام نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور سارا واقعہ آکر حکم سے بیان کیا، جسے سنکر اس کو غیر معمولی خوشی ہوئی،[1]

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۷، ۱۲۸

جب قاضی محمد بن بشیر کی وفات کا وقت آیا تو حکم کی طمانیت قلب پھر رخصت ہوئی اور وہ بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز سے حاضر ہوا، چنانچہ اس کی ایک کنیز بیان کرتی ہے کہ حکم ایک مرتبہ رات کو بستر سے اٹھ گیا، عورتوں میں کمال غیرت کے سبب سے بدگمانی کا جو جذبہ ہوتا ہے، وہ اس میں بیدار ہوا، چنانچہ اس نے اس کے نقش قدم پر اس کا پیچھا کیا تو اس کو قصر کے ایک حصہ میں نماز پڑھنے اور دعا میں مصروف دیکھا، اس کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے اس سے اپنی بدگمانی بیان کی، اور کہا کہ جب اس نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ لوٹ آئی، یہ سن کر حکم نے کہا، میں نے عہدۂ قضاء محمد بن بشیر کے سپرد کیا تھا، مجھے اس سے انشراح حاصل تھا، اور میرا قلب مطمئن تھا، اور لوگوں کے معاملات کی طرف سے مجھے آرام حاصل تھا، کیونکہ میں ان کے عدل و دیانت داری سے واقف تھا، لیکن مجھے آج رات معلوم ہوا کہ اب ان کا چل چلاؤ ہے، اور موت ان کے سامنے کھڑی ہے، یہ سن کر مجھے صدمہ ہوا، اور مجھ پر غم چھا گیا، اس لئے میں رات اٹھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور گریہ و زاری کروں کہ وہ مجھے ان کے عوض کوئی ایسا آدمی بخشے جس پر میرا دل مطمئن ہو سکے، اور ان کے بعد مسلمانوں کی قضاءت کی خدمت اس کے سپرد کر سکوں[۱]؛

قاضی محمد بن بشیر نے ۱۹۴ھ میں وفات پائی، اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے قاضی سعید بن محمد بن بشیر اس منصب پر فائز کئے گئے اور بہترین قضاۃ میں شمار کئے گئے[۲]۔

علم و فضل | حکم کو ادب و شعر سے دلچسپی تھی، شاعری کرتا تھا، اور اچھے اور فصیح شعراء میں شمار کیا جاتا تھا[۳]، واقعہ ربض پر اور کنیزوں کے متعلق اس کی چند نظمیں محفوظ ہیں[۴]، اگرچہ زبان میں

---

[۱] افتتاح الاندلس ص ۵۶، ۵۷، [۲] التکملہ لابن الآبار ص ۹۱، و افتتاح الاندلس ص ۵۹، [۳] ابن اثیر

لکنت تھی اور اس کی وجہ سے "اخرس" (گونگا) بھی کہا جاتا تھا، دینی علوم سے اس کو کچھ زیادہ مناسبت نہ تھی، اور علماے اندلس سے اس کا شدید اختلاف رہ چکا تھا، بایں ہمہ علما و صالحین کی صحبت کو غنیمت جانتا تھا، انھیں عزت و احترام سے مجلس میں جگہ دیتا، اور ان کی صحبت سے فیض اٹھاتا تھا، حضرت زیاد بن عبد الرحمٰن سے زیادہ حسن عقیدت رکھتا تھا، ایک مرتبہ وہ مجلس میں موجود تھے، حکم کسی غلام پر بیحد برافروختہ ہوا، اور غصہ میں ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا، زیاد نے یہ سنکر کہا خداوند تعالیٰ امیر کے لئے بہتری کرے، مالک ابن انس نے مجھ سے ایک حدیث بہ سلسلۂ سند بیان کی ہے کہ جو شخص غیظ کو اس حال میں روکے کہ اس کو پورا کر سکتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے دامن کو قیامت کے دن امن و ایمان سے بھر دے گا" اس نے پھر زیاد سے پوچھا کیا خدا کی قسم واقعی مالک نے تم سے یہ حدیث بیان کی ہے، زیاد نے بھی قسم کھا کر کہا واقعی مالک نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی ہے، حکم کا غصہ جاتا رہا، اور اس غلام کو معاف کر دیا، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ فقہاء اور اہل علم کو قریب رکھتا تھا[۱]"

حلیہ، اخلاق و عادات حکم دبلا پتلا، لمبے قد اور گندمی رنگ کا تھا، طبیعت سخت گیر، اور رعب و داب قائم رکھنے کا شائق تھا، خدم و حشم کثرت سے بڑھائے، اور لڑکوں کو خصی کر کے خواجہ سرا بنایا، تاہم طبیعت میں نرمی بھی موجود تھی، ۱۹۷ھ میں اندلس میں بڑی شدت کا قحط پڑا، اس موقع پر وہ حاجت مندوں کے ساتھ بڑے سلوک سے پیش آیا، اور لوگوں کی مصیبتیں دور کیں، وہ طبعاً بہادر، اور کاموں میں پیش پیش رہنے والا تھا، کبھی کبھی لوگوں کی عیادت کے لئے جاتا، تعزیت کرتا، اور جنازہ میں شریک ہوتا تھا، لیکن امور معاصی کے علانیہ ارتکاب سے اس کی خوبیوں پر

---

[۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۸

بھی پردہ پڑ گیا، اور علما و صلحا کو اس کی مخالفت پر آمادہ ہونا پڑا، اور اس کا دامن جلیل القدر علما و صلحا کے خون سے داغدار ہوا، علامہ ابن حزم کی روایت ہے،

"آخر میں وہ گناہوں سے بیزار ہو گیا تھا، توبہ کر لی تھی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے"۔

اولاد و جانشین

حکم کے ۱۹ یا ۲۰ لڑکے اور ۲۰ لڑکیاں تھیں، عبد الرحمٰن کو اس نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا، اور اسی نے اس کے بعد امارت کی زمام ہاتھوں میں لی۔[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۸، ۱۹۳ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰

عبدالرحمٰن اوسط بن حکم

سنہ ۲۰۶ھ - سنہ ۲۳۸ھ
۸۲۱ء - ۸۵۲ء

عبدالرحمٰن کی کنیت ابوالمطرف اور ماں کا نام حلاوہ تھا، یہ حکم کی گورنری کے زمانہ میں طلیطلہ میں سنہ ۱۷۶ھ میں پیدا ہوا، ۳۱ سال کی عمر میں تختِ حکومت پر بیٹھا، یہ اپنے زمانہ کے خوبصورت اور حسین نوجوانوں میں سمجھا جاتا تھا، قد لمبا، رنگ گندمی، آنکھیں بڑی، اور داڑھی گھنی تھی، آخر عمر میں حنائی خضاب لگاتا تھا،

عبداللہ کی بغاوت

اگرچہ اس کے ہم سن اس کے اور بھائی بھی تھے، مگر انھون نے اُس کی امارت کی تائید سچے دل سے کی، اور مملکت کے امور میں جانبازی کے ساتھ اس کی رفاقت اور معاونت کی، تاہم امارت کے لئے خانہ جنگی سے اس کا دور بھی خالی نہین رہا، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الداخل ابھی زندہ تھا، اور اپنی جاگیر بلنسیہ مین فراغت کی زندگی بسر کرتا تھا، وہ ہشام کے عہد سے بغاوت کرتا آیا تھا، اس موقع پر بھی اس کو خیال آیا کہ شاید وہ اس کمسن پوتے کے مقابلہ مین بازی لیجائے، چنانچہ وہ فوج لے کر تدمیر پر قبضہ کرنے کی نیت سے بڑھا، اور وہان سے قرطبہ کا قصد رکھتا تھا، عبدالرحمٰن نے اطلاع پاتے ہی اس کو روکنے کے لئے فوج بھیجی، فوج کشی کی خبر سُن کر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اُس کے ہاتھ پاؤن پھول گئے، اور مقابلہ کئے بغیر بلنسیہ لوٹ گیا، اُس کے بعد وہ کوئی مزید کارروائی نہ کرنے پایا تھا کہ

۲۰۸ھ / ۸۲۳ء میں اس کا پیام اجل آ پہنچا، اور امارت کی حسرت دل میں لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا، اور اندلس کی امارت آلِ ہشام کے لئے مختص ہو گئی، عبدالرحمٰن اُس کی وفات کے بعد اُس کی آل اولاد کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آیا، سب کو قرطبہ بلوایا، اور اس کے لڑکوں کو حکومت کے اہم منصبوں پر سرفراز کیا[1]

البیرہ کا ایک وفد اور ایک ناگہانی حادثہ

حکم نے البیرہ کے حاکم ربیع کو اُس کے مظالم کی پاداش میں سولی دیدی تھی، ربیع نے ذمیوں سے جو مال و دولت جبراً وصول کیا تھا، اس کو لوٹانے اور مظالم کا معاوضہ دینے کا موقع نہ آسکا تھا کہ حکم نے وفات پائی، عبدالرحمٰن برسرِ اقتدار آنے کے بعد دوسری مصروفیتوں میں مشغول ہو گیا، اور اس کو بھی ادھر توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا، اس لئے ۲۰۷ھ / ۸۲۲ء میں مظلومین اپنا جتھا بنا کر قرطبہ آئے، اس میں زیادہ تعداد البیرہ والوں کی تھی، نیز اس کے آس پاس کے لوگ بھی تھے، یہ لوگ اپنا مطالبہ لے کر قصرِ حکومت کے سامنے آئے، اس وقت تک غصب کئے ہوئے مال اور اُن کے مستحقین کی تعیین نہ ہو سکی تھی عبدالرحمٰن نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ اُن کو سمجھا بجھا کر اس وقت واپس جانے پر آمادہ کریں لیکن وہ لوگ شاہی خدام سے الجھ پڑے، اور کشت و خون کی نوبت آگئی، اور شاہی فوج بھیج کر اُن کو منتشر کیا گیا، اس سلسلہ میں بہت سے لوگ مقتول بھی ہوئے، اس کے بعد ان لوگوں نے مقتولین کا تاوان طلب کرنے کیلئے آواز بلند کی، اور پھر بیدردی سے بڑی تعداد میں قتل کئے گئے،

قبائلی جنگ

عبدالرحمٰن کے عہد کے آغاز میں ۲۰۷ھ / ۸۲۲ء میں اندلس میں ایک پشتینی دشمنی جاگ اٹھی جس سے یمانیہ و مضریہ کی قبائلی جنگ کا ایک طویل سلسلہ جاری ہو گیا، دونوں طرف کے جنگجو

لورقہ مین جمع ہوئے اور سخت کشت و خون ہوا جس مین تین ہزار آدمی مارے گئے، عبدالرحمٰن نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے یحییٰ بن عبداللہ بن خالد کو فوج لے کر بھیجا، شاہی لشکر کو دیکھتے ہی لوگون نے ہتھیار ڈال دیئے، یحییٰ فوج لے کر ہٹ آیا، اُس کے ہٹتے ہی پھر دونون قبیلے برسر پیکار ہو گئے، اور اس کے بعد یہی صورت ہوتی کہ جب یحییٰ اپنا لشکر لے کر پہنچتا، تو لوگ منتشر ہو جاتے جب واپس آتا تو پھر کسی دوسرے مقام پر لڑائی شروع کر دیتے، آخر وہ تھک کر لوٹ آیا، اور اس علاقہ مین کشت و خون جاری رہا، بالآخر عبدالرحمٰن نے سنہ ۲۱۰ھ ۸۲۵ء مین اس فتنہ کے کسی نہ کسی طرح ختم کرانے کا فیصلہ کیا، اُس نے شاہی لشکر بھیج کر ابوالشماخ محمد بن ابراہیم سے جو یمنی جماعت کا سرگروہ تھا، چند یرغمال طلب کئے، مگر اس ضمانت کے باوجود لڑائی کا خاتمہ نہین ہوا، تو عبدالرحمٰن نے تدمیر کی مرکزیت کو توڑنے کے لئے مرسیہ کو اس صوبہ کا دارالحکومت قرار دیا، اور تمام سرکاری عمال و دفاتر کو یہان سے منتقل کر دیا، مرسیہ اسی زمانہ سے اس علاقہ کا پایۂ تخت ہے، لیکن یہ حکمت عملی بھی فتنہ کو روکنے مین کامیاب نہین ہوئی، تو بالآخر ۲۱۳ھ ۸۲۸ء مین اُس نے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا، جس نے اس خونریزی کا خاتمہ کیا، ہنگامہ فرو ہوا، اور ابوالشماخ مضری کو تدمیر سے جلاوطن کرنے کے لئے شاہی لشکر مین ایک عہدہ سپرد کر دیا گیا، اور سات سال کی خونریزی کے بعد تدمیر سے فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو سکا[۱]،

اندلس کے فتنہ جو شہرون مین ماردہ اور طلیطلہ پیش پیش تھے، یہان عیسائیون کی آبادی غالب تھی، ہمسایہ عیسوی حکومتین انھین بغاوتون پر آمادہ کرتی رہتی تھین، باوجودیکہ پچھلے موقعون پر یہ شہر بڑی طرح پامال کئے گئے، مگر عبدالرحمٰن کے عہد مین بھی یہان بغاوتین اٹھین، اور فرو ہوئین،

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۸۳، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۱۲۵،

ماردہ مین بغاوت

حکم کے عہد مین ماردہ مین ایک شخص قعنب نامی کی فتنہ انگیزی کا اجمالی تذکرہ گذرا ہے، عبدالرحمن نے وہان فتنہ کا استیصال کیا، تو وہ ماردہ چلا آیا، اور یہان اُس نے ابتداءً بربرون اور نومسلم عیسائیون مین خانہ جنگی کرائی، جس مین قعنب مارا گیا، اُس کے مارے جانے کے بعد ایک قائد محمود بن عبدالجبار ماردی نامی نے فتنہ کی قیادت اپنے ہاتھ مین لی اور اس کا رُخ حکومت کی سمت کر دیا، چنانچہ سنہ ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء مین فتنہ انگیزون نے ماردہ کے عامل کو قتل کر ڈالا، عبدالرحمن نے فوراً ایک فوج بھیجی، جس نے شہر کا محاصرہ کیا، آس پاس کی کھیتیان برباد کردین، درخت کاٹ ڈالے، اہل ماردہ جانی و مالی نقصان کی زیادتی کو دیکھ کر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، چنانچہ شاہی لشکر نے شہر سے چند یرغمال لے کر ان کو امان دیدی، اور آیندہ بغاوتون کے سدباب کے لئے فصیل شہر جا بجا سے توڑ ڈالی اور لشکر واپس چلا گیا،

عبدالرحمن نے حالات سُنے اور فصیل شہر کے اکھاڑے ہوئے پتھرون کو دیوار کے نیچے چھوڑ دینے کا حال اس کو معلوم ہوا تو اس نے ان پتھرون کو دریا مین پھنکوا دینے کے لئے کچھ لوگون کو ماردہ بھیجا، تاکہ شہر والے آیندہ فصیل کی مرمت نہ کرسکین، شہر والے حکومت کی یہ احتیاط دیکھ کر پھر بپھر پڑے، اور حاکم ماردہ کو گرفتار کرکے دوبارہ بغاوت کردی، اور فصیل کی مرمت مین ہمہ تن مصروف ہوگئے، اور اس کو پہلے سے زیادہ مستحکم کرلیا،

عبدالرحمن سنہ ۲۱۴ھ / ۸۲۹ء مین خود فوج لے کر گیا، اور ماردہ کے یرغمالون کو بھی ساتھ لے لیا، لیکن اب ان یرغمالون کا وجود کالعدم ہوچکا تھا، کیونکہ حاکم ماردہ اور اس کے دفتر کے سرکاری ملازمین بھی باغیون کے قبضہ مین تھے، چنانچہ اہل ماردہ نے بڑی جسارت کے ساتھ سرکاری

تبادلہ منظور کرنا پڑا، اس کے بعد اُس نے محاصرہ کی سختیان کین، مگر اب شہر کی فصیل پہلے سے زیادہ مضبوط تھی، اس لئے اس کو نقصانات پہنچا کر عبدالرحمن واپس چلا آیا، اور یہ التزام رکھا کہ پے در پے فوجین جاتی رہین، اور اہلِ شہر کو پریشانیون مین مبتلا کرتی رہین، چنانچہ اسی طرح ۲۱۷ھ مین فوج بھیجی گئی، اور واپس آئی ۲۱۸ھ مین آخری مرتبہ پھر فوج کشی کی گئی، عبدالرحمن بھی پہنچ گیا تھا، ماردہ کی بغاوت پر تقریباً سات برس گذر گئے تھے، اس مرتبہ شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا، لوگ فصیل کی دیوارون پر چڑھ گئے، اور قریب تھا کہ شہر مین فاتحانہ داخلہ ہو، اور قتلِ عام جاری ہو جائے، شہر سے عورتون، بچون، اور بوڑھی عورتون کے رونے اور چیخنے کی آوازین آرہی تھین، جن کی آہ وزاری سے قیامت کا سمان پیدا ہو گیا، عبدالرحمن اس منظر سے متاثر ہوا، اُس نے وزراء کو جمع کرکے کہا کہ شریر باغیون پر اگرچہ رحم نہین کیا جاتا، مگر بے قصورون کی آہ وزاری دیکھی نہین جاتی، خداوند تعالیٰ نے اب ہمین قابو دیا ہے، ہم انتقام لے سکتے ہین، لیکن ہم اُن کو معاف کردین تو زیادہ بہتر ہے، اگر انھون نے اس احسان کو بھی نہ مانا تو خدا خود اُن سے انتقام لیگا، وہ اس گفتگو مین مصروف تھا کہ اہلِ شہر کی طرف سے اطاعت قبول کرنے اور اپنے آپ کو حوالہ کردینے کا پیام لے کر قاصد پہنچا، عبدالرحمن نے انھین امان دی، اور شہر کے دروازے کھول دیئے گئے، کچھ لوگ جو اطاعت سے اب بھی منحرف رہ گئے تھے، وہ شہر مین لشکر کے داخلہ سے پہلے شہر سے نکل گئے، ان کا سرغنہ وہی قائد محمود بن عبدالجبار ماردی تھا، لیکن اُس کے شہر سے نکلتے ہی اس کو سب سے پہلے اپنی بہن حَمَّہ سے مقابلہ کرنا پڑا، وہ حکومت کی مؤید تھی، اور دریائے تاجہ کے پاس فوج لئے کھڑی تھی، حملہ سے مقابلہ ہوا، اس نواح مین محمود کو کامیابی نہ ہو سکی، اور یہان سے اس کو کوچ کرنا پڑا، اس کے بعد شاہی دستہ نے اس کا پیچھا کیا، اور وہ اپنے ساتھیون کو لیکر ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی مین چھپتا پھرا، کہین کہین شاہی دستے

مقابلہ ہوا، اور اس کے ساتھیون کی تعداد کم ہوتی گئی، یہان تک کہ ایک قلعہ منت سالوط جو وسطی اندلس مین قلعہ رباح کے پاس واقع تھا، پناہ گزین ہوا، عبدالرحمن نے ۲۲۵ھ مین یہان بھی لشکر بھیجا، محمود شاہی لشکر کی آمد کی خبر سُن کر فرار ہوا، اس کی تلاش مین چھوٹے چھوٹے دستے جابجا پھیلائے گئے، ایک مقام پر اُس سے مڈبھیڑ ہو گئی، محمود کے ساتھیون کی تعداد زیادہ تھی، وہ اس شاہی فوج کے مختصر دستہ پر جھپٹ پڑا، اور مغلوب کرکے ہتھیار چھین لئے اور پھر اسی لمحہ آگے کی سمت فرار ہو گیا، پھر ایک دوسرے دستہ سے آمنا سامنا ہوا، اور اس کو فرار ہونے کا موقع مل گیا، پھر ایک تیسرے دستہ سے مقابلہ ہوا، اور اس پر بھی وہی غالب ہوا، مقابلہ کے بعد ہتھیار چھین لئے، اس کے بعد اس کو ایک آبادی مدینہ مینہ مین گھس جانے کا موقع ملا، اور شہر پر مستولی ہو گیا اور مویشی اور سامان رسد فراہم کرکے یہان سے بھی فرار ہو گیا،

اگرچہ محمود کامیابی کے ساتھ بار بار جان بچا کر نکل بھاگا، مگر جانتا تھا کہ شاہی لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہین، اس لئے اس نے اسلامی اندلس سے نکل جانے کا فیصلہ کیا، اور حکومت جلیقیہ کے حدود مین داخل ہو کر ایک سرحدی قلعہ پر قابض ہو گیا، اُس نے یہان پانچ سال تین مہینے گذار لئے، لیکن جب الفانسو دوم نے ادھر رُخ کیا، تو اُس کا پیام قضا آپہنچا، اور اُس نے ایک ہی حملہ مین ماہ رجب ۲۲۵ھ محمود اور اُس کے ساتھیون کا کام تمام کر دیا،[۱]

طلیطلہ مین بغاوت طلیطلہ کے باشندے حکم کے ہاتھون سفاکانہ قتل عام کے بعد خاموش ہو گئے تھے، چنانچہ حکم کا پورا دور پھر عبدالرحمن کا ابتدائی زمانہ امن وامان سے گذرا، لیکن ان باغیون مین سے حکم کے عہد مین جو بچ گئے تھے، ایک شخص ہاشم ضراب تھا، اُس نے اس سانحہ کے بعد طلیطلہ

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۸۹، ۲۹۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۸، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۰، ۱۳۹،

کی سکونت ترک کرکے ایک امن پسند شہری کی حیثیت سے قرطبہ مین بود و باش اختیار کرلی تھی، لیکن جب واقعہ ربض پیش آیا تو باغیون مین مل کر باغیانہ سرگرمیون مین حصہ لیا، اور بغاوت کی ناکامی دیکھ کر طلیطلہ کے نواح مین چلا گیا، اور درپردہ حکومت کے خلاف اپنی تحریک جاری رکھی، طلیطلہ والون کو اموی حکومت سے عناد تھا، اور سرحد کے عیسائی یہان کے عیسائیون کو برانگیختہ کرنے مین مستقل طور پر مصروف تھے، چنانچہ چند سال کے اندر بغاوت کی فضا پھر تیار ہوگئی، طلیطلہ اور اس کے نواح کے عیسائیون کا دینی تعصب روز بروز بڑھتا گیا، اور اسلام کی توہین اور مسلمانون کی دلآزاری کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو سب وشتم کرنے سے باز نہ آتے،

ہاشم ضراب نسلاً عیسائی اور موطناً طلیطلی تھا، طلیطلہ کی پچھلی تباہی کا انتقام لینے کا جذبہ اس کے دل مین موجزن تھا، اس نے طلیطلہ اور اس کے نواح کے عیسائیون کے اسی جذبۂ عناد سے فائدہ اٹھایا، اور انھین نئے سرے سے حکومت کے خلاف علم بلند کرنے پر آمادہ کرلیا، چنانچہ اس نے اس زمانہ مین جب عبدالرحمن ماردہ کی بغاوت کے فرو کرنے مین مصروف تھا، اپنے جمع کئے ہوئے لشکر کو لیکر باغیانہ سرگرمی جاری کی، اور سب سے پہلے ۲۱۴ھ / ۸۲۹ء مین بعض وفاد اور بربری قبائل پر حملہ کیا، اس کے بعد طلیطلہ کے آس پاس کے شہرون پر حملے کئے اور اس کی شہرت پھیلتی اور فوج مین اضافہ ہوتا گیا، اس کے بعد اس نے شنت بریہ پر حملہ کیا، یہان بربرون سے اس کی کئی لڑائیان ہوئین، اس کے باوجود اس کی طاقت مین اضافہ ہوتا گیا،

عبدالرحمن نے اسی سال ۲۱۴ھ / ۸۲۹ء مین اس کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی، دونون مین مقابلہ ہوا، مگر فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہوسکا، اور اس نے موقع پاکر کئی اور مقامون پر قبضہ کرلیا، اس کے بعد ۲۱۶ھ / ۸۳۱ء مین اس کے استیصال کے لئے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا گیا، جس نے حصن سمساط کے مغرب مین اس کا مقابلہ کیا، چند دنون خون ریز لڑائی جاری رہی، بالآخر ہاشم نے شکست کھائی،

میدان جنگ مین کام آیا، اور اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہوگیا،

اب عبدالرحمن کے لئے طلیطلہ کی مہم آسان ہوگئی تھی چنانچہ ۲۱۹ھ مین اس نے اپنے بھائی امیہ کو لشکر دیکر بھیجا، اس نے بڑی سختی سے شہر کا محاصرہ کرلیا، معمول کے مطابق باغون کے درخت کاٹے اور زراعت برباد کی، مگر اہل شہر پر اس کا کوئی اثر نہین ہوا، تو امیہ بن حکم نے لشکر کو قلعہ رباح مین لیجاکر ٹھہرادیا، اور ابوایوب معروف بہ میسرہ کو جو نومسلم عیسائی تھا، اس کا افسر مقرر کردیا، اور خود قرطبہ چلاگیا،

محاصرہ کے اٹھ جانے سے اہل طلیطلہ کی ہمت بڑھی، اور انھون نے اس نواح سے شاہی لشکر کو نکال دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ پوری تیاریون کے ساتھ بڑی تعداد مین قلعہ رباح پر حملہ آور ہونے کے لئے شہر سے باہر نکلے میسرہ کو اس کی خبر لگ گئی، اس نے مختلف کمینگاہون مین فوجین چھپاکر ٹھہرادین، جب باغیون کا لشکر کمینگاہون سے پرے قلعہ رباح کی طرف آگیا تو شاہی فوج کے دستے کمینگاہون سے اچانک نکل کر جھپٹ پڑے، باغی بڑی تعداد مین تہ تیغ ہوگئے، جو لوگ بچ گئے، وہ فرار ہوکر طلیطلہ واپس آئے، اور قلعہ بند ہوگئے، مقتولین کے سر جمع کرکے میسرہ کے پاس قلعہ رباح مین لائے گئے، میسرہ کو یہ توقع نہ تھی کہ کمینگاہون کی فوج اس بیدردی سے باغی لشکر کو برباد کردے گی، مقتولین کے سرون کے ڈھیر کو دیکھ کر اس کا سر ندامت وحسرت سے جھک گیا، اس کی رگون مین بھی طلیطلہ کے عیسائیون کا خون موجود تھا، ہموطنون کی تباہی کا یہ دردناک منظر اس کی برداشت سے ہوگیا، ابن اثیر لکھتا ہے کہ اس کے دل پر ایسا غم چھایا کہ چند ہی دنون مین اس کا انتقال ہوگیا،

اس کے بعد عبدالرحمن نے ایک دوسری تازہ دم فوج بھیجی، جس نے شہر کا ناکام محاصرہ کیا،

اور پھر قلعہ رباح مین مقیم ہو گئی، اور محصورین کے سامان رسد کے روکنے کی جو ممکن صورتین ہو سکتی تھین، وہ عمل مین لائی گئین، مگر اہل شہر کی ہمتین استوار رہین، اور محاصرہ کی سختیون کو برداشت کرتے رہے، کچھ دن گذرنے کے بعد ۲۲۱ھ؁ ۸۳۶ء؁ مین ان لوگون نے قلعہ رباح پر حملہ کی پھر تیاری کی، اور ہوشیاری کے ساتھ وہان تک پہنچ گئے، شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا، اور ان لوگون کو پھر شہر مین آکر پناہ لینی پڑی،

اس کے بعد ۲۲۲ھ؁ ۸۳۷ء؁ مین عبد الرحمن نے اپنے بھائی ولید بن حکم کی سرکردگی مین ایک اور تازہ دم لشکر بھیجا، ولید نے غیر معمولی اہتمام سے محاصرہ کیا، اہل شہر سالہا سال کی مدافعت و خونریزی سے تھک چکے تھے، ولید کی نئی سختیان ان کی برداشت سے باہر ہوئین، چنانچہ ایک دو مقابلون کے بعد شاہی لشکر شہر مین داخل ہونے مین کامیاب ہو گیا، اور ۹ رجب ۲۲۲ھ؁ ۸۳۷ء؁ سے طلیطلہ اموی حکومت کی اطاعت مین داخل ہو گیا،

ولید شہر پر قبضہ کرنے کے بعد یہان ٹھر گیا، اور آخر شعبان ۲۲۳ھ؁ ۸۳۸ء؁ تک شہر کے اس قلعہ کی جس کو حکم نے تعمیر کرایا تھا، مرمت و تجدید کی، اور ایک مستحکم فوج یہان متعین کر دی، طلیطلہ کے سر ہونیکے بعد یہ پورا صوبہ اموی حکومت کی اطاعت مین داخل ہو گیا، اور حالات پورے طور پر پرسکون ہو گئے[1]،

چھوٹی چھوٹی چند بغاوتین اور ان کا استیصال

عبد الرحمن کے عہد حکومت مین مختلف مقامون پر ایک دو اور بغاوتین بھی ہوئین، اور وہ بہت جلد قابو مین کر لی گئین، اس سلسلہ مین شہر باجہ پہلے سے علم بغاوت بلند کئے تھا، عبد الرحمن نے ۲۱۴ھ؁ ۸۲۹ء؁ مین دفعۃً اس پر قبضہ کر لیا[2]، ۲۱۱ھ؁ ۸۲۶ء؁ مین تاکرنا کے باشندون نے سر اٹھایا، مگر جلد ہی زیر کر لئے گئے[3]، اس کے بعد ۲۳۵ھ؁ ۸۴۹ء؁ مین اس علاقہ کے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۳۶، ۳۳۷ [2] ،، ص ۲۹۳ [3] ،، ص ۲۸۶

شورش پسند بربرون نے پھر سرکشی اختیار کی تو عبد الرحمن نے ایک فوج بھیج کر ان کو منتشر کردیا، اور تاوان کی بھاری رقم ان سے وصول کرائی[1]، اسی سال تدمیر کے نواح مین لوگون نے ایک قائد محمد بن عیسیٰ بن سابق کی سرکردگی مین بغاوت کی، عباس بن ولید معروف بہ طبلی اس نواح مین شاہی لشکر کا قائد تھا، اس نے فوجکشی کر کے ان لوگون کو منتشر کیا[2]، اسی طرح ۲۳۶ھ/۸۵۰ء مین جلیبہ بربری نے جزیرہ خضراء کے کوہستانی علاقہ مین سر اٹھایا، ایک فوج بھیجکر اسکی بھی سرکوبی کی گئی[3]

۲۳۷ھ/۸۵۱ء مین اندلس کے سرحدی علاقہ مین نبوت کا ایک مدعی ظاہر ہوا، آیات قرآنی کی تاویلات کر کے اپنی نبوت کے ثبوت مین لایا، غوغائیون کی ایک جماعت اس کی معتقد ہوگئی، اس نے اپنی شریعت مین بالون اور ناخنون کا ترشوانا ممنوع قرار دیا تھا، اس علاقہ کے حاکم کو اطلاع ملی تو فوج کا ایک دستہ بھیج کر اس کو گرفتار کرایا، حاکم صوبہ کے روبرو آتے ہی اس نے اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کی، حاکم نے اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا، اس نے اس کو ماننے سے انکار کیا، ارتداد کی شرعی فرد جرم اس پر عائد ہوچکی تھی، چنانچہ اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا[4]،

نارمن قزاقون کی یورش

اس زمانہ مین شمالی یورپ اسکنڈے نیویا کی نارمن قوم، قزاقی مین شہرہ آفاق ہورہی تھی، ان لوگون نے ابھی تک عیسائیت قبول نہین کی تھی اپنے آبائی دین بت پرستی پر قائم تھے اس لئے عرب مورخین نے انھین مجوس کہا ہے، انھون نے چھوٹی چھوٹی کشتیان بنائی تھین، اور سمندری راستہ سے چھاپے مارتے پھرتے تھے، ان کے حملے انگلستان اور مغربی فرانس پر ہوچکے تھے، ۲۲۹ھ/۸۴۴ء مین انھون نے اندلس کا رخ کیا، پہلے حکومت جلیقیہ کے ساحل پر لوٹ مار کی، پھر کشتی بڑھاکر اسلامی اندلس کی سمت آئے، اور بحر محیط اٹلانٹک

سے بماہ ذی الحجہ ۲۲۹ھ / ۸۴۳ء اندلس کے ساحل پر اترے، اور اشبونہ (پرتگال کا موجودہ پایہ تخت لزبن) پر حملہ آور ہوئے، اور اس نواح مین ۱۳ دن مقیم رہ کر لوٹ مار اور غارت گری کرتے رہے، اس نواح کے مسلمانون نے مدافعت کی، اس نواح کو لوٹنے کے بعد مغربی اندلس کے جزیرۂ قادس مین اترے، پھر شذونہ کو غارت کیا، ان دونون مقامون مین بھی مسلمانون سے لڑائیان ہوئین، پھر یہ لوگ کشتیون مین بیٹھے، دریاے کبیر کے بہانہ سے گذر کر اشبیلیہ کے نواح مین اشبیلیہ سے ۱۲ فرسخ پر ۸ محرم ۲۳۰ھ / ۸۴۴ء کو اترے، مسلمانانِ اشبیلیہ ایک لشکر مرتب کرکے اُن کے مقابلہ کے لئے نکلے، ۱۲ محرم کو مقابلہ ہوا، مسلمانون نے شکست کھائی، اور بڑی تعداد مین شہید ہوئے، قزاق پیش قدمی کرتے اشبیلیہ کی طرف بڑھے، اس سے ۲ میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا، ۱۴ محرم کو مسلمانون نے پھر ناکام مقابلہ کیا، اور بری طرح مقتول ہوئے، اب وہ اشبیلیہ کی بیرونی اور پھر اندرونی آبادی مین گھس پڑے اور بڑی بیدردی سے قتل عام مچادیا، جو جاندار سامنے آگیا، تلوار سے اس کا کام تمام کیا، بیشمار آدمی، مویشی اور لڑائی کے گھوڑے مارے گئے، یہ غارتگری ایک شب جاری رکھی، اسی سلسلہ مین انھون نے اشبیلیہ کی مسجد کو بھی نقصان پہنچایا، اور تیرون کو آگ مین گرم کرکے مسجد کی بلندی پر پھینکے، تیر جہان پیوست ہوتا تھا، وہان پر آگ لگ جاتی اور اتنا حصہ جل کر گرجاتا تھا، ابن القوطیہ لکھتا ہے کہ ان تیرون کے حملون کے نشانات اُس کے زمانہ تک موجود تھے، جب وہ تیرون سے پوری مسجد کو جلانے اور گرانے مین کامیاب نہین ہوئے، تو انھون نے مسجد کے دالان مین لکڑیان اور خس وخاشاک جمع کیا، کہ یہ چھت تک پہنچ کر آگ لگا سکے لیکن وہ آگ لگانے مین کامیاب نہ ہو سکے تھے، کہ چند پرجوش نوجوان محراب سے مسجد سے نکل کر آئے، اور مسجد سے اُن کو نکالنے مین کامیاب ہوئے، اور

تین دنوں تک مسجد مین داخل ہونے سے روکے رہے، اس پہلی یورش کے بعد وہ اپنی کشتیون پر سوار ہونے کیلئے لوٹ گئے،

اتفاق سے اس ساحل کے پاس شاہی فوج کا ایک دستہ بعض قائدین کی نگرانی مین موجود تھے، اس دستہ نے ان قزاقون کا راستہ روکا، اور اندلس کے مرتب لشکر کے ایک دستہ سے پہلی مرتبہ ان کا مقابلہ ہوا، اس حملہ مین ۷۰ قزاق مارے گئے، اور باقی ماندہ اپنی کشتیون پر سوار ہونے مین کامیاب ہوگئے،[۱] وہ اپنی کشتیون کو اپنے مستقر کے طور پر استعمال کرتے رہے، کشتی سے اتر کر اس نواح مین غارت گری کرتے اور لوٹا ہوا سامان لیجا کر کشتیون مین لاد دیتے، ان کی اس عام غارت گری سے مغربی وجنوبی اندلس مین ایک تہلکہ مچ گیا، اشبیلیہ والون نے شہر کو خالی کردیا، اور ان کی بڑی تعداد قرمونہ چلی گئی اور کچھ لوگ اشبیلیہ کی پہاڑیون مین روپوش ہو گئے، اور ان لوگون مین ایک عام دہشت پھیل گئی، اور کچھ لوگ قرطبہ اور اس کے نواح مین چلے گئے،

ارباب حکومت اس ناگہانی یورش سے سخت فکرمند ہوئے، انھون نے عوام کی دلدہی کی، اور مقابلہ کرنے کی جرأت دلائی، پھر وہ قرمونہ آئے، اور مہاجرین کو واپس جاکر مقابلہ کرنے اور ثابت قدم رہنے کی تلقین کی، پھر سرحدی صوبہ کے لوگ آئے، اور انھون نے ان کو سنبھالنا چاہا، اس کے بعد عبدالرحمن نے سرحدی صوبہ کے والی موسیٰ بن قسی کو اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کیلئے بلایا، چنانچہ وہ قرمونہ آیا، اور لوگون کی دلدہی کی،

اس کے بعد موسیٰ بن قسی نے ان قزاقون کا مقابلہ کرنے کیلئے وزراء سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ چھوٹے چھوٹے دستے قریش، لقنت، قرطبہ اور مورور کی طرف بھیجے جائین، چنانچہ جابجا دستے بھیج دیئے گئے، اسی سلسلہ مین ایک دستہ اشبیلیہ کے قریب ایک گاؤن کنتش معافر

۱؎ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۱، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۹۹، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۹۳، ۱۹۶، افتتاح الاندلس ص ۶۶

مین جو اشبیلیہ کے سامنے واقع تھا، شب کے وقت کوچ کر کے یہان پہنچکر چھپ رہا، اور ایک کلیسا کی بلندی پر کچھ لوگ چھپ کر بیٹھ رہے قزاقون کا ایک گروہ جو ۱۶ ہزار کی تعداد مین تھا، موروز کی طرف جا رہا تھا جب اس قریہ کے پاس پہنچا، تو جاسوسون نے کلیسا کے اوپر آگ روشن کی جو پہلے سے علامت ٹھرالی گئی تھی آگ روشن ہوتے ہی لوگ قریہ سے نکل کر حملہ آور ہوئے اب ان قزاقون اور اشبیلیہ کے درمیان یہ اسلامی لشکر تھا، مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور کہا جاتا ہے کہ سب تہ تیغ کر دیئے گئے،

اس کے بعد وزراء اشبیلیہ آئے، حاکم اشبیلیہ شہر مین محصور ہو کر جان بچائے بیٹھا تھا، اس کو باہر نکالا، اور اشبیلیہ والون کو اطمینان نصیب ہوا،

قزاق اس گروہ کے علاوہ جو موروز جا رہا تھا، دو اور گروہون مین ہو گئے تھے ایک لقنت کی سمت تھا، اور دوسرے نے قرطبہ کی راہ لی تھی، موروز جانے والے گروہ کا حشر دیکھ کر وہ دونون سمٹ کر یکجا ہو گئے، اور اشبیلیہ سے بالا بالا قلعہ زعواق کی طرف چلے آئے وادی کبیر مین ان کی کشتیان کھڑی تھین، ان پر اس حال مین سوار ہوئے کہ لوگ پتھر پھینک پھینک کر مار رہے تھے، جب اشبیلیہ سے اتر کر ایک میل بڑھ آئے تو چلا کر کہا کہ اگر تم لوگ فدیہ دیکر قیدیون کو چھڑانا چاہتے ہو تو ہم فدیہ لین گے، ان کی اس آواز پر لوگون نے دریا مین پتھرون کی بارش روک لی، اور فدیہ پر گفتگو شروع کی، چنانچہ ان لوگون نے فدیہ مین سونا چاندی لینے کے بجائے کپڑے اور کھانے کی چیزین طلب کین، اور فدیہ لے کر قیدیون کو چھوڑ دیا،

اس کے بعد یہ لوگ ناکور کی سمت بڑھے اور یہان بھی کچھ لوگون کو گرفتار کیا جن مین بنو صالح کے اجداد بھی تھے جو یہان کے ممتاز رؤسا مین تھے امیر عبدالرحمن نے ان کو بھی فدیہ دیکر چھڑا لیا،

اس کے بعد ان لوگون نے اشبیلیہ وناگور کے نواح کو چھوڑ دیا، اور مختلف ساحلی مقامات پر چھاپے مارتے اور غارت گری کرتے پھرے[1]عبد الرحمن نے بھی ان کی نقل وحرکت پر توجہ رکھی، ان کے استیصال کے لئے فوج بھیجی اور مقامی باشندون کو ان سے مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا، چنانچہ ماہ ربیع الاول مین اس نے ان قزاقون کو اندلس سے نکالنے کے لئے ایک عظیم الشان فوج بھیجی، جس نے ان سے سخت مقابلہ کیا، قزاق شکست کھاکر میدان سے بھاگے، شاہی لشکر نے ۲ ربیع الاول کو ان کا تعاقب کیا، اب ان کی شکستون اور فرارون کو دیکھ کر اس نواح کے باشندون کی ہمتین بھی بلند ہو گئی تھین چنانچہ ہر سمت سے مسلمان فوجین مرتب کرکر کے ان کے مقابلہ کے لئے نکلے ابتداً اس غیر سرکاری لشکر کو شکست ہوئی، مگر ان لوگون نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا پھر شاہی لشکر نے بھی ان پر سخت حملہ کیا، جس مین ۵۰۰ قزاق مارے گئے، ان لوگون نے مقابلہ کی تاب نہ لاکر اپنی کشتیون کا رخ کیا، مسلمان ساحل کی چار کشتیون کو بھی پکڑنے مین کامیاب ہوئے کشتیون کے سامان پر قبضہ کرکے ان کو جلا دیا، باقیماندہ کشتیان اپنے سوارون کو لے کر ساحل سے دور نکل گئین، اور بحر محیط مین سامنے کھڑی دکھائی دیتی رہین، لیکن مسلمانون کی دسترس سے باہر تھین کیونکہ اندلس کا سمندری بیڑا یہان موجود نہین تھا،

اس کے بعد یہ لوگ مغربی اندلس کے شہر لبلہ مین اترے اور چند مسلمانون کو قید کر لیا، اس کے بعد مال غنیمت تقسیم کرنے کیلئے اندلس کے قریب ایک جزیرہ قوربیس میں اترے، مال غنیمت تقسیم ہو رہا تھا کہ سمندر کی راہ سے مسلمانون کا ایک دستہ ان کے سر پر پہنچا، کچھ مال غنیمت واپس لیا، اور دو ڈاکو مارے گئے، پھر یہان سے لوٹ کر یہ لوگ شذونہ پہنچے، یہان دو دن ٹھہر کر لوٹ مار کرتے رہے،

اس اثنا مین عبد الرحمن نے بحری مدد اشبیلیہ کے ساحل پر بھیجی، بحری کمک کی آمد کی

[1] افتتاح الاندلس ص ۶۳، ۶۴

خبر سنکر یہ لوگ لبلہ کی طرف مڑ گئے، اور یہاں غارتگری کی کچھ لوگون کو قید کر لیا، پھر اکشونبہ مین جو پرتگال کے سب سے جنوبی علاقہ مین ایک شہر تھا، دیکھے گئے، اس کے بعد باجہ مین وارد ہوئے، پھر اشبونہ دلزین پہنچے، اور اس کے بعد اندلس کی سرزمین کو انھون نے چھوڑ دیا، اور اپنی کشتیون پر سوار ہو کر بحر محیط مین کسی، اور طرف نکل گئے، اور مسلمانان اندلس کو اس فتنہ سے نجات حاصل ہوئی، [۱]

ان قزاقون کے جانے کے ... بعد ان شہرون کی فصیلون کی اصلاح و مرمت شروع ہوئی، جن کو ان کی یورش سے نقصانات پہنچے تھے، اور اس کے ساتھ عبد الرحمٰن نے لوگون کے نقصانات کی تلافی بھی کی، ان مین سے اشبیلیہ کی فصیل کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا تھا، چنانچہ وزراء کے مشورہ سے عبد اللہ بن سنان جو عبد الرحمٰن کے مقربین خاص مین تھا، اس خدمت کے لئے مامور کیا گیا، وہ اشبیلیہ آیا، اور اپنی نگرانی مین فصیل تعمیر کرائی، فصیل کے دروازہ پر اس کا نام بھی کندہ کیا گیا، [۲]

دار الصناعہ کا قیام

نارمنون کے اچانک حملہ اور اس سے ابتری کے پھیل جانے کی بڑی وجہ اندلس مین بحری بیڑے کی کمی تھی، اس حادثہ سے عبد الرحمٰن کو اس کا خاص طور پر خیال پیدا ہوا، چنانچہ اشبیلیہ مین ایک دار الصناعہ (جہاز سازی کا کارخانہ) قائم کیا گیا، اور اسی وقت سے بحری طاقت بڑھائی جانے لگی، یہان تک کہ رفتہ رفتہ اندلس کی بحری طاقت دنیا کی عظیم بحری طاقتون مین شمار کی جانے لگی، ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"(اس واقعہ کے بعد) امیر عبد الرحمٰن بن حکم مستعد ہو گیا، اور اشبیلیہ مین ایک دار الصناعہ قائم کرنے کا حکم دیا، چنانچہ کشتیان تیار کرائین، اور سواحل اندلس کے رہنے والے بحری

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۲، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۹ [۲] افتتاح الاندلس ص ۶۵

ماہرون کو یہان جمع کیا، اور ان کے معاوضہ مین توسیع کی، اور آلات و اقفیت مہیا کئے۔
چند ہی سالون کے بعد اس بحری تیاری سے خاطر خواہ فائدہ پہنچا، چنانچہ امیر محمد کے عہد حکومت
مین جب ۲۴۴ھ مین نارمنون نے اندلس پر دوسری مرتبہ یورش کی، تو وادی کبیر کے دہانے پر ان کو
سمندر ہی مین روکا گیا، انھین شکست ہوئی، ان کی کشتیان جلادی گئین، اور وہ فوراً لوٹ جانے پر
مجبور ہو گئے، [۱]

سلطنت اسپینش مارچ کی طاقت کا خاتمہ

عبد الرحمن کی تخت نشینی کے بعد ہی اس کی ہمسایہ عیسوی حکومتون نے اس کے
خلاف جارحانہ قدم اٹھایا، چنانچہ برشلونہ کی نئی عیسوی حکومت کے حکمران برنارڈ
ہارٹ نے اسلامی حدود مین جنگ جوئی کی، اور غارت گری کرتا ہوا، وادی ثغر کے کنارے شہر لاردہ
تک چلا آیا، کسی ضابطہ کی فوج سے مقابلہ نہین ہوا، چنانچہ عیسائی اسلامی آبادیون کو تباہ و برباد
کر کے لوٹ کا مال لیکر واپس چلے گئے، [۲]

اس حملہ کے جواب مین عبد الرحمن نے اس لشکر کو جو عبد اللہ اموی کے استیصال کے لئے بھیجا
گیا تھا، عبد الکریم بن عبد الواحد کی سرکردگی مین برشلونہ بھیجا، عیسائیون نے مقابلہ کیا، مگر بری طرح شکست کھا کر
پسپا ہو کر شہر مین داخل ہو گئے، مسلمانون نے شہر کا محاصرہ کیا، مگر فتح نہ کر سکے، اس کے بعد وہ گاتھ
مارچ یا اسپینش مارچ کی نوزائیدہ سلطنت کے پورے علاقہ مین گھس گئے، بہت سے شہرون کو تباہ و
برباد کیا، بہت سے قلعے فتح کئے، اور بہت سی عیسوی آبادیون کے باشندون نے جزیہ ادا کرنیکی
شرط پر اطاعت قبول کی، بہت سے مسلمان قیدی، جو عیسائیون کے ہاتھون مین گرفتار تھے
آزاد کرائے گئے، بعض قلعے تشدد کے ذریعہ مسمار بھی کر دئیے گئے، اور وافر مال غنیمت بھی ہاتھ
آیا، یہ مہم ماہ جمادی الاخری ۲۱۳ھ مین بخیر و خوبی واپس آئی، [۳]

اس کے بعد ۲۱۰ھ میں عبداللہ بن عبدالرحمن الداخل کے لڑکے عبید اللہ معروف بابن بلنسی کی سرکردگی میں ایک دوسری بڑی فوج بھیجی گئی جس نے قتل، غارت گری، اور قیدیوں کی گرفتاری کی، ماہ ربیع الاول میں ایک جگہ عیسائی لشکر سے مقابلہ ہوا، مسلمانوں کو کامیابی ہوئی بہت سے عیسائی مارے گئے، اور کوئی ایک قلعہ قبضہ میں آیا، اسی طرح اسی سال ایک دوسرا لشکر بھیجا گیا، جس نے ماہ رمضان میں ایک عیسوی لشکر کا مقابلہ کیا، اور بعض قلعوں پر قبضہ کیا[۱]

اس کے بعد ۲۱۲ھ میں نوزائیدہ عیسائی حکومت کے پایہ تخت برشلونہ پر فوج کشی کی گئی، اس کے بعد جرندہ پر حملہ ہوا، عیسائی شہر میں محصور ہو گئے، اور اسلامی لشکر نے دو مہینوں تک قتل و خون اور غارت گری کا طوفان برپا رکھا،[۲]

ان حملوں سے اندلس کی سرحد پر جو نئی فرانسیسی حکومت اسپنش مارچ یا گاتھک مارچ کے نام سے قائم کی گئی تھی، وہ اپنے دار الحکومت میں محصور ہو کر رہ گئی، اور شارلیمین نے جن ارادوں سے نوزائیدہ سلطنت قائم کی تھی، وہ سب خاک میں مل گئے،

حکومت بیزنطی کی سفارت

اب اندلس کی اسلامی حکومت دنیا کی عظیم سلطنتوں میں شمار کی جانے لگی تھی، چنانچہ عبدالرحمن کی تخت نشینی کے دوسرے سال بیزنطی شہنشاہ میکائیل دوم (۸۲۰ء ۸۲۹ء) نے سلطنت امویہ اندلس کیطرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا، بیزنطی حکومت اور خلافت عباسیہ کے تعلقات خوشگوار نہ تھے بیزنطی شہنشاہ کے اندلس کیطرف رُخ کرنیکا بڑا سبب یہی تھا، چنانچہ میکائیل نے ۲۲۵ھ میں دوستی کا پیام دینے کیلئے سفارت بھیجی عبدالرحمن نے اُسکا پرتپاک خیر مقدم کیا، بیزنطی سفراء کیساتھ قیمتی تحائف اور زرین ساز و سامان کیساتھ بہترین نسل کے گھوڑے بھی تھے عبدالرحمن نے ان تحفوں کو قبول کیا، کہا جاتا ہے کہ اس سفارت کا مقصد امویوں کو ان کے کھوئے ہوئے وطن کو واپس لینے کی ترغیب دینا تھا، اگر عباسی سلطنت پر حملہ کیا جائے،

---

[۱] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۸۲ [۲] ؍؍ ص ۸۸

تو بیزنطی حکومت اپنے تمام ذرائع سے مدد کرے گی، لیکن اموی سلطنت ان دنون اپنے داخلی معاملات مین الجھی ہوئی تھی، اس لئے اس کو قبول کرنا ممکن نہ تھا، اس لئے اس مسئلہ کو آئندہ حالات پر اٹھا رکھا گیا، اور وفد رسمی تکلفات و پیام و سلام کے بعد رخصت ہوگیا،[1]

جوابی سفارت — عباسیون نے بیزنطی سلطنت کو اس کے زرخیز صوبہ ایشیائے کوچک سے محروم کردیا تھا، اور اُن سے خود قسطنطنیہ کو خطرہ درپیش تھا، اس لئے میکائیل کی وفات کے بعد جب شہنشاہ تھیوفلس (۸۲۹ء ۲۱۴ھ) تخت نشین ہوا، تو اُس نے بھی سلطنت امویہ اندلس پر اُمید کی نگاہ ڈالی، اور عرب مورخین کی تصریح کے مطابق ۸۴۰ء ۲۲۵ھ مین حکومت بیزنطی کی سفارت قرطبہ آئی، اور اُس نے بھی حکومت عباسیہ پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی، اور بیزنطی حکومت کے اس حملہ مین شریک ہونے کا یقین دلایا، اور اس وفد نے بھی قیمتی تحائف پیش کئے؛

عبدالرحمٰن نے اس کے جواب مین ایک وفد یحیی غزال کی سرکردگی مین بھیجا، یحیی عباسیون کے دامن دولت سے وابستہ تھے، شعر و حکمت مین شہرۂ آفاق تھے، کسی سبب سے بنو عباس سے آزردہ ہوئے، اور اس کی اطلاع عبدالرحمٰن کو ملی، تو اُس نے اُن کو اندلس بلالیا، اور مقربین خاص مین اُن کو جگہ دی، اسی سبب سے اس سفارت کے لئے اُن کا انتخاب عمل مین آیا، یحیی نے قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی خدمت مین ہدیے پیش کئے، اور دولت امویہ و حکومت بیزنطی کے دوستانہ مراسم کی بنیاد مستحکم کی،[2]

[1] اخبار اندلس جلد ا ص ۲۰۲، عربی مآخذ مین اس سفارت کا حال نظر سے نہین گذرا، [2] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب ج ا ص ۱۶۰، اخبار اندلس ج ا ص ۲۹۲، یحیی الغزال کے جوابی سفارت مین جانے کا

دولتِ عباسیہ پر حملہ آوری سے اجتناب

ان سفارتوں کا جو اصل مقصد تھا، اس میں بزنطی سلطنت کو کامیابی نہیں ہوئی، اگرچہ عبدالرحمٰن دولتِ عباسیہ کے وجود سے بیزار تھا، چنانچہ بنو اغلب (افریقیہ کے جو بنو عباس کے زیرِ حکومت تھے) نے شہر تاہرت (افریقیہ) کے قریب ایک نئے شہر کی بنا و تعمیر عباسیہ کے نام سے کی تھی، جب ۲۲۹ھ میں اس شہر کو ایک خارجی افلح بن عبدالوہاب اباضی نے حملہ کرکے جلا ڈالا، اور اس نے اس کارگذاری کی اطلاع عبدالرحمٰن کے پاس بھیجی، تو اُس نے اس حسنِ خدمت کے صلہ میں اس کو ایک لاکھ درہم عطا کیا، تاہم اندلس کے داخلی حالات اور سرحد کی عیسائی حکومتوں کی مخالفانہ شورشوں اور ہنگامہ آرائیوں کی فضا ایسی نہ تھی کہ عبدالرحمٰن اندلس چھوڑ کر اس دور دراز کی مہم پر جانا گوارا کرتا، اس لئے اس نے دولتِ عباسیہ کے خلاف حملہ آوری کے منصوبہ پر سرے سے کوئی غور ہی نہیں کیا،

حکومت نبرہ کی سفارت اور باہمی تعلقات

نبرہ (نوار) شمالی اندلس کا ایک صوبہ ہے۔ اسلامی فتوحات کے سیلاب میں مجاہدین اس سرزمین سے بھی گذرے، مگر یہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکی، ابتداءً حکومت ایسٹریاس کی طرح بشکنش کے علاقہ میں یہ شامل رہا، کوہ پائیرینیس کا سلسلہ اس صوبہ میں شرقاً و غرباً پھیلا ہوا ہے، اور وشقہ و سرقسطہ کے اسلامی صوبوں سے اس کی سرحد ملتی ہے، ساتویں صدی عیسوی سے اس کی مستقل تاریخ شروع ہوئی، یہاں کے خودسر نواب شاہِ فرانس کے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۹) گیا ہے، جس کو عرب "نوفلس" لکھتے ہیں۔ ۱؎ ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۶۹، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، ہو سکتا ہے کہ وہ سفارت میکائیل کے بجائے تھیوفلس ہی کے عہد میں آئی ہو، اور مسٹر اسکاٹ سے مسامحت ہو گئی ہو، بہرحال دو ماخذوں سے دو سفارتوں کا حال معلوم ہوا اس لئے متن میں علٰحدہ علٰحدہ تذکرہ کر دیا گیا،

باجگذار تھے، عبدالرحمٰن کے زمانہ مین یہان کے آزاد حکمران نے فرانس سے سرکشی کی اور اپنی آزاد ریاست کی داغ بیل ڈالی، ایک ہم مذہب عظیم سلطنت سے جدا ہونے کے بعد اس کو ایسے حلیف کی ضرورت ہوئی، جو اس کو فرانس کے حملون کے وقت بچا سکے، اسی غرض سے یہان کے حکمران نے بھی ایک سفارت اندلس بھیجی، عبدالرحمٰن نے اس کے رتبہ کے مطابق اس کا استقبال کیا، اور اس نوزائیدہ حکومت سے اُس نے تعلقات استوار کرنے کے لئے ایک معاہدہ کرنا منظور کرلیا، چنانچہ ان دونون حکومتون مین طے پایا کہ اگر حکومت نوار پر کوئی حکومت حملہ آور ہوگی، تو اسلامی اندلس کی حکومت اس کی مدافعت کرے گی، اور حکومت نوار نے یقین دلایا کہ جب کوہ پائیرنیس کے اس پار اور کوئی اسلامی مہم جائے گی، تو اس کے گذرنے کی وہ آسانیان بہم پہونچائیے گی،

عیسائیون سے معرکہ آرائیان

اس معاہدہ سے طرفین نے فائدہ اٹھایا، چنانچہ جب کاؤنٹ البس (Ellus) اور کاؤنٹ اسنیریس (Asenarius) کی سرکردگی مین سلطنت نوار پر حملہ آور ہوا تو مسلمانون اور نوار کے عیسائیون نے مل کر ان کی واپسی مین اسی طرح اس لشکر کو برباد کردیا، جس طرح شارلیمین کی فوج برباد کی جاچکی تھی[1]،

اس کے بعد ایک اعلیٰ فوجی افسر ائیرون (Aizon) سلطنتِ فرانس سے ناراض ہوکر گاتھک مارچ مین آیا، وہ خود گاتھ تھا، یہان اس نے فرانسیسیون کے خلاف جذبۂ نفرت کو ابھارا، اور کاؤنٹ آف برشلونہ کے خلاف مہم کا آغاز کیا، اور بعض شہرون پر قبضہ کرلیا، پھر اس نے اپنے بھائی کو قرطبہ بھیج کر مدد طلب کی، چنانچہ عبدالرحمٰن نے ۲۲۳ھ (۸۳۸ء) مین ایک لشکر عبیداللہ اموی بلنسی کی سرکردگی مین بھیجا، جس نے اندلس کے اس حصہ کو جو مشرق و شمال

---

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۴۸۴، انسائیکلوپیڈیا، ج ۱۹ ص ۲۰۲ (نوار) طبع یازدہم،

مین واقع تھا، اور فرانس کی شہنشاہیت کے زیر حکم تھا، تاخت و تاراج کیا، بعض مقامون پر گاتھک مارچ کے لشکر سے مقابلہ ہوا، بہت سے عیسائی مارے گئے، اور بڑی تعداد مین گرفتار کئے گئے، اس حملہ مین ایک قلعہ حصن لعزات نام کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کیا، لڑنے والے عیسائی مارے گئے، اور عورتین اور بچے گرفتار کئے گئے، اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا،

اس کے بعد دوسرے سال ۲۲۴ھ مین اسی کی سرکردگی مین ان ہی مقامات پر دوبارہ فوج کشی ہوئی اس مرتبہ عیسائیون نے جم کر مقابلہ کیا، خون ریز لڑائی ہوئی، عیسائیون نے اس مرتبہ بھی شکست کھائی، اور بڑی تعداد مین مارے گئے، مورخین کا بیان ہے کہ میدان لاشون سے اس قدر پٹ گیا تھا کہ جب وہ جمع کی گئین تو عرب سوار گھوڑے پر سوار ہونیکے باوجود کشتون کے اس پشتہ کے اس پار کی چیزین نہ دیکھ سکے، اب کاؤنٹ آف برشلونہ کے قبضہ مین صرف برشلونہ اور جرندہ باقی رہ گئے تھے، اس کے بعد افواہ پھیلی کہ فرانسیسی لشکر بڑے پیمانہ پر اس علاقہ پر حملہ آوری کے لئے آرہا ہے، قرطبہ سے پھر مدد طلب کی گئی، چنانچہ فرانسیسی بغیر مقابلہ کئے واپس چلے گئے،[۱]

ان پے در پے اسلامی حملون کے جواب مین عیسائیون مین بھی جنبش ہوئی، چنانچہ شاہ لوئی نے ۲۲۴ھ مین شمالی وسطی اندلس کے اسلامی شہر مدینۃ سالم پر حملہ آور ہونے کیلئے کوچ کیا، سرحدی صوبہ کے گورنر فرتون بن موسی، ایک لشکر جرار لے کر مقابلہ کے لئے نکلا، اور راستہ روک کر صف آرا ہوا، عیسائی ایک خون ریز لڑائی کے بعد بہت سے مقتولین اور اسیرون کو مسلمانون کے ہاتھون مین چھوڑ کر فرار ہو گئے، اسلامی لشکر تعاقب کرتا ہوا عیسائی حکومت کے حدود مین داخل ہوا، اور ایک جنگی قلعہ کو جو ابھی حال مین مسلمانون کی مدافعت کے لئے تعمیر کیا گیا تھا، محاصرہ کے بعد فتح کر کے

---

[۱] ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۵۱، ۳۶۱، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، و اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۴۸۶، ۴۸۷

مسمار کر دیا[1]

اس کے بعد عبد الرحمن نے فرانس پر حملہ آور ہونے کی فوجی تیاری کی، مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک لشکر روانہ بھی کیا گیا، مگر سلطنت کے داخلی حالات کے سبب یہ مہم ملتوی کی گئی، اور مقدمۃ الجیش واپس بلا لیا گیا[2]

حکومت جلیقیہ سے آویزش | حکومت جلیقیہ اور اسلامی حکومت اندلس کے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، وہ باقی نہیں رہ گئے تھے، چنانچہ ۲۲۵ھ (۸۴۰ء) میں عبد الرحمن نے شوق جہاد میں بلاد جلیقیہ کا رخ کیا، بہت سے قلعوں پر قبضہ کیا، پھر فوجیں حدود حکومت میں پھیل گئیں، اور آبادیوں کو تباہ و برباد اور مال غنیمت حاصل کرتی، قتل و خون ریزی مچاتی اور قیدیوں کی تعداد بڑھاتی رہیں، اور اس غارت گری کا سلسلہ ایک طویل زمانہ تک قائم رکھ کر فوجیں واپس آگئیں[3]

الفانسو دوم (۷۹۱ء تا ۸۴۲ء) کی زندگی میں اس کی سلطنت پر یہ آخری حملہ تھا، اس کے بعد اس نے ۲۲۷ھ (۸۴۲ء) میں وفات پائی، اس کے بعد رذمیر یعنی رومیرو Ramiro I (۸۴۲ء تا ۸۵۰ء / ۲۲۷ھ تا ۲۳۶ھ) اس کا جانشین ہوا[4]

اس کے بعد ۲۲۶ھ یا ۲۲۷ھ (۸۴۱ء یا ۸۴۲ء) میں موسیٰ بن موسیٰ عامل تطیلہ کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان لشکر کوہ پائرینیس کے اس پار حملہ آوری کے لئے روانہ کیا گیا، یہ موسیٰ سرقسطہ کے والی فرتون موسیٰ کا بیٹا تھا، جس کو دربار قرطبہ سے تطیلہ کی سند ملی تھی، اور سرحد کی حفاظت اور عیسوی حدود حکومت

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۶۳، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، [2] اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۱۴۸

[3] ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۶۷، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، [4] ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۷۷، اسٹوری آف دی نیشن (اسپین) جلد ۶ ص ۳۰۰ وہیں کا بیان ہے کہ الفانسو کے دور میں مسلمانوں کا کوئی حملہ جلیقیہ پر نہیں ہوا، مگر یہ عرب مورخین کی تصریح کے خلاف ہے۔

مین پیش قدمی کرنیکی خدمت سپرد کی، چنانچہ شاہ لوئی کے حملہ کے جواب مین موسیٰ اپنی فوج لے گیا اور غارت گری کرتا ہوا اربونہ سے آگے نکل گیا، چنانچہ اربونہ اور تیر یطانیہ کے درمیان عیسوی لشکر سے مقابلہ ہوا، عیسائیون نے اسلامی لشکر کو گھیر لیا، اور رات بھر مقابلہ ہوتا رہا، موسیٰ دشمنون مین گھر گیا تھا، لیکن صبح ہوتے ہوتے مسلمانون نے نصرت کے قدم بڑھائے اور عیسائی شکست کھا کر میدان سے ہٹ گئے، اور لشکر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا[1]

بنوقسی کی بغاوت اس لشکر مین مقدمتہ الجیش کی افسری پر ایک مقتدر قائد جریر بن موفق مامور تھا، موسیٰ اور جریر مین نا اتفاقی پیدا ہوئی، جریر کو دربار قرطبہ مین رسائی حاصل تھی، موسیٰ کو اس نے اثر و رسوخ سے نیچا دکھایا، اور موسیٰ بغاوت پر کمربستہ ہوگیا، چنانچہ تطیلہ مین وہ حکمران تھا، یہان اس نے اپنی خودسری کا اعلان کردیا، اور ایک وقتی غلط فہمی سے بنوقسی جیسا وفادار خاندان حکومت قرطبہ کے مخالفین کی صف مین داخل ہوگیا، بہرحال حکومت کے لئے اس کا تدارک کرنا ضروری تھا، چنانچہ عبدالرحمٰن نے موسیٰ کو زیر کرنے کے لئے ۲۲۸ھ مین ایک قائد حارث بن بزیغ کی سرکردگی مین فوج بھیجی، برجہ کے قریب دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، موسیٰ کے بہت سے آدمی کام آئے جن مین اس کا ایک بھتیجا بھی تھا، اس کے بعد حارث فوج لے کر سرقسطہ چلا آیا، اس کے بعد موسیٰ نے اپنے لڑکے لب کی سرکردگی مین پھر ایک لشکر برجہ بھیجا، حارث دوبارہ فوج لے کر آیا، اور محاصرہ کے بعد اس شہر پر قبضہ کرلیا، اور لب اس لڑائی مین کام آیا، اس کے بعد حارث نے تطیلہ پر دھاوا کیا، اس شہر کا محاصرہ جاری تھا کہ موسیٰ نے حارث کو صلح کا پیغام دیا، اور تطیلہ حوالہ کردینے پر آمادہ ہوا، حارث نے اس کو منظور کرلیا، موسیٰ نے شہر کو خالی کردیا، اور اپنی جمعیت لے کر ایک دوسرے مقام ارنیط مین چلا گیا، جو تطیلہ سے مغرب اور

[1] ابن اثیر جلد ۶ ص ۷، ۳۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱

قلعہ سے تقریباً ۸ میل جنوب مین واقع تھا،

چند دنون کے بعد حارث نے ارنیط کا رخ کیا، یہان موسیٰ نے ہم سرحد عیسوی حکومت نوار کے حکمران سے مدد طلب کی چنانچہ وہ مدد کرنیکے لئے فوج لیکر آیا، اور موسیٰ و غرسیہ شاہ نوار ایک کمینگاہ مین فوج لیکر حارث کی گھات مین چھپ کر بیٹھ گئے، چنانچہ حارث دریاے بلبہ تک آیا تھا کہ کمینگاہ کی فوج باہر نکل کر حملہ آور ہوئی، حارث زخمی ہو کر گرفتار کر لیا گیا، اور موسیٰ نے بڑھ کر تطیلہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور یہان بنو قسی کی خود مختار حکومت قائم کر لی،

عبد الرحمن ثانی نے شاہی لشکر کے شکست کھانے اور قائد کے گرفتار ہو جانیکی اطلاع پاکر ایک عظیم الشان لشکر تیار کر کے اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی مین موسیٰ اور غرسیہ کی سرکوبی کیلئے بھیجا، محمد نے ماہ رمضان سنہ ۲۲۹ھ (۸۴۳ء) مین تطیلہ آکر شہر کا محاصرہ کر لیا، موسیٰ نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اطاعت قبول کرنیکا پیام دیا، محمد نے اس کا قصور معاف کیا، اور اسی کو دوبارہ تطیلہ کا والی مقرر کر دیا،

اس کے بعد اس نے حکومت نوار کے دار السلطنت بنبلونہ کی سمت فوج بڑھائی، تا کہ غرسیہ کو اس کے جرم کی سزا دیجائے، اس کا جرم اس لئے زیادہ سنگین تھا کہ چند سال پیشتر سفارت کے ذریعہ باہمی اتحاد کا معاہدہ کر چکا تھا، غرسیہ نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا، محمد نے اتنا سخت حملہ کیا کہ غرسیہ کی جان کے لالے پڑ گئے، وہ جنگ مین مارا گیا، اور عیسوی لشکر بڑی ابتری سے منتشر ہو گیا[1]،

موسیٰ نے کچھ ہی دنون کے بعد دوبارہ سرکشی اختیار کر لی تھی، عبد الرحمن نے ایک دوسرا لشکر بھیجا، شاہی لشکر کے آتے ہی اس نے پھر اطاعت قبول کی، اور اپنے لڑکے اسمٰعیل کو یرغمال بناکر عبد الرحمن

---

[1] غرسیہ کے لڑائی مین مارے جانیکا تذکرہ ابن خلدون، ابن اثیر اور مقری نے کیا ہی، ابن خلدون نے اس کو بنبلونہ کا حکمران، اور مقری نے اس کو اس زمانہ کے بڑے عیسائی حکمرانون مین سے لکھا ہی، لیکن مغربی مورخین کی تحریرون مین اس

کے پاس بھیجدیا،

چندسال کے بعد جب موسیٰ کا لڑکا اسمٰعیل عبد الرحمٰن کے قبضہ سے نکل بھاگا تو موسیٰ کو سہ بارہ خودسری اختیار کرنیکا موقع مل گیا، چنانچہ ۲۳۲ھ؁ ۸۴۶ء؁ مین اس نے بغاوت کی، محمد بن عبد الرحمٰن کی سرکردگی مین پھر فوجکشی کی گئی، اور اس نے اطاعت قبول کی، اس کے بعد یہ اطاعت سے پھر کبھی منحرف نہین ہوا، اور عیسائیون کے حملون سے اسلامی سرحد کی حفاظت کی خدمت اس سے پھر لی جانے لگی،[۱]

عیسائیون سے معرکہ آرائیان | اس کے ساتھ عیسوی حکومتون سے آویزش قائم رہی، چنانچہ ۲۳۱ھ؁ ۸۴۵ء؁ مین ایک نئی فوج حکومت جلیقیہ پر حملہ آور ہوئی، بہت سے عیسائی مارے گئے، بہت سے گرفتار ہوئے اور مال غنیمت حاصل ہوا، یہان تک کہ اسلامی لشکر شمالی اندلس کے شہر لیون پہنچا، یہ شہر ۹۵ھ؁ ۷۱۴ء؁ مین مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا، اور ۱۲۵ھ؁ ۷۴۳ء؁ مین عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا تھا، مسلمانون نے اس حملہ مین اس کا سختی سے محاصرہ کیا، اور منجنیقون سے پتھرون کی بارش شروع کردی، شہر کے باشندے خوف سے گھبراکر شہر کو اپنے حال پر چھوڑکر فرار ہوگئے، کثیر دولت شہر مین موجود تھی، وہ مسلمانون کے قبضہ مین آئی، وہ جس سامان کو لے سکے اس کو لے لیا، اور جو لیجانے کے قابل نہ تھا، اس کو برباد کردیا، شہر کی فصیل کو بھی منہدم کردینا چاہا، لیکن وہ ۱۷ گز عریض تھی اس کو منہدم کرنا دشوار تھا، اس لئے جابجا سے اس کو نقصان پہنچایا، اور شہر سے مال غنیمت لادکر روانہ ہوگئے،[۲]

عبد الرحمٰن اور رومیرو، دونون کی زندگی مین مسلمانون کی جلیقیہ پر یہ آخری فوجکشی تھی، اس کے بعد رومیرو نے ماہ رجب ۲۳۵ھ؁ ۸۴۹ء؁ مین وفات پائی، اور اس کا لڑکا اورڈونو اول اس کا جانشین ہوا، اس نے اپنے عہد حکومت مین برباد شدہ ہیون کی تعمیر و تجدید کی،[۳]

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷، ص ۵، ۶، ۲۳ و ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱ [۲] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۶، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۲۲ (باقی حاشیہ ص ۴۲۷)

اس کے بعد کوہ پائیرنیس کے علاوہ ہین ۲۳۵ھ (۸۴۹ء) مین المنذر بن عبد الرحمن کی قیادت مین فوجکشی ہوئی، اور البہ (الالارہ) کے نواح مین غارت گری کی،[1]

نارمنون کی یورش کے بعد اندلس کا شاہی بیڑہ بھی مستحکم ہوگیا تھا چنانچہ اسی زمانہ مین ایک بحری فوجکشی کی گئی، فرانس کے ساحل پر فوجین اتریں، ملک کے اندرونی حصہ مین لوٹ مار کی، اور مارسیلز کے مضافات کو خاص طور پر لوٹ لیا،[2]

شارلیمین کی سلطنت اس کے بیٹون مین تقسیم ہوگئی تھی، فرانس اور گاتھک مارچ چارلس گنجے کی شہنشاہی مین تھے، کاونٹ برن ہارٹ والی برشلونہ سے شاہ فرانس سے تعلقات خوشگوار نہین رہے والی برشلونہ نے مسلمانون کے پے در پے حملون سے پریشان ہوکر اسلامی اندلس سے تعلقات پیدا کرلئے تھے، کاونٹ سیاسی چال مین آکر چارلس کے ہاتھون سے مارا گیا، اسی زمانہ مین ۲۳۶ھ (۸۵۰ء) مختلف مین عبد الرحمن نے عبد الکریم کی سرکردگی مین برشلونہ پر قبضہ کرنیکے لئے، فوجکشی کی، اسلامی لشکر قلعے تباہ وبرباد کرتا ہوا برشلونہ پہنچا، اور ایک محاصرہ کے بعد یہودیون کی مدد سے شہر پر قبضہ ہوگیا، بہت سے عیسائی مقتول وگرفتار ہوئے،

برشلونہ پر قبضہ کرنیکے بعد اسلامی لشکر جرندہ کی سمت گیا، اور اس کے مضافات کو تباہ وبرباد کرکے واپس چلا آیا،

عبد الرحمن کے زمانہ مین اسلامی ممالک پر سب سے آخری یورش ۲۳۷ھ (۸۵۱ء) مین کی گئی، اور اس مین بھی مسلمانون کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲۶) [3] ابن اثیر جلد ۷، ص ۴۳ [1] اسپین (وبٹس) اسٹوری آف دی نیشن جلد ۶ ص ۴۰ [1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۴۳ [2] اخبار الاندلس

برشلونہ اور اس کے نواح پر اگرچہ عبد الرحمن کے زمانہ مین کامل اقتدار حاصل ہو گیا، لیکن یہ قبضہ پائدار ثابت نہین ہوا، کچھ دنون کے بعد یہ مقامات مسلمانون کے قبضہ سے پھر نکل گئے۔[۱]

عیسائیون مین ایک نئی مذہبی تحریک

اس کے عہدِ حکومت کے متعلق موجودہ زمانہ کے عیسائی مورخین نے اپنے قدیم عیسائی مورخین کے حوالہ سے ایک ایسی داستان بھی لکھی ہے، جو اب بہت مشہور ہو چکی، مگر اس کا سراغ ہمین عرب مورخین کے بیانون مین نہین ملا، تاہم اُس کی شہرت کا تقاضا ہے کہ ہم ان واقعات کو بھی اجمالی طور پر ذیل مین نقل کرین،

روایت ہے کہ اس کے عہد مین اندلس مین جان نثارانِ مذہب کی ایک جماعت پیدا ہوئی جس کے افراد دینِ اسلام کو برملا بُرا کہتے، نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو سب وشتم کا نشانہ بناتے، اور اس کی پاداش مین حکومت کی سختیان خوشی سے قبول کرتے، اور اپنے نقطۂ نظر سے وہ قتل ہو کر عیسائی مذہب کی خدمت مین نثار ہو جاتے تھے لین پول نے اس حکایت کو تفصیل سے درج کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ

اندلس مین عیسائیون کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتین حاصل تھین، اُن کے طبائع کی کج روی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا، اندلس کے پادری کلیسا اُن کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہان تھے، لیکن اسلامی حکومت کی اس روادارانہ روش سے اُن کو عیسائیون کے جذبات کے برانگیختہ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا، اس لئے انھون نے چند غالی مسیحیون مین یہ خیالات پیدا کئے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفین اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے حکمرانون کو مشتعل کر کے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفین

[۱] ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۰، ۱۴۴، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۹۶، ۱۹۷،

پہنچائی جائین، تاکہ روح کا تزکیہ وتقدیس ہو سکے، اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب یو لوجیس (Eulogius) تھا، وہ اپنی مشقت ومجاہدہ کی راہبانہ زندگی سے عیسائیون مین عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اُس نے چند نوجوانون مین فدائیت کا جذبہ پیدا کیا کہ اپنی روح کو پاک کرنے کے لئے اس "نئے" دینِ اسلام اور اس کے داعی (علیہ السلام) پر سب وشتم کرین۔ اسلامی قانون کے روسے اسلامی حکومت مین شاتم رسولؐ کی سزا قتل ہی، حکومت انھین گرفتار کرے گی اور گویا یہ نوجوان حضرت مسیح علیہ السلام کی پیروی کرین گے، اور اپنی جانون کو قربان کرکے جام شہادت نوش کرین گے،

یو لوجیس کی تحریک کو کامیاب بنانے مین قرطبہ کے ایک دولت مند عیسائی نوجوان الوارو (Alvaro) اور ایک حسین دوشیزہ فلورا (Flora) نے نمایان حصہ لیا، الوارو یو لوجیس اور دوسرے پادریون کے ساتھ مل کر اس تحریک کی رہنمائی کرتا رہا، فلورا کا باپ مسلمان اور مان عیسائی تھی، باپ کا انتقال ہو چکا تھا، مان نے بچون کو تعلیم وتربیت دی، فلورا کا بھائی تو اپنے آبائی دین پر قائم رہا مگر مان نے لڑکی کو اپنی تربیت سے درپردہ عیسائی بنا لیا، یو لوجیس کی تلقین اور بائبل کی اس عبارت سے کہ وہ شخص جو لوگون کے سامنے مجھ سے انکار کرے گا مین اس باپ کے سامنے جو آسمان مین ہے اس سے انکار کر دون گا، اس کے جذبات برانگیختہ ہوئے، وہ بھائی کے گھر سے نکل بھاگی، اور عیسائیون مین جا کر پناہ گزین ہو گئی، جب اس کے فرار ہونے کی ذمہ داری عیسائی پادریون کے سر ڈالی گئی، تو وہ گھر واپس آئی، اور علانیہ دین مسیحی قبول کرنے کا اعلان کیا، بھائی نے اس کو سمجھایا، مگر وہ اپنے عقیدہ پر استوار رہی، تو اس کا معاملہ شہر کی عدالت مین لایا گیا، قاضی

اسلام پیش کیا جائے اور اس دین کے قبول کرنیکی تلقین کی جائے، واپس آنیکے بعد وہ پھر فرار ہو گئی اور کسی عیسائی کے گھر مین روپوش ہو گئی،

یہان پہلی مرتبہ یو بوجیس سے اس کی ملاقات ہوئی اور کہا جاتا ہو کہ ان دونون کے دلون مین سچی رشتہ کی معصوم اور پاک محبت ایک دوسرے سے پیدا ہو گئی، چنانچہ یو بوجیس فلورا کو اپنے ایک خط مین اپنی اس پہلی ملاقات کے تأثرات ان الفاظ مین لکھتا ہے،

اے مقدس بہن! تو نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ تو نے مجھ کو اپنی وہ گردن دکھائی جو درون کی چوٹ سے پاش پاش ہو چکی تھی، اور جس پر سے وہ خوبصورت لٹین کاٹ دی گئی تھین جو کبھی اس پر لٹکا کرتی تھین، یہ اس لئے کہ تو نے مجھے اپنا روحانی باپ تصور کیا، اور تو نے مجھے اپنی طرح مخلص اور پارسا یقین کیا، مین نے ان زخمون پر آہستہ سے اپنا ہاتھ رکھا، مین نے چاہا کہ مین انھین اپنے لبون سے اچھا کردون، کیا مین جسارت کر سکتا تھا..... جب مین تجھ سے جدا ہوا، تو مین اس شخص کے مثل تھا، جو خواب مین چہل قدمی کرتا ہو اور نہ ختم ہونے والی آہ و زاری کرتا ہو،

فلورا کچھ دنون تک عیسائیون کے حلقہ مین روپوش اور کلیسا مین حاضری دیتی رہی، اس کے بعد یو بوجیس کی تحریک کے عملی مظاہرے شروع ہوئے، چنانچہ ایک پادری پرفکٹس (Perfectus) عین عید کے دن مسلمانون کے ایک مجمع مین گھس آیا، اور دین اسلام اور داعی اسلام علیہ السلام کی شان مین نا ملائم کلمات زبان سے نکالے، مجمع مین اشتعال پیدا ہوا، لوگ جذبۂ اشتعال مین اس پر ٹوٹ پڑے، اور اس کا کام تمام کر دیا، قرطبہ کا بشپ اس کی لاش اٹھا لے گیا، اور سینٹ اسکلس (St. Acisclus) مین مسیحی تبرکات کے ساتھ اس کو دفن کیا گیا، اور عیسائیون نے اس "شہید ملت" کو ولی کا درجہ عطا کیا، کہا جاتا ہو

کہ اسی دن دو مسلمان دریا میں ڈوب گئے جس کو خوش عقیدہ عیسائیوں نے مسلمانوں سے خدائی انتقام قرار دیا، اور پھر اسی سال عبدالرحمٰن ثانی کے نہایت مقرب خادم نصر کی وفات ہوئی، اور یہ گویا نعوذ باللہ مسلمانوں سے خدا کا دوسرا انتقام تھا

اس کے بعد ایک دوسرا پادری آئیزک (Isaac) سامنے آیا، یہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کیلئے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کئے جانے لگے اس نے اسلام پر سب و شتم شروع کردی، قاضی کے لئے برداشت کرنا دشوار ہو گیا، اس نے ایک طمانچہ مار کر کہا کہ جانتا ہے اسلام میں اس کی سزا قتل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے اس لئے کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں، وہ لوگ جو دینداری کے لئے ستائے جاتے ہیں، آسمان کی بادشاہت ان ہی کیلئے ہے، آئیزک نے اپنے جرم کی سزا پائی، اور مسیحی اولیاء کی صف میں ایک دوسرے ولی کا اضافہ ہوا،

اس کے بعد قصر شاہی کے ایک عیسائی پہرے دار سینکو (Sancho) کے دماغ میں یہ سودا سمایا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں، اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا، پھر مسیحی دیوانے پادری قاضی کی عدالت میں آئے، کہ جو کچھ آئیزک و سینکو نے کہا ہے وہی وہ بھی کہتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا نا ملائم الفاظ میں یاد کرنا شروع کیا، ان سب کی گردنیں بھی اڑا دی گئیں، ان کے اتباع میں تین دیوانے پادری اور آئے، اور وہ بھی جہنم واصل ہوئے اسی طرح ایک سال ۸۵۱ء میں گیارہ عیسائیوں نے گندہ دہنی و بدزبانی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر اپنی جانیں گنوائیں،

... احمقانہ تحریک کے سبب لقمۂ اجل بن گئے، بایں ہمہ

عوام مین مقبول نہ ہو سکی، سمجھ دار عیسائیون نے اسلامی حکومت کی رواداری اور ان کے ساتھ مسلمانون کے شریفانہ طرز عمل کو یاد دلایا، اور باور کرایا کہ وہ اپنے وسعت قلب کے باوجود اس بد زبانی کو برداشت نہ کرین گے، اور نہ اس کی انھین پروا ہوگی کہ بہر حال اسلام مین شاتم رسول کی سزا قتل ہے، علاوہ ازین ایسی خود کشی عیسائیت کے نقطۂ نظر سے بھی روا نہین، انجیل مقدس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ "بد زبانیان کرنے والے آسمانی بادشاہت مین داخل نہ ہون گے"،

یولوجیس نے انجیل کی عبارتون اور مسیحی علماء کی سوانح عمریون سے ان اعتراضون کے جوابات دیئے، مگر پادریون کی ایک متعصب جماعت کے سوا وہ کسی کو متاثر نہ کر سکا، پھر پادریون مین بھی اس کی مخالفت کی تحریک شروع ہوئی، چنانچہ اشبیلیہ کے لاٹ پادری نے کلیسا مین ایک مجلس منعقد کی جس مین اس سلسلہ مین نذر اجل ہو جانے والون کو تو شہادت کے مرتبہ پر فائز رکھا گیا، مگر اس تحریک کو جاری رکھنے کی مذمت کی گئی، اور عام عیسائیون کو اس کے قبول کرنے سے منع کیا گیا،

اس کے بعد اس تحریک کے سرگرم ارکان گرفتار کر کے قید خانہ مین ڈال دیئے گئے، اس کے بعد پادریون کی جماعت مین سے کسی نے اس فعل شنیع کا ارتکاب نہین کیا، لیکن اتفاق سے وہ دوشیزہ فلورا جو کسی عیسائی کے گھر مین روپوش تھی، ایک دن کلیسا گئی، وہان اس کی ملاقات ایک دوسری عیسائیہ میری (Mary) سے ہوئی، جو مقتول پادری ایٹرک کی بہن تھی، میری اپنے بھائی کی موت سے بہت متاثر تھی، اس نے فلورا سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کے پاس آسمان کی بادشاہت مین جانا چاہتی ہے، یہ سنکر فلورا کی دبی ہوئی آرزو بھی جاگ اٹھی اور اس نے بھی میری کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ دونون لڑکیان قاضی کے پاس آئین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین نا ملائم کلمات پے در پے کہنے، قاضی نے ان کو اس سے باز رہنے کی تلقین کی، پھر گرفتار

کر کے قید خانہ مین بھیج دیا کہ شاید وقتی جوش وخروش ٹھنڈا ہو جائے اور یہ راہ راست پر آجائین، لیکن ان کا قید خانہ مین آنا، ان کے لئے اور ہلاکت کا باعث ہوا، تحریک کا بانی یولوجیس قید خانہ مین موجود تھا، اس نے وعظ و پند سے انھین اپنے مقصد پر استوار رہنے کی تلقین کی، اور اس نے فلورا کے لیے ایک پورا رسالہ لکھا جس مین مذہب کے لئے شہادت حاصل کرنے کے فضائل سمجھائے گئے تھے، چنانچہ یہ دونون لڑکیان اپنے عزم مین استوار رہین، اور ۲۴ نومبر ۸۵۱ء ۲۳۷ھ کو قتل کردی گئین، یولوجیس نے فلورا کے "واقعۂ شہادت" پر ایک پر درد گیت لکھا ہے، جو عیسائیون کے مذہبی حلقہ مین ایک مدت تک پڑھا پڑھایا گیا،

عبد الرحمٰن کے زمانہ مین عیسائیون کی طلب شہادت کا یہ آخری واقعہ تھا، اس کے بعد حالات پرسکون ہوگئے، اور تحریک کے ممبر یولوجیس وغیرہ رہا کر دیئے گئے، اور اس کے دوسرے سال عبد الرحمٰن نے وفات پائی،

لین پول کا خیال ہے کہ عبد الرحمٰن نے انہی نرم خوئی سے اس تحریک کا مقابلہ کیا، اس کے لئے خصوصاً اس وقت جب کہ اشبیلیہ میں پادریون نے متفقہ طور پر اس کو ناروا قرار دے دیا تھا، یولوجیس کو صرف قید کرنے کے بجائے اس کی زندگی کا خاتمہ کرا دینا چاہئیے تھا، لیکن اس نے رحم دلی سے کام لیکر ان کے ان افعال شنیعہ کو مجنونانہ حرکتون پر محمول کیا، اور صرف ان ہی لوگون کو سزائین دین، جنھون نے اپنے پے در پے عمل سے اپنے کو شاتم رسول کی سزا کا مستوجب ٹھہرایا، اور اسی سبب سے عبد الرحمٰن اس تحریک کو دبانے مین کامیاب ہوا، اور اس کی حیثیت چند متعصب پادریون کی مجنونانہ حرکتون سے کچھ زیادہ قرار نہ پائی، لیکن آگے چل کر یولوجیس نے پھر سر اٹھایا، اور امیر محمد کے ہاتھون اپنے کیفر کردار کو پہنچا، جس کا تذکرہ آیندہ

باب میں تفصیل سے آئے گا،

وفات عبد الرحمن نے وسط ماہ ربیع الآخر ۲۳۸ھ ۸۵۲ء میں ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی،[۱]

اولاد وجانشین	عبد الرحمن کے ۴۵ لڑکے تھے اور ایک روایت میں ایک سو پچاس لڑکے

اور پچاس لڑکیاں کہی گئی ہیں، اپنے بڑے لڑکے محمد کو اس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا، اس انتخاب سے اس کی محبوب ملکہ طروب کو اتفاق نہ تھا وہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو اندلس کا حکمران دیکھنا چاہتی تھی، اس نے اس کے ولیعہد بنائے جانیکی کوشش کین، مگر عبد الرحمن نے طروب سے والہانہ شیفتگی رکھنے کے باوجود اس کی مرضی پوری نہین کی، طروب نے محمد کو راہ سے ہٹانیکے لئے اہل قصر کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا، اور روادود ہش سے اپنا ہمنوا بنایا، قصر کے سوا اس کے ہمنوا ہو گئے یہان تک کہ ۲۳۶ھ ۸۵۰ء مین جب محمد کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی، تو اس نے اپنے ایک وفادار غلام نصر سے سازباز کی، اور محمد کو زہر کھلا کر اس کا کام تمام کر دینے کا فیصلہ کیا، نصر بھی محمد سے خوش نہ تھا، اس لئے وہ اس سنگین جرم کے مرتکب ہونے پر آمادہ ہو گیا،

چنانچہ نصر شاہی طبیب حرانی کے مطب مین پہنچا، اس کو ایک ہزار دینار دیکر اس سے زہر قاتل کی شیشی حاصل کر لی، طبیب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ قصر شاہی کے کسی راز سربستہ کی کوئی کڑی ہے، لیکن نصر کو دربار مین جو رسوخ حاصل تھا، اس کا مقتضا نہ تھا، کہ وہ کوئی خطرہ قبول کئے بغیر اس راز کو فاش کر دے، یا نصر کو زہر کی شیشی دینے سے انکار کر دے، اس لئے اس نے خاموشی سے زہر کی شیشی نصر کے حوالہ کر دی، اس کے ساتھ عبد الرحمن کو ایک خادمہ کے ذریعہ رازداری سے مطلع کرا دیا کہ زہر قاتل کی شیشی شاہی محل مین جا رہی ہے، چنانچہ دوسری صبح کو جب نصر زہر کی وہ شیشی دوا کے نام سے امیر محمد کے پاس لیکر آیا تو وہان

---

[۱] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، ابن اثیر جلد ۷، ص ۶، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱

پر عبدالرحمٰن کو موجود پایا، عبدالرحمٰن نے وہ شیشی نصر کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لی، اور نصر سے کہا کہ اس میں سے پہلے وہ تھوڑی سی دوا خود پی لے، اس کے بعد مریض کو پلائی جائیگی، نصر کے لئے یہ شاہی حکم تھا اور معاملہ کی پوری نزاکت اس کے سامنے تھی، حکم سے سرتابی کرنا ممکن نہ تھا، چنانچہ اس نے دوا کے چند قطرے اپنے حلق سے فرو کیئے، پھر موقع نکال کر عجلت کے ساتھ طبیب کے مطب میں دوڑا آیا کہ اسے اس زہر کا تریاق مہیا کیا جائے، طبیب نے تریاق اس کے حوالہ کیا، مگر زہر اپنا کام کر چکا تھا، تھوڑی دیر کے بعد نصر کے محل میں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی،

اس کی لاش کے ساتھ طروب کی وہ تمنا بھی ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئی،[۱]

عبدالرحمٰن نے اس سال تین مہینے حکمرانی کی، اس کا زمانہ امن و عافیت کا دور	عہد حکومت

سمجھا جاتا ہے، اس کے زمانہ میں دولت و ثروت کی بہتات رہی، ابن اثیر و ابن خلدون لکھتے ہیں،

اس کا زمانہ عافیت و سکون کا تھا، اس کے پاس دولت کی بہتات ہو گئی تھی،[۲]

ابن القوطیہ کہتا ہے،

"اس کی رعایا اس کے ساتھ خیر و خوبی کے ساتھ تھی،"[۳]

اس نے سلطنت کے آئین و قوانین نئے سرے سے مرتب کئے،[۴] وزراء کے	نظام حکومت

اختیارات و مناصب مقرر کئے، وہ معاملات پر مشورہ دینے کے لئے باضابطہ قصر حکومت میں بلائے جاتے، اور بحث و تمحیص کے بعد ان کی رائیں قبول کرتا، ابن القوطیہ لکھتا ہے،

عبدالرحمٰن پہلا شخص ہے جس نے وزراء کے قصر میں آنے جانے اور رایوں پر گفتگو کرنے کے وہ طریقے مرتب کئے، جو آج تک جاری ہیں،

---

[۱] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰ و افتتاح الاندلس ص ۷۶، [۲] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۴۶ و ابن خلدون جلد ۴

حسن اتفاق سے اس کے گرد غیر معمولی تدبر و ذہانت کے لوگ وزراء کی حیثیت سے جمع ہو گئے تھے، ان میں سے ایک "وزیر اعظم" کی حیثیت رکھتا، اور "حاجب" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"اس کے وزراء ایسے تھے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد حکمرانوں کے پاس جمع نہیں ہوئے"[1]

حجابت کے عہدہ پر عبد الکریم بن مغیث سرفراز تھا، دوسرے وزراء میں عیسیٰ بن شہید، یوسف بن بخت، عبد اللہ بن امیہ بن یزید، اور عبد الرحمٰن بن رستم تھے،

عبد الکریم بن مغیث نے عبد الرحمٰن کے اوائل زمانۂ حکومت میں وفات پائی تو دیگر وزراء میں اس عہدہ پر سرفراز کئے جانے کیلئے باہم کشمکش پیدا ہوئی، ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے حق میں دستبردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوا، عبد الرحمٰن نے یہ کشمکش دیکھ کر خزان یعنی افسران خزانہ میں سے کسی کو اس عہدہ پر مامور کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اس زمانہ میں شاہی خزانہ کے جتنے مقتدر افسر تھے، ان میں قرعہ اندازی کی گئی، چنانچہ مہران بن عبد ربہ کے نام قرعہ نکلا، اور وہ اس عہدہ پر مامور کردیا گیا،

مہران بن عبد ربہ چند سال اس عہدہ پر مامور رہا، اس کی وفات کے بعد عبد الرحمٰن بن غانم، حاجب بنایا گیا، جب اس نے بھی وفات پائی تو حجابت کا عہدہ، عیسیٰ بن شہید اور عبد الرحمٰن بن رستم کے درمیان مشترک کردیا گیا، پھر ابن رستم کی وفات کے بعد عیسیٰ بن شہید تنہا اس منصب کا ذمہ دار رہا، اور عبد الرحمٰن کے آخر دور حکومت تک وہی مامور رہا، اس کے جانشین امیر محمد کے زمانہ میں بھی ابتدائی دو سال اس منصب کے فرائض انجام دیئے[2]

[1] افتتاح الاندلس ص ۶۱، [2] ایضاً ص ۶۱، ۶۰،

پھر آگے چل کر ان وزراء میں ایک خاص واقعہ سے ایک وزیر کا اور اضافہ ہوا، قرطبہ کی ولایت کے متعلق عبدالرحمٰن کے پاس یکے بعد دیگرے شکایتیں آتی رہیں، اور وہ والی کو بدلتا گیا، آخر میں اس نے قسم کھائی کہ وہ کسی باشندۂ قرطبہ کو یہ عہدہ سپرد نہیں کرے گا، آخری مرتبہ جب جگہ خالی ہوئی، تو اس کے سامنے ایک شخص محمد بن سلم کی توصیف کی گئی جو مضافات قرطبہ کا رہنے والا، اور دیانت، تدبر اور اخلاق و تواضع سے متصف تھا، عبدالرحمٰن نے اس کو قرطبہ کا والی بنا دیا،

حسن اتفاق کہ جب وہ اس عہدہ پر مامور ہو کر پہلے دن شہر سے شاہی محل میں جانے لگا تو اس کو اطلاع دی گئی کہ قصابین کے محلہ میں ایک مقتول بورے میں بند . . . پڑا ہے، اس نے لاش کے لانے کا حکم دیا، جب لاش لائی گئی، تو محل کے سامنے صحن میں اس کو رکھنے کا حکم دیا کہ شاید گذرنے والوں میں سے اس کو کوئی پہچان سکے، اور اس بورے کو اپنے پاس منگایا دیکھا تو بالکل نیا تھا، اس نے چٹائی بننے والوں اور ہاتھ سے دوسرے کام کرنے والوں کو جمع کرنیکا حکم دیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے پوچھا کہ بورے وغیرہ جو بنائے جاتے ہیں، وہ لوگوں کے ہاتھ سے ایک قسم کے تیار ہوتے ہیں، یا ہاتھ کی صفائی کے لحاظ سے ان میں کچھ فرق ہوتا ہے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے بنائے ہوئے بوروں کو ایک دوسرے سے تمیز کر سکتے ہیں، اس کے بعد اس نے اس بورے کو ان کے سامنے رکھا، لوگوں نے اس کو دیکھ کر بتایا کہ یہ فلاں شخص کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، اور وہ اس جماعت میں موجود ہے چنانچہ اس شخص کو سامنے لایا گیا، اس نے اقرار کیا کہ یہ اسی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، اور اس کو کل ایک نوجوان نے ہمارے یہاں سے خریدا ہے، جو شاہی خدام

ان لوگون نے قیاس سے بتایا کہ یہ فلان شاہی خدمت گذار ہو جو رصافہ مین قیام رکھتا ہے
چنانچہ پولیس نے اس کے مکان پر پہنچ کر خانہ تلاشی لی تو مقتولوں کے کپڑے برآمد ہو گئے،
تفتیش جرائم کے اس عاقلانہ طریقہ کی اطلاع عبدالرحمٰن کو ملی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا، اور اس کو ولایت قرطبہ کی ذمہ داریون کے ساتھ وزارت کی ذمہ داریون مین بھی شریک کر دیا، اور وزراء کی مجلس مین اس کی رائین بڑی وقعت رکھنے لگین[1]،

یہ وزراء عبدالرحمٰن کے سامنے بڑی آزادی سے اپنی رائین پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ اس نے اپنی ایک کنیز کے لئے ایک لاکھ دینار کے زیورات کے دینے کا حکم دیا، تو اس سے کہا گیا کہ "اتنی بڑی رقم کو ملک کے خزانہ سے نکالنا مناسب نہین ہے"!

عبدالرحمٰن نے حکم کے عہد حکومت کے واقعات کا لحاظ رکھ کر بھی اپنی زندگی کے لئے راہین متعین کی تھین، چنانچہ جیسا کہ آگے آئے گا، ایک طرف وہ علمائے دین و صلحائے امت کے دینی مشورون کو خاص وقعت دیتا تو دوسری طرف حکم کے خلاف عوام اپنے مذہبی جوش و خروش مین جو کچھ کر گذرے تھے اون ... سے بچنے کی تدبیرین بھی کین، چنانچہ وہ عوام کی نگاہون سے چھپ گیا تھا، نہ وہ سرا پردۂ شاہی مین باریاب ہو سکتے تھے نہ وہ ان کے سامنے آتا تھا، اس لئے سلطنت کے تمام معاملات براہ راست وزراء ہی کے ہاتھون سے انجام پاتے تھے، ان مین سب سے زیادہ اختیارات حاجب یعنی وزیر اعظم کو حاصل تھے[2]،

سلطنت کے اہم مناصب پر تقرریان براہ راست عبدالرحمٰن کے ہاتھون سے ہوتی تھین، ایک مرتبہ موالی مین سے ایک نے کسی اہم عہدہ پر مامور کئے جانے کی عرضی لکھ کر دی،

---

[1] افتتاح الاندلس ص ۶۹، ۷۰، [2] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲

عبدالرحمٰن کی نظر میں وہ اس عہدہ کے لائق نہ تھا، اس نے عرضی کے نیچے لکھدیا کہ جو شخص کسی خدمت کا اہل نہ ہو، اس سے اس کی محرومی اولیٰ ہے[1]،

عبدالرحمٰن کا نقش خاتم عابد الرحمٰن بقضاء اللہ راض تھا[2]،

صیغۂ مالیات عبدالرحمٰن نے مالیات کا شعبہ مستقلاً قائم کیا تھا، اور ممتاز ارباب دانش خزانہ کے افسر مقرر کئے گئے تھے، افسرانِ خزانہ میں جنھیں خزان کہا جاتا تھا، موسیٰ بن جُدَیر، ابن ابسیل ملقب بہ غماز، طاہر بن ابی ہارون اور نصران بن عبدربہ بربری تھے، اُن میں سے اول الذکر "شیخ الخزان" کہا جاتا تھا یعنی وہ شعبۂ مالیات کا حاکم اعلیٰ تھا، اور آخر الذکر جیسا کہ اوپر گذرا، عبدالکریم حاجب کی وفات کے بعد قرعہ اندازی سے حجابت کے عہدہ پر سرفراز ہو گیا تھا[3]،

یہ افسران خزانہ اپنے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیتے تھے، ایک مرتبہ عبدالرحمٰن رئیس المغنین زریاب کے ایک گانے سے خوش ہو کر اس قدر وارفتہ ہوا کہ تیس ہزار دینار انعام دینے کا حکم دیدیا، صاحب الرسائل یہ فرمان لے کر افسرانِ خزانہ کے پاس آیا، اس زمانہ میں مذکورۂ بالا افسرانِ خزانہ اپنے عہدوں پر مامور تھے، اس حکم کے وصول ہونے پر ان لوگوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا، موسیٰ بن جُدیر شیخ الخزان نے اپنے رفقاء سے دریافت کیا کہ "کیا کہتے ہو؟" ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ کی رائے کے ساتھ ہیں، اس پر شیخ الخزان نے صاحب الرسائل سے کہا کہ "اگر ہم لوگ امیر کے اللہ تعالیٰ اُن کو قائم رکھے، خزانہ دار ہیں تو اس کے ساتھ ہم لوگ مسلمانوں کے خزانہ کے بھی امین ہیں اگے

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۹، [2] نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۳،

[3] افتتاح الاندلسی ص ۶۲،

اموال کی تحصیل کرتے ہیں، اور انہی کے مصالح میں خرچ کرتے ہیں نہیں واللہ اس قسم کا خرچ نہیں کیا جاسکتا اور ہم میں سے کوئی بھی اس پر راضی نہیں کہ کل وہ اپنے صحیفہ میں یہ لکھا دیکھے کہ ہم نے مسلمانوں سے تین ہزار مال تحصیل کیا، اور اس کو ایک گانے والے کے ایک گانے کے صلہ میں دیدیا، امیر سے جاکر کہو کہ خداوند تعالیٰ اس کو قائم رکھے، یہ رقم وہ اپنی اُس رقم میں سے ادا کرے، جو اُس کے پاس موجود ہو،

صاحب الرسائل اس جواب سے ناخوش ہو کر شاہی محل کی طرف لوٹا، سراپردے کے باہر جو افسر متعین تھا، اُس سے کہا کہ خزان نے منافقت کی، پھر پیغام سُنایا، وہ افسر سراپردہ کے اندر گیا، اور اُس نے بھی اُنہی لفظوں میں امیر کو روداد سُنائی، زریاب محل میں موجود تھا، اُس سے نہ رہا گیا، اُس نے کہا، یہ کون قسم کی اطاعت ہے؟ عبدالرحمٰن نے جواب میں کہا کہ یہ صحیح اطاعت ہے، میں نے یہ منصب ایسے احکام کے امتثال کے لئے اُن کے سپرد نہیں کیا ہے، جو کچھ انہوں نے کہلا بھیجا ہے، اس میں وہ سچے ہیں، اس کے بعد یہ رقم اُس نے اپنے پاس سے زریاب کو دلوادی[1]،

اس کے زمانہ میں اندلس کا سالانہ خراج ۶ لاکھ دینار سے ۱۰ لاکھ تک پہنچ گیا[2]، حالانکہ اس کے زمانہ میں چند آفات ارضی و سماوی بھی نازل ہوئیں، چنانچہ آغاز حکومت کے ساتھ ۲۰۷ھ ۸۲۲ء میں سخت قحط پڑا، پھر ۲۱۲ھ ۸۲۷ء میں اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ سیلاب آگیا، بہت سے سرحدی شہروں کی شہرپناہیں منہدم ہوگئیں، اور سرقسطہ کا پل ٹوٹ گیا، پھر ۲۳۲ھ ۸۴۶ء میں امساک باران سے ایسا سخت قحط پڑا کہ غلہ کا ایک دانہ بھی اندلس میں پیدا نہ ہوسکا، درختوں کی پتیاں خشک ہوگئیں، اور بہت سے آدمی ضائع ہوگئے، مویشیوں کا نقصان ہوا، سال کے آخر میں بارش ہوئی تو قحط کی مصیبت دور ہوئی، اس کے بعد ۲۳۵ھ ۸۴۹ء میں بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ ایک

۱؎ افتتاح الاندلس صفحہ ۶۱ و صفحہ ۶۲، ۲؎ نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲،

ساتھ بہت سے دریا جوش مین آگئے، اور عام تباہی و بربادی پھیلی استجہ کا پل برباد ہوگیا، تاجرون کی پچکیان ضائع ہوگئین، اسی طرح بہت سے گاؤن غرقاب ہوگئے، دریائے اشبیلیہ سے ۱۶ گاؤن برباد ہوئے، دریائے تاجہ کے سیلاب سے ۱۸ قریے تہ آب ہوگئے اور ۳۰ میل تک کی زمین پانی سے ڈوب گئی[۱] بااین ہمہ محض اس کے حسن انتظام سے اس کے زمانہ مین اندلس مین دولت کی ایسی بہتات رہی کہ اس کی نظیر اس سے پہلے نہین گذری تھی[۲]

صیغۂ فوج | حکم کے زمانہ مین فوج کا جو نظام قائم ہوگیا تھا عبد الرحمٰن نے اس کو برقرار رکھا، اندلس کی داخلی ضرورتون مین صحیح معنون مین صرف دو مرتبہ ماردہ وطلیطلہ کی بغاوتون مین فوج سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی، لیکن غیر ملکی مہمین اُس کے زمانہ مین غیر معمولی طور پر انجام پائین، وہ التزام سے عیسوی ممالک کے تاخت وتاراج کے لئے فوجکشی کرتا رہا۔ اور باوجودیکہ وہ عوام سے پردہ مین رہ کر زندگی گذارتا تھا، لیکن فوجی مہمون مین وہ ناغہ کرکے شریک ہوتا تھا، ابن القوطیہ لکھتا ہے۔

"دار الحرب مین اس کی لڑائیان جاری رہتی تھین، ایک مرتبہ بذات خود فوج لیکر جاتا، اور ایک مرتبہ اپنے سپہ سالارون کو بھیجتا"[۳]

اس کے عہد مین سپہ سالاری کے فرائض اس کے ولی عہد محمد اور دوسرے لڑکے منذر وغیرہ اور حاجب، عبد الکریم بن مغیث وغیرہ انجام دیتے رہتے، اس کے ساتھ سرحدی صوبہ کے والی فرتون بن موسیٰ اور موسیٰ بن موسیٰ وغیرہ نے بھی سپہ سالاری کے اہم خدمات انجام دیئے، سرحدی صوبہ پہلے کی طرح اس کے عہد مین بھی نسبتہً زیادہ آزاد رہا۔ اور سرحد

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳، ۲۴، ۳۴، [۲] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۰۸، ۲۱۶، جلد ۷ ص ۲۴ و ابن خلدون جلد ۴ صفحہ ۱۳۰،

کی حفاظت کی خدمت اس زمانہ مین بھی خاص طور پر اسی کے سپرد رہی،

صیغۂ قضار | عہدہ قضار پر حکم کے زمانہ مین قاضی سعید بن محمد بن بشیر مامور تھے، عبدالرحمن کے ابتدائی عہد مین وہ اپنے عہدہ پر برقرار رہے، عبدالرحمن نے اپنے دورِ حکومت مین قرطبہ کے علمار وصلحار سے اپنے تعلقات استوار کرلئے تھے، خصوصاً شیخ یحییٰ بن یحییٰ سے بقول ابن القوطیہ ایسے غیر معمولی عقیدت واحترام سے پیش آتا تھا، جیسے ایک سعادتمند بیٹا، اپنے بوڑھے باپ کے سامنے ہوتا ہے، اس لئے عبدالرحمن قضاۃ کے تقرر مین شیخ یحییٰ بن یحییٰ کے مشورے حاصل کرلیتا تھا، اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ شیخ یحییٰ کے مشورہ سے بعض قضاۃ معزول کئے گئے،

چنانچہ عبدالرحمن کے عہد مین حسب ذیل مختلف اہل علم اس منصب پر یکے بعد دیگرے سرفراز ہوئے،

۱- سعید بن محمد بن بشیر،	
۲- محمد بن شراحیل معافری،	اندلس کے خانوادہ بنو شراحیل کے جد اعلیٰ تھے،
۳- ابو عمر بن بشیر،	
۴- فرج بن کنانہ شذونی	
۵- یحییٰ بن معمر لاہانی اشبیلی،	شیخ یحییٰ کے پاس اُن کی کوئی شکایت پہنچی جس کی وجہ سے معزول کردیئے گئے،
۶- اسوار بن عقبہ جیانی	
۷- صفوان قرشی	
۸- احمد بن زیاد	جو بنو زیاد کے جد تھے،

۹- یحیٰی بن معمر اشبیلی	دوبارہ اس منصب پر سرفراز کیے گئے،
۱۰- بخامر بن عثمان جیانی	انھون نے قبول قضاءت سے معذرت چاہی، پھر تولیت ..... منظور کر لینے کے بعد سبکدوش کیے گئے،
	یحیٰی بن یحیٰی کی سبکدوشی کے بعد مامور ہوئے،
۱۱- معاذ بن عثمان جیانی	
۱۲- سعید بن سلیمان غافقی بلوطی	یہ عبدالرحمٰن کے عہد کے آخری قاضی تھے[۱]

علم وفضل عبدالرحمٰن ثانی کو علم دین، علوم عقلیہ اور ادب وشعر سے مناسبت حاصل تھی،

ابن اثیر لکھتا ہے

"وہ ادیب و شاعر تھا، اور علوم شرعیہ اور ان کے علاوہ علوم فلاسفہ کا عالم تھا"[۲]

مجموعہ اخبار اندلس مین ہے،

"اس کو ادب، فقہ، حفظ قرآن، اور روایت وحدیث مین حصہ عطا ہوا تھا"[۳]

اس لئے وہ اہل علم وارباب شعر وادب کی عزت افزائی اور داد ودہش سے قدردانی کرتا تھا،

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"اس نے اپنی حکومت مین اہل علم و اہل ادب وشعر کی عزت واکرام کرنا اور ان کی تمام وکمال حاجت روائی کرنا اپنا شعار بنایا"[۴]

جیسا کہ گذرا، اہل علم مین سے شیخ ابو محمد یحیٰی بن یحیٰی بن کثیر بن وسلاس کو غیر معمولی منزلت حاصل تھی، وہ طنجہ کے بربری خاندان مصمودہ مین سے تھے، ان کے اجداد مین وسلاس، یزید بن

---

[۱] افتتاح الاندلس ص ۵۰، ۵۵ ان قضاۃ کے سوانح حیات اندلس کی علمی تاریخ مین بیش ہون گے [۲] ابن اثیر جلد ۷، ص ۴۶ [۳] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۹ [۴] افتتاح

ابوعامر لیثی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اور اسی نسبت سے یحیی لیثی کہے گئے،

شیخ یحیی نے تحصیل علم کے لئے مشرق کے دو سفر کئے، ابتداً زیاد سے موطا امام مالک سنی اور یحیی بن مضر سے احادیث کی تحصیل کی پھر وہ حج کے لئے روانہ ہوئے اس سے فارغ ہو کر ۲۸ سال کی عمر میں ۱۷۹ھ ۷۹۵ء میں امام مالک کی مسند درس کے سامنے حاضر ہوئے اور موطا کی تحصیل کی، صرف کتاب الاعتکاف کے چند ابواب ان سے نہ سن سکے اس کی روایت وہ زیاد کے واسطے سے کرتے تھے، امام مالک کے جنازہ میں یہ شریک تھے، ان کے شیوخ میں نافع بن ابونعیم قاری، ابن عینیہ، لیث اور ابن وہب بھی ہیں، مؤخر الذکر سے ان کی موطا اور جامع سنی، انھوں نے دوسرے سفر میں خاص طور پر ابن القاسم سے استفادہ کیا، ان سے فقہ کی تحصیل کی، اور دس مختلف کتابیں انھوں نے ان کو ودیعت کیں، اور اپنی کتب سماع کو بھی ان سے حاصل کیا، بہت سے علوم وفنون میں مہارت حاصل کر کے یہ اندلس واپس آئے، اور یہاں منزلت کی نگاہوں سے دیکھے گئے، اور اندلس میں فتاوی کے لئے عیسی بن دینار کے بعد ان ہی کی رائے مستند سمجھی جانے لگی،

شیخ یحیی اپنی عقل ودانائی میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، ابن لبابہ کا یہ قول گذر چکا ہے کہ اندلس کے فقیہ عیسی بن دینار ہیں، اس کے عالم ابن حبیب اور اس کے عاقل یحیی ہیں، انھیں عاقل کا لقب امام مالکؒ نے عطا فرمایا تھا، وہ ان کی حکمت ودانائی سے بہت خوش تھے، ابن فرحون کہتے ہیں کہ وہ اندلس میں علم کی ریاست ان ہی کی طرف پہنچی،

شیخ یحیی کا بیان ہو کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد جب یہ امام مالکؒ سے رخصت ہونے گئے تو انھوں نے نصیحت حاصل کرنے کی استدعا کی، امام مالکؒ نے فرمایا، "اللہ تعالی، اس کی کتاب مسلمانوں کے ائمہ، اور ان کے عوام کیلئے تم پر نصیحت واخلاص فرض ہو" اسی قسم کی تلقین زیاد نے بھی انھیں کی تھی

لہ دیباج المذہب ص ۳۵۰، ۳۵۱

چنانچہ ان کی زندگی میں یہ نصائح ان کی نظروں کے سامنے رہے اسی لئے حکم کے زمانہ مین جب اس نے بے راہ روی اختیار کی تو اندلس کی اسلامی سیاست مین انھون نے نمایان حصہ لیا، اور وہ واقعات پیش آئے جو گذر چکے ہین، ان ہی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ عبد الرحمٰن نے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کی ہدایات کو اپنی زندگی کیلئے شمع راہ بنایا، مسلمانون کے معاملات ان کی رائے سے طے کرتا، اور ملک مین اخلاص و دینداری کا جذبہ نئے سرے سے بیدار ہوا اور عام طور سے عبد الرحمٰن کا عہد حکومت اسلام کی تعلیمات کے خلاف نہ گذرا،[۱]

ابن القوطیہ کا بیان ہے کہ شیخ یحییٰ کو عبد الرحمٰن کے دربار مین غیر معمولی منزلت حاصل تھی، وہ قضاۃ کو ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہین کرتا تھا، . . . . .[۲]

شیخ یحییٰ نے ماہ رجب ۲۳۴ھ مین ۸۲ سال کی عمر مین وفات پائی،[۳]

اہل ادب مین عبید اللہ بن قرلمان کو امتیاز حاصل تھا، یہ عبد الرحمٰن الداخل کے مولیٰ بدر کا پوتا تھا، عبد الرحمٰن ثانی کی بارگاہ مین اس کو غیر معمولی تقرب حاصل تھا،[۴] وہ اندلس مین اس دور کے قادر الکلام شعراء مین مانا جاتا تھا، اور لطف صحبت کی مجلسون مین خاص طور پر شریک رہتا تھا، ایک مرتبہ زریاب نے عباس بن احنف کے دو شعر گائے، عبد الرحمٰن نے کہا کہ دوسرا شعر، پہلے شعر سے منقطع ہے، ان دونون کے درمیان ایک شعر کی ضرورت ہے جس کو مغنی گا کر متصل کر سکے، عبید اللہ نے برجستہ ایک شعر کہہ کر عبد الرحمٰن کی خدمت مین پیش کیا، جس کو سن کر وہ بہت محظوظ ہوا، اور خلعت سے سرفراز کیا،[۵]

۱؎ نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲، ۲؎ افتتاح الاندلس ص ۵، ۳؎ دیباج المذہب ص ۳۵۱، تاریخ وفات مین ایک روایت ماہ رجب کے بجائے ماہ ذی الحجہ اور ۲۳۴ھ کے بجائے ۲۳۳ھ بھی آیا ہے،

ایک مرتبہ عبید اللہ بن قرلمال، اپنی کسی جائیداد کی دیکھ بھال کیلئے ایک دن قرطبہ سے باہر گیا، اس کی عدم موجودگی مین عبد الرحمن کی طبیعت پر کیف ونشاط طاری ہوا، اور رودہ ندیا ؤ کو ساتھ لیکر باہر نکلا شعروشاعری کی مجلس گرم ہوئی، اور عبد الرحمن نے ہر شاعر کو دو سو سے پانسو تک انعام عطا کیا، عبید اللہ نے واپس آکر یہ واقعہ سنا تو ایک نظم مین اس مجلس لطف سے اپنی محرومی پر افسوس کیا، عبد الرحمن نے اسی نظم پر اس کو بھی صلہ دینے کا حکم دیا، اور جواب مین چند شعر لکھ دیئے[1]

اس عہد کا دوسرا قابل ذکر شاعر عبد الرحمن بن شمر ہے اس کو عبد الرحمن کی بارگاہ مین رسوخ حاصل تھا، ایک مرتبہ ایک کنیز کے حسن وجمال کا ذکر چھڑا ہوا تھا، ابن شمر مجلس مین موجود تھا عبد الرحمن نے کہا کیا تم اس کے متعلق کچھ کہہ سکتے ہو، ابن شمر نے فی البدیہہ اس کی شان مین چند شعر کہے، عبد الرحمن کی طبیعت بھی اس وقت موزون تھی، فی البدیہہ اس نے بھی اسی زمین وقافیہ مین چند شعر کہے، پھر ابن شمر کو پانسو کی تھیلی دینے کا حکم دیا، تھیلی دیدی گئی، راہ مین خدمت گار نے جو تھیلی لئے جارہا تھا، ابن شمر سے پوچھا رات چاند کہان رہا، اس نے برجستہ کہا تمھاری آستین کے نیچے ہو[2]

عبد الرحمن نے علوم وفنون کی ترقی کیلئے درسگاہون کی سرپرستی کی، دینی وعقلی علوم پڑھنے اور پڑھانے والون کے وظائف مقرر کئے، اور صنعت وحرفت کے ترقی دینے کی بھی راہین نکالین، مجموعی حیثیت سے اس عہد مین مختلف علوم وفنون کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی،[3]

تعمیرات۔ عبد الرحمن فنون لطیفہ کا قدردان اور حسن کا پرستار تھا، اس نے فنون جمیلہ کی دوسری شاخون تعمیر وموسیقی وغیرہ سے عملی دلچسپی لی، اس نے اندلس کی تعمیرات مین

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۹، ۱۴۰ [2] افتتاح الاندلس ص ۶۰

[3] اخبار اندلس جلد ۱

بہت سے اضافے کئے، چنانچہ تعمیرات میں اس کے عہد کی بہت سی یادگاریں ہیں عالی شان محلات وقصور، حمام، حوض، اور سبزہ گاہیں بنوائیں جن میں جابجا فوارے چلتے تھے اور ان میں بڑے اہتمام سے پہاڑوں کے چشمہ سے پانی پہنچایا، بکثرت باغ لگوائے، نئی سڑکیں بنوائیں، پرانی سڑکوں کی مرمت کرائی، سیلاب سے جو پل اور شہر پناہیں مسمار ہوئیں ان کو نئے سرے سے بنوایا، لین پول لکھتا ہے،

نئے سلطان نے قرطبہ کو بغداد ثانی بنادیا..... اس نے محلات تعمیر کئے، باغ لگائے اور قرطبہ کو مسجدوں اور عالی شان عمارتوں سے زینت دی اور پل تعمیر کرائے،[۱]

قرطبہ کی جامع مسجد میں دو رواق اضافہ کئے، یہ اضافے امیر ہشام کے بنائے ہوئے دالانوں میں قبلہ کی طرف اس طرح کئے گئے تھے کہ دس دس ستونوں کی صفوں کے سات دالان در دالان ہو گئے اس طرح مسجد کے مسقف حصہ صدر میں اب آٹھ کے بجائے پندرہ دالان در دالان ہو گئے، یہ اضافہ قبلہ کی سمت میں ہوا تھا اس لئے قبلہ کی دیوار آگے بڑھا کر بنائی گئی، اور محراب، مقصورہ اور بادشاہ کے داخلہ کا دروازہ بھی نیا بنوایا گیا، جامع قرطبہ کا یہ اضافہ عبدالرحمن کے عہد میں تقریباً پورا ہو گیا تھا، صرف تھوڑا سا کام باقی تھا، جو امیر محمد کے زمانہ میں تکمیل کو پہنچا،[۲] اسی طرح اس نے اشبیلیہ میں اس شہر کی شایان شان جامع مسجد تیار کی، اور اشبیلیہ کی فصیل کی تعمیر و تجدید کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے، اور اسی طرح اپنی سلطنت کے آغاز ۲۱۰ھ/۸۲۵ء میں اس نے جیان میں ایک جامع مسجد تیار کرائی تھی،[۳]

اخلاق وعادات فنون جمیلہ سے اس کی یہ دلچسپی اس کی عام زندگی کے مظاہر میں بھی آشکارا تھی، وہ طبعاً حسن پرست تھا، اور حسین عورتوں سے غیر معمولی شغف رکھتا تھا، حسین عورتوں کے جھرمٹ میں رہا

۱؎ مورس ان اسپین ص ۸۰، ۲؎ ابن اثیر جلد ۶ ص ۶۴ جلد ۷ ص ۸، ۲۵ ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۴۰،

نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲، اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۳۶۳، ۳۶۳ و افتتاح الاندلس ص ۶۳، ۶۵، اخبار

کرتا، طروب، مذر، شنا، قلم اس کی حسین وجمیل کنیزین تھین جن سے وہ محبت رکھتا تھا، اور اس کے حسن وعشق کی داستانین لوگون کی زبانون پر تھین، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ ادیب وشاعر تھا، اور وہ ان چند لوگون مین سے تھا جنھون نے کنیزون سے عشق کیا، اس کی ایک کنیز طروب نام کی تھی جس سے وہ عشق کرتا تھا، اور اس کے عشق کی داستانین مشہور ہوئین"[۱]

مقری لکھتا ہے،

"اس کی طبیعت کا میلان عورتون کی جانب بہت زیادہ تھا، اور اپنی کنیز طروب کا والہ وشیدا تھا، اور اس راہ مین اس نے بڑی تکلیفین بھی اٹھائین،"

اگر کبھی قرطبہ سے باہر جاتا، اور سفر مین زیادہ دن لگ جاتے تو یہ جدائی اس کو شاق گذرتی، جلیقیہ کے میدان جنگ سے طروب کے نام پر شوق نظمین لکھکر بھیجا کرتا تھا،

ایک مرتبہ وہ کسی بات پر اس سے خفا ہو گئی، عبد الرحمن نے اس کو بلا بھیجا، اس نے آنے سے انکار کیا کہ خواہ اس کی پاداش مین جو کچھ بھگتنا پڑے، عبد الرحمن نے خود اس کے محل مین جانا چاہا، اس نے دروازے بند کر لئے، پیش خدمتون نے دروازہ توڑنے کی اجازت چاہی، عبد الرحمن نے منع کیا، اور دروازے پر دینار کی تھیلیون کا ڈھیر لگا دینے کا حکم دیا، چنانچہ دینار کی تھیلیان دروازہ پر نیچے سے اوپر تک چن دی گئین، پھر عبد الرحمن خود پہنچا، اور خوشامد کر کے یہ کہکر دروازہ کھولنے پر راضی کیا کہ دینار کی تھیلیان اس کے قدمون پر نثار ہین، طروب نازبرداری کا امتحان لیکر خوش ہو گئی، دروازہ کھلا، دینار کی تھیلیان جن مین تقریباً بیس ہزار دینار تھے، اس پر نچھاور ہوئین، اور وہ عبد الرحمن کے قدمون سے آ لگی،

ایک مرتبہ اس نے ایک لاکھ دینار کا ایک زیور اس کو عطا کیا، وزراء کو یہ شاق گذرا کہ شاہی

---

[۱] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۴

خزانہ کی ایسی خطیر رقم ایک کنیز کو نذر کردی جائے، عبدالرحمٰن نے کہا یہ جس کے جسم پر زینت بنے گا، وہ اس سے بھی زیادہ بیش قیمت اور بے بہا گوہر ہے، کیا دوسے زمین پر اس کے حسن وجمال کے دیدار سے بھی زیادہ کسی چیز مین آنکھون کے لیے ٹھنڈک ہوگی، پھر ابن شمر کی طرف متوجہ ہوا، اس نے فی البدیہہ چند شعر کہے، اور انعام سے نوازا گیا،

اس کی ایک دوسری کنیز مدثرہ تھی، اُس کو آزاد کرکے اُس نے نکاح کرلیا تھا، اسی طرح اس کی ایک محبوبہ شفا تھی، ایک اور محبوبہ کا نام قلم تھا، وہ حسن وجمال کے زیور سے آراستہ ہونے کے علاوہ ادیبہ اور شاعرہ تھی، اور فن خطاطی مین کمال رکھتی تھی،

لیکن عبدالرحمٰن نے ان کنیزون سے غیر معمولی تعلق خاطر رکھنے کے باوجود سیاسی معاملات مین اُن کی مداخلت کبھی قبول نہین کی، ولی عہد کی نا فرمانی کا واقعہ اُس کی بہترین مثال ہے،

عبدالرحمٰن کی رنگین زندگی کی دلچسپیون مین موسیقی بھی شامل تھی، وہ گانا سننے کا بہت شائق تھا، گانے کی محفلین اکثر منعقد ہوتی رہتی تھین، اس عہد کا باکمال مغنی زریاب جس کا نام علی بن نافع تھا، اسی کے عہد مین اس کی قدردانی سے اندلس آیا، وہ مہدی کا غلام اور مشہور مغنی ابراہیم موصلی کا شاگرد رشید تھا، وہ ایک مرتبہ ہارون رشید کے دربار مین حاضر ہوا اُس کا گانا سُن کر ہارون رشید ایسا گرویدہ ہوا کہ ابراہیم موصلی نے اس کو بغداد چھوڑ دینے پر مجبور کردیا اُس نے خاموشی کے ساتھ مغرب کی راہ لی، قیروان آیا پھر یہان سے اندلس آنا چاہا حکم نے اسکو اندلس آنیکی دعوت دی مگر اسکے آنے سے پہلے اسکا انتقال ہوگیا عبدالرحمٰن اسکی پذیرائی کیلئے تیار تھا، چنانچہ سنہ ۲۰۶ھ / ۸۲۱ء مین یہ اندلس کے ساحل پر اترا، عبدالرحمٰن کی ہدایت کے مطابق عمال

سالانہ وظیفہ مقرر کرکے ایک عالیشان محل مین ٹھرا دیا، اور مختلف جائدادین اور جاگیرین عطا کین گانے کی مجلسون مین جب کبھی اس کے کسی گانے سے بیحد محظوظ ہوتا، تو ہزارون ہزار انعام مین دیدیتا تھا، زریاب مستقل طور پر اُس کے دامن دولت سے وابستہ رہا، اس کی بدولت اندلس مین فنِ موسیقی کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا، کہا جاتا ہے کہ موسیقی کے دس ہزار راگ اُس کو معلوم تھے علوم وفنون کا ذوق بھی رکھتا تھا، نیز اُس کے ہاتھون اندلس کی مجلسی زندگی مین بڑی تبدیلیان اور اضافے ہوئے، جن کی تفصیلات اپنے موقع پر آئینگی،

عبدالرحمن کے جمالیات سے دلچسپی رکھنے کے اثرات اندلس کی مدنی زندگی مین نمایان ہوئے چنانچہ عام تہذیب و معاشرت وضع قطع تراش خراش سیر و شکار اور خورش و پوشش اور عام لباس مین نت نئے تکلفات اور شان و شکوہ پیدا ہوئے، دربار کو شاہانہ اہتمام سے سجایا گیا، امیر کی دستار مین طغرائے امتیاز بڑھایا گیا، غلام و خواجہ سرا، محل سرا اور دربار مین اپنے خاص لباسون مین جن سے وہ پہچانے جاتے پیش پیش رہے، عرب مورخین کہتے ہین کہ وہ شاہانہ شان و شکوہ مین ولید بن عبدالملک کے مشابہ تھا،

عبدالرحمن طبعاً سخی و فیاض تھا، اس کے ساتھ چشم پوشی و درگذر سے بھی کام لیتا تھا ایک مرتبہ دینار کے بہت سے تھیلے اُس کے پاس رکھے ہوئے تھے، آنے والے آئے اور چلے گئے، آخر مین ایک خواجہ سرا رہ گیا، اور عبدالرحمن کو کچھ اونگھ آگئی، خواجہ سرا سمجھا کہ سو گیا ہے، اس نے ایک تھیلے پر اپنی آستین رکھی، اور اس مین سے کچھ رقم غائب کردی، عبدالرحمن اس حرکت کو دیکھ رہا تھا، مگر خاموش رہا، کچھ دیر بعد صاحب الرسائل آئے اور تھیلیون کا جائزہ لینے لگے، ایک تھیلا کھلا ہوا تھا، اس مین رقم کم نکلی، لوگ ایک دوسرے کی طرف مشتبہ نگاہون سے دیکھنے لگے عبدالرحمن نے کہا اس معاملہ کو چھوڑ دو، اس کو بہرحال لینے والے نے لے لیا، اسے اُس نے دیکھ لیا ہے اور

اس کے کہنے کی ضرورت نہین سمجھا،

وہ اپنے انہی فضائل حمیدہ کی وجہ سے رعایا کی نظرون مین بہت محبوب تھا[ؑ۱]،

عبدالرحمٰن اپنی دلچسپ رنگین زندگی کے ساتھ ساتھ نہایت پابند صوم وصلوٰۃ بھی تھا اور شرعی اوامر ونواہی کا پاس ولحاظ رکھتا تھا، ایک مرتبہ رمضان مین ایک دن کا روزہ قضا ہو گیا تو شیخ یحییٰ بن یحییٰ نے ۶۰ دن کے روزے کفارے مین رکھوائے، اس کے پابند شریعت ہونے کی وجہ سے عوام مین بھی دینداری پھیلی، لوگون نے اُس کی عشق بازی کو اس کی طبیعت کی کمزوری، اور اس کی دینداری کو اس کی زندگی کا جوہر سمجھا، اور اُس کے پرتو اور اثر سے عوام نے دینداری اور زہد وتقوی کو اپنی زندگی کا شعار بنایا[ؑ۲]

ؑ۱ مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۵، ۱۳۶ ؑ۲ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۲

مصنف کی دوسری کتاب

تاریخ صقلیہ

جلد اول

مسلمانوں نے سسلی پر ڈھائی سو برس تک حکومت کی اور اسپین کی طرح اسکو بھی اسلامی خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا اور تقریباً پانچسو برس تک کسی نہ کسی حیثیت سے اس سے وابستہ رہے مگر افسوس ہے کہ اس ملک کی کوئی مستقل تاریخ اردو انگریزی میں کیا عربی میں بھی موجود نہیں ہے چھ سات برس کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد دو ضخیم جلدوں میں اسکی تاریخ مرتب کی گئی ہے۔ اس جلد میں صقلیہ کے جغرافی حالات سسلی اور جزائر سسلی پر اسلامی حملوں کی ابتدا، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کی حکومتوں کا عروج اور مسلمانوں کے مصائب اور جلاوطنی کا مرقع دکھایا گیا ہے۔ قیمت ؏

مینیجر

جلد دوم

اس میں پہلے مسلمانان صقلیہ کے قبائلی حالات، اسلامی عہد کی زبان، مذاہب اور وہاں کے باشندوں کے اخلاق و عادات کا ذکر ہے، پھر نظام حکومت کی تفصیل ہے جس میں اسکے مختلف شعبوں اور ان کی کارگزاریوں کا ذکر ہے۔ پھر معاشی حالات کے ضمن میں مسلمانوں کی صنعت و حرفت، زراعت اور تجارت کا بیان ہے اسکے بعد علوم و آداب کا باب ہے جسمیں مختلف علوم، قرآن و حدیث، فقہ و تصوف، تاریخ، شعر و شاعری، اور علوم عقلیہ کا بیان ہے۔ ایک فصل میں ہر علم کے ساتھ مفسرین، محدثین، نحاۃ وغیرہ کے سوانح حیات، ان کی تصنیفات کا ذکر ہے۔ آخری باب سسلی کے اسلامی تمدن کے یورپ کے استفادہ کے متعلق ہے۔ قیمت ؏

مینیجر